فتاوٰی رضویّہ
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات
امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
12
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد دوازدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲
* مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
* شبیر برادرز، ۴۰بی، اردو بازار، لاہور

نام کتاب __________ فتاوٰی رضویہ جلد دوازدہم

تصنیف __________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات __________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ __________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست __________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح __________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد عباس رضوی

باہتمام وسرپرستی __________ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت __________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ __________

صفحات __________ ٦٨٨

اشاعت __________ رجب المرجب ١٤١٨ھ / مئی ١٩٩٧ء

مطبع __________

ناشر __________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت __________ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ اعلی حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائن علمیہ وذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ رضویہ لاہور میں "رضافاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہاہے۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلٰوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج اور کتاب النکاح پر مشتمل خوبصورت ضخیم جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ کتاب النکاح کے اکثر وبیشتر حوالہ جات کی تخریج فاضل جلیل، فن اسماء الرجال ومناظرہ کے ماہر حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی ساکن گوجرانوالہ نے فرمائی ہے، جس پر ادارہ کے اراکین ان کے شکر گزار ہیں۔ اب بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بارہویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

اب تک شائع ہونے والی جلدوں کی تفصیل سنین اشاعت اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	سن اشاعت	صفحات
پہلی جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء	صفحات ۸۳۸
دوسری جلد	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء	صفحات ۷۱۰
تیسری جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ / فروری ۱۹۹۲ء	صفحات ۷۵۶
چوتھی جلد	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / جنوری ۱۹۹۳ء	صفحات ۷۶۰

پانچویں جلد	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ/ستمبر ۱۹۹۳ء	صفحات ۶۹۲
چھٹی جلد	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ/اگست ۱۹۹۴ء	صفحات ۷۳۶
ساتویں جلد	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ/دسمبر ۱۹۹۴ء	صفحات ۷۲۰
آٹھویں جلد	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ/جون ۱۹۹۵ء	صفحات ۶۶۴
نویں جلد	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ/اپریل ۱۹۹۶ء	صفحات ۹۴۶
دسویں جلد	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ/اگست ۱۹۹۶ء	صفحات ۸۳۲
گیارہویں	جلد محرم الحرام ۱۴۱۸ھ/مئی ۱۹۹۷ء	صفحات ۷۳۶

بارہویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد پنجم کے **باب المھر** سے **باب تفویض الطلاق** کے آخر تک ۳۲۸ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ بتوفیق اللہ تعالٰی وبفضلہٖ اس راقم پُر تقصیر عفی اللہ تعالٰی عنہ نے کیاہے۔ علاوہ ازیں اس میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست بھی راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کردی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل نو عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

(۱) **باب المھر**	(۲) **باب الجھاز**
(۳) **باب نکاح الکافر**	(۴) **باب المعاشرۃ**
(۵) **باب القسم**	(۶) **باب النکاح الثانی**
(۷) **کتاب الطلاق**	(۸) **باب الکنایۃ**
(۹) **باب تفویض الطلاق**	

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گراں قدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) **البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجّل** (۱۳۰۵ھ)

وطی کے بعد مہر معجّل کی وصولی کے لئے عورت کو منع نفس کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

(۲) **اطائب التھانی فی النکاح الثانی** (۱۳۱۲ھ)

نکاح ثانی کے احکام میں۔

()رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق(۵)

طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل

نوٹ: اس جلد کے مسئلہ نمبر ۱۲۱ کے آخر سے عربی عبارت کا کچھ حصہ جو فتاوٰی رضویہ قدیم جلد پنجم کے صفحہ ۴۱۳ سے ۴۱۸ تک تھا غیر مربوط ہونے کی وجہ سے خارج کردیا گیا ہے، دراصل یہ عربی عبارت مصنّف علیہ الرحمۃ کی تصنیف جلیل جدّ الممتار کی ہے جو سہواً یہاں نقل ہو گئی تھی۔

رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
نومبر ۱۹۹۷ء

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات
(جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فہرست مضامین

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ حق حبس بیع میں اصل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالتِ اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔	۱۲۰	ہر عاقد وحالف اور واقف وموصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔	۱۲۴
زید ہندہ سے نکاح کرکے چلاگیا رخصت نہیں ہوئی۔ دو برس بعد ہندہ نے نالش کی کہ رخصت کرائے یا طلاق دے، اس نے طلاق لکھ دی، پدرِ ہندہ نے مہر معاف کردیا، ہندہ معافیِ مہر منظور نہیں کرتی نصف مہر مانگتی ہے۔	۱۲۱	مہر فاطمی چارسو مثقال چاندی تھا، آج کل کے روپے سے ایک سوساٹھ روپے۔	۱۲۵
باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہوسکے۔	۱۲۱	فساد تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے۔	۱۲۵
خلوت ودخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدّت لازم نہیں۔	۱۲۲	جو مہر بیان تعجل وتاجیل سے معرا ہو وہ موت یا طلاق سے پہلے فی الحال واجب الادا ہے یا نہیں۔	۱۲۵
مرد کہے کہ میں اس شرط پر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہوجائے اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی۔	۱۲۲	فسق زن کے سبب طلاق دے دے تو مہر کی بھی ادا لزم ہوگی یا نہیں۔	۱۲۶
مہر کا معجّل یا موء جل ہونا بیان ہو تو وہ ورنہ وہ جو متعارف ہو یعنی وہاں جس کا رواج ہو وہ ٹھہریگا۔	۱۲۲	کون ساوُہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط ہوجاتا ہے اور کون ساوہ جس سے نصف رُہ جاتا ہے۔	۱۲۶
بے خبری میں رضاعی بہن سے نکاح کرلیا مہر واجب ہوا یا نہیں۔	۱۲۲	مہر نفس عقد سے واجب ہوتا اور وطی یا خلوت یا موت احدالزوجین سے تاکد وتقرر پاتا ہے۔	۱۲۶
نکاح فاسد میں مہر مثل بعد وطی لازم ہوتا ہے جو مہر مسمّی سے زائد نہ ہو۔	۱۲۲	بعد تاکد وتقرر اگر عورت مرتدہ ہوجائے تو بھی مہر یا اس کا کوئی حصّہ ساقط نہ ہوگا۔	۱۲۶
محارم سے پناہ بخدا اگر کوئی نکاح کے بعد وطی کرلے تو مہرِ مثل پورا واجب ہوگا اگرچہ باندے ہوئے مہر سے وُہ دوچند ہو۔	۱۲۳	مؤکدات ثلثہ وطی، خلوتِ صحیحہ، موت احدالزوجین سے پہلے اگر معاذاللہ مرتد ہوجائے تو مہر بالکل ساقط ہوجائے گا۔	۱۲۷
مہر شرع محمدی کی مقدار کیا ہے۔	۱۲۳	اگر عورت اپنے شوہر کے باپ یا بیٹے یعنی شوہر کی اصول وفروع سے کسی سے زنا کرائے تو بھی پورا مہر ساقط ہوجائے گا جبکہ مؤکدات ثلثہ سے کوئی اب تک واقع نہ ہوا تھا۔	۱۲۷

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کے باپ کو شوہر کی ماں نے دودھ پلایا ہے لاعلمی میں ہمبستری ہوچکی مہر کی نسبت کیا حکم ہے۔	۱۵۶	صراحتًا کہی ہوئی بات عرف ورواج وغیرہ سے دلالۃً سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔	۱۵۹
نکاح فاسد میں متارکہ بالقول ہی ہوسکتا ہے مثلًا یُوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔	۱۵۶	زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتًا یا عرفًا کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قول شوہر معتبر ہوگا اور وُہ جبرًا واپس لے سکتا ہے۔	۱۵۹
نکاح محارم نادانستہ واقع ہوجائے تو بعد وطی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمّٰی سے زائد ہو۔	۱۵۷	بلاتملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہوسکتی۔	۱۶۰
ہندہ کا نکاح بالغی میں زید کے ساتھ ہوا رخصت نہیں ہوئی، ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں۔	۱۵۷	گھر مین پہننے کے کپڑے جن کا دینار بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہوچکا تھا وُہ دے کر دعوی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔	۱۶۰
نکاح نافذ غیر لازم ہو اور رَد سے پہلے احدالزوجین کا انتقال ہوجائے تو کل مہر لازم ہوگا۔	۱۵۷	عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعوی کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہوگئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعوی ثابت نہ ہوگا۔	۱۶۰
نکاح موقوف تھا ہنوز نافذ نہ ہوا تھا احدالزوجین نے انتقال کیا تو اصلًا کچھ مہر نہ ملے گا۔	۱۵۷	اپنی زوجہ کو بے طلاق دئے اس کی رضاعی بہن سے بھی نکاح کرلیا جب اس کا حرام ہونا معلوم ہوا تو ثانیہ کو طلاق دینا چاہا وُہ مطالبہ مہر کرتی ہے اس صورت میں صرف تفریق معتبر ہے یا اس پر طلاق ہوگی اور مہر زوج پر لازم ہوگا یا نہیں۔	۱۶۰
زید نے نکاح کیا عورت کو مرد کے قابل نہ پایا طلاق دے دی مہر لازم ہوگا تو کتنا۔	۱۵۸	ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔	۱۶۰
زید نے اپنی منکوحہ کو نکال دیا اور کئی مہینے نان نفقہ نہ دیا پھر طلاق دے دی۔ عورت کا مہر (۴۲ صہ ۵) تھا زید نے ایک مکان (صہ عہ) کا بعوض دین مہر رجسٹری کرادیا تھا اب عورت کو بے دخل کردیا، اپنے دئے ہوئے زیور واپس لینے کا دعویدار ہے کیا حکم ہے۔	۱۵۹	نکاح فاسد میں متارکہ واجب ہے۔	۱۶۰
جب زن وشوہ ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کریں تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہوجائے۔	۱۵۹		

شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافیِ مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔	۱۸۰	معصومن مدعیہ ہے کہ مہر ۱۰۱روپے ہے وکیل اور گواہ مر چکے ہیں چار چچازاد بہنیں، تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع محمدی تھا، ایک بہن کا مہر پانچ سو معلوم ہوا ہے، ایسی صورت میں معصومن کا مہر کیا قرار پائے گا۔	۱۸۲
مرد وعورت صرف روزِ اوّل کوٹھے میں رہے اور دشمن کوٹھے کے گردا گرد مارنے کو کھڑے رہے، زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔	۱۸۰	ایک شخص تیس ۳۰ سال سے غائب ہے اس کا بھائی اس کی زوجہ کو اس کے شوہر کا حصہ نہیں دیتا کہ پانچ چھ برس سے اس کی کوئی خبر نہیں غالبًا مر گیا ہوگا اور قانون کہتا ہے کہ تین برس بعد دعوی مہر اب اگر تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کر سکتی ہوں، مہر کی تعداد دو سو بتاتی ہے، ہندہ کے اعزّا کو تعداد یاد نہیں، ہندہ اپنی والدہ اور پھوپھی بھتیجوں بھائیوں کا بھی یہی مہر بتاتی ہے، کیا اس صورت میں اہلِ محلّہ کچہری میں اس کا حق دلانے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دو سو ۲۰۰ روپے تھا یا نہیں۔	۱۸۳
اقرار مقرلہ کے انکار سے رَد ہو جاتا ہے۔	۱۸۰	ایک شخص پندرہ ۱۵ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وُہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وُہ عورت مہر کا دعوی کر سکتی ہے یا نہیں۔	۱۸۴
بی بی کے نزع کے وقت مہر کی معافی چاہی اس نے آواز بند ہو جانے کے سبب سر ہی ہلادیا، مہر معاف ہوگیا یا نہیں۔	۱۸۰	ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کرلیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔	۱۸۴
تحریر طلاق دی اس میں یہ بھی لکھا کہ تیرے بطن کے دونوں بچّے تیرے مہر میں دئے تو کیا حکم ہے۔	۱۸۱	اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔	۱۸۴
مہر معجّل ہے، عورت کو طرح طرح کی اذیتیں تکلیفیں شوہر دیتا ہے نفقہ بھی نہیں دیتا، کا عورت نالش کرکے مہر وصول کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو اس سے روک سکتی ہے۔	۱۸۱	نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔	۱۸۴

المعروف کالمشروط۔	۱۹۵	اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا نکاح ہوا اور ان کی نیت میں اداءِ مہر نہیں وُہ روزِ قیامت زانی وانیہ اٹھائے جائیں گے۔	۱۹۹
عقد سے پہلے یہ طے ہوا کہ مہر مؤجل باجل دوسال ہے دو۲ سال کے اندر بعوض مہر ساڑھے پانچ ہزار روپے جائداد غیر منقولہ زوجہ کے نام شوہر خرید دے گا یا نقد ادا کرے گا مگر وقتِ عقد صرف اتنا کہا گیا کہ مہر موء جل مطلق ہوگا یا باجل دوسال مؤجل۔	۱۹۵	**باب الجهاز** (جہیز)	۲۰۱
زید نے اپنے نواسے خالد کی منگنی میں ایک زیور اس کے والد عمرو کو دے کر کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں اُس وقت خالد نابالغ تھا عمرو نے قبول کرکے لڑکی کو خالد کی طرف سے پہنادیا اب لڑکا لڑکی جوان ہیں لڑکا طلاق پر آمادہ ہے زیور وغیرہ واپس ہوئے، زید کہتا ہے وُہ زیور جو میں نے دیا تھا مجھے ملے، لڑکا کہتا ہے کہ مجھے، عمرو کہتا ہے مجھے ملنا چاہئے۔ کون مستحق واپسی ہے۔	۱۹۷	جہیز کا مالک بی بی کی حیات میں اس کا شوہر ہے یا وہ خود۔	۲۰۱
نابالغ کو ہبہ کیا اس کے باپ نے قبضہ کرلیا تو ہبہ تام ہوگیا۔	۱۹۸	اگر شوہر اس زیور میں بے اذن زوجہ تصرف کرے جو اسے جہیز میں ملا تھا تو نافذ ہوگا یا نہیں۔	۲۰۲
ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔	۱۹۸	باپ جو چیز اپنی صحت کی حالت میں بیٹی کو سونپ دے وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا نہ اس کے وارثوں کے لینے کا کوئی حق۔	۲۰۲
والدین نے بخیال دُنیا اس قدر وسیع مہر بندھوایا کہ لڑکا کسی طرح ادا نہیں کرسکتا، لڑکے نے اس خیال سے کہ منظور نہ کروں گا تو نکاح منظور نہ ہوگا منظور کرلیا، بالغہ لڑکی نے کچھ دن بعد بخوشی معاف کردیا، چند لوگ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہے اور صحبت حرام۔	۱۹۹	ان شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا دُولھا کی جانب سے دُلھن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہٰذا جوڑے بہت گراں قیمت اور اس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دوسو کا جائے گا تو اُدھر سے چار سو کا آئے گا۔ اس صورت میں کیا جُدائی پر واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کردے تو کیا حکم ہوگا۔	۲۰۲

والدین زوجہ نے بہو کو کچھ زیور واسطے تالیف دیا، یہ سمجھ کر کہ کہا ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں دوسرے کام میں لائیں گے جیسا تاجر بطور رعایت دیا کرتے ہیں، اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔	۲۰۳	ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔	۲۰۶
جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی وار مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔	۲۰۳	موہوب لہ، مِلک سے خروج مانع رجوع ہبہ ہے۔	۲۰۸
عورتیں جو بے تکلف اموالِ شوہر استعمال میں رکھتی ہیں ان سے وُہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔	۲۰۳	عاریت سے بحالتِ بقاء ہر وقت رجوع جائز وحلال ہے۔	۲۰۸
عوض ومعوض ایک مِلک میں جمع نہیں ہوسکتے۔	۲۰۳	جو اشیاء عاریتًا لی جائیں وہ اگر بلا تعدّی ہلال ہوجائیں تو ضمان لازم نہیں۔	۲۰۸
بلادِ شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔	۲۰۴	مستعار شئی میں اگر بحالتِ استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔	۲۰۸
ہلاک موہوب مطلقًا مانع رجوع ہبہ ہے۔	۲۰۴	اگر عاریت کسی وقتِ معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقتِ معیّن کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقتِ معیّن کے بعد استعمال نہ کی ہو۔	۲۰۹
قرابت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں۔	۲۰۵	فتوٰی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔	۲۰۹
عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔	۲۰۶	باپ نے بیٹے کی شادی اپنے صرف سے کی اب بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ ہوگی یا والدِ زید۔	۲۱۰
ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔	۲۰۶	باپ کے انتقال کے بعد بکر نے اپنی دو چھوٹی بہنوں کی پرورش کی، ان کی شادیاں بھی بعد بلوغ کردیں، خرچ پرورش و شادی مال متروکہ مشترکہ سے کیا، یہ خرچ بکر کو ان دو ۲ چھوٹی بہنوں سے مجرا ملے گا یا نہیں۔	۲۱۱
دے کر پھیرنے والا مثل کُتّے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھالے۔	۲۰۶	بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثانِ صغیر کو پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعًا جائز ہے جبکہ وُہ بچے ان کے پاس ہوں۔	۲۱۲

غیر کے مال میں اذن ولایت تصرّف ناجائز ہے۔	۲۱۲	تجہیز میں جمع و موائد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصہ پر پڑے گا اور وُہ متبرع ٹھہرے گا یُوں ہی اجنبی۔	۲۱۶
چند صورتوں م،یں بلااذن وولایت مالِ غیر تصرّف جائز ہے۔	۲۱۲	اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلاتراضی ناممکن ہے، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کااختیار نہیں۔	۲۱۷
مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے۔	۲۱۴	عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔	۲۱۷
جو اہلِ زمانہ کو نہ جانے اور فتوی دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وُہ جاہل ہے۔	۲۱۴	جو شیئ مقصود سے خالی ہو وُہ باطل ہوتی ہے۔	۲۱۷
نفقہ مثل کے معنی	۲۱۴	جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وُہ جوازِ صُلح سے مانع نہیں ہوتی۔	۲۱۷
تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرانہ پائیگا۔	۲۱۵	صلح شرعًا ایک عقد ہے جو رافع نزاع اور قاطع خصومت ہے۔	۲۱۷
ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔	۲۱۵	جہالت اگر منازعت تک پہچانے والی ہو تو وُہ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔	۲۱۷
اگر کوئی شخص اپنامال تلف ہوتا ہُوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذنِ اتلاف نہ ہوگی۔	۲۱۵	ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وُہ بیع کارکن ہے۔	۲۱۷
نابالغ تبرع کی اہلیّت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کااختیار ہے۔	۲۱۵	تعاطی احدالجانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتٰی بہ اور راجح ہے مگر بیان بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعًا منعقد نہ ہوگی۔	۲۱۸
بصورت شرکت ہبہ، قرض، اتلافِ مال اور تملیک بلاعوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتًا نہ کہہ دے۔	۲۱۶	امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدّی کرے۔	۲۲۰
شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔	۲۱۶	غاصب اگر مغصوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وُہ ان لوگوں کے پاس ہلال ہوجائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہی کرسکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔	۲۲۱
شرکت عین میں دوسرے کے حصّہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف جائز نہیں۔	۲۱۶		

مرتہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو توجائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے میں مطلقاً حکمِ حُرمت دیا جائیگا کو بے طمعِ نفع بہ مرہون قرض نہ دینے کا عُرف ورواج ہے۔	۲۲۸	مملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔	۲۳۲
جب دوامر محتمل ہوگا مغلوب نامقبول ہوگااور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعیین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔	۲۲۹	ہبہ تاحینِ حیات ہبہ کاملہ ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو وباطل ہے۔	۲۳۳
عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعیین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔	۲۲۹	احدالمعاقدین کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔	۲۳۵
بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریۃً دیا تھا بیٹی کہتی ہے تملیکًا یااس کے مرنے کے بعد اس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔	۲۲۹	بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفًا لاحق کیا گیا ہے۔	۲۳۶
جہاز میں جس کا قول معتبر ہوگا بقسم معتبر ہوگا۔	۲۳۰	ماں کا دعوی اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر دوصورتوں میں ، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو، دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جدا ہو کر بطور خود تزویج کی ہو۔	۲۳۶
عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت واجب ہے۔	۲۳۰	لڑکی نے باپ کے مال سے دستکاری کرکے جہیز کا کچھ سامان تیار کیا ماں کے مرنے بعد باپ نے وہ سامان جہیز میں اسے دے دیا تو یہ سب اسی کا ہے اسی کے بھائیوں کو حق نہیں کہ وُہ اسے ماں کا ترکہ قرار دے کر اپنا حصہ طلب کریں۔	۲۳۸
اگر ایک خاص مقدار تک حسبِ حیثیت جہیز دینے کا عرف ہو اور اس کے زائد عاریت تو اس مقدار تک تملیک سمجھیں گے اور زائد میں قول واقع بالاتفاق معتبر مانیں گے۔	۲۳۰	دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔	۲۳۹
بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا پھر کہا میں نے قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال سے تو کس کا قول معتبر ہوگا۔	۲۳۱	بی بی بے جہیز رخصت ہو کر آئی تو شوہر کو پانے خسر سے ان دراہم ودنانیز کا مطالبہ پہنچتا ہے جو اس نے بھیجے ہوں جبکہ بعد زفاف زمانہ دراز تک چُپ نہ بیٹھا ہو۔	۲۴۴
شوہر نے زوجہ کو کوئی چیز بھیجی، عورت کہتی ہے ہدیہ ہے، شوہر کہتا ہے مہر، تو کب، کس کا قول معتبر ہوگا۔	۲۳۲	زمانہ دراز سے کون سازمانہ مراد ہے۔	۲۴۴

ایک زمانہ تک کسی شیئ میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہوا حالانکہ پہلے بھی دعوی کے کوئی امر مانع نہ تھا اس کا دعوی مسموع نہ ہوگا۔	۲۴۵	اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شیئ کو رہن رکھا یا بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن نافذ صحیح ہوگیا۔ اب جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو مالک مرہون شیئ کو واپس نہیں لے سکتا۔	۲۴۹
اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔	۲۴۵	مالک کی اجازت سے کوئی شیئ کسی نے رہن کردی تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتہن کا دین دے کر اپنی چیز چھڑالے اور جو کچھ مرتہن کو دے وُہ مدیون یا اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔	۲۴۹
اب سوال پنجم ۔	۲۴۵	سوتیلی ماں نے حسب رواج ملک مال ومتاع بنام جہیز لڑکی کو دیا لڑکی کے بعد واپسی چاہتی ہے دیتے وقت نہ تو تملیک کی نیت ہوتی ہے نہ عاریت ہبہ کی، لہٰذا حسبِ رواج ملک واپس ہو اس پر پر فتاوٰی طلب کئے گئے، بریلی سے بھی فتوٰی آیا جس کا مطلب بتایا گیا کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں، نہ فیض النساء واپسی جہیز کی حقدار ہوسکتی اس کا دعوی مردود اور رواجِ ملک متردوالخ، کیا یہ مطلب صحیح ہے؟	۲۵۰
مہوب شیئ کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہ، کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔	۲۴۷	انجمن نے یتیمہ کا نکاح کیا، شوہر نے اسے نہ رکھا سامانِ جہیز جو انجمن نے دیا تھا واپس آیا اسکی مالک یتیمیہ ہے یا انجمن۔	۲۵۴
عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔	۲۴۸	صدر انجمن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔	۲۵۴
جواب سوال ششم :	۲۴۸	اگر کسی کو غیرہ معیّن شیئ کی خریداری کا وکیل کیا تو شراء وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کے لئے خریداری کی نیت کرلی ہو یا مال مؤکل سے شئے خریدی ہو۔	۲۵۴
جواب سوال ہفتم	۲۴۸	اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کردیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔	۲۵۵
بے اجازت مالک کوئی شے رہن کردی مالک نے بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کرکے مرتہن سے اپنی چیز واپس لے لے اپنا دین مدیون سے لیتا رہے۔	۲۴۹	فضولی کا شراء جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے۔	۲۵۵

غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے۔	۳۸۲	لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہوجائے گی۔	۳۸۶
طلاق کے جُھوٹے اقرار سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔	۳۸۳	کسی نے قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلادی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔	۳۸۶
کچہری نے شوہر کو نوٹس دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اپنی عورت کو اگر نہ لے گئے تو تین طلاق۔ اس سے کچھ نہ ہوگا۔	۳۸۳	جبراً طلاق دلوائی، استثناء یا کلمہ نفی آہستہ کہا کہ مکرہ نہ سُن سکا قضاءِ طلاق ہی ہے دیانۃً طلاق نہیں۔	۳۸۷
صرف گھبراہٹ کا نام جنون نہیں، اس عالم میں طلاق دے گا واقع ہوجائے گی۔	۳۸۳	جبر واکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔	۳۸۷
عقل زائل نہ ہو تو غصّہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، ایسی تحریر سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔	۳۸۳	مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔	۳۸۷
جنون کے ثبوت کے لئے گواہان عادل یا پہلے بھی جنون طاری ہوتا ہے۔	۳۸۴	شوہر موجود نہ ہو اور عورت بیقین جانتی ہو کہ شوہر طلاق دے چکا ہے تو عدّت کے بعد نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن واپس آکر اگر شوہر نے انکار کیا تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا۔	۳۸۸
گواہان عادل سے جنون ثابت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۳۸۵	تین طلاق سے عورت مغلظ قابلِ حلالہ ہوجاتی ہے، ایسی عورت سے طالق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولدالزناء اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابلِ خلافتِ وسجادہ نشینی نہیں۔	۳۸۹
جس کے بارے میں معلوم ومشہور ہو کہ غصہ آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے، اس کی طلاق بھی اس عالم میں واقع نہ ہوگی۔	۳۸۵	حلالہ کی صورت کیا ہے۔	۳۸۹
جبر واکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔	۳۸۵	نابالغہ اور نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہوسکتا ہے	۳۹۰
نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ۔ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔	۳۸۵	باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کردیا تو درست ہے۔	۳۹۰
اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۳۸۵		

گواہ عادل نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ ہو تو عورت شوہر سے حلف لے اگر قسم کھا کر طلاق سے انکار کردے تو عورت خود کو اس کی زوجہ سمجھے، اور عورت کے سامنے طلاق دے کر مکر گیا اور گواہ نہ ہوں تو عورت ہر ممکن صورت سے اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔	۴۲۳	جاہلوں سے فتوٰی لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔	۴۲۶
جو مطلقہ ثلاثہ تین طلاق دینے والے شوہر سے کسی طور پر چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر نہیں اور بالکل بے بس ہے وُہ کبھی بھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن و شور کا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال صرف شوہر پر ہے۔	۴۲۴	عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔	۴۲۷
خطوط سے طلاق کا ثبوت، شوہر کے اقرار یا گواہانِ عادل کی گواہی پر موقوف ہے۔	۴۲۴	"تو میرے پاس سے چلی جا" حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت طلاق کی ضرورت ہے۔	۴۲۷
ثبوت تحریر کے بعد، وقت تحریر سے طلاق مانی جائے گی اور عدت کے اندر جتنی بار خط آیا سب جدید طلاقیں مانی جائیں گی۔	۴۲۴	"تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر" حالتِ مذاکرہ میں نیتِ طلاق کی ضرورت نہیں۔	۴۲۷
تاسیس اولٰی ہے بنسبت تاکید کے۔	۴۲۵	صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن ہوجائے گی۔	۴۲۷
طلاق صریح غیر کو لاحق ہوجاتی ہے۔	۴۲۵	عدت اسی وقت سے لی جائے گی جب سے طلاق بائن دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو۔	۴۲۷
اگر بعض خطوط سے یہ پتا چلے کہ پہلے کے طلاق کی خبر دے رہا ہے تو اس کو انشاء نہ قرار دیں گے۔	۴۲۵	تمام احکامِ عدت وقتِ طلاق سے ثابت ہوجائیں گے۔	۴۲۷
اگر بذریعہ خط طلاق دینے والا منکر ہو اور شہادت کافیہ نہ ہو تو اصلاً ثبت طلاق نہ ہوگا۔	۴۲۵	جس حیض میں طلاق دی وُہ عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔	۴۲۷
شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔	۴۲۵	طلاق بائن پڑتے ہی مہر واجب الاداء ہوگیا	۴۲۷
اگر بذریعہ خط طلاق دے کر انکار کرنے والا اگر اس انکار میں جُھوٹا ہے تو اس کا لینے والا خدا ہے، عورت اس وبال سے پاک اور جُدا ہے۔	۴۲۶	طلاق دے کر میاں بیوی دونوں منکر ہوجائیں تو باہم تعلقات حرام اور جماع زنا ہے۔	۴۲۷
		طلاق کی گواہی کے لئے دعوٰی ضروری نہیں کوئی دعوٰی نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔	۴۲۸

خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں۔	۴۵۱	شوہر کو شک ہو کہ دو طلاقیں تھیں یا تین، تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہوں سے تین ثابت نہ ہوں۔	۴۵۷
آج سے اس قدر ماہوار ماہ بماہ دیا کرے گا، نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔	۴۵۲	"میں نے تجھ کو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا" دو بار کہا اور لفظ "نکل جا" سے ایک بار بھی نیتِ طلاق کی تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔	۴۵۷
شوہر کے خط پر اطمینان ہو کہ اسی کا لکھا ہوا ہے تو عورت اپنے کو مطلقہ تصور کرسکتی ہے۔ لیکن پردیس سے آکر انکار کرے تو گواہوں کی ضرورت ہوگی۔	۴۵۲	لفظ "گھر سے نکل جا" رَد کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لئے حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔ ۴۵۷ عورت کو حرام سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لفظ بائن زبان سے کہے بائن ہوگی نیت کی ضرورت نہیں۔	۴۵۸
میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہوسکتے۔	۴۵۳	ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو حل جدید کے ساتھ نہ لوٹے گی۔	۴۵۹
زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے مجھے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا کہ "میری ماں کی وصیّت ہے کہ اگر اپنی بیوی کو زوجیت میں رکھے گا میں حشر میں دامنگیر ہوں گی" اس سے طلاق نہ ثابت ہوگی بلکہ اتنا اگر خود شوہر اقرار کرے تو اس سے بھی طلاق ثابت نہ ہوگی۔	۴۵۳	ایک مجلس کی تین، تین ہی ہیں۔	۴۵۹
عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بنیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا۔	۴۵۳	آن واحد میں تین اکٹھی طلاقیں واقع ہونا کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں تو سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ حکم کہاں سے لیا اور س پر اجماع کیسے منعقد ہوگیا۔	۴۵۹
لفظ "جا" حالتِ مذاکرہ میں طلاق ثابت کریگا اور اس سے پہلے کی طلاق صریح اس کے لئے مذاکرہ ہوگی۔	۴۵۴	ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کے منکر مخالفِ سواد اعظم ہیں۔	۴۵۹
طلاق بائن سے عورت فورًا نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۴۵۵	حکم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ حکمِ خدا ہے۔	۴۵۹
زبان سے کہا طلاق دیتا ہوں، طلاق نامہ لکھا گیا میں تجھ کو تلاخ دیتا ہوں، گواہ ایک عورت، اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔	۴۵۵	حق سبحٰنہ وتعالٰی نے حقِ عمر میں فرمایا "لعلمه الذين يستنبطونه منكم"	۴۵۹

نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو تو موت احدالزوجین سے ساقط ہوجاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا ہو اور قاضیِ شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پاکر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔	۴۷۳	عورت کو دینی، دُنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائے گی۔	۴۷۸
بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان ونفقہ واجب ہے جبکہ وُہ عورت اس کی قید میں رہے۔	۴۷۵	ضرر شرعًا واجب الدفع ہے۔	۴۷۸
آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔	۴۷۵	اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ضرر مت پہنچاؤ۔	۴۷۸
عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان ونفقہ نہیں ہوئی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر کے مجبور کرے کہ وُہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔	۴۷۵	ظالم وجابر شوہر کے پاس عورت کے رہنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔	۴۷۸
شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خلع کرے تو جائز ہے۔	۴۷۵	شوہر کے ظلم وتعدّی کی وجہ سے عورت مجبورًا والدین کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔	۴۷۸
جذامی عورت کے ادائے حقوق پر قادر ہو تو اس طلاق واجب نہیں، قادر نہ ہو تو طلاق دے، طلاق واجب ہو اور نہ دے تو جبرًا ہی طلاق لی جاسکتی ہے۔	۴۷۵	شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبرًا طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔	۴۷۹
بے شوہر کے طلاق دیئے طلاق تحصیلدار کے دیئے نہیں ہوتی۔	۴۷۶	ترک واجب گناہ جس پر حاکم سزادے سکتا ہے۔	۴۷۹
شوہر بڑھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دئے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔	۴۷۶	جس معصیت پر حدلاگو نہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔	۴۷۹
موجودہ کچہریوں کے فیصلہ سے شرعًا طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۷۷	حنفی مذہب میں شوہر کی زیادتی کی صورت میں بے طلاق عورت خود فسخ نکاح کرے ایسا ممکن نہیں۔	۴۷۹
زید نے واقع میں طلاق نہیں دی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے۔	۴۷۷		

عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہے۔	۵۷۸	"آزاد کیا" نیتِ طلاق سے کنایہ ہے، یہ لفظ تین دفعہ کہا ایک واقع ہوگی دو[۲] لغو ہونگی۔	۵۸۵
جبر واکراہ دربارہ نکاح مخل صحت ونفاذ ولزوم نہیں۔	۵۷۹	طلاق بائن کے بعد زن ومرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت نکاح جدید کرسکتا ہے۔	۵۸۵
مکرہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔	۵۸۰	بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اس کو خبر قرار دینا ممکن ہو۔	۵۸۵
مکرہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔	۵۸۰	ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی۔	۵۸۵
"میں بے شادی شدہ ہوں، میرا نکاح کسی سے نہ ہوا، وطن میں میرا کسی سے سروکار نہیں" یہ سب الفاظ طلاق میں سے نہیں۔	۵۸۰	جب تک عدت نہ گزرے زنِ مدخولہ طلاق مفرق ومجموع سب کی محل ہے۔	۵۸۵
عورت بغداد میں ہے شوہر نے کہا بغداد کی ساری عورتیں مطلقہ ہیں، اگر اپنی عورت کی نیت نہ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۸۱	لفظ "حرام" بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے۔	۵۸۶
لفظ وطن بلد وقریہ سے عام ہے۔	۵۸۱	تم نے ایسا کہا" لہٰذا وہ مجھ پر حرام ہے" اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس فعل کو سببِ حُرمت سمجھتا ہے اگر یہی مراد ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۸۶
"میں نے تجھے آزاد کیا" بشرطِ نیت طلاق بائن واقع ہوگی، اور تین کی نیت سے کہا تو تین ہوں گی۔	۵۸۲	یہ جہال کا خیال ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۵۸۶
"چھوڑنا" طلاق صریح کا لفظ ہے "جہاں چاہے چلی جا" کنایہ ہے۔ دونوں لفظ کہے تو پہلے والا صریح بعد والے کنایہ کے لئے قرینہ بن جائے گا۔	۵۸۳	مبنائے باطل پر اقرارِ طلاق محض لغو ہے۔	۵۸۶
اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار کہے نہ طلاق۔ "چھٹی دی" کا لفظ حالتِ غضب میں طلاق کے لئے ہی ہے۔	۵۸۴	"ہم تجھ کو نہ رکھیں گے زمانہ مستقبل کے لئے وعدہ ہے۔ اگر صریح لفظ "طلاق دیں گے" ہو تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۸۸
"جو شخص شریعتِ مطہرہ کے فتوی پر عمل نہ کریگا گنہگار و مستحق سزاوعذاب ہے۔	۵۸۵	فارسی زبان میں لفظ "طلاق می کنم" کہا تو طلاق ہوجائے گی، اور اگر "طلاق کنم" کہا تو نہیں ہوگی۔	۵۸۸

شوہر نے کہا "میرے قول مجھے تجھ سے کو سروکار نہیں' کو طلاق سمجھو" اس سے بھی طلاق نہ ہوگی۔	۶۰۱	خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔	۶۰۸
جو شرعًا معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں۔	۶۰۲	میرا اس کا کوئی تعلق نہیں بنیتِ طلاق طلاق ہے۔	۶۰۸
سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ کہے کہ "میں نے اس کو واقع کیا۔	۶۰۲	گول مول سوال پر فہمائش۔	۶۰۹
مرد نے بیوی سے کہا "تو یہ گمان کرلے کہ تو طلاق والی ہے" تو طلاق نہ ہوگی۔	۶۰۲	چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ وعدمِ بلوغ دونوں محتمل ہیں۔	۶۰۹
"کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار کیا تو جُھوٹے حلف پر گنہگار ہوا۔ عورت کا نکاح باقی ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔	۶۰۳	مفتی کا خود شقوق قائم کرکے ہر شق کا جواب دینا خلافِ مصلحتِ شرعیہ ہے۔	۶۰۹
یمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔	۶۰۴	لامذہب یعنی زندیق دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔	۶۰۹
"تو میرے نکاح سے باہر ہے" حالتِ غضب میں طلاق بائن واقع ہوگی۔	۶۰۴	اگر نکاح ہی نہ ہو تو طلاق کیسی۔	۶۰۹
طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔	۶۰۵	"مجھ سے محمودہ سے کوئی تعلق نہ رہا" کنایہ ہے وقوعِ طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔	۶۰۹
"مجھ کو کوئی دعوی نہیں، جہاں چاہے چلی جا" الفاظ کنایہ سے ہیں نیت ہو تو ایک طلاق، نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔	۶۰۶	کنایہ میں نیت طلاق ہونے یا نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۶۰۹
عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔	۶۰۶	مجھ سے تجھ سے سروکار نہیں، الفاظِ طلاق میں سے نہیں۔	۶۰۹
قسم کھانے سے انکار کرے تو نکاح جدید کی ضرورت ہے۔	۶۰۶	مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، الفاظ طلاق کنائی سے ہے۔	۶۱۰
"دست برداری، میرا بالکل تم سے کچھ تعلق نہ رہا" کنایہ ہے حالتِ غضب میں طلاق واقع ہوجائے گی۔	۶۰۷	"چھوڑدیا" صریح ہے۔	۶۱۰
عورت نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا "تو ہماری بہن ہوچکی" طلاق بائن واقع ہوگئی۔	۶۰۷	صریح بائن کو لاحق ہوجاتی ہے۔	۶۱۱
تو ہماری بہن ہوچکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔	۶۰۸		

رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔	۶۱۱	امام اعظم کے نزدیک کم از کم دوماہ اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔	۶۱۴
صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔	۶۱۱	مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر سرزنش۔	۶۱۵
صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔	۶۱۱	دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کرکے اس میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے۔	۶۱۵
کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔	۶۱۱	خلفاءِ راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔	۶۱۵
فتاوٰی خیریہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔	۶۱۱	مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت کرنے والا بے ادب مختل الدین ہے۔	۶۱۵
شوہر نے بیوی کو کہا انت طالق فاعتدی یا انت طالق واعتدی یاانت طالق اعتدی تو کیا حکم ہے۔	۶۱۲	"میں کسی قابل نہیں جواب دے دُوں گا، میری بیوی نیس ماموں زاد بہن ہے" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔	۶۱۵
وقت اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ وتابعین کے خلاف جو فتوٰی متاخرین ہے صرف محلِ تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔	۶۱۳	"فلاں سے اس کی شادی کردو" کنایہ کے الفاظ میں سے ہے، طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔	۶۱۶
اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالاجماع عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔	۶۱۳	"طلاق کنائی میں نیت کے بارے میں شوہر سے قسم لی جائے گی، اگر کہے طلاق مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ ہوگا اور عورت کا دوسری جگہ نکاح محض حرام ہوگا۔	۶۱۶
طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جُدا کردیا تھا تو عدّت وقتِ طلاق سے شمار ہوگی۔	۶۱۳	طلاق بالکنایہ کی صورت میں شوہر قسم سے انکاری ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔	۶۱۶
امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتوٰی میں تطبیق۔	۶۱۳	لفظ کنائی استعمال کرکے شوہر غائب ہوگیا اور اس پر قسم نہ رکھی جاسکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔	۶۱۷
ڈیڑھ دوسال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاءِ عدت کے لئے کافی ضرور ہے۔	۶۱۴	"تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ" بنیت طلاق طلاق ہے۔	۶۱۷

شوہر نے عورت کو گھر سے نکالتے وقت کہا "تو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں" بعد میں پوچھنے پر شوہر نے اقرار کیا "میں اس کو اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں جب وہ گئی" اس صورت میں طلاق بائن واقع ہو گئی۔	۶۱۸	کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ "وہ میرے کام کی نہیں رہی" اور نیتِ طلاق سے انکار کرتا ہے تو بیوی اس سے حلف لے سکتی ہے اگر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے وہاں بھی انکاری ہو تو طلاق بائن ہو گی۔	۶۲۳
عرصہ چھ سال اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے اور جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم نہیں ہوتی۔	۶۱۸	"میں عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں چاہے کسی سے عقد کرے یا بیٹھی رہے، مجھے کچھ عذر نہیں" ان الفاظ سے بشرطِ نیت طلاق واقع ہو گی۔	۶۲۴
طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے وقت سے ہی جدا ہوں تو عدت اسی وقت سے لی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوں تو وقتِ اقرار سے۔	۶۱۸	"چلی جا" نیت طلاق سے طلاق ہے۔	۶۲۴
قولِ امام محمد کہ عدت وقتِ طلاق سے اور فتوائے متاخرین کہ وقتِ اقرار سے ہے، ان میں تطبیق وتوفیق۔	۶۱۸	"میرے مطلب کی نہیں" بشرطِ نیت طلاق ہے۔	۶۲۵
بے اضافت صریح طلاق میں مدار نیت پر ہوگا۔	۶۲۰	حاملہ کی عدت واضع حمل ہے۔	۶۲۵
"آزاد کیا" سے محلِ غضب میں طلاق بائن ہوجائیگی، لیکن عورت کی طرف اضافت نہ ہو تو مدار شوہر کی نیت پر ہوگا۔	۶۲۱	بلاثبوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام ہے۔	۶۲۵
"چلی جا" کنایات سے ہے۔ اگر اس پر حلف لینے سے انکار کرے کہ میں نے اپنی عورت مراد نہیں لی تھی تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے۔	۶۲۱	"ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں چاہے جائے، تجھ اختیار تیرے دل کا مجھے اختیار میرے دل کا" بشرطِ نیت طلاق ہے۔	۶۲۶
غصہ اور حمل کی حالت میں نیز عورت دور ہو تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔	۶۲۲	کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے انکاری ہو تو حاکمِ شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اس کے سامن بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔	۶۲۶
"وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی" بشرطِ نیت طلاق واقع ہو گی۔	۶۲۳	"میں پسند نہیں ہُوں تو دوسرے سے نکاح کر دو" اس جملہ سے حالت مذاکرہ وغضب میں طلاق واقع ہو گی۔	۶۲۶
		"اپنے گھر کو چلی جا میرے کام کی نہیں، میں نے تجھے طلاق دی" عدمِ نیت کی صورت میں صرف آخری لفظ سے طلاق رجعی پڑے گی۔	۶۲۷

فہرست ضمنی مسائل

افتاء ورسم المفتی		متون وفتاوٰی باہم متعارض ہوں تو معتمد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔	۱۱۳
متون خاص نقلِ مذہب صحیح ومعتمد کیلئے وضع کئے جاتے ہیں۔	۱۰۵	صاحب ھدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔	۱۱۴
ملتقی الابحر متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔	۱۰۶	امام کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں۔	۱۱۴
ملتقی الابحر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح ومختار للفتوٰی ہوتا ہے۔	۱۰۶	امام قاضی خاں اصحاب ترجیح سے ہیں اُن کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔	۱۱۴
فقیہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر واظہر اور معتمد ہوتا ہے۔	۱۰۶	علماء نے شروح وفتاوٰی کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بناء پر رَد کردیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔	۱۱۵
صاحب ہدایہ اکثر قولِ قوی کو مقدم کرتے ہیں اور قول مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے	۱۰۷	جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہوگا۔	۱۱۵
علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قولِ امام پر فتوٰی دے اور قاضی عموماً مذہبِ امام پر فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیہ ترک۔	۱۰۹	صاحب محیط ائمہ ترجیح سے ہیں۔	۱۱۵
امام اعظم کے بعد امام ابویوسف پھر امام محمد پھر امام زفر وحسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے	۱۰۹	بعض جگہ قولِ صاحبین پر فتوٰی کی وجوہ۔	۱۱۶
ہم پر امام کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتوٰی دیں۔	۱۱۰	ایک تہائی مذہب کے قریب قولِ صاحبین قولِ امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قولِ امام پر ہی ہے۔	۱۱۶
مسائل وقف وقضاء میں غالبًا امام ثانی کے قول پر فتوٰی ہے۔	۱۱۱	علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقولِ امام فتوٰی دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف پر فتوٰی دیا ہو۔	۱۱۷
لاکھوں مسائلِ معاملات میں قولِ امام پر فتوٰی ہے اگرچہ امام ابویوسف کی رائے سے امام محمد بھی موافق ہوں۔	۱۱۱	قولِ امام سے قولِ صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلاضرورت عدول نہ کیا جائے۔	۱۱۸
متون شروح پر اور شروح فتاوٰی پر مقدم ہیں۔	۱۱۳	صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں قولِ امام پر فتوٰی بہر حال میرے نزدیک واجب ہے۔	۱۱۸
متن وشرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔	۱۱۳		

ضعف دلیل جس کے سبب قولِ امام سے عدول جائز ہے وُہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدین فتوی اس کے ضعف پر تنصیص کریں۔	۱۱۹	حرام سے اجتناب واجب ہے۔	۳۳۲
بصورت تجدّد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضالازم ہے۔	۱۲۰	متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وُہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔	۳۴۹
اشیائے متعددہ میں اقباضِ بعض اقباضِ کُل نہیں۔	۱۲۰	جو عرفاً معہود ہو وُہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔	۳۵۰
المعروف کالمشروط۔	۱۹۵	یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔	۳۵۹
عوض ومعوض ایک مِلک میں جمع نہیں ہو سکتے۔	۲۰۴	صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔	۳۹۵
ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔	۲۱۵	رضا بالحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کُفر ہوتی ہے۔	۳۹۸
اگر کوئی شخص اپنا تلف ہوتا ہُوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذنِ اتلاف نہ ہو گی۔	۲۱۵	تاسیس اولیٰ ہے بنسبت تاکید کے۔	۴۲۵
نابالغ تبرع کی اہلیّت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔	۲۱۵	شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔	۴۲۵
عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔	۲۱۷	کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔	۴۳۷
جو شیئ مقصود سے خالی ہو وُہ باطل ہوتی ہے۔	۲۱۷	ایسا دعوی جسمیں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔	۴۳۸
قبول علم کی فرع۔	۲۲۲	انقضاءِ عدت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کردیتی ہے۔	۴۴۱
بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔	۲۲۸	ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔	۴۷۸
جب دو امر محتمل ہوگا تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔	۲۲۹	ضرورتِ صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔	۵۱۰
عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعیین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔	۲۲۹	صریح محتاج نیت نہیں ہوتا۔	۵۵۹
مملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔	۲۳۲	صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔	۵۶۱
منسوخ پر عمل حرام ہے۔	۲۷۰	تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔	۵۶۱

حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس ہوا چار سو ۴۰۰ مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقتِ زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی ۴۸۰ درہم کو بکی۔	۱۵۵	بائع نے وصولی ثمن سے قبل اگر مبیع کا بعض حصہ مشتری کے حوالے کردیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے حق حاصل ہے۔	۱۰۷
ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی عمر مبارک اور سنِ وصال۔	۳۰۳	بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔	۱۲۰
سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرؤالقیس رضی اللہ تعالٰی عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ہیں۔امام مظلوم کی شہادت کے بعد شرفاءِ قریش کے پیغاماتِ نکاح کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وُہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔	۳۰۴	ثمن مؤجل ہو تو حبس مبیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہوجاتا ہے۔	۱۲۰
حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا قصہ جن کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	۳۰۵	امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ حق حبس بیع میں ۱۲۰اصل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالتِ اطلاق نفس عقد کا مقتضٰی ہے۔	۱۲۰
حضرت اسماء بنتِ صدّیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما جفاکشی کا ایک واقعہ۔	۳۱۰	بیع مقایضہ میں احد البدلین کی تسلیم اوّلاً واجب نہیں۔	۱۲۰
قریش نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بناءِ خلیل میں کیں۔	۳۱۶	ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وُہ بیع کا رکن ہے۔	۲۱۷
امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی عمر شریف بوقتِ نکاح کیا تھی۔	۳۹۰	تعاطی احدا جانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتٰی بہ اور راجح ہے مگر بیان بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعًا منعقد نہ ہوگی۔	۲۱۸
بیوع		شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہوجائے محتمل ہے ورنہ نہیں۔	۲۸۸

بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفاً ہبہ نہیں بخلاف والدین ان کا جہیز عرفاً ہبہ ہوگا۔	۲۲۱	زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتًا یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قول شوہر معتبر ہوگا اور وُہ جبرًا واپس لے سکتا ہے۔	۱۵۹
اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا ملک ہے تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں گے مگر جو شخص اذنِ واہب سے بے خبر ہوگا وُہ جو کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔	۲۲۲	بلاتملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہوسکتی۔	۱۶۰
ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔	۲۲۵	والدین زوج نے بہو کو کچھ زیور واسطے تالیف دیا، یہ سمجھ کر کہ کہا ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں دوسرے کام میں لائی گے جیسا تاجر بطور عاریت دیا کرتے ہیں، اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔	۲۰۳
ہب مشاع غیر محتمل قسمت کی شرط صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔	۲۲۵	عورتیں جو بے تکلف اموالِ شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وُہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔	۲۰۳
ہبہ تا حینِ حیات ہبہ کاملہ ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو و باطل ہے۔	۲۳۵	عاریت سے بحالتِ بقاء ہر وقت رجوع جائز وحلال ہے۔	۲۰۸
احدالمعاقدین کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔	۲۳۵	جو اشیاء عاریتًا لی جائیں وہ اگر بلا تعدّی حلال ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔	۲۰۸
موہوب شیئ کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہ، کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔	۲۴۷	مستعار شیئ میں اگر بحالتِ استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔	۲۰۸
اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کردیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔	۲۵۵	اگر عاریت کسی وقتِ معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقتِ معیّن کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقتِ معیّن کے بعد استعمال نہ کی ہو۔	۲۰۸
عاریت			

عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔	۲۴۸	صلح شرعًا ایک عقد ہے جو رافع نزاع اور قاطع خصومت ہے۔	۲۱۷
سود		جہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وُہ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔	۲۱۷
سود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہوں تب بھی حرام قطعی ہے۔	۱۷۴	**امانت**	
شرکت		امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے	۲۲۰
بصورت شرکت ہبہ، قرض، اتلافِ مال اور تملیک بلاعوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتًا نہ کہہ دے۔	۲۱۶	**غصب**	
شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔	۲۱۶	غاصب اگر مغصوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وُہ ان لوگوں کے پاس ہلاک ہوجائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہی کرسکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔	۲۲۱
شرکت عین میں دوسرے کے حصّہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف جائز نہیں۔	۲۱۶	**وقف**	
قسمت		اشیاء منقولہ میں اسے جنکا وقت معروف ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔	۲۲۸
اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلاتراضی ناممکن ہے، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔	۲۱۷	**اجارہ**	
صلح		جن چیزوں کے استصناع کا رواج ہو ان میں اُجرت دے کر معدوم شئی کا بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں۔	۲۲۸
جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وُہ جوازِ صُلح سے مانع نہیں ہوتی۔	۲۱۷		

کس عورت کو نکاح ممنوع وناجائز ہے۔	۲۹۱	عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنّت ہے مگر جہاں جُہال اس پر ہنستے ہوں وہاں علماءِ متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔	۳۱۴
کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔	۲۹۱	فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔	۳۲۱
کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلافِ شرع ومعصیت ہے۔	۲۹۱	عورت کی کج خلقی پر اسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بضرورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔	۳۲۸
کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔	۲۹۱	بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔	۳۳۱
کس عورت کو نکاح کرنا فرض قطعی ہے۔	۲۹۱	ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔	۳۳۲
جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہوا انہیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔	۲۹۱	والدین کی نافرمانی حرام ہے۔	۳۳۲
جن عورتوں پر نکاح فرض وواجب ہو وُہ اگر خود نہ کریں گی گنہگار ہوں گی اور اولیاء اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وُہ بھی گنہگار ہوں گے۔	۲۹۱	تین طلاق سے عورت مغلظ قابل حلالہ ہوجاتی ہے۔	۳۳۲
مرد پر نکاح اسی وقت فرض وواجب ہوگا جب وُہ مہر نفقہ کا مالک ہو ورنہ وُہ ترک نکاح پر گنہگار ہوگا۔	۲۹۲	ایسی عورت سے طالق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولدالزناء اور ترکہ پدری سے محروم ۔اور ایسا شخص قابلِ خلافت وسجادہ نشینی نہیں۔	۳۸۹
اگر نکاح نہ کرے تو زناء میں مبتلاء ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور وظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔	۲۹۲	جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔	۳۹۹
جور وظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زناء سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے۔	۲۹۳	رسم باطل کی پیروی کے لئے حلال وحرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔	۳۹۹
بحکم حدیث غیبت، زنا سے سخت تر گناہ ہے۔	۲۹۳	مسئلہ شرعیہ محلِ استہزا نہیں ہوتا، ایسا کرنے والا گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔	۳۹۹
اشاعتِ علم فرض اور کتمانِ علم حرام ہے۔	۳۱۲	طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکبِ حرام فاسق۔	۴۶۲
لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنہیں وُہ سمجھیں۔	۳۱۲	فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہ گار ہے۔	۴۶۲

آج کل عادل شخص کاملنا دشوار ہے۔	۴۲۱	مرد نے کہا کہ "اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ نہ تو ایلاء ہے اور نہ ہی قسم، لہٰذا کفارہ لازم نہیں۔	۵۹۲
آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنان ناقصات العقل میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔	۴۴۰	تطفل علی الخیریہ۔	۵۹۸
سیدنا امام حسن مجتبٰی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں ایک شبہہ کاازالہ۔	۴۶۹	فتاوٰی خیریہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔	۶۱۱
نفسِ امّارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔	۴۶۹	امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتوٰی میں تطبیق۔	۶۱۳
مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔	۴۸۲		

بابُ المھر

رسالہ
البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ۱۳۰۵ھ

(زوجہ بعد وطی بھی مہر معجّل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مسٹر محمود کارد)

مسئلہ ۱و۲: از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا، نصف معجّل نصف مؤجل ٹھہرا، حسبِ رواج ہندہ کی رخصتی ہو گئی کہ وطی بر ضائے ہندہ واقع ہوئی، بعدہ، زید بد اطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا واضرار وتکلیف وآزار کے ساتھ پیش آیا، ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہو کر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تاوصول مہر معجّل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے، اس صورت میں ہندہ کو مہر معجّل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں؟ اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

سوال ۲ دوم

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجّل سے پہلے وطی برضائے زوجہ واقع ہوجائے تواِس صورت میں برخلاف مذہب امام مذہب صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہوجاتا ہے بوجوہ [عہ] مصرحہ ذیل ترجیح دینی صحیح ورجیح اور نظر فقہی میں قرینِ تحقیق وتنقیح ہے یانہیں:

(۱) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابوحنیفہ اور اُن کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہئے۔

(۲) امام ابوحنیفہ اورامام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے مقنن تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اُسی قدر علم روایات تھااور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع متعلق کرنے کا حالات انسان سے حاصل تھااور ان کے قواعد خصوصا معاملات دُنیوی اور تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یاامام محمد کی رائے ان سے متفق ہو تواُن کی رائے از رُوئے ایک قاعدہ مسلّمہ کے قبول کی جاتی ہے۔

(۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاوٰی عالمگیری (کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو ۲ مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے۔

(۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے دو ۲ مرید قانون حنفی مین تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصوّر کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو ۲ کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو ۲ مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں۔ **(۵)** اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجّل ادانہ ہوا ہو اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تاادائے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اُس مواخذے میں دراصل حقِ ملکیت مشتری کا قیاس کرلیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے گی تواسی وقت وہ مواخذہ ختم ہوجاتا ہے **انتہٰی، بیّنوا توجروا**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ المنعم فی المعجل والمؤجل	سب تعریفیں دنیاوآخرت میں ہم پرانعام کرنے والے

عــہ: یہ وجوہ مسٹر محمود اپنے فیصلے میں ایجاد کیں ۱۲ (م)

والصلٰوۃ والسلام علی من ختم دفتر الرسالۃ واسجل علٰی اٰلہ وصحبہ وجمیع اھل دینہ المبجل۔	اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور صلٰوۃ وسلام اس ذات پر جس نے رسالت کا دفتر ختم کیا اور مضبوط کیا، اور اُن کی آل واصحاب اور ان کے تمام برگزیدہ دین والوں پر۔(ت)

جواب سوال اوّل

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اُسے اختیار ہے جب تک مہر معجّل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کئے سے ناشزہ نہ ہوگی۔ وقایہ میں ہے:

لھامنعہ من الوطی والسفر بھا والنفقۃ لومنعت ولو بعد وطی او خلوۃ برضاھا[1]۔	معجّل مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع سے اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روکنے اور نفقہ وصول کرنے کا بیوی کو حق ہے اگرچہ وطی اور خلوت رضا مندی سے ہوجانے کے بعد روک دے۔(ت)

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لھامنعہ من الوطی والسفر بھا ولو بعد وطئ برضاھا بلاسقوط النفقۃ[2]۔	مہر معجّل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔(ت)

کنز میں ہے:

لھامنعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا[3]۔	بیوی کو مہر کے لئے وطیٔ اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے(ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لھامنعہ من الوطی والسفر بھا ولو وطی او خلوۃ رضتھما[4]۔	خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الوقایۃ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۴۵/۲

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ باب المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[3] کنز الدقائق باب المہر ایچ ایم کمپنی کراچی ص ۱۰۴

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

درمختار میں ہے:

لان کل وطأة معقود علیھا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی[1]۔	ہر وطی مہر کے بدلے میں ہے (ہر وطی پر جداجدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔(ت)

اسی میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجھا ولومنعت نفسھا للمھر دخل بھا اولا[2] اھ ملخصًا۔	خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہوچکا یا نہیں اھ ملخصًا (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجّل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہوجانا صاحب مذہب امامِ اقدم قدوۃ اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حق منع نفس و منع سفر کسی کا اصلًا مسقط نہیں، اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رَہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضامندی ہوچکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہوجانا بھی حق منع نفس و منع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابوالقاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار دربارہ سفر قولِ امام اور دربارہ وطی قولِ صاحبین پر فتوے دیتے تھے اصل معنٰی اس تفصیل کے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انہیں کا اتباع کیا مثلًا امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں: وانہ حسن[3] (بیشک وہ حسن ہے۔ت) امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

ھذا احسن فی الفتیا[4] کما نقلہ عنہ فی البنایة کذا الطحطاوی عن البحر عن غایة البیان۔	یہ فتوٰی کے لئے مناسب ہے، جیسا کہ صاحب، بنایہ نے اس کو بنایہ میں ان سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی طحطاوی نے بحر سے انہوں نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہے (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب نفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷-۲۶۶

[3] حاشیة الجامع الصغیر باب فی المھور مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱

[4] البنایة فی شرح الھدایة باب المھر المکتبة الامدادیة مکۃ المکرمہ ۲/۱۵۶

واستحسن بعض المشایخ اختیارہ اھ[1]۔	بعض مشائخ نے ان کے مختار کو پسند فرمایا ہے اھ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے: **ولفظه مشایخنا**[2]۔ (اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے۔ت) مگر اکثر اکابر ائمہ وعلماء فقہاء مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اسی پر جزم واعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح ومتعمد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے: **به صرحت المتون قاطبة**[3] (تمام متون اس کی تصریح کرچکے ہیں۔ت) اور وقایہ ونقایہ وتنویر ودرمختار کی عبارتیں سُن چکے کہ اُنہوں نے تصریحًا مذہب صاحبین کی نفی فرمائی اور جب ماتن نے باب نفقہ میں **ولومنعت نفسها للمهر**[4]۔ (اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے اپنے کو روک رکھا ہو۔ت) فرمایا شارح نے **دخل بها اولا**[5] (دخول ہوچکا ہو یانہ۔ت) اور بڑھایا تاکہ اس کی نفی پر تنصیص تام ہوجائے، اسی طرح وافی ومختار میں بھی اسی پر اقتصاد کیا اور درمختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی **کماسبق نقله** (جیساکہ اس کی نقل گزری۔ ت) اور اقتصار وتعلیل دونوں دلیل اختیار وتعویل، ردالمحتار میں ہے:

اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحه اھ ملخصًا[6] ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلة ولایة بیع الترکة لامستغرقة بالدّین۔	ماتن کا یعنی تنویرالابصار کا اس پر اکتفاء کرنا ترجیح کو مفید ہے اھ ملخصًا۔ اس کو انہوں نے کتاب القضاء میں قرض میں مستغرق ترکہ کی ولایت بیع کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

الاقتصار علیه یدل علی اعتمادہ[7] اھ ذکرہ قبیل الوصیة بثلث المال۔	اس پر اکتفاء ان کے اعتماد کی دلیل ہے اھ اس کو انہوں نے ثلثِ مال کی وصیّت سے قبل ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی المہر قلمی نسخہ ص ۶۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الحادی عشر فی منع المرأۃ نفسها بمهرها نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱۷

[3] فتاوٰی خیریہ باب النفقة دارالمعرفة بیروت ۱/۶۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[5] درمختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[6] ردالمحتار مطلب فی بیع الترکة المستغرقه بالدین داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۰

[7] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الوصایا دارالمعرفة بیروت ۴/۳۲۱

عقوالدریہ میں ہے: التعلیل دلیل الترجیح[1] (علت کو بیان کرنا ترجیح کی دلیل ہے۔ت) اسی میں ہے:

هو المرجح اذهو المحلی بالتعلیل اھ[2] ذکرهما فی النکاح قبل باب الولی۔	یہی راجح ہے کیونکہ یہی دلیل سے مزین ہے، یہ دونوں باتیں انہوں نے کتاب النکاح میں باب الولی سے پہلے ذکر کی ہیں۔(ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھااور اسی پر حکم دے کر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کی،

حیث قال هذا قبل الدخول وکذا بعده خلافا لهما[3]۔	جب انہوں نے کہا کہ یہ دخول کے بعد ہو یا پہلے اس میں صاحبین کاخلاف ہے(ت)

اور وہ خود دیباچہ ملتقی میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں مَیں جس قول کو مقدم لاؤں وہی ارجح ہے شارح نے فرمایا: وہی مختار للفتوی ہے، متن وشراح کی عبارت یہ ہے:

صرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا وقدمت من اقاویلهم ماهو الارجح (المختار للفتوی[4])(ملخصًا)	میں نے اپنے ائمہ کے ہاں اختلاف کی تصریح کردی اور ان میں سے زیادہ راجح قول کو پہلے ذکر کیا، ارجح وُہ ہے جو فتوی کے لئے مختار ہے(ملخصًا)۔(ت)

اسی طرح فتاوٰی قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس نے قول امام کی تقدیم کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر واظہر ہو، خود اپنے فتاوی کے خطبے میں فرمایا:

قدمت ماهو الاظهر وافتتحت بما هو الاشهر[5]۔	میں ظاہر کو مقدم اور مشہور ابتداء کرتا ہوں۔(ت)

علماء فرماتے ہیں تو جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے، حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

[1] عقود الدریہ کتاب النکاح حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار ۱/۱۷

[2] عقود الدریہ کتاب النکاح حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار ۱/۱۷

[3] ملتقی الابحر باب المهر موسسة الرسالة بیروت ۱/۲۵۱

[4] مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر مقدمه کتاب داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۷

[5] فتاوی قاضی خان مقدمه کتاب نولکشو لکھنو ۱/ ۲

اصطلاحه تقديم الاظهر فيكون المعتمد اھ[1] ذكره فی كتاب الوصايا اول باب الوصی۔	ان کی اصطلاح زیادہ ظاہر کو مقدم کرنا ہے تو وہی قابلِ اعتماد ہے اھ، اس کو انہوں نے کتاب الوصایا میں باب الوصی کے شروع میں بیان کیا ہے۔(ت)

امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ کی عادت مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قول مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوال سابقہ کے دلائل سے جواب ہوجائے اور نقل اقوال کے وقت غالبًا قولِ قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اوّل صحیح مسئلہ سمع متعلّم میں آئے، درمختار میں نہرالفائق سے ہے:

تاخير صاحب الهداية دليلهما(ای فی مسئلة كساد فلوس القرض) ظاهر فی اختياره قولهمااھ[2] ذكره اخر باب الصرف قبيل التذنيب۔	صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو مؤخر لانا (یعنی قرض والے سکّے کے بند ہوجانے کے مسئلہ میں) ان کے قول کو مختار بنانے کی دلیل ہے، اس کو انہوں نے تذنیب سے قبیل باب الصرف کے آخر میں ذکر کیا ہے(ت)

اسی طرح فتح القدیر میں ہے، افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

من عادة المصنف المستمرة ان يؤخر القوی عند ذكر الادلة علی الاقوال المختلفة ليقع المؤخر بمنزلة الجواب عن المقدم وان كان قدم القوی فی الاكثر عن نقل الاقوال[3]۔	مصنّف کی عادتِ مستمرہ ہے کہ دلائل ذکر کرتے وقت قوی دلیل کو آخر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ پہلے اقوال کا جواب بن سکے، یہ اختلافی بحث میں ایسا کرتے ہیں اگرچہ وُہ قوی قول کو ذکر میں پہلے لاتے ہیں جب اقوال کو نقل کرنا ہو، اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔(ت)

اب یہاں انہوں نے مذہب امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اُسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور قول صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجوہ عدیدہ ترجیح قول کا افادہ فرمایا، علامہ سید جلال الملّۃ والدّین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائید مذہب امام کو دوبالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں، قولِ امام کو رنگ ایضاح دیا،

حيث قال، لابی حنيفة رحمه الله تعالٰی انها منعت منه ماقابل البدل كمالوسلم	جب انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی بدل کے مقابل کو روک سکتی ہے جیسا کہ کوئی بائع

---

[1] حاشية الطحطاوی علی الدر المختار باب الوصی دارالمعرفة بيروت ۴/ ۳۴۰

[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۷

[3] نتائج الافکار

البائع بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقه فی حبس مابقی منه[1]۔	بعض مبیع مشتری کو سونپ دے تو بائع کے لئے باقی مبیع کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔(ت)

اسی طرح صدر الشریعۃ شرح وقایہ وکافی شرح وافی واختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز وغیرہا شروح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دئے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر ومستند صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن وشرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدرالمختار میں افاداتِ درمختار کو مقرر ومسلّم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف ونزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء اہلِ متون وشروح وفتاوٰی ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجّل کے لئے بالفظ ارسال واطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلاً عدمِ وطی وخلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم (جیسا کہ انکی کتب کی طرف مراجعت سے ہوتا ہے۔ت) بلکہ شرح وقایہ میں تو صورتِ مسئلہ یُوں فرض کی کہ:

خروجھا بحق کما لولم یعطھا المھر المعجل فخرجت عن بیته[2]۔	بیوی کا باہر نکلنا برحق ہے جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجّل نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔(ت)

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالبًا وطی واقع ہی ہوتی ہے بانیہمہ حکم مطلق چھوڑا تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار نے قولِ امام ہی پر فتوٰی دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسھا قبل استکمال ماشرط تعجیله لھا من المھر ھل لھا بعد ذلك منع نفسھا عنه اجاب لھا منع نفسھا حتی تستکمل	ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو مہر معجّل وصول کرنے سے پہلے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرچکی ہو کیا پھر مہر معجّل کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجّل پورا

[1] کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۰-۲۴۹

[2] شرح الوقایہ باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۳

ذٰلك عند الامام وان كانت سلمت نفسها وبه صرحت المتون قاطبة [1]۔	وصول کرلے امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سونپ چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کرچکے ہیں۔ (ت)

آخر یہ علمائے محققین وعظمائے مدققین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوائے امام صفار واختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے، پھر قولِ امام ہی پر جزم واعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قولِ صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے، کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیل صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنہوں نے وعدہ کیا کہ قولِ قوی کو مقدم لائیں گے وُہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنہوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ترجیح وتصحیح مذہب امام کاافادہ فرتے ہیں، اور کبرائے ناظرین شراح ومحشین کہ مذکور ہوئے تقریر وتسلیم سے پیش آتے ہیں' ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد ومرجح ومحقق ومنقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور قوت دلیل کہ مطالعہ ہدایہ وکافی واختیار وکفایہ وغیرہ سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی [1]مذہبِ امام اعظم ہے اور اسی پر [2]متون کا اجماع اور اسی [3]کی دلیل اقوی اور اس [4]قدر کثرت سے اس کے مرجحین، تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقًا قول امام پر فتوی دے، اور قاضی عمومًا مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک، نہ ہو، كما فی مسئلتی جواز المزارعة وتحريم القليل من لامائع المسكر جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل مسکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے۔ت اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اس کے خلاف پر فتوی دیں۔[1]منیہ و[2]سراجیہ و[3]محیط امام سرخسی وفتاوٰی [4]عالمگیری و[5]بحرالرائق و[6]نہرالفائق و[7]فتاوی خیریہ و[8]تنویرالابصار و[9]شرح علائی [10]حاشیہ طحطاویہ وغیرہا کتبِ معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

يأخذ القاضی كالمفتی بقول ابی حنيفة علی الاطلاق ثم بقول ابی يوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زياد وهو الاصح منية وسراجية [2]۔	قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول مطلقًا لے گا، پھر امام ابویوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی اصح ہے، منیہ وسراجیہ۔

[1] فتاوٰی خیریہ باب النفقۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۶۹

[2] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

بحرالرائق میں فرمایا:

یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ[1]۔	ہم پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دے چکے ہوں۔(ت)

اور ایسا ہی فتاوٰی خیریہ میں ہے خصوصًا صورت مسئولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوء معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوٰی قولِ امام کے موافق ہے تہذیب میں کلامِ امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں:

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرۃ من الزوج لھا المنع وان کان من جھتھا فلیس لھا المنع وفی السفر قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔	میرے نزدیک منع کے بارے میں مختار یہ ہے کہ اگر بداخلاقی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو منع حق ہے اور اگر بد اخلاقی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے(ت)

اسی طرح فتاوٰی ابراہیم شاہی وفتاوٰی حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ ہے اس بارے میں کلام اجمالی،اور قدرے تفصیلی ان مباحث کی ہمارے فتوائے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق، بالجملہ صورت مستفسرہ میں عندالتحقیق مفتی وقاضی کے لئے قولِ امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال دوم

اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں **امر اول** ایک سخت حیرت انگیز بات ہے، درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق[3]۔	قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقًا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لے گا۔(ت)

پھر منیۃ المفتی وفتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح[4] (وہی زیادہ صحیح ہے۔ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ وقت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا، اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط[5] (وہی

[1] بحرالرائق فصل تقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ /۷۰-۲۶۹

[2] تہذیب

[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

[4] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

[5] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

زیادہ مضبوط ہے۔ت) اور تحقیق وتوفیق وُہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ **لایخیر الااذاکان مجتھدا** یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہبِ امام پر افتاوقضا کریں جب تک کوئی مانع قوی وعظیم نہ پایا جائے **کماسنذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی** (ان شاء اللہ تعالٰی اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ت)

امر دوم کے جواب، میں **اولًا** عبارتِ درمختار کہ ابھی گزری اور وُہ عبارت کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالٰی لکھتا ہوں بس ہیں۔

ثانیًا کلماتِ علماء میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملاتِ دُنیوی کہیں اس کانشان نہیں کہ جب امام ابویوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو توان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قبول قاعدہ مسلّمہ ہے، ہاں علماء نے مسائلِ وقف وقضاء کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالبًا قولِ ثانی پر فتوی ہے، اس سے ہر وہ امر کے زیر قضا آسکے مراد نہیں تاکہ امثال صوم وصلٰوۃ کے سوا نکاح وبیع وہبہ اجارہ ورہن وغیرہا تمام ابواب فقہ کو عام ہو جائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتبِ فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل، کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتوی ہے اگرچہ رائے امام ابویوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء **کتاب القضاء وکتاب الوقف** میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیرِ قاعدہ **المشقۃ تجلب التیسیر** (مشقت کے سبب حکم میں آسانی ہو جایا کرتی ہے۔ت) وہاں یہی مسائل شمار کئے۔ **حیث قال:**

ووسع ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما فجوز للقاضی تلقین الشاھد وجواز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام و صحح الوقف علی النفس وعلٰی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی ولاحکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ	امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے قضاء ووقت کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتوی ہوگا، انہوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائدادیوں وقف کرے کہ تاحیات وہ خود اسکی آمدنی سے ممتنع رہے گا) اور وقف علی جہۃ منقطعہ اور غیر منقسم چیز کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سونپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی

اليه بلاشرط وجوزه مع الشرط ترغيباً فى الوقف وتيسيرًا على المسلمين [1]۔	انہوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کی شرط لگائی ہے، اور انہوں نے وقف کو ضرورت کے وقت تبدیل کرنے کو بلا شرط جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع جائز الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کرنے میں ترغیب اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔ (ت)

ثالثًا ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر، کی بھی حاجت نہیں **کما یظھر بالمراجعۃ** (جیسا کہ کتب کی طرف سے مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ت) تو کلماتِ علماء اس قید کے مساعد نہیں۔

رابعًا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابویوسف علمًا امام اعظم کے ہم پلّہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا' ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخطیہ ہونا' آخر متحیّر ہو کر خدمتِ امام میں رجوع لانا، مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور۔ علماء فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہولیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابویوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے: جہاں ہمارے استاد کا کوئی نہیں اس میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔ بحر الرائق کے مفسدات الصّلوٰۃ میں ہے:

لقد صدق صاحب الفتاوى الظهيرية حيث قال فى الفصل الثالث فى قراءة القراٰن ان كل مالم يروعن ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى فيه قول بقى كذٰلك مضطر باالٰى يوم القيامة وحكى عن ابى يوسف رحمه الله تعالٰى عليه انه كان يضطرب فى بعض المسائل وكان يقول كل مسئلة ليس لشيخنا فيها قول فنحن فيها هكذا انتهى [2]۔	فتاوٰی ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جو انہوں نے قراءت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوئی قول مروی نہ ہو وُہ معاملہ قیامت تک باعثِ اضطراب ہی رہے گا، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انہوں نے فرمایا: جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے **انتھی**۔ (ت)

امام ابویوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کُھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی او کما قال رحمۃ اللہ تعالٰی۔

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الرابعۃ المشقتہ تجلب التیسیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۵۔ ۱۱۴

[2] بحرالرائق باب مفسدات الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

امر سوم میں فتاوٰی عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وُہ ایک فتاوٰی ہے، اور علماء ارشاد فرماتے ہیں: عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاوٰی عند التخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاوٰی سب سے مؤخر۔ پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل قرار دیجئے۔ ردالمحتار میں ہے:

مافی الفتاوٰی اذا خالف مافی المشاھیر عن الشروح لایقبل[1]۔	فتاوٰی میں جو کہا گیا ہو وہ مشہور شروحات کے مخالف ہو تو قبول نہ ہوگا۔(ت)

درمختار میں ہے:

حیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا[2]۔	جب متن وشروح میں تعارض ہو تو متن پر عمل ہوگا، جیسا کہ کئی دفعہ گزرا۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

اذا تعارض مافی المتون والفتاوٰی فالمعتمد مافی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم مافی الشروح علٰی مافی الفتاوٰی[3] اھ نقله الشامی من القضاء فی فصل الحبس۔	اگر متون اور فتاوٰی میں مذکور کا تعارض ہو تو متون کا ذکر کردہ قابلِ اعتماد ہے جیسا کہ انفع المسائل میں ہے، اور یُونہی جو شروحات میں ہو وہ فتاوٰی سے مقدم ہے اھ اس کو علامہ شامی نے کتاب القضاء فصل فی الحبس سے نقل کیا ہے۔(ت)

حموی شرح اشباہ میں ہے:

غیرخاف ان مافی المتون والشروح ولو کان بطریق المفھوم مقدم علی مافی فتاوی وان لم یکن فی عبارتھا اضطراب[4]۔	یہ چیز مخفی نہیں کہ جو متون اور شروح میں ہو اگرچہ بطریق مفہوم ہی ہو وہ فتاوٰی میں مذکور پر مقدم ہے اگرچہ فتاوٰی کی عبارات میں اضطراب نہ بھی ہو (ت)

---

[1] درالمحتار کتاب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۲

[2] درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲ / ۸۶

[3] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۱۷، بحرالرائق کتاب القضاء فصل فی الحبس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۸۵

[4] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجر والمأذون ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۴۸۰

رہاامام صفار کادر بارہ وطی قول صاحبین اختیار فرمانا، اس کا جواب ہمارے فتوائے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے: اوّلاً قوت دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہو گی۔

ثانیًا کثرت مفیدان ومسلّمانِ ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق والدّین فرغانی صاحب ہدایہ جن کی جلالتِ شان آفتاب نیم رُوز وماہتاب نیم ماہ سے اظہر، ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علماء کی تصریح کہ پایہ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بعض معاصر اُنہیں لائقِ اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیلِ منافرت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قدمنا غیر مرۃ الکمال من اھل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریۃ بانہ من اھل الاجتھاد [1]۔	ہم متعدد بار پہلے ذکر کر چلے ہیں کہ امام کمال اہلِ ترجیح سے ہیں جیسے کہ بحر کے قضاء کے باب میں افادہ کیا ہے بلکہ ان کے بعض معاصرین نے تصریح کی ہے کہ وُہ اہلِ اجتہاد میں سے ہیں۔(ت)

ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان مایصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس [2]۔	علامہ قاسم کی تصحیح القدوری میں ہے کہ جس کو امام قاضی خان صحیح قرار دیں، وہ قول دوسروں کے اقوال پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس ہیں۔(ت)

اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے:

کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خاں فانہ فقیہ النفس [3]۔	فقہاء کرام نے جو فرمایا اسے یاد رکھو کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وُہ فقیہ النفس ہیں۔(ت)

ثالثًا اجماع متون جن کی عظمتِ مکان ابھی سُن چکے پھر اُن کا اطباق واتفاق کیسا ہوگا ولہذا بارہا

---

[1] ردالمحتار کتاب العتق باب التدبیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الاجارات الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶-۴۵۵

[3] ردالمحتار کتاب الھبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۱۳

دیکھا ہے کہ علماء نے شروح وفتاوٰی کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بناپر رَد کردی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں، درمختار کی کتاب القسمۃ میں ہے :

قال فی الخانیة وعلیه الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیه المعول [1]۔	خانیہ میں فرمایا کہ فتوٰی اسی پر ہے لیکن متون پہلے قول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا۔(ت)

دیکھو امام اجل قاضی خاں سامرجح، اور علیہ الفتوی سالفظ ترجیح جسے علماء آکد الفاظِ تصحیح سے شمار کرتے ہیں بااینہمہ کہا گیا کہ متون اوّل پر ہیں تو وہی معتمد ہے، امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایتِ نکاح ماں کو ہے۔ قہستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں، اور یہی ایک روایت امام سے ہے، پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا: **وعلیه الفتوی** [2](اور اس پر فتوٰی ہے۔ت) مگر محققین نے نہ مانا کہ خلافِ متون ہے۔ بحر الرائق ونہر الفائق دونوں میں فرمایا:

ماقیل من ان الفتوی علی الثانی غریب لمخالفته المتون الموضوعة لبیان الفتوی اھ[3]۔	جو کہا جاتا ہے کہ فتوٰی ثانی پر ہے یہ غریب ہے کیونکہ یہ متون کے مخالف ہے جو کہ فتوٰی کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اھ (ت)

علامہ شامی نے ردالمحتار اسے نقل کرکے مقرر رکھا، کنوئیں سے نجاست نکلے اور وقتِ وقوع نہ معلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے تنجس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحب محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارہ وضو غسل وعجین قولِ امام اور ان کے ماورا میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وُہ امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں اسی تفصیل کو **ھوالصحیح** (یہی صحیح ہے۔ت) کہتے ہین اور اسی پر بحر الرائق ومنح الغفار وتنویر الابصار ودرمختار میں جزم کیا، بااینہمہ علّامہ شامی سے رَد کرتے اور عدمِ تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ **مخالف لاطلاق المتون قاطبة** [4](یہ تمام متون کے اطلاق کے مخالف ہے۔ت) حموی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایتِ ابی یوسف کو حاوی قدسی میں **علیه الفتوی** اشباہ میں **المصحح المعتمد** کہا، فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۱۹

[2] جامع الرموز فصل الولی والکفؤ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۴۶۷

[3] بحر الرائق باب الاولیاء والاکفیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲۴، ردالمحتار بحوالہ البحر والنہر باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۲

[4] ردالمحتار فصل فی البرء داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۲

مجرددعوی الحاوی ان الفتوٰی علیه لایقتضی انه المصحح المعتمد فی المذهب کیف واصحاب المتون قاطبة والشروح ماشون علی قولهما(یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان مافی المتون والشروح مقدمه علی مافی الفتاوی [1]۔	حاوی کا صرف یہ دعوی کر دینا کہ اسی پر فتوی ہے، اس سے یہ لازم آتا کہ یہی تصحیح شدہ اور قابلِ اعتماد ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ تمام متون اور شروح طرفین کے قول پر ہیں، اور تمام متون اس تصحیح کا التزام کیے ہوئے ہیں کہ متون وشروح کے مسائل فتاوٰی کے مسائل پر مقدم ہیں۔(ت)

رابعًا یہی مذہب امام ہے، اور علماء فرماتے ہیں قولِ امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہب صاحبین کی تصحیح کریں کمایاتی انفاان شاء اللہ تعالٰی (جیساکہ عنقریب آئے گاان شاء اللہ تعالٰی۔ت)

امر چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہُواجب سے مذہب حنفی عالَم میں آیا کسی عالم نے درباره اختلاف امام وصاحبین اُسے جاری نہ کیا، نہ ہرگز تمام دنیا میں کوئی اس کا قائل، بلکہ سلف وخلف کا اجماع کامل اُس کے بر خلاف پر گواہ عادل، ہزار ہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا، پھر شوق وغروب سے کتب فقہ جمع کرکے دیکھئے قولِ صاحبین معدود ہی جگہ مفتٰی ملے گا جہاں اختلافِ زمانہ کے سبب تغیر حکم ہوا یا تعامل ودفع حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی، علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

حصل المخالفة من الصاحبین فی نحو ثلث المذهب ولکن الاکثر فی الاعتماد علی قول الامام [2]۔	صاحبین کا تقریبًا ایک تہائی مذہب میں اختلاف ہے لیکن اکثر اعتماد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے۔(ت)

میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات اقتصار کرتا ہوں جن سے کالشمس ظاہر کہ سوا موضع معدودہ کے قولِ امام ہی پر اعتماد لازم، اور اس کے خلاف کثرتِ رائے، بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپالیتا ہے، اسی"سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی مستند کتاب" فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

اذا اختلفو فیما بینهم قال عبد اللّٰه بن	جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام الجمعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۸

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۸

المبارك يؤخذ بقول ابی حنیفة رحمه اللہ تعالٰی لانه کان من التابعین وزاحمهم فی الفتوی[1]۔	کے قول کے مطابق امام ابوحنیفہ کا قول قابل عمل ہوتا ہے کیونکہ وہ تابعی ہیں اور دیگر تابعین کے فتاوٰی کے مقابل اُنہوں نے فتاوٰی پیش کئے۔(ت)

تنویرالابصار میں ہے:

یاخذ بقول ابی حنیفة علی الاطلاق[2]۔	قاضی مطلقاً امام ابوحنیفہ کے قول کو لے گا۔(ت)

درمختار کا منیہ وسراجیہ سے نقل کرنا گزرا **ھوا لاصح** (وہی زیادہ صحیح ہے۔ت) اور یہ بھی کہ **القاضی کالمفتی** (قاضی کی مثل ہے۔ت) اور یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو اضبط کہا، اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی، **کما فی الحاشیة الطحطاویة** (جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ت) اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا، اور بعض مشائخ جو کہیں قولِ صاحبین پر افتا کردیتے ہیں اُسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا۔ حاشیہ شامیہ میں ہے:

ردالمحقق ابن الهمام علی بعض المشائخ حیث افتوا بقول الامامین بانه لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیله[3]۔	بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا تو محقق ابن ہمام نے ان کا رَد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے قول سے اعراض نہیں کیا جاسکتا الّا یہ کہ ان کی دلیل کمزور ہو۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من هذا انه یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافه[4] اھ نقله العلامة الطحطاوی اول القضاء۔	مشائخ نے تصحیح فرمائی ہے کہ فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پر امام کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ نے قولِ امام کے خلاف فتوٰی دیا ہواھ اس کو طحطاوی نے باب قضاء کی ابتداء میں نقل کیا ہے۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعمل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۱۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

[3] ردالمحتار مطبع عن الامام اذا صح الحدیث الخ داراحیاء التراث بیروت ۱/۴۶

[4] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۶۹-۷۰

فتاوٰی خیریہ "کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمٰی میں ہے:

المقرر ایضاً عندنا انه لایفتی ولایعمل الابقول الامام الاعظم ولایعدل عنه الی قولهما اوقول احدهما اوغیرهما الالضرورة (من ضعف دلیل اوتعامل بخلافه) لمسئلة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولهما لانه صاحب المذہب والامام المقدم۔ اذا قالت حذام فصدقوها فان القول ماقالت حذام [1]	یہ طے شدہ ہے کہ ہمارے ہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہی عمل وفتوٰی ہوگا، اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول یا کسی اور کے قول پر بغیر ضرورت فتوٰی نہ ہوگا(اور ضرورت کی مثال، ضعیف دلیل یا عرف وتعامل کا اس کے خلاف ہونا ہے) جیسا کہ مزارعت کا مسئلہ ہے اگرچہ مشائخ تصریح کرچکے ہوں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ صاحبِ مذہب ہیں اور سب سے مقدم امام ہیں (شعر کا ترجمہ) جب حذام کچھ کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیونکہ بات وہی ہے جو حذام کہتی ہے۔(ت)

بعینہٖ اسی طرح بحر الرائق کی کتاب الصلٰوۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اس سے ردالمحتار وحاشیہ طحطاویہ میں نقل کرکے مقرر رکھا، امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال [2]	میرے نزدیک ہر حال میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے۔(ت)

مسئلہ وقتِ عشا میں جو قول صاحبین کو دُرر میں مفتٰی بہ بتایا علّامہ نوح آفندی نے اس پر فرمایا:

لایجوز الاعتماد علیه لانه لایرجح قولهما علی قوله الابموجب من ضعف دلیل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شئی من ذٰلك فالعمل علٰی قوله [3] اھنقلها	اس پر اعتماد درست نہیں کیونکہ امام صاحب کے مقابلہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں ہوسکتی مگر جب کوئی سبب ہو مثلاً دلیل کا ضعف، ضرورت، تعامل یا اختلاف زمان میں سے کوئی چیز ہو، اور جبکہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو امام کے قول پر عمل ہوگا اھ

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۵

العلامۃ الطحطاوی فی مبحث اوقات الصّلٰوۃ۔	علامہ طحطاوی نے ان دونوں عبارتوں کو اوقاتِ صلٰوۃ کی بحث میں ذکر کیا ہے(ت)

پھر یہ ضعیف دلیل جسے علماء مبیح عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وُہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدانِ فتوٰی اُس کے ضعف پر تنصیص کریں، نہ وُہ جسے من وتو اپنے اذہان قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اوّل تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم امام کی نظر انہیں پر تھی اور ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا۔

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

نظام مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! گدائے خاک نشین کومت چھیڑ کہ ملک کے نظام کو چلانا خود بادشاہ ہی جانتا ہے)علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

انہ قد یظہر قوۃ لہ بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذہب دلیل اٰخر لم یطلع علیہ انتہی[1]	کبھی امام کی دلیل کی قوت ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک کرلیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، یا یہ ہوتا ہے یہ کچھ دلیل سمجھے حالانکہ صاحبِ مذہب (امام صاحب) کی دلیل کچھ اور ہے جس پر اطلاع نہ ہوئی انتہی(ت)

اب مجھے اس تحقیق انیق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امر پنجم کی طرف توجہ کروں، میرا یہی کلام ہر گونہ دلائل کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اُس میں بیان ہُوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ وشرح وقایہ وکافی واختیار ومستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انہیں کتابوں میں اُس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وُہ مختصر لفظ جو اُنہوں نے امام صدر الشریعۃ وغیرہ سے اخذ کرکے لکھے نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں دلیل امام میں فرماتے ہیں:

کل طاٰۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی[2]	ہر وطی مہر کا بدل ہے تو بعض مہر کا سونپنا باقی کے سونپنے کا موجب نہیں بنتا ہے۔(ت)

اس مرام نفیس کی توضیح وتلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وُہ ایک بار سپرد ہو کر کیا باقی ہے

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء مطبع دارالمعرفۃ بیروت ۱۷۶/۳

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور وُہ متجدد تو بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں، نہ بعض پر رضا سے کل پر رضالازم، وبعبارۃ اُخری شرع نے حق حبس دیا ہے نہ اختیار استرداد، اور مبیع میں تجدید منع بشکلِ استرداد ہی معقول، اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال تو نہ ہوگا مگر حبس منفعت آئندہ، ولہذا اگر بیع میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں بعض باقی کر روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو، کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں، کفایہ میں ہے:

لوسلم البائع بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقه فی حبس مابقی منه [1]۔	اگر بائع مشتری کو کچھ مبیع سونپ دے تو باقی کو روک رکھنے کا حق اس سے ساقط نہیں ہوگا۔(ت)

پس فرق واضح ہوگیا اور استدلال ساقط، میں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرما چکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بیع ونکاح کے اس مسئلہ میں زمین وآسمان کافرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک مہر مؤجل کے لئے بھی عورت کو حق، منع حاصل، اور ثمن مؤجل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل، وُہ فرماتے ہیں حقِ حبس بیع میں اصل عقد کا مقتضی نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے، ولہذا شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقًا لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب، اور بیع میں مشتری پر تقدم اُسی حالت میں ضرور کہ مبیع عین ہو اور ثمن دین، جیسے درہم ودینار، امام سغناقی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں میں فرماتے ہیں:

قال ان موجب النکاح عند الطلاق تسلیم المهر عینا کان اودینا فحین قبل الزوج الاجل مع علمه بموجب العقد فقد رضی بتاخیر حقه الی ان یوفی المهر بعد حلول الاجل وبه فارق البیع لان تسلیم الثمن اولا لیس من موجبات البیع لامحالة الاتری ان البیع لوکان مقایضة لاتجب تسلیم احد	انہوں نے کہا کہ نکاح کا موجب مطلقًا مہر کا ادا کرنا ہے خواہ نقد ہو یا دین ہو، تو جب خاوند نے مہر کے لئے مدّتِ مقررہ قبول کرلی جبکہ وُہ نکاح کے موجب کے جانتا ہو تو گویا اس نے مدت مقررہ گزرنے تک اپنے حق کو مؤخر کرنا تسلیم کرلیا، اسی نکتہ کی بنا پر نکاح اور بیع میں فرق واضح ہوگیا، کیونکہ بیع میں اوّلًا ثمن کی ادائیگی اس کا موجب لازمی نہیں، آپ جانتے ہیں کہ بیع مقایضہ (سامان کا سامان سے سودا) میں کسی بدل کا

[1] کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۵۰

البدلین اولافلم یکن المشتری راضیا بتاخیر حقه فی المبیع الی ان یوفی الثمن وجعل (ف)فتوی علی قول ابی یوسف[1] ۔	بھی ادا کرنا ابتداءً ضروری نہیں، لہٰذا بیع میں ثمن کی ادائیگی تک مشتری بیع کی تاخیر پر راضی نہ ہوا اور فتوٰی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کرسکے، یہ مسئلہ ایک مبسوط رسالے کے قابل تھا،

وفیما ذکرنا کفایة لاھل الدرایة واللّٰہولی الھدایة منه البدایة والیه النھایة۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس اہلِ فہم کے لئے کفایت ہے، اللہ تعالٰی ہی ہدایت کا مالک اور اسی سے ابتداء اور انتہا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳:　　　از سہسوان　　　۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کرکے چلا گیا، رخصت نہ ہُوئی، نہ ایک نے دوسرے کی صورت دیکھی، دو برس بعد ہندہ نے اس پر نالش کی، رخصت کرائے یا طلاق دے۔ وُہ کچہری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق نامہ لکھ دیا، پدر ہندہ نے کل مہر ہندہ بے اجازتِ ہندہ معاف کردیا، ہندہ اس معافی کو نامنظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے، اس صورت میں ہندہ پر عدّت لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعوی مہر صحیح ہے یا نہیں؟ اور باپ کے معاف کئے سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟ **بینواتوجروا۔**

الجواب:

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کردینے کا اختیار نہیں، نہ ہرگز اس کے معاف کئے معاف ہوسکے

فان البنت ان کانت بالغة فلاولایة للاب علیھا اصلاوان کانت صغیرة فالولایة للنظر ولانظر فیما تمحض للضرر وکتب المذھب طافحة بھٰذا۔	اگر بیٹی بالغ ہو تو باپ کو اس پر بالکل ولایت نہیں اور اگر نابالغہ ہو تو پھر باپ کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جو چیز محض ضرر ہو وُہ شفقت نہیں ہوسکتی مذہب کی کتب اس بیان میں بھرپور ہیں۔ (ت)

---

[1] العنایة حاشیة علی الھدایة مع فتح القدیر باب المھر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۴۹

ف: خط کشیدہ عبارت عنایہ میں نہیں، یہ نہایہ کی ہے، اور نہایہ دستیاب نہیں۔ **نذیر احمد**

پس اگر زید نے بلا شرط معافیِ مہر طلاق دی تھی تو بیشک ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی جس کے سبب وُہ زید کے نکاح سے نکل گئی اور ازانجا کہ ہنوز خلوت نہ ہُوئی تھی عدّت کی بھی حاجت نہیں،

في مجمع الانهر طلق غير المدخول بها بانت لاالى عدة[1] اھ ملتقطا۔	مجمع الانہر میں ہے: غیر مدخول بہا کو طلاق دی تو عورت بائنہ ہو جائے گی اور عدت نہ ہو گی اھ ملتقطا (ت)

اور اس لئے نصف مہرِ ہندہ زید پر واجب الادا، جس کے دعوی کا اسے ہر وقت اختیار،

اذ لا حالة تنتظر بعد الافتراق بموت او طلاق۔	کہ موت یا طلاق کی وجہ سے افتراق کے بعد کوئی قابلِ انتظار نہیں۔ (ت)

اور اگر اُس نے یُوں کہا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے تو صورتِ مسئولہ میں نہ مہر معاف ہُوا نہ طلاق پڑی اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ت) اس تقدیر پر دعوی مہر میں حکم ہوگا جو عورت کو بحالتِ زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر معجّل ہو تو فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ وعدہ مقرر ہُوا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اُس شہر کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عُرف ہو اُسی پر عمل ہے،

في النقاية المعجل والمؤجل ان بينا فذاك والا فالمتعارف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	نقایہ میں ہے کہ اگر مہر معجّل یا مؤجّل بیان کرے تو بہتر ورنہ جو عرف میں ہو وہ ٹھہریگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴: ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ از سہوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اُس کی رضاعی بہن کے ساتھ بوجہ لاعلمیت کے ہُوا اور وُہ اس کے تصرف میں بھی رہی، تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مسئولہ میں پُورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمّٰی سے زائد ہو، ردالمحتار وطحطاوی علی الدرالمختار میں زیرِ قول شارح **ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطی ولم یزد علی المسمی لرضاها بالحط** (نکاح فاسد وطی کرلینے سے مہر مثل واجب ہوتا ہے اور وہ مقررہ سے زائد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ساقط

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی طلاق غیر المدخول بہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۰۰

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الهدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

پر راضی تھی۔ت) فرمایا:

وفی الخانیۃ لوتزوج محرمہ لاحدّ علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلھا بالغا ما بلغ اھ فھی مستثناۃ الاان یقال ان نکاح المحارم باطل لافاسد[1]۔ الخ ای فلا استثناء۔	خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے محرم عورت سے نکاح کیا تو امام صاحب کے ہاں اس پر حد نہیں، ہاں اس عورت کا مہر مثل جتنا گراں ہو خاوند پر لازم ہوگا اھ تو یہ صورتیں مستثنٰی ہیں، ہاں یُوں کہا جاسکتا ہے کہ محارم سے نکاح فاسد نہیں بلکہ ابتداء ہی باطل ہے الخ تو استثناء نہ ہُوا۔(ت)

خانیہ میں اس کی امثلہ میں فرمایا:

نحو الام والبنت والاخت والعمۃ والخالۃ اوتزوج بامرأۃ ابیہ وابنہ الخ[2] فذکر محرمات الصھر ایضا فافادشمول محرمات الرضاع بالاولی وقال فی رد المحتار قولہ شبھۃ العقد کوطی محرم نکحھا ما نصہ اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسبا ورضاعا و صھریۃ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم	جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، یا باپ کی بیوی یا بیٹے کی بیوی الخ تو اس میں انہوں نے سسرال رشتے بھی ذکر کئے، تو اس سے رضاعی محرمات کا شامل ہونا بطریقہ اولی واضح ہوگیا۔ ردالمحتار میں شبہہ عقد کی مثال لکھی ہے جیسے محرم عورت سے نکاح کرکے وطی کرلی ہو۔ اس عبارت میں انہوں نے محرمات نسبیہ، رضاعیہ، صہریہ یہ سب کو شامل کیا ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵: ازمارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت سیّد ابراہیم میاں صاحب یکم ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعداد مہر شرع محمدی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چہ مقدار است؟ بیّنوا توجروا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعتِ محمدی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مہر کی مقدار کیا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

مہر در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست	شریعت پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے

---

[1] ردالمحتار باب المہر مطلب فی نکاح الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۵

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فی بیان شبہۃ العقد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۳

لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار نہیں بلکہ جتنا بھی مقرر کردیا جائے وُہ شریعت محمدی میں لازم ہوگا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلّم۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اور تم ان عورتوں میں سے بعض کو بہت زیادہ مال دیتے ہو، اس لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی کہ یہ مقدارِ شرعیہ اور یہ نہیں ہے ہاں شرعی مہر کا لفظ اس علاقے کے اہل ہُنر لوگوں میں مشہور ہے تاکہ اس کو بڑے مالدار لوگوں اور معزز خاندانوں کی رسم کے برابر رکھا جائے جو اپنے ہاں بہت بھاری مہر مقرر کرتے تھے وُہ اس حد تک بڑھ گئے کہ ولی اپنے سے کم مایہ لوگوں کی گردن پر بھی پچاس ہزار پچپن ہزار اور لاکھ اور اس سے بھی زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں، تو اہلِ ہنر نے مہر کا بوجھ کم کرنے کے لئے اور سہل اور معتدل کام کو شریعت کے قریب تر خیال کرکے اس کو شرعی مہر کہنا شروع کردیا اور آہستہ آہستہ یہ نام مشہور ہوگیا اور اکثر طور پر نکاح میں جب پوچھا جائے کہ کتنا مہر ہے تو جواب میں شرعی کہہ دیتے ہیں جب یہ لفظ خاص لوگوں کی اصطلاح بن گیا تو اب لازمًا اس کی مراد یا مقدار کا تعیّن معلوم کرنے کیلئے ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ عقد، قسم، وصیّت اور وقف کرنے والے لوگوں کے کلام کو ان کے عرف پر محمول کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے،	یعنی دہ درہم جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود ہماں قدر بحکم شرع محمد لازم آید صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ بارك وسلم۔ قال اللہ تعالٰی وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا[1]، پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی است نہ غیر او آرے ایں لفظ در بسیارے از عوام اہلِ حرفہ ایں بلاد شائع وذائع است ماں کہ او را مقابل رسم شرفاؤ متمولانِ ہند نہادہ باشند آناں در مہور مغالات وافراط را از حد گزرانیدہ بر گردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار وصد ہزار وازاں ہم فزوں تر باری نہادند ایناں بتقلیل گرائیدہ مہر کمی سہل الحصول می بستند وایں را بمقاصد شرع مطہر نزدیک تردانستہ مہر شرع محمدی می گفتند تا رفتہ رفتہ تسمیہ وتعیین از میان برخاست ودر بسیارے از عقود ایشاں ہمیں لفظ برز باں ہا ماند اگر پسی چہ قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی وگر ہیچ وچوں ایں لفظ اصطلاح خاص ایشاں ست واجب ست در فہم مرادش رجوع ہم ایشاں کردن فانه یجب ان یحمل کلام کل عاقد وحالف وموص وواقف علی عرفه[2] کما فی رد المحتار وغیرہ

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۰

[2] ردالمحتار باب التعلیق ۲/ ۴۹۹، باب الایلاء ۲/ ۵۵۳، کتاب البیوع ۴/ ۱۴ داراحیاء التراث العربی بیروت

پس اگر مراد ومتعارف ایشاں یا گروہے ازایشاں ازیں لفظ ہماں اقل مقادیر مہرست دراں گروہ دہ درہم لازم آید وقومے راکہ مقصود ومفہوم مہر سرادق عفت فلک رفعت کنیز ان درگاہ طہارت پناہ حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہا الکریم وعلیہا باشد آنجا چار صد مثقال سیم کہ بسکہ نُوَقت یک صد وشصت روپیہ است واجب شود وکسانکہ خود اذہان ایشاں نیز از معنی ایں لفظ خالی ست ہمیں سخنے ست کہ برزباں رانند ومفہوم ومرادش خود ندانند (ومی ترسم کہ غالب ہمچنیں باشک) تاآنگاہ ظاہر آنکہ مہر مثل لازم گردو اذ ھوالاصل اذھوالاعدل فلاعدول عنہ الاعند صحۃ التسمیۃ وقد فسدت لمکان الجہالۃ فوجب المصیر الی الاصل وراجع لھدایۃ وغیرھا من الکتب المعللۃ۔	لہٰذااس لفظ کو استعمال کرنے والے لوگوں سے معلوم کیا جائے،ا گراس سے ان کا مقصد مہر کی کم از کم مقدار ہے تو دس درہم مراد ہوں گے اور اگر کسی قوم کا مقصد حضرت بتول زہرا جناب عزّت مآب فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر ہے تو یہ چار سو مثقال چاندی مراد ہوگی جو آج کل کے سکّہ کے حساب سے ایک سو ساٹھ "۱۶۰" روپے ہوں گے، اور اگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے کچھ لوگ خالی ذہن ہیں اور کوئی مراد معین نہیں ہے ویسے ہی زبان پر یہ لفظ لاتے ہیں اسکے مفہوم ومراد کو نہیں جانتے، میرے خیال میں اکثریت ایسی ہی ہے جو ایسی صورت میں نکاح ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اس لئے کہ وہی اصل اور معتدل ہے اس سے عدول جائز نہیں ہے جب تک مقرر شدہ ہونا معلوم نہ ہو اور مقرر شدہ یہاں مفقود ہے کیونکہ مجہول ہے، تولازمی طور پر اصل کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو کہ مہر مثل ہے۔ ہدایہ وغیرہ جو احکام کی علت کو بیان کرنے والی کتب ہیں انکی طرف رجوع کرو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معرابیان تعجیل وتاجیل سے قبل از موت وطلاق واجب الادا فی الحال ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مسئولہ میں نہ عموماً وجوب ادا فی الحال ہے نہ کلیۃً عدم، بلکہ مدار عرف وعادت پر ہے، اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت وطلاق ادا کر دیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں،

فی مختصر الوقایۃ والمعجل والمؤجل ان بینا والا فالمتعارف[1] وفی شرحہا	مختصر الوقایہ میں ہے کہ معجّل یا مؤجّل مہر کو بیان کیا گیا ہو تو بہتر ورنہ عرف میں جو مراد ہو وہی ٹھہرے گا، اسکی شرح میں ہے

[1] مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

مختصر الوقایہ والمختار ھذافان المتأخرین اختار وھذا بناءَ علی المتعارف[1] واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالٰی ام الکتاب۔	یہی مختار ہے کیونکہ متاخرین نے مہر کو عرف پر مبنی قرار دیا ہے۔(ت) واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالٰی ام الکتاب

مسئلہ ۷: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ دریں مسئلہ کہ اگرزن فاسقہ گردد مرد بوجہ فسق او طلاقش دہد مہر ساقط شود یانہ وبچہ کار تمام مہر عورت دُور میشود وبچہ کار نصف مے ماند۔ بینوا بیانا شافیا اجر کما اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ اگر بیوی کو فاسقہ ہوجانے کی وجہ سے مرد نے طلاق دے دی ہو تو کیا اس کا مہر ساقط ہوجائے گا یا نہیں، اور کس وجہ سے پورا مہر ختم ہوجاتا ہے اور کس وجہ سے نصف مہر رہ جاتا ہے، مکمل بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو پُورا اجر عطا فرمائے۔(ت)

الجواب:

مہر بنفس عقد زن وشوئی واجب شود بوطی یا خلوت صحیحہ یا موت احد الزوجین تاکد وتقرر یابد کہ بعد وقوع یکے ازینہا بہیچ وجہ پارہ ازاں بے ادا یا ابراء ساقط نہ گردد اگرچہ زن معاذا للہ فسق وفجور ورزد، یا عیاذاً باللہ مرتدہ شود فی الدرالمختار یتاکد عند وطی او خلوۃ صحت او موت احدھما[2] وفی ردالمحتار، افادان المھر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ اوتنصفہ بطلاقھا قبل الدخول، وانما یتأکد لزوم تمامہ بالوطی	مہر محض نکاح سے لازم ہوجاتا ہے اور وطی یا خلوتِ صحیحہ یا فریقین میں سے کسی کے فوت ہوجانے سے مہر پکّا ہوجاتا ہے اور مذکورہ امور کے بعد مہر میں سے کوئی حصہ بغیر ادائیگی یا بغیر معاف کئے ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی فاسقہ فاجرہ یا معاذاللہ مرتدہ بن جائے، درمختار میں ہے: وطی یا خلوتِ صحیحہ یا زوجین میں سے کسی کے فوت ہوجانے پر مہر پکّا ہوجاتا ہے، اور ردالمحتار میں ہے کہ اس معلوم ہوا کہ مہر محض نکاح سے واجب ہوجاتا ہے لیکن مرتدہ ہوجانے یا خاوند کے بیٹے کو بوس وکنار کرنے سے ساقط ہوجانے کا احتمال باقی رہتا ہے یا دخول سے قبل طلاق ہوجانے کی

[1] شرح الوقایہ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۴

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷

ونحوہ(الٰی قولہ) قال فی البدائع واذا تأکد المھر بماذکر لایسقط بعد ذٰلك وان کانت الفرقۃ من قبلھا لان البدل بعد تأکدہ لایحتمل السقوط الا بالابراء کالثمن اذا تأکد بقبض المبیع [1] اھ آرے اگر پیش از وقوع چیزے از مؤکدات ثلثہ مذکور زن معاذاللہ ارتداد کند یا باپدر یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرعش زنا نماید بشہوت پدر یا پسر شوئے را بوسہ دہد یا دست بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بہ شہوت نظر کند یا ضرّہ صغیرہ خود را شیر دہد یا احد الزوجین بخیار بلوغ فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی متاسر کہ شود دریں صور ہمہ مہر ساقط گردد و اگر شوئے معاذاللہ مرتد شود یا بامادر یا دختر زن یعنی اصل یا فرعش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن رابوسہ آنہا چیند یا مساس کنند یا در برکشد یا فرج اندرونی آنھا بینند ، در صونیم مہر سقوط پذیرد وغیر ایں صور صور تہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ انہا بتفصیل کلام و تحقیق احکام و تنقیح مرام پردازیم رسالہ مستقلہ ے باید نوشت فی الدر المختار یجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ [2]۔ردالمحتار لو قال بکل فرقۃ

بنا پر نصف مہر کا احتمال ہو سکتا ہے، اور وطی وغیرہ سے پُورا مہر پکا ہو جاتا ہے، یہ بیان انہوں نے یہاں تک فرمایا کہ بدائع میں فرمایا کہ جب مہر مذکور پکا ہو جائے تو اس کے بعد ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی کی طرف سے فرقت ہو، کیونکہ بدل (وطی) حاصل ہو جانے کے بعد اس کا بدل (مہر) ساقط ہونے کا احتمال نہ رکھے گا مگر جب عورت معاف کردے جیسا کہ بیع میں مبیعہ پر قبضہ سے ثمن لازم ہو جاتا ہے اھ ہاں اگر مہر کو پکا کرنے والی مذکورہ تین چیزوں سے قبل عورت معاذ اللہ مرتد ہو جائے یا خاوند کے باپ یا بیٹے سے یعنی اس کے اصول و فروع میں سے کسی کے ساتھ زنا کیا یا ان میں کسی کا شہوت سے بوسہ لیا یا دیا یا اُن کی شرمگاہ کو چھو لیا یا ان کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا، یا اپنی شیر خوار سوکن کو دُودھ پلایا، یا زوجین میں سے کسی کو خیار بلوغ تھا تو اس اختیار سے نکاح فسخ کردیا، یا نکاح فاسد تھا تو حقیقی وطی سے قبل متارکہ ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں پورا مہر ساقط ہو جائے گا، اور اگر خاوند معاذاللہ مرتد ہو گیا یا اس نے بیوی کی اصل یا فرع یعنی ماں یا بیٹی کو شہوت سے چُھو لیا یا ان سے زنا کر لیا یا بوس و کنار کر لیا یا دبوچ لیا یا انکی اندرونی فرج کو دیکھ لیا تو ان تمام صورتوں میں نصف مہر ساقط ہو جائے گا، ان مذکور صورتوں کے علاوہ اور بھی ایسے امور ہیں جن سے مہر کُل یا نصف ساقط ہو جاتا ہے، اگر ان تمام امور کی تفصیل اور ان کے احکام کی تحقیق اور مقاصد کی

---

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۰

[2] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۷

من قبله لشمل مثل ردته وزناه و تقبيله ومعانقته لام امرأته وبنتها قبل الخلوة قهستانی عن النظم اھ[1] وفيه عن البحر عن القنيه طلقها قبل الدخول اوجاءت الفرقة من قبلها يعود نصف المهر فى الاول ولكل فى الثانى الى ملك الزوج[2] الخ وفى التنوير للموطوءة كل مهرها ولغيرها نصفه لو ارتد ولاشيئ لوارتدت [3] اھ وفى الدرالمختار لو ارضعت الكبيرة ضرتها الصغيرة حرمتا ولامهر للكبيرة ان لم توط لمجی الفرقة منهاوللصغيرة نصفه لعدم الدخول [4] اھ ملخصا،وفى ردالمحتار فى النكاح الفاسد بعدم الشهود مثلا، مهر المثل ان يكن دخل اما	تنقیح کی جائے تو اس سے ایک مستقل کتاب بن جائے۔ درمختار میں ہے کہ دخول سے قبل یا خلوت سے قبل طلاق دینے سے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور ردالمحتار میں کہا کہ اگر مصنف طلاق کی بجائے خاوند کی طرف سے فرقت کہہ دیتے تو اس میں خاوند کا مرتد ہونا، زنا، بوس کنار، بیوی کی ماں یا بیٹی سے معانقہ، قبل از خلوت تمام کو شامل ہوجاتا (یہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے) اھ اور اس میں بحر سے اس نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر خاوند نے قبل از دخول طلاق دی تو نصف مہر، اور اگر عورت کی طرف سے فرقت کی وجہ پائی جائے تو پُورا مہر خاوند کی ملکیت میں آجائے گا الخ، تنویر الابصار میں ہے: وطی سے پورا اور بغیر وطی نصف مہر دینا ہوگا اگر خاوند مرتد ہوجائے، اور اگر وطی سے قبل عورت مرتد ہوجائے تو اس پر کچھ مہر نہ ملے گا اھ، درمختار میں ہے: اگر بڑی بیوی نے شیر خوار سوکن کو دُودھ پلایا تو دونوں حرام ہوجائیں گی اور بڑی سے اگر وطی نہ ہوئی تو اسکا پُورا مہر ساقط ہوجائے گا کیونکہ فرقت کی وجہ اس نے پیدا کی ہے اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا کیونکہ اس سے دخول نہیں کیا گیا، ملخصًا ردالمحتار میں ہے: نکاح فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہوا

[1] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۲

[2] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۲

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب نكاح الكافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۳

اذالم یدخل لایجب شئی [1] اھ ملتقطا وفی الدرالمختار لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المھر [2] الخ وفی الشامیۃ قولہ ویلزم کل المھر لان المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول ولو حکما کالخلوۃ الصحیحۃ کذٰلک یلزم بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذٰلک فیسقط ولو الخیارمنہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقداذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کمافی النھر [3] اھ ھذا۔(یعنی فاحفظ ھذا) واعلم ان من العلماء من قررلہ ضابطۃ وھی ان کل فرقۃ جاء ت من قبل الزوج قبل الدخول فانھا تنصف المھر، وکل فرقۃ اتت من قبلھا تسقط وھو الذی یبتنی علیہ ماذکر الشامی من استثنٰی منھا خیار البلوغ لما مرانہ وان کان منہ لاینصف بل یسقط	اگر دخول کیا گیا ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اور دخول نہ کیا ہو تو کوئی مہر نہ ہوگا اھ ملتقطا، درمختار میں ہے: بالغ لڑکے یا لڑکی کو خیار فسخ بالبلوغ ہو تو یہ فسخ قاضی کی قضاء کی شرط سے مؤثر ہوگا (پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی فسخ سے قبل فوت ہوگیا) تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور پورا مہر بھی لازم ہوگا الخ، شامی میں ہے کہ مصنف کا قول کہ کل مہر لازم ہوگا اس لئے کہ کل مہر دخول حقیقی یا حکمی مثلاً خلوتِ صحیحہ کے ساتھ لازم ہوجاتا ہے یونہی دخول سے قبل کسی کے مرجانے سے کل مہر لازم ہوتا ہے اور اس دخول یا موت کے بغیر مہر ساقط ہوجائے اگرچہ یہ فرقت لڑکے کے خیار بلوغ کی وجہ سے ہو کیونکہ فرقت خیار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور جب نکاح فسخ ہو تو کالعدم ہوجاتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ اسکو محفوظ کرلو۔واضح رہے کہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں ضابطہ بنایا کہ اگر دخول سے قبل فرقت کی وجہ عورت کی طرف سے ہو تو پورا مہر ساقط ہوگا اور خاوند کی طرف سے ہو تو مہر نصف ہوگا۔ اسی ضابطہ کی بناپر علامہ شامی نے نظم سے منقول علامہ قہستانی کا قول بیان کیا ہے، اور بعض نے اس ضابطہ سے لڑکے کے خیارِ بلوغ کی صورت کو مستثنٰی قرار دیا کہ اگر یہ خیار بلوغ لڑکے کی طرف سے ہو تو نصف مہر نہ ہوگا بلکہ ساقط

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۳۵۲

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳۔ ۱۹۲

[3] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰۱

وھوالذی اختارہ فی الدرالمختار ولکن ردھما فی الذخیرۃ بما اذاملك الزوجۃ قبل الدخول بشراء مثلاحیث ینفسخ االنکاح ویسقط المھر کلہ مع انھا فرقۃ جاء ت من قبلہ وحقق الضابطۃ بان کل فرقۃ جاء ت من قبلہ وھی طلاق فانھاتنصف وکل ماجاءت وھی فسخ فانھا تسقط وردہ فی البحر بردۃ الزوج حیث تنصف کما علمت مع انھا فسخ جاء من قبلہ ثم قال فالحق ان لایجعل لھذہ المسألۃ ضابط بل یحکم فی کل فرد بما افادہ الدلیل اھ [1] ھذا ھوالذی حمل العبد الضعیف علی الاقتصار علی ذکر بعض الصور وعدم التعرض لضابط۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	ہوگا، اسی کو دُرمختار میں اختیار کیا، لیکن ذخیرہ میں اس کو رد کیا ہے مثلًا اگر کسی نے (لونڈی) بیوی کو دخول سے قبل خرید لیا اور اس کا مالک بن گیا تو یہ نکاح فسخ ہوگیا اور پورا مہر ساقط ہوا، حالانکہ وجہ فرقت خاوند کی طرف سے ہے، اس کے بعد انہوں نے نیا ضابطہ یہ بتایا کہ اگر خاوند کی طرف سے فرقت کی وجہ ہو اور وُہ وجہِ طلاق بنے تو مہر نصف ہوگا اور جو فرقت فسق بنے تو مہر ساقط ہوجائے گا، پھر اس ضابطہ کو بحر میں رَد کیا کہ جب خاوند مرتد ہوجائے تو قبل دخول مہر نصف ہوگا حالانکہ یہ فرقت مرد کی طرف سے فسخ ہے طلاق نہیں ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، پھر بحر نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ کے لئے کوئی ضابطہ نہ بنایا جائے بلکہ ہر جزئیہ کا جواب اس کی دلیل کے مطابق علیحدہ دیا جائے اھ، اسی بناء پر اس عبد ضعیف نے بعض جزئیات کے ذکر پر اکتفاء کیا اور کسی ضابطہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۸: از اٹاوہ قریب کچہری منصفی مرسلہ مولوی حبیب علی صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دوہزار روپے مہر پر بکر بالغ کے ساتھ کیا، قضارا دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایامِ نابالغی میں زید کے گھر مر گئی اب زید پدر ودیگر وارثانِ شرعی متوفاۃ مذکورہ کو دعوی مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاۃ پر شرعًا پہنچتا ہے تو کس قدر کا، بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت ہو، گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار کہ بحوالہ کتاب اس صورت خاص میں حکم دیا جائے۔ میرے پاس جو کتابیں ہیں ان میں باوصف تلاش یہ صورتِ خاص نہ ملی، چونکہ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے

[1] بحرالرائق باب الاولیاء والاکفیاء ایچ ایم سعید کراچی ۳/ ۱۲۱

اور نظر کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورتِ مسئلہ تحریر کی جاتی ہے، جواب سے جس قدر جلد مشرف فرمائے گا ممنون ہوں گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگرچہ موت احد الزوجین کے سبب مہر کا متاکد ہوجانا اور تمام وکمال لازم آنا یونہی علی وجہ الاطلاق جمیع کتبِ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں مبین جس میں بالغ ونابالغ ودخول وعدمِ دخول کی اصلاً کوئی تقیید وتخصیص نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعاً بس تاہم اگر یہ صورت خاص معیّنہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغہ ہو اور ولی اس کا نکاح ایک مہر پر کردے اور وُہ قبل بلوغ شوہر نادیدہ مرجائے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں صاف صاف مصرح اور حکم اس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علماء نے اس صورت میں اس کی تصریح فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب وَجد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر وصغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا جاتا ہے تو شاید کسی کو عدمِ تاکد کا توہم ہوتا نہ کہ تزویج پدر کہ قطعاً لازم وناقابلِ فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اُس کا وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں۔ ملتقی الابحر اور اُس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

للولی انکح الصغیرہ والصغیرۃ فان مات احدھما ورثه الاٰخر بلغا اولا ویجب المھر کله وان مات قبل الدخول اھ[1] ملتقطا **قلت** و معلوم ان ضمیر مات الی احدھما الشامل للزوج والزوجة کما لایخفی۔	ولی کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کردینے کا اختیار ہے۔ پھر اگر دونوں میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہوجائے تو دوسرا وارث ہوگا اور پورا مہر واجب ہوگا بالغ ہوں یا نابالغ، اگرچہ وہ دخول سے قبل ہی فوت ہوگیا ہو اھ ملتقطا **قلت** مات کی ضمیر دونوں سے ایک کے لئے ہے جو خاوند بیوی دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

یتورثان فیه (یعنی الصغیر والصغیرۃ) ویلزم کل المھر[2]۔	اس صورت میں دونوں نابالغ لڑکا اور لڑکی باہم وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا (ت)

تبیین الحقائق شرح کنزالدقایق میں ہے:

[1] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر باب الاولیاء والاکفاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۵

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

وتوارثا قبل الفسخ لان النکاح صحیح والملك به ثابت فان مات احدھما فقد انتھی النکاح سواء مات قبل البلوغ اوبعدہ لان الفرقة بینھما لاتقع الا القضاء القاضی فیتوارثان ویجب المھر کله وان مات قبل الدخول الخ [1]۔	قبل از فسخ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے کیونکہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے ملکیت ثابت پس جب کوئی مرگیا تو نکاح تو مکمل ہو چکا، یہ موت بلوغ قبل ہو یا بعد، کیونکہ ان میں فرقت ہوئی تو قضاء قاضی سے ہوتی، اس لئے آپس میں وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا اگرچہ دخول سے قبل مرا ہو الخ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں کل مہر مسمّٰی ذمہ بکر لازم ہُوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وُہ خود وارث ہے بقیہ ورثاء ہزار روپے کا اس پر دعوی کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اُس کی غیبت میں بھگا کرلے گیا اور اُس سے زنا کرتا ہے اور واسطے براءت الزام تعزیراتِ ہند کے دعوی دلاپانے دین مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائر کراکر بیان کرایا کہ مجھ کو بکر نے طلاق دے دی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے۔ اس صورت میں ازروئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفرورہ وصول یابی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں، اور مہر ہندہ کا مؤجل ہے اور کوئی میعاد معیّن قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر مؤجل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائے گا یا دس برس تو شرعًا اس کی میعاد موت یا طلاق قرار پاتی ہے،

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاخلاف لاحد ان تأجیل المھر الی غایة معلومة نحو شھر او سنة صحیح وان کان لاالی غایة معلومة فقد اختلف المشائخ فیه قال بعضھم یصح وھو الصحیح وھذا لان الغایة معلومة فی نفسھا	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مہر کے لئے مدّت مقرر کی جاسکتی ہے مثلًا مہینہ یا سال وغیرہ، یہ صحیح ہے اور اگر مدّت معلوم نہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا صحیح ہے، اور یہی اصح ہے کیونکہ انتہا معلوم ہے کہ وہ طلاق یا موت ہے۔

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والاکفاء مطبعة الکبری الامیریه بولاق مصر ۲/ ۱۲۵

وھو الطلاق اوالموت الایری ان تاجیل البعض صحیح وان لم ینص علی غایۃ معلومۃ کذا فی المحیط[1]۔	دیکھا نہیں کہ بعض مہر کو مؤخر کرنا صحیح ہے اگر چہ اس کی انتہائی مدت معلوم نہ ہو، محیط میں یونہی ہے۔(ت)

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ بألف علی ان کل الالف مؤجل ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح واذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدرما یتعارفہ اھل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ[2]۔	ایک شخص نے عورت سے نکاح کیا ہزار مہر پر، اور مکمل ہزار مؤخر کیا، تو اگر انتہائی مدّت معلوم ہے تو صحیح ہے، اگر معلوم نہیں تو صحیح نہیں، تو جب صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے لحاظ سے جتنا ہوسکے فوری ادا کرو اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اور قاضی اس پر باقی کی وصول پر جبر نہ کرے گا اور نہ ہی اس کو قید کرے گا۔(ت) پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہر گز روا نہیں، نہ ایسا دعوی مسنوع ہوسکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰: از سجول ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب تاجر لٹھا ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلاوجہ شرعی اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دیدی، جب ہندہ کے ولی یعنی خالد اس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس امر کا ہوا کہ میرا مہر دس درم کا تھا، اور صورت یہ واقع ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور نہ اُس کے ولی خالد کو یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے کہ وقتِ نکاح کون کون گواہ مقرر ہُوئے تھے لیکن اُس قوم میں ادنٰی ادنٰی عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچ سو روپے اور دو ۲ دینار سُرخ اکثر ہیں اور دس ۱۰ درہم مہر جیسا کہ دعوی زید کا ہے اُس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالبًا اُس شہر میں بھی جہاں یہ دونوں طلاق دہندہ اور مطلّقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہ ہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنٰی درجہ پانچ سو روپے اور دو ۲ دینار سُرخ ہے، خالد

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الحادی عشر فی منع المرأۃ نفسھا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۱۸

[2] فتاوٰی قاضی باب فی ذکر مسائل المھر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷۳

ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچ سوروپے اور دو ۲ دینار سُرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ بقول اپنے زوج طلاق دہندہ کے دس ۱۰ درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسبِ دعوٰی اپنے ولی خالد کے پانچ سوروپیہ اور دو ۲ دینار سُرخ پانے کی مستحق ہوگی۔
بینوا توجروا

الجواب:

عبارتِ سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعد رخصت وخلوت زن وشو واقع ہوئی، پس اگر واقع ایساہی ہے توصورتِ مستفسرہ میں زوج وزوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کردے گا اُسی کے موافق فیصلہ کردیا جائے گا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دے دیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کرینگے اگر وہ پانچ سوروپے دو ۲ دینار سُرخ کی اور اگر دس ۱۰ درم سے زائد اور پانچ سوروپے دو ۲ دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اسی قدر دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لاسکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے، اگر پانچسوروپے دو ۲ دینار یا اس سے زائد ہوا تو عورت سے قسم لے گیں واللہ میرا نکاح اس سے دس درم نہ ہوا، اگر قسم کھالے گا دس ۱۰ درم کی ڈگری ہوگی، اور انکار کیا تو پانچسوروپے دینے ہوں گے، اور اگر دس ۱۰ درم سے زائد پانچسوروپے دو ۲ دینار سے کم ہوا تو مرد وزن دونوں سے قسم ہائے مذکورہ لیں گے، اور اولٰی یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں، اگر وُہ قسم سے انکار کرے پانچسوروپے دو ۲ دینار دلائیں اور قسم کھائے تو عورت سے قسم لیں اگر وُہ انکار کرے دس درم پائے اگر وُہ بھی کھالے تو مہر مثل دلائیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار وردالمحتار ان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح (ای قبل الدخول او بعدہ کذا بعد الطلاق والدخول رحمتی) فالقول لمن شھد لہ مھر المثل بیمینہ وایّ اقام بینۃ قبلت سواء شھد مھر المثل لہ اولھا اولا وان اقاما فبینتھا مقدمۃ ان شھد لہ وبینتہ ان شھد لھا، لان البینات لاثبات خلاف الظاھر	تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا، یہ اختلاف قیامِ نکاح کے دوران ہوا ہو (یعنی قبل از دخول یا بعد از دخول اور یوں ہی یہ اختلاف طلاق ودخول کے بعد ہوا ہو، رحمتی) تو دونوں میں سے جس کی مہر مثل تائید کرے اس کی بات معتبر ہوگی اور ساتھ قسم بھی لی جائیگی، اور دونوں میں سے جس نے گواہ پیش کئے تو گواہی قبول کرلی جائے گی خواہ مہر مثل زوج یا زوجہ کی موافقت کرے یا نہ کرے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور

وان کان مھرالمثل بینھما تحالفا (والاولی البداء ةبتحلیف الزوج فایھما نکل لزمه دعوی الاخر) فان حلفا اوبرھنا قضی به(ای بمھر المثل) [1] اھ ملتقطا **قلت** وفی عبارة الدر ھٰھنا تقصیرنبه علیه الشامی وایضاح المسئلة فی الخانیة والھندیة وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	خاوند کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل بیوی کی تائید کرے کیونکہ گواہی خلافِ ظاہر کو ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور اگر مہر مثل دونوں کے دعووں کے بین بین ہے تو دونوں سے قسم لی جائے گی (بہتر ہے کہ پہلے خاوند کی قسم لی جائے، تو جو قسم سے انکار کرے اس پر دوسرے کا دعوٰی لازم ہو جائے گا) اور اگر دونوں نے قسم دے دی یا گواہ پیش کردئے تو پھر قاضی مہر مثل پر فیصلہ دے اھ ملتقطا **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں دُر کی عبارت میں کوتاہی ہے جس پر علامہ شامی نے توجہ دلائی ہے اور مسئلہ کی وضاحت خانیہ اور ہندیہ وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

مہر ازواج مطہرات حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کس قدر تھا؟ اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا کس قدر مع تعداد درہم و دینار و تطبیق سکّہ رائج الوقت ارشاد ہو اور وزن درہم و دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے؟ وبینوا توجروا

الجواب:

عامہ ازواج مطہرات وبنات مکرمات حضور پُر نور سیّد الکائنات علیہ وعلیھن افضل الصلٰوۃ اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔

مسلم فی صحیحه عن ابی سلمة قال سألت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنھا کم کان صداق النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قالت کان صداقه لازواجه ثنتی عشرة اوقیة ونش، قالت اتدری ماالنش،	صحیح مسلم شریف میں ہے ابوسلمہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی سے پوچھا کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے اپنی ازواج کیلئے بارہ اوقیہ (چالیس درہم فی اوقیہ) اور ایک نش مقرر فرمایا۔

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳-۲۰۲، ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۲-۳۶۱

قلت لاقالت نصف اوقیة فتلك خمس مائة دراھم[1] احمد والدارمی والاربعة عن امیرالمؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنه قال ماعلمت رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیه وسلم نکح شیئا من نسائه ولا انکح شیئا من بناته علی اکثر من اثنتی عشرة اوقیة[2]۔	تو آپ نے پُوچھا کہ تمہیں معلوم ہے نش کیا ہوتا ہے، میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں، تو یہ کل پانسو درہم ہوئے۔ امام احمد، دارمی اور سُنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے اپنی ازواج یا صاحبزادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو یہ مجھے معلوم نہیں۔ (ت)

مگر اُم المومنین اُمِّ حبیبہ بنت ابی سفیان خواہر جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم[3] کما فی سنن ابی داؤد (جیسا کہ سُنن ابی داوٗد میں ہے۔ت) دوسری میں چار ہزار دینار تھا[4]۔

فی المستدرك صححه الحاکم واقرہ الذھبی ولا یخالف ھذاامر من حدیثی ام المؤمنین وامیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھما فان ھذہ الامھار لم یکن من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بل من ملك الحبشة سیّدنا النجاشی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جیسا کہ مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا، اور یہ حضرت ام المؤمنین اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی کا مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ مہر حضور علیہ الصّلٰوۃ والسّلام نے مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے بادشاہ حضرت سیّدنا نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقرر کیا تھا۔ (ت)

اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر اقدس چار سو چاندی[5] علی ماذکر فی المرقاة الجزم به عن روضة الاحباب والمواھب (جیسا کہ مرقاۃ میں ذکر فرمایا کہ روضۃ الاحباب اور مواہب نے اس پر جزم کیا ہے۔ت) درہم شرعی کا وزن ۳ ماشے ۵-۱/۱ سرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوة

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۸
[2] جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۳۲
[3] سنن ابی داود کتاب النکاح باب الصداق آفتاب عالم پریس لاھور ۱/ ۲۸۷
[4] المستدرك للحاکم کتاب النکاح مہر ام حبیبہ دارالفکر بیروت ۲/۱۸۱
[5] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح فصل ثانی حدیث۔ ۳۳مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی کتاب الزکوۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور دینار ایک مثقال یعنی چار ۴ ماشے سونا، یہی وزن سبعہ ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے، فی تنویر الابصار کل عشرۃ دراھم وزن سبعة مساقیل[1] (تنویر الابصار میں ہے کہ ہر دس ۱۰ کا وزن سات مثقال ہے۔ت) اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی دس ۱۰ درہم کا تھا،

فی ردالمحتار فی الھدایة کل دینار عشرۃ دراہم فی الشرع قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرۃ کذاکان فی الابتداء[2]۔	ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ ہر دینار دس ۱۰ درہم ہے شرع، فتح میں فرمایا ہے کہ شرع میں ہر دینار کی قیمت دس ۱۰ درہم مقرر ہوئی جیسا کہ ابتداء میں تھا۔(ت)

یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ ۲ سُرخ ہے تو درہم اس کا ۲۵/۷ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ایک سو چھبیس روپیہ ۵۰ ۴ ہوا تو درہم روپے کا ۱۲۶/۱ ۵۰ ۴ یعنی ۲۵/۷ ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہے کہ معہ ۷ روپے برابر م عہ ۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۳-۴/۷ درم کے، ولہٰذا نصاب فضّہ کہ دوسو ۲۰۰ درم ہے اس درم ہ اس روپے سے ۵۶ آتی ہے صما ۵۰/ درمکے مالعہ ۱۴۰ ہوئے اور چار سو ۴۰۰ مثقال کے ایک سوساٹھ ۱۶۰ روپے، دس ۱۰ درہم اقل مقدارِ مہر ہے عا ۹/۱۲-۵/۳ پائی یعنی دوروپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصّہ پیسے کا، چار ہزار درم کے یہاں کہ سکّہ سے ایک ہزار ایک سو بیس ۱۱۲۰ روپے ہُوئے، اور ہر دینار دس ۱۰ درہم کا ہے، لہٰذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دوسو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہُوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس ۱۰ درم یعنی دو ۲ روپے بارہ ۱۲ آنے ۹-۵/۳ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا معہ ۷-۵/۷-۵/۳ پائی کا ہوا، یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزّوجل کے سوا کوئی نہیں کرسکتا وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[3] (اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے۔ت)

مسئلہ ۱۲: از بڑودہ گجرات کلاں محلّہ بھوتنی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤمائی بنت غلام حسین ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

عورت کا مہر سوا دس ہزار روپے کا ہے، مرد نے نان ونفقہ بند کرلیا ہے، عورت نے مہر کا دعوٰی کیا ہے، اس صورت میں مہر اسے دلایا جائے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۴

[2] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۸

الجواب:

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا تھا کوئی میعاد معین ٹھری تھی کہ اتنی مدّت کے بعد دیا جائے گا اور وُہ مدّت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعوی کرسکتی ہے اور مہر فوراً دلایا جائے گا، اور اگر کچھ مدّت مقرر نہ ہُوئی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف وعادت پر عمل ہوگا' اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعوی قابلِ سماعت ہے مہرا ابھی دلایا جائے، اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد وعورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دے دے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اُسی وقت ملے گا اس سے پہلے دعوی نہ سُنا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف [1]۔	مہر معجّل یا مؤجّل کی مدّت بیان کردی گئی ہو تو وہی مراد ہے ورنہ جو عرف میں ہو وہی مراد ہوگا (ت)

ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبہ مہر کا اختیار نہیں، ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضا میں ہے:

حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت والطلاق [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت بعد ثابت ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳: ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقتِ نکاح تصریح مہر معجّل ومؤجل نہیں ہُوئی تو کس وقت میں مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگا؟

الجواب:

جب طلاق یا زن وشوہر میں کسی کی موت واقع ہو اس وقت واجب الادا ہوگا اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کرسکتی،

هو المتعارف فی بلاد فی ردالمحتار حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہمارے علاقہ میں یہی متعارف ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق طلاق یا موت کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الهدایۃ فصل اقل المهر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

[3] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

مسئلہ ۱۴: از بڑودہ پہلی پلٹن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ
شرع محمدی حنفیّہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کردیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نفس عن غریمه او محی عنه کان فی ظل العرش یوم القیامة[1]۔رواه الامام احمد ومسلم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه والامام البغوی شرح السنة عن ابی قتادة رضی اللہ تعالٰی عنه وقال هذا حدیث حسن۔	جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کردے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔ (اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ت)

اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے در گزر کرتا تھا جب وُہ مرا اللہ تعالٰی نے اُس کے گناہوں سے در گزر فرمائی[2] رواه الشیخان عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) اور اُسے جنّت میں جگہ بخشی[3] رویاه عنه وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنهما (انہوں نے اس سے اور ابو مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) مولٰی تعالٰی نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے در گزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ لائق ہے کہ در گزر فرماؤں[4] رواه مسلم عن ابی مسعود وعن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنهما کلهم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اس کو مسلم نے ابومسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا

---

[1] مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دارالفکر ۵/ ۳۰۸

[2] صحیح مسلم کتاب اِمساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸

[3] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸

[4] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸

نکاح عمرو کے ساتھ کرنا چاہا، وقت نکاح کے وکیلِ نکاح نے تعداد مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو۲ دینار سُرخ ظاہر کی، اس پر عمرو کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعداد مہر کی بہت ہے، عمرو کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دسواں حصّہ اس کا ادا کرسکے، تعداد مہر کی کم کرنا چاہئے، وکیلِ نکاح نے جواب دیا کہ تعدادِ مہر کم کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، جبکہ اس مہر پر نکاح ہوگیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمرو کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ و نابالغہ ہونے ہندہ کے عمرو کو استمتاع وطی نہیں ہوا بعدہ، زید ہندہ کو بلا مرضی عمرو کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمرو کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دعوی بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے منجانب ہندہ کو بولایت پانے بوجہ نابالغی ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمرو سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کُل یا اس قدر پیشگی لیں گے جسے معجّل کہتے ہیں، نہ اُس کے ادا کے لئے کوئی میعاد معیّن کی جائے، مثلاً سال دوسال، یا جو قرار پائے، جسے موٴجل کہتے ہیں، تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا، جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بغیر تصریح تعجیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اتنا پیشگی دینا ہوگا، اور جہاں عرف یُوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جب تک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہوا اختیارِ مطالبہ نہ دیں گے۔ مختصر الوقایہ میں ہے

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[1]۔	اگر مہر معجّل و موٴجّل کی مدّت بیان کی گئی ہو تو بہتر ورنہ متعارف مراد ہوگا۔ (ت)

ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل وتاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے، پس صورتِ مسئولہ میں اگر وکیلِ نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وُہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پدرِ ہندہ بحالتِ نابالغی اور خود ہندہ بعد بلوغ تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عمرو سے کسی جزوِ مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتے، ردالمحتار میں ہے:

حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح[2]۔	بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ (ت)

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الهدایۃ فصل اقل المهر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

یہاں کہ وکیلِ نکاح نے وقتِ نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کردی بدرجہ اولٰی کسی کو اختیارِ مطالبہ نہیں۔
واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کاکہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی سے کہ اُسے اس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہوگیا، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عذر مرد کاکہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ، اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اُسے قبل از وضعِ حمل مباشرت اور اس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

وصح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ ولو من حربی او سیدھا المقربہ وان حرم وطؤھا اور دواعیہ حتی تضع[1]۔	زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے غیر زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ اسکی نصب ثابت ہوگی خواہ حربی سے یا مالک سے جب وُہ اقرار کرے اگرچہ زنا کی حاملہ سے نکاح جائز مگر جماع اور دواعی حرام ہیں جب تک وُہ بچّہ کو جنم نہ دے۔ (ت)

اور یہ عذر کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ کہ حاملہ، مہر کو ساقطنہ کرے گا کہ کفاءت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔ کتاب مذکور میں ہے:

لاتعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلاتغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	عورت کی طرف سے کفاءت نہیں کیونکہ خاوند کے لئے بیوی بستر بنتی ہے تو اسے کمتر مفروش سے رنج وغیظ نہیں آتا۔ صحیح مذہب میں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷:　　از ذخیرہ مسئولہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی

مولانا صاحب دام عنایتکم، سالم مسنون کے بعد عارض ہوں، ایک مسئلہ شرعی بتادیجئے، وُہ یہ ہے

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

کہ مہر کب واجب ہوتا ہے، اگر معجّل ہو تو کس وقت؟ خلوتِ صحیحہ مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں؟ اور خلوتِ صحیحہ کس کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مہر معجّل وُہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً اقرار پایا ہو خواہ از رُوئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری خواہ از روئے عرف جبکہ وُہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کراسکتا، اور مؤجّل وہ جس کے لئے کوئی میعاد معیّن قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال، یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اُس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ جامع الرموز میں ہے:

المهر المعجل والمؤجل ان بينا اى بين فى العقد كله او بعضه يكون معجلا او مؤجلا فذاك المبين واجب اداؤه على مابين[1]۔	مہر معجّل اور مؤجل اگر بوقت عقد بیان ہو چکے ہیں یعنی تمام یا بعض معجّل ہوگا یا مؤجّل ہوگا، تو اس بیان کے مطابق ادائیگی واجب ہوگی۔ (ت)

اور اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وُہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

من اول الفروع المذكورة فى كتاب القضاء قبل باب التحكيم مسئلة عدم سماع الدعوى بعد مرور كذا سنه. لامات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من وقت النكاح فلها طلب موخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النكاح[2]۔	کتاب القضاء میں تحکیم کے باب سے قبل سب سے پہلا جزئیہ یہ مذکورہ کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد دعوی قابلِ سماعت نہیں ہوتا، اس پر تفریع یہ ہے کہ نکاح کے وقت سے مثلاً بیس ۲۰ سال بعد خاوند فوت ہوجائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر شدہ مہر کے مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجل میں بیوی کو مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجل میں بیوی کو مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے نکاح کے وقت سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز باب المہر مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۸۳

[2] ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴

اسی طرح جس پارہ مہر یا کل مہر کی نسبت تعجیل وتاجیل کا کچھ ذکر نہ آیا وُہ بھی موت یا طلاق تک مؤجل ٹھہرے گا کہ ایسی صورت میں مدار عرفِ بلد پر ہے اور یہاں عام عرف شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعجیل مشروط نہ ہُوئی اُس کا مطالبہ تا وقت فرقت نہیں کیا جاتا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بیّنا فذاك والا فالمتعارف[1]۔	معجّل اور مؤجل کی مدّت بیان ہوچکی تو بہتر ورنہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا کہ کتنا مؤجل ہے یا معجّل۔(ت)

اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن وشو تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یُوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حِسّی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت وقابلیتِ صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز میں فرض یا ماہِ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذٰلك فی الخانیة والدر المختار وحواشیة (یہ تمام بحث خانیہ، درمختار اور اس کے حواشی میں ہے۔ت) اور خلوتِ صحیحہ وجوبِ مہر کی شرط نہیں، وجوبِ مہر تو عقدِ نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متاکد ہوجاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی وخلوتِ صحیحہ طلاق تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہوگئی کُل لازم آئے گا۔ نقایہ میں ہے:

یجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوة الصحیحة[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	نصف مہر، طلاق قبل از خلوتِ صحیحہ سے واجب ہوتا ہے اھ ملخصًا۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوتِ صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہوگئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی، اور زید درصورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے، اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہوجائے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کوئی جزو مہر کا بعد وقوع خلوتِ صحیحہ ذمہ شوہر سے ساقط نہیں ہوسکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۵

پرلازم، مگر ہندہ کو بوجہ تاجیل و وقوعِ خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر و منع نفس کااختیار حاصل نہیں، امام ابویوسف سے کہ مہر مؤجل میں تخیر منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس وو قوع وطی یاخلوت صحیحہ برضائے زوجہ پر محمول ہے کہ وُہ بعد از تسلیم مہر معجّل میں بھی اختیارِ منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تعجیل حق منع و مطالبہ مؤکد ہوچکا ہے پس مؤجل میں کہ ایسا نہیں بالاولٰی نہ دیں گے۔

فی الھدایۃ وللمرأۃ ان تمنع نفسھا حتی تاخذ المھر ای المعجل ولو کان المھر کلہ مؤجلا لیس لھا ان تمنع نفسھا لاسقاطھا حقھا بالتأجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بھا فکذٰلك الجواب عند ابی حنیفۃ وقالا لیس لھا ان تمنع نفسھا [1] انتھی ملخصا ومثلہ فی غیرھا من کتب الفقہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔	ہدایہ میں ہے: بیوی کو مہر معجّل کی صورت میں اپنے اسے خاوند کو منع کرنے کا حق ہوتا ہے تک وصول نہ کرے، اور اگر تمام مہر مؤجل ہو تو پھر اس کو اپنے سے خاوند کو روکنے کا حق نہیں کیونکہ اس نے مہر مؤجّل کرکے اپنے مطالبہ کا حق ساقط کردیا ہے جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، اس میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے اور مہر معجّل کی صورت میں اگر دخول ہوچکا ہو تو عورت کو منع کا حق ہے مہر معجّل وصول کرنے تک یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مسلک ہے۔ اس میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس کو اس کے منع کا حق نہیں ہے انتھٰی ملخصًا، اسی طرح دوسری کتب میں بھی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: ۲۵ محرم ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور اب کی دفعہ اُس نے اپنے شوہر کو مارا بھی، اگر شوہر مہر اُس کا ان وجوہ کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اُس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

وُہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہگار ہے، مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا، رکھنے نہ رکھنے کا مرد کا اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے دے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق نہ دے اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وُہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان و نفقہ واجب نہیں جب تک واپس نہ آئے

لانھا ناشزۃ ولا نفقۃ للناشزۃ وقال	کیونکہ نافرمان ہے اور اس کے لئے خاوند پر نفقہ

[1] ہدایہ باب المہر المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۱۴

تعالٰی فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	واجب نہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو پاس رکھو بھلائی سے یا ان کو چھوڑ دو بھلائی سے۔(ت)

مسئلہ ۲۰: از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب وقبول مہر فاطمی پر بلا تصریح وتعیین دراہم وسکّہ وغیرہ ہو یعنی بروقتِ نکاح صرف مہرِ فاطمی کا لفظ کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ مہر فاطمی پر جس کے اس قدر دراہم شرعی یا سکّہ رائج الوقت ہوتے ہیں تو اس صورت میں مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کرجائے گا بوجہ اختلافِ روایات کے جو دربارہ مہر جناب فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وارد ہیں۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

مہر فاطمی ہی رہے گا۔ ذخیرہ پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

واللفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیۃ مالو تزوجت بمثل مھر والزوج لایعلم مقدار مھرامھا فانہ جائز بمقدار مھرامھا الخ[2]۔	الفاظ بحر کے ہیں مہر مقررہ نہ ہونے کی یہ صورت نہیں ہے کہ بیوی کا مہر اس کی ماں کے مہر کے برابر ہو اور خاوند کو ماں کے مہر کا علم نہ ہو کیونکہ بیوی کی ماں کے مہر مقدار پر مہر رکھنا جائز ہے الخ(ت)

مہر اقدس حضرت سیّدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علی ابیہا الکریم وعلیہا وسلّم میں اگرچہ روایات بظاہر مختلف ہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی اُن سب میں تطبیق بروجہ نفس ودقیق حاصل ہے **فاقول: وباللہ التوفیق** اس بارے میں روایات مسندہ معتد بہا تین ۳ ہیں:

اوّل یہ کہ مہر مبارک درم ودینار نہ تھے بلکہ ایک زِرہ کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی،

اخرج ابن سعد فی طبقاتہ اخبرنا خالد بن مخلد ثنا سلیمٰن ھو ابن بلال ثنی جعفر بن محمد عن ابیہ	ابن سعد نے طبقات میں تخریج کی ہے کہ خالد بن مخلد نے بیان کیا ان کو سلیمان ابن بلال نے حدیث بیان کی جعفر بن محمد نے اپنے والد سے بیان کیا حضرت

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[2] بحرالرائق باب المھر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۴۶

اصدق علی فاطمة درعا من حديد وعن عازم عن حماد بن زيد عن ايّوب عن عكرمة ان النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال لعلی حين زوجه فاطمة اعطها درعك الحطمية[1]. قال الحافظ فی الاصابة هذا مرسل صحيح الاسناد[2]، وابوداؤد فی سننه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال لما تزوج علی فاطمة رضی الله تعالٰی عنهما قال له رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اعطها شيئا قال ماعندی شئی قال اين درعك الحطمية[3]۔ واحمد فی مسند ہ من طريق ابن ابی نجيح عن قبيه عن رجل سمع عليا يقول اردت ان اخطب الی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ابنته فقلت مالی من شيئی ثم ذكرت صلته وعائدته وخطبتها اليه	علی کرم وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر ایک لوہے کی درع دی، عازم سے انہوں نے حماد بن زید سے انہوں نے ایوب سے انہوں نے عکرمہ سے بیان کی کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے جب حضرت فاطمہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نکاح کیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا تُو اپنی خطمی درِع (تلواروں کو توڑنے والی زرہ) مہر میں دے دے۔حافظ نے اصابہ میں کہا یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نکاح کیا تو فرمایا: اس کو مہر میں کُچھ دو۔تو انہوں نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔تو حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے فرمایا: تیری خطمی زرہ کہاں ہے؟احمد نے اپنی مسند میں ابن ابی نجیح وہ اپنے والد اور انہوں نے ایک ایسے شخص سے روایت کیا جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا ہے کہ وُہ فرمارہے تھے کہ میرا ارادہ ہُوا کہ میں حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام سے آپکی صاحبزادی کا رشتہ طلب کروں تو مجھے خیال آیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں، پھر مجھے آپ کی شفقت اور مہربانی یاد آئی، پس میں نے رشتہ طلب کیا تو

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر بناتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار صادر بیروت ۸/۲۱

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۸۳۰ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا دار صادر بیروت ۴/ ۳۷۷

[3] سُنن ابوداؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۸۹

فقال وھل عندك شئی،قلت لا،قال فاین درعك الحطمیة التی اعطیتك یوم کذاوکذا،قلت ھو عندی،قال فاعلطھا ایاہ[1] ابن اسحٰق فی السیرۃ الکبرٰی حدثنی ابن نجیح عند مجاھد عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ انہ خطب فاطمة رضی اللہ تعالٰی عنھا فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل عندك من شیئی،قلت لا،قال فما فعلت الدرع التی سلحتکھا یعنی من مغانم بدر[2]۔	آپ نے فرمایا:کیا تیرے پاس کچھ ہے؟میں نے عرض کیا کچھ نہیں تو فرمایا تیری خطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تجھے اسلحہ کے طور پر فلاں موقعہ(یعنی بدر کے روز)غنیمت میں سے دی تھی؟میں نے عرض کیا:وہ میرے پاس ہی ہے۔توآپ نے فرمایا:وہ اسے دے دو۔ابن اسحاق نے سیرت کبرٰی میں یُوں بیان کیا کہ ابن نجیح نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ،نے کہا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منگنی کی تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نےپُوچھا پاس کُچھ ہے نے کہا:کچھ نہیں۔تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا:تیری وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تجھے بدر کی غنیمت میں سے دی تھی۔(ت)

دوم چار سو اسی ۴۸۰ درم تھے،

اخرجه الائمة احمد فی المناقب وابوداؤد ابوحاتم الرازی وابن حبان فی صحیحه کلھم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بعضھم اتم سیاقامن بعض،قال جاء ابوبکر ثم عمر یختبان فاطمة الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم،فسکت ولم یرجع الیھما شیئا فانطلقا الی علی رضی اللہ تعالٰی عنه یأمرانه بطلب ذٰلک	امام احمد نے مناقب میں اور ابوداؤد اور ابوحاتم رازی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں،ان تمام نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا بعض کا سیاق بعض سے اتم ہے،انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا رشتہ مانگنے آئے تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا،تو یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے انہیں رشتہ

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از علی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۸۰

[2] السنن الکبرٰی مروی عن محمد بن اسحٰق کتاب الصدق دار صادر بیروت ۷/ ۲۳۵

قال علی فنبھانی لامر کنت عنه غافلا فقمت اجر ردائی حتی اتیت النبی صلی اللہتعالٰی علیه وسلم فقلت تزوجنی فاطمة،قال عند شیئی،فقلت فرسی وبُدنی،قال امافرسك فلابدلك منها واما بدنك فبعها فبعتها باربع مائة وثما نین درهما فجئته بها فوضعتها فی حجره صلی اللہتعالٰی علیه وسلم فقبض منها قبضه فقال ای بلال ابتع بها لنا طیبا وامرهم ان یجهزوها فجعل لها سریرامشرطا بالشرط ووسادة من ادم حشوها لیف وقال لعلی اذا اتتك فلا تحدث شیئا حتی اٰتیك فجاء ت مع ام ایمن حتی قعدت فی جانب البیت وانا فی جانب وجاء رسول اللہ صلی اللہتعالٰی علیه وسلم الحدیث[1]،وفی الخمیس فی روایة خطبها فزوجها النبی صلی اللہتعالٰی علیه	طلب کرنے کو کہا تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے ایسے معاملے کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا تو میں فورًا چادر سنبھالتے ہوئے اٹھا حتٰی کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! فاطمہ کا نکاح مجھ سے کردیں۔آپ نے پوچھا: تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: گھوڑا ہے اور ایک اونٹ ہے گھوڑا تو تیرے لئے ضروری ہے لیکن اُونٹ کو فروخت کردو۔تو میں نے اس کو چار سو اسّی ۴۸۰ درہم میں فروخت کردیا وُہ آپ کے پاس لاکر میں نے آپ کی گود میں ڈال دئے۔تو آپ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر اٹھا کر فرمایا:اے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ! اس کی خوشبو خرید لاؤ۔اور فرمایا:اس رقم سے جہیز تیار کرو۔تو ایک بُنی ہُوئی چار پائی اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجی بھری تھی تیار کئے،تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:اے علی! جب تیرے پاس فاطمہ پہنچ جائے تو کوئی بات نہ کرنا جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔تو حضرت فاطمہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ہمراہ آئیں حتی کہ وہ کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور دُوسری جانب مَیں تھا تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے آئے،الحدیث۔اور خمیس ہے کہ ایک روایت ہے کہ منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے

[1] کنزالعمال بحوالہ مسند انس حدیث مؤسسة الرسالة بیروت ۸۵/۱۳ - ۶۸۴

وسلم علی اربعمائة وثمانین درھما [1] الخ وفیه قیل انه باع الدرع باثنتی عشرۃ اوقیة والاوقیة اربعون درھم وکان ذٰلك مھر فاطمة من علی رضی اللہ تعالٰی عنھما [2]۔	نکاح کردیا اور مہر چارسواسّی ۴۸۰ درہم تھا، اور خمیس میں یہ بھی کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے زرہ فروخت کی بارہ اوقیہ کے عوض میں۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تھا(ت)

سوم چارسو مثقال چاندی،

اخرج الحافظ رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی لاحاکمی وابوعلی الحسن بن شاذان عن انس ایضا رضی اللہ تعالٰی عنه فی حدیث طویل قال فیه فی خطبة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثم ان اللہ تعالٰی امرنی ان ازوج فاطمة من علی ابن ابی طالب فاشھدوا انی قدزوجته علی اربع مائة مثقال فضة ان رضی بذٰلك علی ثم دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بطبق من بسرثم قال انتھبو افانتھبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی وجھه ثم قال ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجك فاطمةعلی اربعمائة مثقال فضة ارضیت بذالک، فقال قدرضیت بذالك یا رسول اللہ، فقال صلّی اللہ تعالٰی علیه وسلم جمع اللہ	حافظ رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل قزوینی حاکمی اور ابوعلی حسن بن شاذان نے بھی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا طویل حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کردوں، تو گواہ ہوجاؤ کہ میں نے یہ نکاح چارسو مثقال چاندی پر کردیا ہے بشرطیکہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضور علیہ الصّلٰوۃوالسلام نے بُسر کھجوروں کا بڑا ٹوکرا طلب فرمایا اور فرمایا: اس میں سے چن چن کر کھاؤ۔ تو ہم نے کھائیں۔ اتنے میں حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آمد پر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح تجھ سے کروں چارسو مثقال چاندی پر، کیا تو راضی ہے؟ تو حضرت علی نے عرض کیا: میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ الصّلٰوۃوالسلام نے دُعا کرتے ہوئے

[1] تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمه رضی اللہ تعالٰی عنھا موسسة شعبان بیروت ۱/ ۳۶۱

[2] تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمه رضی اللہ تعالٰی عنھا موسسة شعبان بیروت ۱/ ۳۶۲

شملکما واعزجدکما وبارك علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا، قال انس فواللہ لقد اخرج منھما الکثیر الطیب[1]، ورواہ ابن عساکر نحوہ من طریق محمد بن شھاب بن ابی الحیاء عن عبدالملك بن عمر عن یحیٰی بن معین عن محمد بن دینار عن ھشیم عن یونس بن عبد عن الحسین عنھما وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکرہ محمد بن طاھر فی تکملۃ الکامل بن عدی کمانقلہ الحافظ فی لسان المیزان۔	فرمایا: اللہ تعالٰی تم دونوں کے حال متفق فرمائے اور تمہاری بزرگی کو باعزّت بنائے اور تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے اور تم میں سے اللہ تعالٰی کثیر طیّب پیدا فرمائے۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اللہ تعالٰی نے ان دونوں سے کثیر طیّب پیدا فرمائے۔ اور ابن عساکر نے اسی طرح کی روایت محمد بن شہاب بن ابوالحیا سے انہوں نے عبدالملک بن عمر سے انہوں نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے محمد بن دینار سے انہوں نے ہشیم سے انہوں نے یونس بن عبد سے انہوں نے حسین سے انہوں نے انس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے، اس کو محمد بن طاہر (بن القیسرانی) نے تکملہ کامل بن عدی میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ اس کو حافظ نے لسان المیزان میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

ان کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ پانسودرم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا،

نقلھا فی الرحمانیۃ عن بعض حواشی شرح الوقایۃ۔	ان دونوں روایتوں کو شرح وقایہ کے بعض حاشیوں سے رحمانیہ میں نقل کیا ہے (ت)

یا انیس ۱۹ مثقال ذہب،

ذکرہ فی المرقاۃ انہ اشتھر بین اھل مکّۃ قال ولا اصل لہ[2]۔	اس کو مرقاۃ میں ذکر کیا ہے کہ یہ اہل مکّہ میں مشہور ہے جس کی کوئی اصل نہیں (ت)

سب بے اصل ہیں۔

امّا ما حاول القاری من توجیہ ھذا المشھور بقولہ اللھم الا ان یقال ان ھذا المبلغ قیمۃ درع علی رضی اللہ	لیکن ملّا علی قاری نے جو اس روایت کی مشہور توجیہ اپنے اس قول سے فرمائی، مگر یہ ہوسکتا ہے کہ یُوں کہا جائے کہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زرہ کی یہ

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ حدیث انس رضی اللہ عنہ زواج علی من فاطمہ رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۵

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

تعالٰی عنه [1] **فاقول**: لایلتئم لما علمت انها بیعت باربعمائة وثمانین درهما تسعة عشر مثقالا من الذهب لاتبلغ بسعرذاك الزمن المبارك الامائة وتسعین درهما اذکل دینار مثقال وکل دینار بعشرة دراهم نعم یجوز ان یکون هذا التقدیر ببعض الاسعار الواقعة فی البلدة الکریمة فی بعض الازمنة المتأخرة واللّٰه تعالٰی اعلم، وکذاماحاول هو رحمه اللّٰه تعالٰی من الجمع بین تقدیری الدراهم والمثاقیل بان عشرة دراہم سبعة مثاقیل مع عدم اعتبار الکسور [2]۔ **فاقول**: لایتجة ایضا فان اربعمائة مثقال فضة علی هذا خمس مائة واحد وسبعون درهما کسر، واربع مائة وثمانون درهما ثلث مائة ستة وثلاثون مثقالا فلکسر فی الاول ازید من النصف فلایحذف وفی الثانی اقل فلایرفع علی انه لامعنی یحذف وفی الثانی اقل فلایرفع علی انه لامعنی لاسقاط الزیادة فی الدراہم والقصر علی ثمانین بلا لو کان لقیل خمسمائة کام لایخفی فلیتأمل لعل لکلامه وجها اٰخر۔	قیمت تھی۔ **فاقول**: (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بنتا نہیں جیسا کہ تجھے معلوم ہوچکا کہ وہ زرہ چار سو اسّی ۴۸۰ درہم مین فروخت ہوئی تھی جب کہ ۱۹ مثقال سونا اس زمانہ مبارک کے بھاؤ سے صرف ایک سونوے ۱۹۰ درہم کا بنتا ہے، کیونکہ ایک دینار مثقال کا اور ہر دینار دس ۱۰ درہم کا تھا، ہاں ہوسکتا ہے کہ یہ اندازہ بعد کے زمانے میں مدینہ منورہ کے کسی بھاؤ کا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔ اور یونہی ان کی وُہ تاویل جس میں وُہ درہم اور مثقال کے وزنوں کو جمع کرتے ہُوئے فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دس ۱۰ درہم سات ۷ مثقال میں کچھ کسریں ہوں جن کا اعتبار نہ کیا گیا ہو **فاقول**: (تو میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی قابلِ توجہ نہیں کیونکہ اس طرح چارسو ۴۰۰ مثقال چاندی پانچسو اکہتر ۵۷۱ درہم اور کچھ کسر ہوتے ہیں اور چار سو اسّی ۴۸۰ درہم تین سو چھتیس ۳۳۶ مثقال ہیں تو پہلے میں کسر نصف سے زائد ہوئی جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور دوسرے میں نہایت ہی کم ہے تو اس کو قابل لحاظ نہیں کہا جاسکتا، اس کے علاوہ دراہم میں زیادتی کو ساقط کرنے اور صرف اس ۸۰ پر اکتفا کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے بلکہ اگر ایسا ہوتا تو پُورا پانچسو ۵۰۰ کہنا چاہئے تھا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، غور کرو، ہوسکتا ہے انکے کلام کی کوئی دوسری وجہ بن سکے (ت)

اب بتوفیقہ تعالٰی توفیق سُنئے، پہلی دو ۲ روایتوں میں وجہِ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سو اسّی ۴۸۰ کو بکی، اب چاہے کہئے خواہ اتنے درم، حافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ طبرین نے دونوں روایت میں اسی طرح توفیق کی، ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی میں فرماتے ہیں:

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

اختلف فی صداقھا رضی اللہ تعالٰی عنھا کیف کان فقیل کان الدر ولم یکن اذ ذاک بیضاء ولا صفراء وقیل کان اربع مائۃ وثمانین وورد مایدل لکلا القولین ویشبہ ان العقد وقع علی الدرع وانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعطاھا علیا لیبیعھا فباعھا واتاہ بثمنھا فلا تضاد بین الحدیثین[1] اھ ملخصا	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مہر کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا تھا، بعض نے کہا کہ زرہ تھی اور درہم یا دینار نہ تھے اور بعض نے کہا کہ چار سواسّی ۴۸۰ درہم تھے۔ دونوں باتوں پر دلالت کرنیوالی مناسب اور مشابہ بات یہ ہے کہ نکاح کا انعقا زرہ پر ہُوا اور بعد میں حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے وہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی کہ فروخت کردو، تو اُنہوں نے فروخت کرکے قیمت آپ کو پیش کردی، تو دونوں حدیثوں میں تضاد نہ رہا اھ ملخصًا (ت)

اور پُر ظاہر کہ روایت مسندہ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق کے شاہد ہیں ولہٰذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کلام طبری نقل کرکے فرمایا:

ھذا الجمع مدلول الحدیث السابق[2]۔	یہ پہلی حدیث کا مدلول ہے جو دونوں کو جمع کرتا ہے۔ (ت)

اور روایت ثالثہ سے ان کی یُوں کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہرِ معجّل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا گیا۔

قلت ویشھد لہ ایضا الحدیث المذکور حیث ذکر انہ جاء بالدراھم فامر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشراء الطیب وان تجھز وقال لعلی ماقال فان ذٰلک انما کان حین زفت لاحین العقد کما لایخفی۔	میں کہتا ہوں کہ اس پر مذکورہ حدیث بھی شاہد ہے، جس میں ذکر ہُوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دراہم پیش کئے تو حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے خوشبو اور جہیز خرید نے کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو گفتگو فرمائی وُہ زفاف کے وقت ہے نہ کہ نکاح کے وقت کی، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت فرماتے ہیں **دفعھا الیھا مھرا معجلا**[3] یہ مہر معجّل کے طور پر دی گئی تھی۔ ت) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبٰی ذکر تزویجِ علی بفاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبٰی ذکر تزویجِ علی بفاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۶

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۶۰

ان العادة عندھم کان تعجیل بعض المھر قبل الدخول،حتی ذھب بعض العلماء الی انه لاید خل بھا حتی یقدم شیئا لھا،نقل عن ابن عباس وابن عمر والزھری وقتادہ تمسکابمنعه صلی اللہتعالٰی علیه وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس(رضی اللہتعالٰی عنھما)ان علیا رضی اللہتعالٰی عنه لما تزوج بنت رسول اللہصلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اراد ان یدخل بھا فمنعه رسول اللہ صلی اللہتعالٰی علیه وسلم حتی یعطیھا شیئا فقال یارسول اللہلیس لی شئی فقال"اعطھا درعک"فاعطا ھا درعه ثم دخل بھا اللفظ لابی داؤد و رواہ النسائی ومعلوم ان الصداق کان اربع مائة درھم وھی فضة[1] الخ **قلت** وحدیث ابی داؤد کماتری نص صریح لایقبل التاویل ان ھذاکان حین البناء ومعلوم ان البناء کان بعد عدة اشھر من حین العقد،ثم الروایة الثالثة مصرحة بان العقد وقع علی اربعمائة مثقال فضة ولیس فی الروایات الاولی مایصرح بصدور العقد علی الدرع ومن مارس	ان کے ہاں عادت تھی کہ مہر کا کچھ حصّہ دخول س قبل معجّل طور پر دے دیا جاتا تھا، حتی کہ بعض علماء نے اسی بناء پر فرمایا کہ پہلے کچھ ادائیگی کے بغیر دخول جائز نہیں۔ابن عباس،ابن عمر،زہری، قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول کو وُہ حضرت علی کو حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام کے منع فرمانے کی دلیل قرار دیتے ہیں جس اس روایت میں ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو انہوں نے دخول کا ارادہ فرمایا تو حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے ان کو پہلے کچھ ادا کئے بغیر دخول سے منع فرمایا، تو اُنہوں نے عرض کی میرے پاس تو کچھ نہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ اپنی زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دو۔چنانچہ انہوں نے زرہ دے دی اور اس کے بعد دخول کیا۔یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں' اور اسی کو نسائی روایت کیا ہے۔اور یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سودراہم تھا جو کہ چاندی ہے الخ **قلت**(میں کہتا ہوں)ابوداؤد والی حدیث صریح نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ واقعہ بناء یعنی دخول کا ہے جس کے متعلق معلوم ہے کہ وُہ نکاح سے چند ماہ بعد ہوا ہے۔پھر تیسری روایت تصریح کر رہی ہے کہ نکاح چار سو مثقال چاندی ہُوا ہے،اور پہلی روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا ہے۔جو شخص حدیث میں

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل اول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۵۶

الاحادیث علم ان الرواۃ ربما یختصرون الاشیاء فلابد من ردالمحتمل الی المنصوص والجمع متعین مھما امکن فکیف وھو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق کان اربع مائۃ درہم استشکلہ فی المرقاۃ لمخالفتہ لحدیثی المثاقیل والدراھم جمیعا۔ **اقول:** ولا اشکال فان الدراھم کانت مختلفۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعھد ابی بکر ن الصدیق الی زمن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فمنھا ماکان زنۃ مثقال ومنھا دون ذٰلک ثم ان عمر ھوالذی درھا الٰی وزن سبعۃ فی رد المحتار عن الطحطاوی عن منح الغفار اعلم ان الدراھم کانت فی عھد عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مختلفۃ فمنھا عشرۃ دراھم علی وزن عشرۃ مثاقیل وعشرۃ علی ستۃ مثاقیل وعشرۃ علی خمسۃ مثاقیل فاخذ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من کل نوع ثلثا کی لاتظھر الخصومۃ فی الاخذ والعطاء فالمجموع سبعۃ ولذا کانت الدراھم العشرۃ وزن سبعۃ[1] اھ ملخصا۔ وفی خزانۃ المفتین برمزظ لفتاوی الامام ظھیر الدین ان الاوزان فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	ممارست رکھتا ہے وُہ جانتا ہے کہ راوی حضرات بعض چیزوں کو مختصر کر جاتے ہیں، تواس لئے ضروری ہے کہ قابل احتمال کو منصوص کی طرف پھیرا جائے جبکہ مختلف روایات کو حتی الامکان جمع پر محمول کرنا طے شدہ بات ہے، یہ بات بالکل واضح ہے پھر محقق کا یہ قول کہ یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو درہم تھے اس کو مرقاۃ میں مشکل قرار دیا کیونکہ مثقال اور دراہم والی دونوں حدیثوں میں اس کی مخالفت ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) کوئی اشکال نہیں کیونکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے عہد اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد تک مختلف دراہم تھے تو کچھ کا وزن ایک مثقال اور کچھ کا اس سے کم تھا، پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انکو ایک وزن سبعہ پر مقرر کیا۔ ردالمحتار میں طحطاوی سے انہوں نے منح الغفار سے نقل کیا کہ جاننا چاہئے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد میں دراہم مختلف تھے بعض دس ۱۰ درہم کا وزن دس ۱۰ مثقال تھا اور بعض دس ۱۰ کا چھ مثقال، اور بعض دس ۱۰ کا وزن پانچ مثقال تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تینوں قسموں میں سے ہر ایک کا ثلث لیا تاکہ لینے دینے میں جھگڑا نہ ہو، تو مجموع کا وزن سات ہُوا اس لئے دس درہم کا وزن سات مثقال قرار پایا اھ ملخصًا۔ اور خزانۃ المفتیین ظ کے رمز سے امام ظہیر الدین کے فتاوٰی کی طرف اشارہ کیا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد میں وزن مختلف تھے، بعض دراہم بیس ۲۰ قیراط تھے

[1] ردالمحتار باب زکوٰۃ المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸و۲۹

وعهد ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه کانت مختلفة فمنها ماکان الدرهم عشرون ماکان عشرة قراریط وهو الذی یسمی وزن خمسة، ومنها ماکان اثنی عشر قیراط وهو الذی یسمی وزن ستة فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه طلبوا منه ان یجمع الناس علی نقد واحد فاخذ من کل نوع [1] الخ ومن الدلیل علی ذٰلك ان المحقق جعل الدرع ماعجل من المهر وقد بیعت بار بع مائة وثمانین فکیف یکون المعجل من اربع مائة اربع مائة وثمانین۔	اور بعض کا وزن ۱۰ دس قیراط تھا جن کو پانچ کا وزن کہتے تھے، اور بعض کا وزن بارہ ۱۲ قیراط تھا جن کو چھ کا وزن کہتے تھے، تو جب عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عہد آیا تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایک سکّہ ہونا چاہئے تو آپ نے ہر ایک میں سے کچھ لیا الخ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محقق علیہ الرحمۃ نے زرہ کو مہر معجّل قرار دیا جو کہ چار سواسّی ۴۸۰ دراہم میں فروخت ہُوئی، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کل چار سو ۴۰۰ میں سے چار سواسّی ۴۸۰ معجّل ہوں۔ (ت)

پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقدِ اقدس واقع ہُوا چار ۴۰۰ مثقال چاندی تھی۔ ولہٰذا علماءِ سیر نے اس پر جزم فرمایا، مرقاۃ میں ہے،

ذکر السید جمال الدین المحدث فی روضة الاحباب ان صداق فاطمة رضی اللہ تعالٰی عنها کان اربع مائة مثقال فضه وکذا ذکره صاحب المواهب [2] الخ۔	سیّد جمال الدین محدّث نے روضۃ الاحباب میں ذکر کیا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ اسی کو صاحبِ مواہب نے ذکر کیا ہے الخ۔

زرہ برسمِ پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکمِ اقدس چار سواسّی ۴۸۰ درم کو بکی،

وبه ظهر ما فی العلامة المحب الطبری یشبه ان العقد وقع علی الدرع وانما حقه ان یقال ان المعجل کانت الدرع ولعل حامله علیه ذهوله عن	اس سے علّامہ محب طبری کے قول پر اعتراض بھی واضح ہوگیا جو انہوں نے کہا کہ "حق کے مشابہ یہ ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا" جبکہ حق بات یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ زرہ مہر معجّل تھی، ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ

[1] خزانۃ المفتین فصل فی مال تجارۃ قلمی نسخہ ۱/۱۴۱و۱۴۲

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۶۰

حدیث المثاقیل المصر اھ بان العقد انما وقع علیھا لاعلی الدرع ولاعلی الدراھم ولذا لم یذکر الاقولین کما رأیت۔	انداز اس حدیث سے ذہول کی وجہ سے اختیار کیا جس میں مثاقیل کے باری میں تصریح ہے کہ نکاح ان پر ہُوانہ کہ زرہ پر،اور نہ ہی دراہم پر ہوا۔اسی لئے انہوں نے صرف دو ۲ قول ہی ذکر کئے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے(ت)

مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے،اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے،تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ "۱۶۰" روپے ہُوئے **فاحفظه فلعلك لاتجد هذاالتحریر فی غیر هذاالتحریر** (اس کو محفوظ کرلو' ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ تحریر دوسری جگہ نہ ملے۔ت) **واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱: از پیلی بھیت محلّہ بشیر خاں مسئولہ احمد حسین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۳صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا،اُس کے بعد نکاح کنندہ کو معلوم ہُوا کہ اُس عورت کے باپ سے مجھ کو رشتہ شِیر خوار گی ہے یعنی میری ماں نے اس کے باپ کو دُودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عدم واقفیت ہمبستری بھی ہو گئی،ایسی صورت میں نسبت جواز نکاح کے کیا حکم ہوگا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائے گا؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ امر مذکور معلوم وثابت ہولیا تو ظاہر ہُوا کہ وُہ عورت اس شخص کی بھتیجی ہے اور نکاح ناجائز وفاسد،

فی ردالمحتار یحرم من الرضاع اصوله وفرعه وفروع ابویه وفروعه[1]۔	ردالمحتار میں ہے کہ رضاعت سے اس کے اصول وفروع اور اس کے والدین کے فروع اور فروع کے فروع ہو جاتے ہیں۔(ت)

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے ترک کردے اور اُس جُدا ہو جائے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا تیرے نکاح کو ترک کیا،

فی ردالمحتار فی البزازیة المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الابا لقول کخلیت سبیلك او ترکتك[2] الخ۔	ردالمحتار میں ہے،بزازیہ میں ہے کہ نکاح فاسد میں دخول کے بعد متارکہ کہ صرف قول(مثلاً میں نے تیرا راستہ آزاد کیا یا تجھے چھوڑ دیا ہے) سے ہوتا ہے الخ(ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۹

[2] ردالمحتار باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲-۳۵۱

اور ازانجا کہ ہمبستری یعنی مجامعت واقع ہولی عورت کے لئے مہر مثل تمام وکمال لازم آیا اگرچہ مہر مسمّٰی سے زائد ہو، نکاح فاسد میں ضرور یہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا تو لازم تو مہر مثل ہی آئے گا مگر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائے گا، مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہر مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلائے جائیں گے اور مہر مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اُسی قدر دلائیں گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنٰی ہیں ازاں جملہ نکاح محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد وطی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمّٰی سے زائد ہو مسمّٰی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے۔

فی تنویرالابصار، یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لابغیرہ ولم یزد علی المسمی[1]۔ واﷲ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔	تنویرالابصار میں ہے: نکاح فاسد میں مہر مثل صرف جماع سے لازم آتا ہے کسی غیر جماع سے نہیں، وُہ مہر مثل بھی مقرر سے زیادہ نہ ہو۔ واﷲ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲: ۵ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایّام نابالغی میں زید کے ساتھ ہُوا اور نکاح کے روز سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہوئی اس صورت میں ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

سائل مظہر کہ زن وشو نے انتقال کیا اور اُن میں ایک کا مرجانا بھی مہر کو مؤکد کرتا ہے، پس صورتِ مذکورہ میں کُل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وُہ نکاح لازم واقع ہُوا جیسا کہ اَب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور پیش از رد، احدالزوجین کا انتقال ہوگیا۔

فی الدرالمختار، یتأکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما[2] الخ۔	درمختار میں ہے: وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت سے مہر لازم ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر نکاح منعقد ہی نہ ہُوا تھا جیسے غیر اَب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کردیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے' یا موقوفاً منعقد ہُوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷

اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالتِ ولایتِ پدر اُس کے غیر نے بے اسکی اجازت نکاح کر دیا اور ہنوز باپ نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت مین اصلاً کُچھ مہر وغیرہ نہ ملے گا۔

فی ردالمحتار، المھر کما یلزم جمیعه بالدخول والخلوۃ کذٰلك بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذٰلك فتیسقط لان العقد اذا انفسخ یجعل کانه لم یکن نھر اھ[1] مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے کہ جس طرح دخول اور خلوتِ صحیحہ سے پورا مہر لازم ہوجاتا ہے ایسے ہی دونوں میں سے کسی کی موت قبل از دخول سے بھی لازم ہوجاتا ہے، اگر مذکورہ صورتیں نہ واقع ہُوئی تو مہر ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ جب نکاح فسخ ہو تو وُہ کالعدم ہوجاتا ہے، نہر اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳: ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اُس عورت کو مرد کے قابل نہ پایا، اُس کے جسم میں ہڈی ہے، ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دے دی، اب اس کا مہر دینا واجب ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا۔ درمختار میں ہے:

یجب نصفه بطلاق قبل وطء اوخلوۃ[2]۔	طلاق قبل از خلوت سے نصف مہر لازم ہوتا ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

الخلوۃ بلامانع کرتق التلاحم (وقرن) عظم (وعفل) غدۃ (کالوطء تأکد المھر[3] اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم	خلوت ایسی کہ جہاں کوئی مانع نہ ہو۔ مثلاً شرمگاہ میں گوشت پُر ہوجائے، ہڈّی ہوجائے، غدود ہوجائے ان موانع کے بغیر خلوت ہو تو وہ وطی کے حکم میں ہے مہر لازم ہوجاتا ہے اھ ملتقطا (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۷

[2] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۷

[3] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۹

مسئلہ ۲۴: از ریاست ریواں محلّہ گھو گھر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چابک سوار ۱۰صفر ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو باشتباہِ زنا اپنے مکان سے نکال دیا، چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقًانہ دیا، قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے کہ جلسہ واحد میں تین طلاق دئے مگر نہ رُوبرو عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا ـصہ ؎ پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی ـصہ بعوض دین مہر رجسٹری کرا کر دخل دے دیا تھا' اب بے دخل کرکے نکال دیا اپنے دئے ہُوئے زیورات کا مسمّاۃ سے بجبر واکراہ بنالش کچہری دعویدار ہے۔ پس صورتِ مسئولہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیاء از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنوادیا تھا جبرًا واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتبِ معتبرہ مع ترجمہ عبارتِ عربی جلد مرحمت فرمایا جائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، عورت کے رُوبرو ہونا کچھ شرط نہیں، قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھامِلک عورت ہے عورت بذریعہ نالش واپس لے سکتی ہے، علاوہ مہر جو اشیاء مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وُہ چیزیں زید نے ہندہ کو ہبہ کردی تھیں تو زید ان کی واپسی کا اختیار نہیں رکھتا۔ فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا وھب ازوجین لصاحبہ لایرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما[1]۔	جب میاں بیوی نے ایک دُوسرے کو کوئی ہبہ دیا تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ بعد کو نکاح منقطع ہو جائے۔ (ت)

یُونہی جس چیز کی نسبت اُس کی مالک سمجھی جاتی ہے اُس میں بھی زید کو اختیارِ واپسی نہیں۔ علماء فرماتے ہیں: **المعھود عرفاً کالمشروط نصًا** (عرف میں ثابت ایسے ہے جیسا کہ نص کرکے مشروط کیا ہو۔ ت) مگر جبکہ اس قسم دوم کی چیز میں زید گواہان شرعی سے ثابت کردے کہ میں نے دیتے وقت جتادیا تھا کہ برتنے کے لئے دیتا ہوں تجھے مالک نہیں کرتا، توالبتہ وُہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وُہ بالجبر واپس لے سکتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: **الصریح یفوق الدلالۃ** (صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ ہر وُہ چیز کہ شوہر نے دی اور تملیک صراحۃً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہُوئی اس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی الرجوع فی الھبۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۶

جبراً واپس لے سکے گا اور بلاتملیک شوہر عورت کے برتنے، پہننے، استعمال کرنے سے مِلک عورت ثابت نہیں ہوسکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکمِ نفقہ شوہر پر واجب ہوچکا ہو وُہ دے کہ اگر دعوٰی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا اس میں شوہر کا قول معتبر ہونا چاہیے۔ عقودالدریہ میں ہے:

قال فی البحر وفی البدائع اقرت بالزوجها ثم ادعت الانتقال الیها لایثبت الانتقال الابالبینة اھ. ولابد من بینة علی الانتقال الیها منه بهبة او نحو ذٰلك ولایکون استمتاعها بمشریه ورضاه بذٰلك دلیلا علی انه ملکها ذٰلك کما تفهمه النساء والعوام وقدافتیت بذٰلك مرارا. وینبغی تقییده بمالم یکن من ثیاب الکسوة الواجبة علی الزوج اھ [1] ملخصًا۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	بحر میں فرمایا کہ بدائع میں ہے کہ بیوی نے خاوند کی ملکیت کا اقرار کیا اور پھر اس کے اپنی طرف منتقل ہوجانے کا دعوٰی کیا تو اب بیوی کی ملکیت شہادت کے بغیر ثابت نہ ہوگی اھ، گواہ ضروری ہیں کہ شوہر نے بذریعہ ہبہ وغیرہ عورت کو مالک کردیا بیوی کا خاوند کی خریدی ہُوئی چیز سے فائدہ پانا اگرچہ خاوند کی رضامندی سے ہو، یہ بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ عام طور پر عورتیں اور عوام سمجھ لیتے ہیں کہ یہ خاوند کی طرف سے ملکیت کردی گئی ہے میں نے کئی بار یہ فتوٰی جاری کیا اھ یہاں یہ قید مناسب ہے کہ وُہ دی ہُوئی چیز پہننے کے کپڑے نہ ہوں جن کا دینا شوہر پر واجب ہوچکا تھا اھ ملخصًا (ت) واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از کٹرہ ڈاک خانہ ادیرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سیّد کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے نکاح کرلیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا، ثانیہ نے کہا کہ مجھ کو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو۔ تو اس صورت میں بہ سبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے زوجہ ثانیہ کے حق میں صرف تفریق ہی معتبرہ یا اس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جوازِ نکاح لازم آئے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاحِ فاسد ہے، متارکہ یعنی چھوڑ دینا جُدا کردینا واجب ہے، اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے، یہاں تک کہ اگر الفاظِ طلاق کہے گا جب بھی متارکہ ہی ٹھہرے گا طلاق

---

[1] عقودالدریة کتاب الفرائض حاجی عبدالغفار وپسران تاجرانِ کُتب قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۰

میں شمار نہ ہوگا، پھر اگر اس دوسری سے حقیقۃً وطی یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر، کرچکا تھا تو مہر مثل و مہر مسمّی سے جو کم ہو لازم آئے گا ورنہ کچھ نہیں اگر پر خلوت بلکہ بوس و کنار بہ شہوت بلکہ غیر فرج میں ادخال کرچکا ہو،

فی الدرالمختار یجب مھر المثل فی نکاح فاسد وھوالذی فقد شرطاً من شرائط الصحۃ کشھود بالوطئ فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا ولم کزد علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل[1] اھ باختصار وفی ردالمحتار **قولہ** کشھود ومثلہ تزوج الاختین معاًونکاح الاخت فی عدۃ الاخت **قولہ** فی القبل فلوفی الدّبر لایلزمہ مھر خلاصۃ وقنیۃ فلایجب بالمس والتقبیل بشھوۃ شیئی بالاولی کما صرحوا بہ ایضاً بحر[2] اھ ملتقطاً.وفی الدر من العدۃ، الخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ والطلاق فیہ لاینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوھرۃ[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ نکاح فاسد وُہ ہے کہ جس میں صحتِ نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو، مثلاً بے شہود نکاح اور مہر مثل بھی مقرر مہر سے زیادہ نہ ہوگا، اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مسمٰی سے تو بھی مہر مثل لازم ہوگا، یہاں خلوت وغیرہ سے مہر واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ وطی کے قائم مقام نہیں ہے کیونکہ نکاح فاسد میں وطی خود حرام ہے اھ اختصاراً۔ اور ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول، جیسے گواہ' اور اسی طرح اگر دو' بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا ہو، ماتن کا قول کہ صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر لازم ہوتا ہے تو دُبر میں وطی کرنے سے مہر لازم نہ ہوگا، خلاصہ اور قنیہ یونہی مَس اور بوس کنار شہوت سے کئے ہوں تو بھی مہر بطریق اولٰی لازم نہ ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی بھی تصریح کی ہے، بحر اھ ملتقطا۔ درمختار کی عدّت بحث میں ہے کہ نکاح فاسد میں خلوت، عدّت کو واجب نہیں کرتی اور نکاح فاسد میں طلاق سے عدد طلاق کم نہ ہوگا کیونکہ یہ فسخ ہے، جوہرہ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از جنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمٰن خاں صاحب　　۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دس' درہم مہر کے کیا تو

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱۔۳۵۰

[3] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۸

ایسی صورت میں کہ مُلک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے، بجائے دس ۱۰ درہم کے دس ۱۰ درہم چاندی کافی ہوگی یا تعداد اُس کی روپے آنے سے پُوری کرنی ہوگی، اگر روپے آنے مہر کے تجویز کئے جائیں گے تو کس قدر ہوں گے؟ اور کم سے کم کتنا مہر ہوسکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

چاندی کافی ہے، سکّہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں، کم سے کم مہر دس ۱۰ ہی درہم ہے یعنی دو ۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے، مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی،

فی الدرالمختار، قلہ عشرۃ دراھم فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل مضروبۃ کانت اولا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد[1] فی ردالمحتار "فلوسمی عشرۃ تبرا اوعرضا قیمۃ عشرۃ تبرًا لامضروبۃ" صح[2]۔	درمختار میں ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس ۱۰ درہم چاندی جس کا وزن سات ۷ مثقال ہو، یہ چاندی سکّے کی شکل میں ہوں یا بے سکّہ اگرچہ قرض ہو یا کوئی سامان ہو جس کی قیمت دس ۱۰ درہم بوقت نکاح ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگر دس ۱۰ ٹکڑیاں مہر مقرر کیا یا سامان جس کی قیمت دس ۱۰ ٹکڑیوں کے برابر ہو دس ۱۰ سکّوں کے برابر نہ ہو تو بھی جائز ہے (ت)

وزن کے اعتبار سے دس ۱۰ درم کے دو ۲ روپے ایک اٹھنی ایک چوانی اور ۹-۳/۵ پائی ہُوئے یعنی کچھ کم دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے، اگر روپے اٹھنی چوانی دے تو اسی قدر دینا ہوگا، لان الجنس لامعتبر فیہ للقیمۃ (کیونکہ جنس میں قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ت) اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو ۲ تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲۔ تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شَے کافی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷: شوال ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعیین صہ عہ (۲۵۰۰۰) ہزار مہر کے ہوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے لئے کیا شرائط لازم وضروری ہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۷

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۰

الجواب:

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر یہی قرار پائے گا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہُوا اور اس کے لئے تجدید نکاح کی حاجت نہیں، بلاتجدید بھی زیادت کرسکتا ہے، نہ گواہوں کی ضرورت تنہائی میں باہم اضافہ کرلینا صحیح ہوجائے گا، نہ زیادت جنسِ مہر سے ہونی لازم، خلافِ جنس بھی صحیح ہے، مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کردی وُہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہوجائے گا، نہ اگلے مہر کا صرف تین[۳] شرطیں درکار ہیں، دو[۲] بالاتفاق۔ ایک[۱] تو اُس زیادت کا معلوم و معین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے نے تیرے مہر میں کچھ بڑھادیا تو یہ زیادت باطل دوسرے[۲] اسی جلسہ میں عورت کا اسے قبول کرلینا، اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی۔ تیسری[۳] **"شرط مختلف فیه"** بقائے نکاح ہے اگر بعد زوال نکاح بموت زوجہ یا طلاق بائن یا انقضائے عدّت بعد طلاقِ رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا۔ درمختار میں ہے:

زید علی ماسمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس اوقبول ولی الصغیرة ومعروفة قدرها وبقاء الزوجیة علی الظاہر نهر[1]	اگر مقررہ مہر پر زیادہ کیا ہو تو خاوند پر یہ زائد مہر لازم ہوجائے گا بشرطیکہ بیوی نے مجلس میں قبول کرلیا ہو یا اس کے ولی نے جب یہ نابالغہ ہو۔ اور مقدار بھی معلوم ہو اور زوجیت کا موجود رہنا بھی شرط ہے ظاہر مذہب میں، نہر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

افادا نها صحیحة ولو بلاشهود او بعد هبة المهر والابراء ومن غیر جنسه بحر،وفی انفع الوسائل لایشترط فیها لفظ الزیادة بل تصح بلفظها وبقوله	اس عبارت نے یہ فائدہ دیا کہ یہ زیادتی جائز ہے خواہ گواہوں کے بغیر اور مہر ادا کردینے کے بعد یا مہر سے معاف کرنے کے بعد ہو، یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا غیر جنس مہر سے ہو، بحر۔ اور انفع الوسائل میں ہے اس کے لئے "زیادہ" کا لفظ بھی ضروری نہیں بلکہ اس لفظ سے اور اس قول سے بھی صحیح ہے کہ میں نے

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

راجعتك بكذا ان قبلت وكذا بتجديد النكاح وان لم يكن بلفظ الزيادة على خلاف فيه وكذا لو اقر لزوجته بمهر وكانت قد وهبته له فانه يصح ان قبلت فی مجلس الاقرار وان لم يكن بلفظ الزيادة[1] اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اتنوں کے ساتھ تجھ پر رجوع کیا اگر تجھے قبول ہو، اور یُوں ہی تجدید نکاح سے اگرچہ اس میں زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو، اس میں خلاف ہے، اور یونہی اگر بیوی نے خاوند کو مہر ہبہ کردیا اور بعد میں خاوند بیوی کے لئے کسی مہر کا اقرار کرلے، جب بیوی نے اقرار والی مجلس میں قبول کرلیا ہو اگرچہ زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو تو یہ زیادت صحیح ہے اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مہر معجّل سے ششم حصّہ بکر شوہر نے وقتِ نکاح ادا کردیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصّوں کا مطالبہ قبل افتراق زن و شو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رخصت بلاخلوت صحیحہ واقع ہُوئی ہو تو دعوی کا اختیار رہا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افتراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجّل کا دعوی اور جب تک وتمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے، اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر خلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہولی تو اس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار دعوی و مطالبہ و منع نفس حاصل ہے جب چاہے رُک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اُس کے گھر جانے سے انکار کرے جب تک مہر معجّل نہ لے لے۔ درمختار میں ہے:

لها منعه من الوطئ ودواعيه والسفر بها ولو بعد وطئ وخلوة رضيتها لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لايوجب تسليم الباقی لاخذ مابيّن تعجيله من المهر كله او بعضه او اخذ قدر مايعجل لمثلها عرفا، به يفتی[2]۔	بیوی کو مہر وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی سے اور اس کے دواعی سے سفر میں ساتھ لے جانے سے منع کا حق ہے اگرچہ برضائے زوجہ وطی یا خلوت کرلی گئی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے، تو کچھ دے دینے سے باقی کو بھی دے دینا ثابت نہیں کرتا، یہ منع کا حق اس واسطے ہے کہ عورت وُہ مہر وصول کرلے جس کا جلد دینا بیان ہوچکا وہ کل مہر ہو یا بعض، یا اس قدر مہر وصول کرلے جتنا اس جیسی عورتوں کو عرف میں جلد دیا جاتا ہے فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۸

[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

اسی میں ہے:

لھا السفر والخروج من بیت زوجھا للحاجة وزیارة اھلھا بلا اذنه مالم تقبض المعجل[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مہر معجّل وصول کرنے تک بیوی کو سفر کرنا اور خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کسی حاجت یا والدین کی زیارت کے لئے نکلنا جائز ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۹: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے؟اور حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر کیا تھا؟**بینوا توجروا**

الجواب:

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم یعنی تقریباً دو روپے تیرہ آنے سے کم نہ ہوا اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا۔اور حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر اقدس چار سو "۴۰۰" مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ "۱۶۰" روپے بھر ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۰: از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر اب وُہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے،اور وہ تخمین مال ۲۵۰ روپے قرضدار ہے قرض سودی ہے وہ اس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا دیوے بموجب حکم خدا اور سول سے؟ تحریر فرمائے۔

الجواب:

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی،اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہوں کہ جو مہر حضرت خاتونِ جنّت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی،یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ "۱۶۰" روپے بھر،اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہئے یعنی عورت کے دُدھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کنواری یا بیاہی ہونے میں اور اُن باتوں میں جن سے مہر کم بیش ہو جاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اس کا جو مہر بندھا ہو وُہ دینا آئے گا،اور جو اپنوں

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

میں ایسی عورت نہ ملے تو بیگانوں سے دیکھیں۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱تا۳۲:　　　۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

سوال اوّل

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کانکاح ساتھ عمرو کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور دو۲ دینار شریک کر دیا تھااور یہ بات قرار پائی گئی تھی اور وکیلِ نکاح نے تصریح کردی تھی کہ مہر نہ تواس وقت نقد لیا جائے گااور نہ رخصت کے وقت،اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے،اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے،تو ہندہ مذکور یا اُس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یاکُل مہر کااختیار حاصل ہوگا اوراس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موتِ زوج یازوجہ یابعد طلاق ہوسکتا ہے اس سے قبل نہیں،یہ نہ معجّل ہے کہ قبلِ رخصت دینا قرار نہ پایا،نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً مؤخر ہے،ردالمحتار میں ہے:

لو مات زوجل المرأة اوطلقها بعد عشرین سنة من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر بیوی کا خاوند بیس۲۰ سال بعد فوت ہوجائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر کیاہُوا طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کواس مہر کے مطالبے کا حق مرنے یاطلاق دینے کے بعد ثابت ہوتا ہے وقت نکاح سے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا۔واللہ تعالٰی اعلمز۔(ت)

سوال دوم

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر موجل کے کیا معنے ہیں اور غیر مؤجل کے کیا معنے ہیں؟اور معجّل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنی ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان کیجئے اور اجر پائے۔ت)اور دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے؟

الجواب:

مہر مؤجل وُہ جس کے لئے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس۱۰ برس بعد دیا جائے گا،اور غیر مؤجل وُہ کہ تعین وتقرر میعاد نہ ہو فان کان مع نفی الاجل کان معجلا والافلا (اگر میعاد کی نفی کی ہو تو معجّل ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

ورنہ نہیں۔ت) اور معجّل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو۔ موَجل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہو سکتا ہے اس سے پہلے اختیار نہیں، اور معجّل کو عورت فورًا مانگ سکتی ہے، اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اسے اختیار ہے اور جو نہ معجّل اور نہ موَجل وُہ بحکم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیارِ مطالبہ نہیں۔

فی النقایہ المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	نقایہ میں ہے: مہر معجّل اور موَجّل کی مدّت بیان کردی گئی تو بہتر، ورنہ عرف کے لحاظ سے مہر ادا کیا جائیگا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

دینار شرعی دس ۱۰ درم شرعی کا ہوتا ہے، دس ۱۰ درم انگریزی روپے سے دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے ہوتے ہیں پانچواں حصّہ پیسہ کا کم، کما حققنا فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کے بابِ زکوٰۃ میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، کلمہ ودعائے قنوت اور دونوں اٰمَنتُ باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لئے جب حاضرینِ محفل پڑھنے کو ہُوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے، اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھ کو اس کی تعداد معلوم نہیں کہ کتنی تعداد ہے، وُہ جو قاضی گواہ تھے اُس نکاح کے، وہ کہنے لگے صہ ۶۵ روپے، درجہ دوم کی میں خلاصہ کردیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے، پڑھانے والے نے کہا کہ درجہ اول دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھ کو معلوم نہیں مع نام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہو جائے۔

الجواب:

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس ۱۰ درم سے کم نہ ہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیا کم دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے بھر چاندی ہُوئی یعنی دو ۲ روپے بارہ ۱۲ آنے ۹-۵/۳ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کائی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے، یہ ان قاضیوں کی گھڑت ہے مہ ۶۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے، اکثر ازواج مطہرات کا مہر پانسو ۵۰۰ درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ۱۴۰ ہُوئے، اور حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار سو ۴۰۰ مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس ۱۱۲۰ یا گیارہ ہزار دو سو ۱۱۲۰۰

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

روپے ہُوئے، مہر معیّن کردینا چاہئے، فقط شرع پیغمبری یا اس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دُوں تو سوروپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو تجھ کو مبلغ تین روپے میں دُوں گا اور کچھ نہ دُوں گا، اب خود ہندہ نے درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے رُوبرو وکیل اور رُبرو گواہانِ نکاح مسمّیان عظیم اللہ اور جمّن کے، حسبِ درخواست ہندہ کے، زید نے ہندہ کو طلاق دے دی آیا ہندہ اس صورت میں سَوروپے پانے کی مستحق ہوگی یا تین روپے پانے کی۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نہ تین روپے نہ سَوروپے بلکہ اُس کا مہر مثل دیکھا جائے، وُہ اگر سَوروپے یا سَو سے زائد ہو تو سَوروپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے سے دو تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے سے زائد اور سَوروپے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے، درمختار میں ہے:

نکحها علی الف ان اقام بها وعلی الفین ان اخرجها فان اقام بها فلها الالف لرضاها به، والافمهر المثل لایزاد علی الفین ولاینقص عن الف لاتفاقهما علی ذٰلك بخلاف مالو تزوجها علی الف ان کانت قبیحة والفین ان جمیلة فانه یصح لقلة الجهالة، الٰی آخرة[1] مختصرا، **اقول:** وفیما نحن فیه الجهالة اشد من الصورة الاولی، فثمه احد الشرطین حاصل والثانی علی الخطر وھٰهنا کان کل علی الخطر لجواز ان لایقع شیئی منهما فلایطلق	بیوی کے شہر میں رہنے پر ایک ہزار اور وہاں سے لے جانے پر دوہزار مہر پر نکاح کیا، تو اگر مرد عورت کے شہر میں رہے تو ایک ہزار بیوی کو دے گا کیونکہ وُہ اس پر راضی ہُوئی تھی، اگر وہاں سے باہر لے جائے تو پھر مہر مثل ہوگا جو دوہزار سے زائد نہ ہو اور ایک ہزار سے کم نہ ہو کیونکہ اس پر دونوں کی رضا مندی تھی، یہ صورت اس کے خلاف ہے، جب یہ، کہہ کر نکاح کیا ہو کہ اگر بد شکل ہو تو ایک ہزار اور خوبصورت ہو تو دوہزار مہر ہے تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں کیونکہ اس میں جہالت کے مواقع بہت کم ہیں، مختصراً۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) ہماری بحث میں پہلی صورت سے بھی زیادہ جہالت ہے کیونکہ وہاں ایک شرط تو حاصل ہے دوسری میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے، اور

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۰

ولاتسأل فتمکنت الجہالۃ ففسد التسمیتان فوجب مہر المثل مطلقا۔واللہ تعالٰی اعلم	یہاں تو دونوں میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی بھی حاصل نہ ہو، مثلاً نہ مرد طلاق دے اور نہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو جہالت مؤثر ہوگئی، اور دونوں شرطیں مفقود ہوں گی، لہٰذا مہر مثل واجب ہوگا، مطلقًا۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵: از لاہور مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو کسی قبالہ میں یہ عبارت لکھ دی (جو کچھ تقریبات شادی وغمی خانگی اور خاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا اس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی تنخواہ ودیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں) پس تحریر کے بعد قبالہ نویس خود یا بعد وفات قبالہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفانہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے تو شرعًا کیا حکم ہے آیا قاضیِ شریعت اس شرط کی ایفا پر قبالہ نویس یا اُس کی اولاد کو مجبور کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور وُہ دیا ہوا اس کے دین مہر میں محسوب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

فی الواقع اس وعدہ کی وفا پر شرعًا نہیں **کمانص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع الفصولین** (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور جامع الفصولین میں اس پر نص ہے۔ت) شوہر نے جو کچھ دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وُہ جانب شوہر سے ہبہ وعطیہ قرار پاسکے جب تو اُسے مہر میں محسوب کرنے کا اختیار نہیں، یُوں ہی نان ونفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کرسکے گا اگرچہ دیتے وقت نام نفقہ نہ لیا ہو، بلکہ نفقہ ہی ٹھہرے گا۔ یُونہیں اور اشیاء جواز رُوئے عرف ہدیہ قرار پاتی ہیں اور جو ان تینوں صورتوں سے جُدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بقسم کہہ دے گا کہ میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا، یُونہی بعد شوہر اولادِ شوہر جو کچھ بھیجنے اور ظاہر حال بسبب عُرف ورسم قوم منافی ارادہ مہر نہ ہو، نہ اُنہوں نے صراحۃً غیر مہر کسی اور وجہ کے لئے اُسے قرار دیا ہو تو اُن کا قول بھی معتبر ہے۔

لان المملك ادری بجہۃ التملیك کما فی عقود الدریۃ وغیرھا۔	کیونکہ مالک بنانے والا ملکیت کی وجہ کو بہتر جانتا ہے، جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

لو بعث الی امرأته شیئا ولم یذکر جهة عند الدفع غیر المهر کقوله لشمع او حناء ثم قال انه من المهر لم یقبل، لوقوعه هدیة فلاینقلب مهرا فقالت هدیة وقال من المهر فالقول له بیمینه والبینة لها فی غیر المهیأ للاکل ولها فی المهیأ له لان الظاہر یکذبه ولذاقال الفقیة، المختار انه یصدق فیما لاتجب علیه کخف وملاء ة لافیما یجب کخمار ودرع[1] اھ مختصرا۔	خاوند نے بیوی کو کوئی چیز ارسال کی اور دیتے وقت مہر کے علاوہ کسی وجہ کو ذکر نہ کیا ہو مثلاً شمع اور مہندی۔ پھر بعد میں کہا کہ یہ مہر ہے تو خاوند کی بات قبول نہ ہوگی کیونکہ وُہ ہدیہ ہو چکی جواب مہر نہیں بن سکتا، پھر بیوی کہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند مہر کہے تو خاوند کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیّا نہیں کیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے اور عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیا کیں کیونکہ زوج کا ظاہر حال جھٹلاتا ہے، اسی لئے فقیہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ خاوند کی بات کی تصدیق اس صورت میں کی جائے گی جب وُہ چیز نفقہ واجبہ میں سے نہ ہو، مثلاً موزہ یا باریک کپڑا اور جو چیز زوج پر واجب ہو اس میں زوج کی تصدیق نہ کی جائے، جیسے دوپٹہ اور قمیص۔ اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح الذی یجب اعتبار فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطه واللوزوالد قیق والسکروالشاة الحیة وباقیها یکون القول فیها اقول المرأة لان المتعارف فی ذٰلك کله ان یرسله ہدیة والظاہر معها لامعه ولایکون القول قوله الافی نحوالثیاب و الجاریة وذکر تائیده فی البحر وتقییده عن النهر[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	فتح میں ہے: ہمارے علاقے میں جن چیزوں میں بیوی کی بات معتبر ہوگی وُہ یہ مذکور ہیں مثلاً گندم، اخروٹ، آٹا، شکّر اور زندہ بکری وغیرہ (جو چیز مہینہ بھر باقی رہے نہ وسڑے خراب ہو) کیونکہ ان تمام چیزوں کو ہمارے عرف میں ہدیۃً دیا جاتا ہے لہٰذا ظاہر بیوی کا ساتھ دے گا، خاوند کا نہیں، اور خاوند کا قول معتبر نہ ہوگا لونڈی، کپڑا وغیرہ میں ___ اس کی تائید بحر میں اور اس کی تقیید نہر سے ذکر کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶: مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مراد آباد محلّہ چاہ کنکر ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصّلٰوة والسلام علی سیّدنا محمد وآله واصحابه اجمعین،

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۴

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومتوجہان متین در بارہ مہر معجّل وموٴجّل، مہر معجّل کے کیا معنی ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زرِ مہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے، اور کوئی سبب ہے یا نہیں، اوراس کی کچھ تعداد ہے یا نہیں۔ مہر موٴجّل کے کیا معنی اور کس وقت منکوحہ کو زرِ مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اوراس کی کوئی تعداد بھی یا نہیں، اور کوئی سبب ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مہر تین قسم ہے:

معجّل کہ پیش از رخصت دینا قرار پالیا ہو اُس کے لئے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو، اور اگر رخصت ہو گئی تواسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اوراس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہو۔

دوسرا موٴجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا اس میں جب تک وُہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کرسکتی ہے۔

تیسرا موٴخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، یُونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہر یوں ہی بندھتے ہیں اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو' عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں، مہر معجّل وموٴجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی، جتنا پیشگی دینا ٹھرے اس قدر معجّل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا موٴجل ہوگا ورنہ موٴخر رہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلاقرار دارِ تصریح بھی اُتنا معجّل ہو جائے گا باقی بدستور موٴجل یا موٴخر رہے گا۔ درمختار میں ہے:

لھا منعه من الوطی ودواعیة ولو بعد وطء وخلوة رضیتھما لاخذ مابیّن تعجیله من المھر کله اوبعضه او اخذ قدر ما یعجل لمثلھا عرفا به یفتی ان لم یؤجل اوریعجل کله فکماشرطا[1]۔	بیوی کو مہر معجّل کل یا بعض جتنا بیان ہُوا یا عرف میں جتنی مقدار معجّل ہوتی ہے وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی اور اس کے دواعی سے منع کرنے کا حق ہے اگرچہ زوجہ کی رضامندی سے پہلے وطی یا خلوت ہوچکی ہے اسی پر فتوی ہے (یعنی رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدّت یا تعجیل مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدّت یا تعجیل مقرر ہوچکی ہو) تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا (ت)

[1] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

ردالمحتار میں ہے:

لومات زوج المرأة او طلقها عبد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المھر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او لطلاق لامن وقت النکاح [1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر خاوند فوت ہوجائے یا نکاح سے بیس سال بعد فوت ہو یا اس نے طلاق دی ہو تو بیوی کو مؤخر مہر طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کے لئے موت یا طلاق کے بعد ہی مہر کے مطالبہ کا حق ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقتِ نکاح سے۔واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷ ۳تا۴۲:

سوال اوّل

حضور ! اوّل یہ بتادیجئے کہ بلا تعیینِ مہر نکاح ہوگا یا نہیں، اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائے گا،بینوا توجروا

الجواب:

نکاح بلا تعیینِ مہر بلکہ نفی مہر کے ساتھ بھی صحیح ہوجاتا ہے اور مہر مثل دینا آتا ہے یونہی مہر شرعی کہنے سے بھی، جبکہ ان کی اصطلاح میں اس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا مراد نہ ہو ورنہ جو ان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا۔واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم

مہرِ شرعی جو بنات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا، آج کل کے سکّہ سے کس قدر روپے ہوئے ہیں؟

الجواب:

چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالٰی عنہا تھا یہاں تک کے سکّے سے ایک سو ساٹھ "۱۶۰" روپے بھر چاندی۔واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال سوم

مہر جو ازواج مطہرات کا پانچ سو درہم کا سوائے بی بی اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے کہ دوہزار قدقیہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکّہ مروّجہ سے کس قدر ہوتے ہیں؟ وزن درم اور اوقیہ مثقال اور دینار کی صراحت فرمادیجئے۔

الجواب

پانچسو درم کے اس سکّہ رائجہ سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں۔درم شرعی تین ماشے ایک رتّی اور

[1] ردالمحتار کتاب القضاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

پانچواں حصّہ رتّی کا، اور مثقال کہ وہی وزن دینار شرعی ہے ساڑھے چار ماشے، ایک اوقیہ چالیس درم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال چہارم

اقل درجہ دس ۱۰ درم شرعی کے سکّہ مروّجہ سے کَے روپے ہوتے ہیں؟

الجواب:

دس ۱۰ درم کے اس سکّہ سے دو ۲ روپے تیرہ ۱۳ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ، دوسو ۲۰۰ درم کے پُورے چھپن ۵۶ روپے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں ہے دل میں یہ خیال کرلینا کہ کُچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے قبول کرلو، ایسے خیال سے کوئی نکاح میں تو نقص نہیں آئے گا؟

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مردو عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیّت نہ رکھیں یعنی اُسے دَین نہ سمجھیں وُہ روز قیامت زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے[1]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال ششم

وہ کون سی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلاتعیّن مہر ہُوا اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر، اگر مرد وزن دونوں غنی ہوں اعلٰی درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنٰی اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از موضع دیوری نیا ضلع بریلی مسئولہ مسیح الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کی بی بی ہندہ کو اس کے میکے والوں نے محض جُھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دے دیں گے روک رکھا ہے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کرکے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کردیں، آیا قبل طلاق دینے شوہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا دوسری جگہ نکاح کردینا جائز ہے یا نہیں، اور اسے

---

[1] السنن الکبرٰی باب ماجاء فی حبس ارصادر بیروت ۷/ ۲۴۲، کنز العمال حدیث موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲۳

روک رکھنا جائز ہے یا نہیں، ہندہ کا مہر سوالاکھ روپیہ ہے جس میں نصف معجّل ہے اور نصف غیر معجّل، مگر معجّل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب:

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلانے کا کوئی اختیار نہیں، اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائے حرام وزنا ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۴ تا ۴۵: از مراد آباد محلّہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجّل میں دے دی اور غیر معجّل مہر شوہر کے ذمّہ ہے، زوج سے لڑکی تولّد ہوئی یا لڑکا تولّد ہوا، اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے، اب وہ معاملہ برادری کے پنچوں میں ہے، اگر پنچ مہر معجّل واپس کرلیں اور غیر معجّل بھی نہ دلائیں اور کچھ روپے مسمّاۃ کو دے کر رضامند کرلیں اور زوج سے طلاق دلوادیں تو ایسے پنچوں پر کیا حکم ہے، اور زوجہ سے مہر معجّل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں، اور پنچوں کو کس بات کا زیادہ لحاظ رکھنا لازم ہے، اور اگر پنچ کسی کی رعایت کرکے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے؟

(۲) جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے؟

الجواب:

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وُہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کُل مہر چھوڑ دے اور لیا ہُوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، **قال تعالٰی:** فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[1] (عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی حرج نہیں۔ت) ہاں اگر پنچوں نے اُسے ناجائز طور پر دبا تو گنہگار ہُوئے اور عورت کے حق میں گرفتار، جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لئے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اُس کا اتباع مسلمانوں پر فرض، کسی کی رضامندی اس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سُود کہ اگر لینے دینے والا دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطعی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کیلئے کوئی حکم نہ فرمایا جو ممانعت ہے وہ بندہ کے حق کے سبب ہے اُن میں اگر صاحب حق راضی ہو جائے تو ممانعت نہ رہے گی جیسے پرایا مال چُرالینا حرام اور اُس کی خوشی سے حلال۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

مسئلہ ۴۶تا۴۷: از شہسرام ضلع گیا مرسلہ سراج الدین احمد صاحب ۳جمادی الاٰخرہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اصناف تعین مہر میں کہ معجّل ومؤجل ومثل ہے معجّل میں کلام نہیں اور مؤجل میں کابین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے، ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے؟

(۲) مہر مثل ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصّلوٰۃ کہ امہات المومنین والمومنات ہیں کا افضل یا خاندانی مثل ام وعمہ، عروس ودامادہ۔

الجواب:

(۱) مہر معجّل وُہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور مؤجل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کی جائے گا، اور مؤخر وُہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں، مؤجل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالٰی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ[1]	اے ایمان والو! جب تم ادھار لین دین مقررہ مدت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)

تفسیر احمدی میں ہے:

فی الزاهدی ان الاٰیة عامة فی السلم وکل دین یصح فیه الاجل[2]۔	زاہدی میں ہے کہ یہ آیہ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سودا جس میں مدّت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے(ت)

مدارک التنزیل میں ہے: **الامر للندب**[3] (آیہ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ت) لباب التاویل میں ہے: **وھو قول جمھور العلماء**[4] (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ت) اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلانہ بنت فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے (اقرار کرتا ہُوں کہ مہر مذکور میعادِ مذکور ادا کروں گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) ازواج مطہرات کا مہر کس کے لئے مہر مثل ہو سکتا ہے، ان کے مثل کون ہے، مہر مثل سے اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

[2] تفسیر احمدیہ تحت آیۃ اذا تداینتم بدین الخ (پ ۳) مطبع کریمہ، بمبئی، بھارت ص ۱۷۵

[3] مدارك التنزیل (تفسیر النفسی) تحت آیہ مذکورہ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۳۹

[4] لباب التاویل (تفسیر خازن) مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۵

خاندانِ پدر ہی کا مہر مراد ہے بہن پھوپھی وغیرہ عمر ومال وجمال وبکارت وغیر ہا میں اس کے مثل ہیں، ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں امہات المومنات نہیں، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

انا ام رجالکم ولست ام نسائکم۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از بجواڑ اکاٹھیاواڑ مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مہر کی مقدار کم از کم دس ۱۰ درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریبًا دو ۲ روپے پونے آنے تیرہ آنے بھ رہُوئی، باقی جو احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدید نکاح میں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۹: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سیّد امیر عالم حسن صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ناکتخدا کا نکاح کسی شخص سے کردیا اور وُہ شخص بلاقربت کئے اپنی بی بی کے مرگیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا کوئی فعل نہیں کیا اَب علمائے دین فرمائیں کہ اس لڑکی ناکتخدا کا کتنا مہر اس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے چاہئے نصف یا پُورا، اور اگر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے، بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدّت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اس کے شوہر نے اس قربت ہی نہیں کی تو عدّت کس چیز کی کرنا چاہئے، اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدّت کے بعد نکاح ایسے کا جائز، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر، اور جو لوگ غلطی پر ہوں شریعت کو نہ مانتے ہوں ان کے لئے کیا سزا شرع اطہر میں ہے فقط، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سزا پوچھنا لغو ہے، آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنّم میں سزا پائے گا، جب شوہر مرجائے پورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دوسرے کی صورت نہ دیکھی ہوں اور چار مہینے دس دن کی عدّت فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] درمنثور بحوالہ ابن سعد وابن المنذر والبیہقی تحت آیہ اولی بالمومنین الخ آیت اللہ العظمی المرعشی ایران ۵ /۱۸۳

مسئلہ ۵۰: از بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکنڈ ماسٹر مڈل اسکول ۲ ربیع الاوّل ۱۳۳۷ھ

بکر اپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لئے چند شرائط پر تیار ہے زید جو سلسلہ ملازمت بیس ۲۰ روپیہ ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسبِ حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پر اُس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے ؟

الجواب:

حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو **فان المال غاد وارائح** (مال آنے جانے والی چیز ہے۔ت)

واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱: از شہر بریلی محلّہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی فوت ہوجائے تو اس کے ورثا شرعی سے مہر عورت مذکورہ متوفیہ کا شوہر یا ورثاء شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب:

وارثانِ زن میں جو عاقل بالغ معاف کرے گا اُس کا حصّہ معاف ہوجائے گا' اگر سب عاقل بالغ ہوں اور سب معاف کردیں توسب معاف ہوجائے گا۔**واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۲: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کراکے نکاح کیا، بروقت عقدِ نکاح مہر شرعی پیمبری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مقرر ہُوا تھا اور اُس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ اُن کا نکاح بھی نامعلوم، اب مہر مجمل معلوم نہیں ہوسکتا، زید نے اس کو قرآن مجید پڑھوایا، اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو سخت سخت گالیاں دیتی ہے، یہاں تک کہ ولدالزنا بھی کہہ دیتی ہے، وہ لوگ کہ زندگیِ زید میں اُس کے سامنے نہ آئے تھے اب برابر آتے ہیں، راتوں کو گھومتی ہے، وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وُہ کل اشیاء پر دعوٰی کرتی ہے، مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اُس کا کتنا مہر از روئے شرع شریف نکلتا ہے اور اس کی گفتگو ہے کہ وُہ کہتی ہے مر گیا وُہ جہنمی جو مجھ کا یہاں چھوڑ گیا، پڑیں اس کے لاشے میں کیڑے، تین بھائی اور والدین اور ایک ہمشیرہ بھی ہے۔

الجواب:

اُس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اُس کا مہر یا حصّہ نہیں جاتا مہر شرعی پیمبری سے اگر لوگوں کے عرف میں اقل مقدارِ مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس ۱۰ درم ہے یعنی دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے اور ۵/۳ پائی

اور اگر اُن مراد مہرِ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا ہوتی ہے تو وہ چار سو۴۰۰ مثقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے بھر، اور اگر مہرِ ازواج مطہرات مراد ہے تو پانسو درم یعنی یہاں کے ایک سو چالیس ۱۴۰ روپے، اور اگر کوئی خاص رقم ان کے ذہن میں نہیں تو مہر مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہ ہو کہ یہ قلّت ضرور مراد ہوتی ہے، یہاں کے کثیر التعداد مَہروں سے بھاگنے کے لئے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو اُن سے زیادہ نہ دیا جائے گا، وارث اگر کمی کا دعوٰی کریں تو بحلف کہیں کہ ایسی عمر و شکل کی بازاری عورت کا مہر مثل اتنا ہوتا ہے یا حکم تجویز کرے جو اس مقدار سے زائد نہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: از ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک مہاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معجّل کی شرط ادا کیا ہے، اور زید کا نکاح ہندہ سے بمہر معجّل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریبًا ۲۵ سال کا گزرا کہ وہ مہر معجّل ادا نہ ہوا ایسی حالت میں کیا معجّل مؤجل ہو سکتا ہے یا اس مہر کا استحقاق جاتا رہا، در صورت حبطِ استحقاق آیا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہُوئی۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

ادا نہ ہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا، اور جو معجّل ٹھہرا ہے وُہ ہمیشہ معجّل ہی رہے گا جب تک عورت اُسے اپنی رضا سے مؤجل نہ کردے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وُہ جب تک عورت اُسے اپنی رضا سے مؤجل نہ کردے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وُہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہر معجّل کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جب تک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے، درمختار میں ہے:

(ولہا منعہ من الوطی) ودواعیہ شرح مجمع (والسفر بہا ولو بعد وطی وخلوۃ رضیتہما) لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی (لاخذ مابین تعجیلہ) من المہر کلہ او بعضہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بیوی کی وطی اور اس کے دواعی سے خاوند کو منع کرنے کا حق ہے۔ شرح مجمع، سفر سے بھی، اگرچہ برضائے زوجہ وطی اور خلوت ہو چکی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے (یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم آتا ہے) تو بعض بدل دینے سے باقی کا دے دینا ثابت نہیں ہوتا، جتنا مہر معجّل بیان کیا ہو اس کی وصولی کے لئے وُہ کُل مہر ہو یا بعض، عورت اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

مسئلہ ۵۴: از مدن پور مرسلہ عزیز الدین صاحب ۲رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجّل دیتے ہیں اور بعض قاضی مہر معجّل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجّل نام رکھتے ہیں نہ مؤجل، تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دَین مہر کرسکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کردو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمہارے گھر چلوں گی، اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی مقدرت بھی نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جبکہ نہ مہر معجّل ٹھہرا رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ مؤجل کہ اتنی مدّت معیّن گزرنے پر دیا جائے یا جتنا معجّل ٹھہرا تھا وُہ زیور وغیرہ دے کر ادا ہوچکا ہو، باقی نہ معجّل ٹھہرا نہ مؤجل خواہ قاضی نے غیر معجّل کہہ دی یا کچھ نہ کہا ہو تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو ہر گز مطالبہ مہر کا کچھ حق تھا نہ وہ اس لیے رخصت سے انکار کرسکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ مقدرت ہو۔ ردالمحتار کتاب القضاء میں قبیل باب التحکیم ہے:

لومات زوج المرأۃ او طلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر خاوند فوت ہوجائے یا نکاح سے بیس ۲۰ سال بعد طلاق دے تو بیوی کو مؤخر کردہ مہر طلب کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس مہر کے مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ نکاح کے وقت سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۵: از رچھا مرسلہ رفیق احمد صاحب ۸رجب شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۸ھ

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تُو اپنا مہر معاف کردے، اس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی، اس پر اس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی بُرا بھلا کہا لہٰذا وہ عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی ہے، اس کا خاوند لینے آیا تو اس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جب تک کُل نہ لُوں گی جب تک جاؤں گی، اس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑ لے جائیں گے، اور یہ بھی کہا کہ تُو مہر کا کیا کرے گی، تو اس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی۔ اب عرض یہ ہے کہ پنچ لوگ بلا مہر ادا کرائے

[1] ردالمحتار کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

اس کو زبردستی لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ میاں بیوی میں نااتفاقی ہے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

بیانِ سائل ہُوا کہ مہر بلامیعادی ہے، لہٰذا قبل موت یا طلاق اُس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں، نہ اس کی وجہ سے اپنے مہر آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے، اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اس پر معافی مہر کا جبر کرے، اور اگر جبر کرکے معاف کرالے گا معاف نہ ہوگا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۶: از رامسہ تحصیل گوجرخاں ڈاک خانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

ایک مرد اور زوجہ صرف اوّل روز ایک کوٹھے میں رہے اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لئے کھڑے رہے ہیں، اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی، علی الصباح اس مرد نے عورت کو طلاق دے دی ہے، مرد دخول کا مقر اور عورت منکر ہے، اب یہ دخول یا خلوت صحیحہ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

الجواب:

اگر کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

تصح علی سطح کانا فوقہ وحدھما وامنا من صعود احد الیھما[1] **اھ ملتقطا۔**	ایسی سطح ہو جس پر صرف دونوں میاں بیوی ہوں اور کسی تیسرے کے وہاں چڑھنے سے بے فکر ہوں تو خلوت صحیح ہے اھ ملتقط (ت)

صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہر حال لازم ہوگیا، دخول ہوا یا نہیں، ہاں صورتِ ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہوا کل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اس کا رَد ہے اور اقرار مقرلہ کے انکار سے رَد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی **ھذا ما ظھر لی** (یہ جو مجھے معلوم ہوا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۷: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت اللہ شاہ صاحب خاکی بوڑاہا ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دَین مہر معاف کیا اس نے زبان سے بوجہ

---

[1] ردالمحتار باب المہر مطلب فی احکام الخلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۴۰

آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا لیکن سرہلادیا تواس کادَین مہر معاف ہوا یانہیں؟

الجواب:

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۵۸: از اودیپور میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئولہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب ۱۴محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص وزیر خاں نے دو۲ عورتیں کیں اور ہر دو عورتیں کے تین تین بچّے ہیں، سابق عورت کو بوجہ معمولی لڑائی کے طلاق دے کر ایک طلاق کی تحریر لکھ دی، اس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اُس میں تیرے بطن کے دونوں بچّے تجھ کو مہر میں دئے۔ اور حمل سے بھی تھی، بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی، وزیر خاں فوت ہوگیا، بعد عدّت کے اس عورت نے نکاح ثانی کرلیا، اب یہ اس وقت بالکل بچّے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں، سو یہ لڑکے جدّی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب:

دونوں لڑکے اور وُہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصّہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصّہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے، اور وُہ جو کہہ دیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دئے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا، ہاں اگر عورت نے یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دومیں نے مہر چھوڑا، تو مہر نہ پائے گی۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۹: از کریلی گنج ضلع نرسنگ پور ڈاک خانہ وتحصیل نرسنگ پور مسئولہ الہ بخش صاحب ۱۶محرم ۱۳۳۹ھ

زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریبًا پانچ سال سے علیحدہ کئے ہوئے ہے، ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید، زید کے ماں بہن ہندہ کے اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اس سے برداشت نہیں ہو سکتیں، مزید برآں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا، نہ اس کو رخصت دیتا کہ وُہ اپنا دوسرا تدارک کرے اور مہر ہندہ زرِ مہر کچہری سے پانے کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اس سے علیحدہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کی نیت صرف اُس کو اور اس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے، ورنہ اس کا وجہ کفاف ایسا ہے کہ وُہ اپنی زوجہ متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے، اس لئے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں انسب ہو اس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

الجواب:

مہر اگر واقعی معجّل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے، زید نہ دے تو بذریعہ ناش وصول کرے، اور جب تک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید روکے اور اس کے گھر نہ جائے، اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید سے ساقط نہ ہوگا۔

لانها منعت بحق فلم تکن ناشزة والمسئلة فی الدر المختار من الاسفار۔	کیونکہ بیوی نے اپنے حق کے لئے خاوند کو منع کیا ہے لہٰذا نافرمان نہ ہوگی، اور مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔(ت)

ہاں یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موتِ شوہر وانقضائے عدّت دوسرے سے نکاح کرسکے، قال تعالٰی: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1] (شادی شدہ عوتیں تم پر حرام ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰: از شہر محلّہ برہمپور مسئولہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ معصومن زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم ہوا ہے کہ وُہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سو دس ۱۱۰ روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسمّاۃ مذکورہ کے فوت ہوگئے کوئی زندہ نہیں ہے، اس کے چچازاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع پیغمبری تھا اور ایک چچازاد بہن کا مہر مبلغ پانچسو روپےہ ہونا معلوم ہوا ہے جو کہ مسمّی ننھے کی زوجہ ہے، ایسی صورت میں مسمّاۃ معصومن کا مہر کیا قائم کیا جائے گا؟

الجواب:

جبکہ عوت ایک سو دس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اس کے خاندان میں باندھا گیا ہے اور اس کے خلاف پر کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف سے کہہ دے کہ میرا مہر ایک سو دس روپے بندھا تھا تو ایک سو دس دلائے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

امرأة ادعت علٰی زوجها بعد موته ان لها علیه الف درهم من مهرها فالقول قولها الی تمام مهر	اگر خاوند کے فوت ہوجانے کے بعد بیوی نے دعوٰی کیا کہ میرے مہر کے ہزار درہم اس کے ذمہ ہیں تو اس کی بات مہر مثل کی حد تک قابل قبول ہوگی، محیط السرخسی

[1] القرآن ۴/۲۴

مثلہا[1] کذافی محیط السرخسی۔ واللہ تعالٰی اعلم	میں ایسے ہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از شہر محلّہ بہاری پور مسئولہ حاجی کفایت اللہ صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران، بظاہر کوئی حیلہ رزق نہیں رکھتی، اس کا بھائی زید مزدوری کرکے لاتا ہے اسمیں دونوں گزر کرلیتے ہیں، ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریبًا ڈیڑھ سو گز وسعت کا چھوڑا جواب ٹوٹ پھوٹ گیا، اس کے دو۲ وارث ہوئے، ہندہ کا اپنی شوہر اور دوسرا ہندہ کا جیٹھ، ہندہ کے جیٹھ نے اپنا حصّہ اپنے لڑکے کو دے یا، اب ہندہ کے شوہر کے حصّے پر قبضہ کرکے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریبًا تیس برس ہوگئے، غالبًا مرگیا، کیونکہ پانچ چھ برس سے اُس کی خبر نہیں، اور قانون کہتا ہے کہ تیس برس کے بعد دعوی مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعوی مہر کرو تم کو ملے گا، اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمہارا دعوی چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کہے میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو بیوہ نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وُہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مرگیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھ کو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کم وبیش چالیس برس ہوئے ہوں گے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دوسو۲۰۰ روپے تھا اور میں سُنتی ہوں کہ میری والدہ اور پھوپھی کا مہر بھی دوسو۲۰۰ روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھائیوں اور میرے بھائیوں کا مہر بھی دوسو۲۰۰ روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر اُن کا حقِ شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دوسو۲۰۰ روپے کا تھا، ان کے لئے کچہری میں اس کا حق شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دوسو۲۰۰ روپے تھا، ان لوگوں کی گواہی پر اگر اُس کا حق ان شاء اللہ تعالٰی ملے گا تو اس کا جینا اور مرنا بآسانی ہوجائے گا کسی وقت ہندہ کے جیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وُہ کس حالت میں ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہندہ جبکہ دوسو۲۰۰ روپے مہر بیان کرتی ہے اور اُس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اس کا خاندانی مہر مثل ہے تو ضرور دوسو۲۰۰ روپے دلائے جائیں گے، گواہوں کی گواہی یہ جائز نہ ہوگی ہمارے سامنے دوسو۲۰۰ روپے کا مہر بندھا تھا، بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دوسو۲۰۰ روپے ہے، یہی گواہی اس کی ڈگری کے لئے کافی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۲۲

مسئلہ ۶۲: حفیظ اللہ خاں صاحب محلّہ ٹیکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزاپور ۱۸جمادی الآخر

کیافرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ پر دیس رہابعدہ، جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے موقع سے وُہ شخص مذکورہ طلاق دینے پر آمادہ وتیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کچہری مجاز میں مہر کا دعوی کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعًا مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض ناواقفی ہے، شریعت میں حمل کی مدّت دو۲ برس کامل ہے اتنی مدّت تک بچّہ پیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھیں مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں، بہرحال اگر طلاق دے گا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی جھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ معاذاللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۳: ۱۴شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا، نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وُہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور یہ نہیں دونوں عورتوں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب:

زوجہ جب تک زوجیت یا عدّت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے، **قال تعالٰی:** وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ[1] (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) اس سے جو اولاد ہوگی شرعًا اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو وہ بھی شرعًا اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں، دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید ہوئیں زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے، ہاں زوجہ ثانی ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد سے ہے، دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں پہلی مطلّقا اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقۃً اس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں، پھر اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل، اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم وُہ پائے گی، درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

يجب مهر المثل فی نكاح فاسد و هوالذی فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود[1] (ومثله تزوج الاختين معاً ونكاح الاخت فی عدة الاخت[2] اھ ش) بالوطئ فی القبل لابغيره كالخلوة ولم يزدعلى المسمى لرضاها بالحط ولوكان دون المسمى لرضاها مهر المثل[3]۔	نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے، نکاح فاسد وہ ہے جس میں صحتِ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہ نہ ہوں، اور اسی طرح ہے دو بہنوں سے اکٹھا نکاح کرنا، اور ایک بہن کی عدت میں دوسری سے نکاح کرنا اھ ش) نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے اور صرف وطی سے واجب ہوتا ہے کسی اور چیز سے نہیں مثلاً خلوت سے نہیں اور یہ مہر مثل، مقررہ سے زائد نہ ہوگا بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمیِ مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مسمّی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم آئے گا۔ (ت)

ھدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے:

بعض المقاصد فی النكاح الفاسد حاصل كالنسب ووجوب المهر والعدة[4]۔	بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہوجاتے ہیں، جیسا کہ نسب، وجوب مہر اور عدّت (ت)

درمختار میں ہے:

يستحق الارث بنكاح صحيح فلاتوارث بفاسد ولاباطل اجماعاً[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	وارث کا استحقاق صحیح سے ہوتا ہے لہٰذا فاسد یا باطل نکاح سے وراثت کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴: از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئولہ جلال الدّین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے یہ ثابت کیا کہ میرا دَین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا، فریق ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا، صورتِ مسئولہ میں گواہان کمیِ مہر کے معتبر ہوں گے یا زیادتی

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵

[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[4] ہدایہ باب نکاح الرقیق مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۲۰

[5] درمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۲

کے۔بینوا توجروا

الجواب:

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی یا شوہر مرگیا اور عورت کی نزاع اُس کے وارثوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ [1]عورت کا مہر مثل دس ہزار خواہ کم ہے یا [2]ایک لاکھ خواہ زائد یا [3]دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے، پہلی [1]صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی۔ دوسری [2]صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس [1]ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری [3]صورت میں جتنا مہر مثل ہے اُتنے کی ڈگری دیں گے۔ یہ سب اُس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو، اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقًا انہوں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس [1]ہزار [2]کے، دوسرے فریق کی شہادت کالعدم ہوگی، اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعًا کالعدم ہو تو پہلی صورت میں فریقِ شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کردے گا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف سے انکار کردے گی دس [1]ہزار پائے گی اور حلف کرلے گی تو لاکھ، اور تیسری صورت میں دونوں حلف کرلیں گے مہر مثل دلایا جائیگا اگرزن وشو میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہوا تو مطلقًا قولِ شوہر حلف سے معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقًا وارثان، شوہر کا قول معتبر ہے۔ درمختار میں ہے:

(ان اختلفا) فی المهر (فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن شهد له مهر المثل) بیمینه (وای اقام بینة قبلت) سواء(شهد له او لها اولاوان اقاما فبینتها) مقدمةان شهد له وبینته ان شهد لها وان کان بینهما تحالفا فان حلفا اوبرهنا قضی به وان برهن احدهماقبل	نکاح کے دوران اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا (تو مہر مثل کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا) لہٰذا مہر مثل جس کی تائید کرے گا اس کی بات قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور جس نے گواہ پیش کردئے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی، مہر مثل بیوی یا خاوند کی تائید کرے یا کسی کی نہ کرے، ہر طرح گواہی مقبول ہوگی، اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور خاوند کی شہادت کو اولیت

برھانه)لانه نور دعواه [1] اھ(ملخصًا)**اقول:** قوله وان کان بینهما مسئلة مستانفة غیر داخلة تحت قوله"وان اقاما"جمع فیه ما اذا برھن احدھما وکلاھما اولا احد۔فبین احکام الصور الثلاث وقد اختار قول ابی بکر الرازی الذی صححه قاضیخان فی شرح الجامع الصغیرو السغناقی فی النهایة وجزم به فی الملتقٰی وقد مه فی الهدایة والتبیین وغیرھما ان لاتحالف الا اذا کان المهر بینهما' فسقط کلا اعتراضی العلامة الشامی انه کان علیه حذف قوله"تحالفا"لانه اذا برھنا لاتحالف وان قوله"وان برھن احدھما"یغنی عنه قوله قبله وای اقام بینة قبلت الخ فلله دره ما امهره،وقول الکرخی انهما یتحالفان مطلقا سواء شهد المهر له اولها اولا وصححه فی المبسوط والمحیط وجزم به فی الکنز فی باب التحالف اقول لکن الاول هوالمذکورفی الجامع الصغیرکما فی ش فترجح به بعد تکافؤالتصحیحین خلافا لما فی البحر انه لم یرمن رجح الاول فلذاجعلناعلیه المحول وبالله التوفیق۔

ہو گی اگر مہر مثل بیوی کی تائی کرے اور مہر مثل دونوں کے مابین ہو یعنی کسی کی تائید نہ کرے تو دونوں سے قسم لی جائیگی پھر اگر دونوں نے قسم کھائی یا دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی مہر مثل کافیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے شہادت پیش کی تو قاضی اس کی شہادت پر فیصلہ دے کیونکہ اس نے اپنے دعوی کو روشن کردیا اھ (ملخصا)

اقول: اس کا قول "ان کان بینهما" سے نیا مسئلہ شروع کیا ہے یہ پہلے مذکورہ انہوں نے تین صورتوں کو جمع کیا ہے کہ کسی نے گواہ پیش نہ کئے، یا ایک نے کئے، یا دونوں نے کئے، تو تینوں صورتوں کے احکام بیان کئے اور ابوبکر رازی کے قول کو مختار بنایا جس کو قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور سغناقی نے نہایہ یں صحیح قرار دیا ہے، اور اس پر ملتقٰی میں جزم کیاہ، اور اسی کو ہدایہ میں اور تبیین وغیرہما میں مقدم رکھا کہ جب مہر مثل دونوں کے دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے علامہ شامی کے دونوں اعتراض سقط ہوگئے کہ مصنّف پر لازم تھا کہ وہ "تحالفا" کو حذف کرتے، کیونکہ جب دونوں نے گواہ پیش کردئے تو اب دونوں پر قسم نہیں ہوگی۔اور دوسرا یہ اعتراض کہ اس کا قول "ان برھن احدھما" سے ان کا پہلا قول "وای بینۃ قبلت" مستغنی کرتا ہے الخ تو اللہ تعالٰی کے لئے ہی مصنّف کی بھلائی ہے انہوں نے کیا مہارت دکھائی۔اور امام کرخی کا قول ہے کہ مطلقًا دونوں قسم دیں، مہر مثل دونوں سے کسی کی تائید کرے یا نہ کرے اس کو مبسوط ومحیط میں صحیح قرار دیا، اور کنز کے

---

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳-۲۰۲

	باب تحالف میں اس پر جزم کیا، **اقول:** لیکن پہلا قول: جامع صغیر میں مذکور ہے جیسا کہ ش میں ہے تو دونوں تصحیحات کے مساوی ہونے کے بعد ترجیح بن جائے گی۔ بحر میں اس کے خلاف ہے، انہوں نے پہلے کو ترجیح دینے والا کوئی نہ پایا، تو اسی بناء پر ہم نے اس پر نشان دہی کر دی، توفیق من جانب اللہ ہے۔ (ت)

بدائع وہندیہ میں ہے:

ولو اختلفا بعد الطلاق بعد الدخول او الخلوۃ فکما لو اختلفا حال قیام النکاح، وان کان قبل الدخول والخلوۃ والمھر دین فاختلفا فی الالف والالفین فالقول قول الزوج ویتنصف مایقول الزوج ولم یذکر الخلاف ذکرہ الکرخی وحکی الاجماع وقال نصف الالف فی قولھم[1] اھ وصححہ فی البدائع و شرح الطحاوی ورجحہ فی الفتح۔	اگر خاوند بیوی نے طلاق کے بعد اختلاف کیا جبکہ دخول یا خلوت ہوچکی تو حکم وہی ہے جو حالت نکاح میں اختلاف کا تھا، اور اگر یہ اختلاف طلاق قبل از دخول وخلوت کے بعد ہوا اور مہر دین ہوا تو ہزار اور دو ہزار میں اختلاف ہوا تو اس میں خاوند کا قول معتبر ہے، لہٰذا خاوند کے بیان کردہ کا نصف دیا جائے، اور انہوں نے کرخی کا بیان کردی خلاف ذکر نہیں کیا اور اجماع کو حکایت کرکے یہ کہہ دیا کہ سب کے قول میں ہزار کا نصف ہوگا اھ اس کو بدائع میں اور شرح طحاوی میں صحیح کہا، اور فتح میں اس کو راجح قرار دیا۔ (ت)

تبیین الحقائق وعالمگیریہ میں ہے:

فان مات الزوجان ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المسمّٰی فالقول قول ورثہ الزوج[2]۔	اگر خاوند بیوی دونوں فوت ہوجائیں اور ان کے وارثوں میں مقرر مہر کے بارے میں اختلاف ہوا تو خاوند کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فیلزمھم ما اعترفوا بہ بحر، ولا یحکم بمھر المثل لان اعتبارہ یسقط عند ابی حنیفۃ بعد موتھما درر اھ[3]، کذا ھو فی نسختی بمھر المثل	تو ان پر اپنے اقرار کے مطابق لازم ہوگا، بحر۔ اور مہر مثل پر فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں دونوں کی فوتگی کے بعد مہر مثل کا اعتبار ختم ہوجاتا ہے، درر، اھ۔ اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المھر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۲۱

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المھر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۲۱

[3] ردالمحتار باب المھر مسائل الاختلاف فی المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۲

اقول والاولی اسقاط الباء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میرے پاس نسخہ میں "بمہر المثل" باء کے ساتھ ہے **اقول:** باء کو ساقط کرنا اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵تا۶۶: از ریاست جاورہ لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہل کار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی نقد اُدھار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب مہر کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کرسکتی ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی ہے:

(ا) مہر معجّل کی یہ تعریف ہے کہ تاوقتیکہ زوجہ تمام وکمال معجّل وصول نہ کرے اسے اختیار ہے کہ خواہ وُہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اس سے بات چیت کرے یا نہ کرے، پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ مہر معجّل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وُہ نکاح کے بعد دُلہن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اس کا مقروض سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجّل کے پانسو روپیہ (صماء) کا مکان حسبِ منشاء زوجہ خود خرید کردینے کا تحریری اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجّل پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جب تک اسے مہر معجّل نہ پہنچے اسے زوج کے گھر جانا چاہئے یا نہیں، اگر اسے اختیار ہے تو کیا جب تک شوہر مہر معجّل ادا نہ کردے وُہ نان ونفقہ پاسکتی ہے یا نہیں؟

(ب) مہر غیر معجّل نکاح اور خلوتِ صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پاسکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجّل کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہیں، اگر بعد خلوتِ صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جب تک اپنا مہر اتنا نہ وصول کرلے زوج کے گھر رہنے سے انکار کرسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح کے لئے مہر لازم ہے بایں معنی کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کرلی ہو جب بھی مہر دینا آئے گا تعیینِ مہر نکاح کے لئے کچھ ضرور نہیں، اگر تعیین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑے گا، مہر کہ نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے تین قسم ہے:

معجّل، مؤجل، مؤخر۔

معجّل وُہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے۔ عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُسے تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے یہاں نہ جائے، اور اس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی، پانسو (صماء) روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار پایا تھا تو اس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجّل میں دئے گئے تھے وہ مہر ادا ہوگیا، پھر اگر زوج نے دھوکا دے کر واپس لے لئے تو اس سے مہر معجّل اس کے ذمہ عود نہ کرے گا

اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضہ زن سے ادا ہولیا تھا، اب یہ عورت کا ایک مال ہے جو زوج نے غصب کرلیا، اگر بعینہٖ باقی ہے اس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہوگیا تو اس کا تاوان دے۔
اور مہر مؤجل وُہ جس کے ادا کی ایک میعاد مُعین قرار پائی ہو، مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد، میعاد جب تک نہ گزرے عورت کو مطالبہ اختیار نہیں، بعد انقضائے میعاد مطالبہ کرسکے گی، اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اس کے لئے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہوچکی ہو۔ شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے:

لوکان المھر مؤجلا لیس لھا المنع قبل حلول الاجل والابعدہ وعلی قول ابی یوسف لھا المنع الی استیفاء الاجل اذالم یکن دخل بھا[1]۔	اگر مہر معجّل ہو تو مقررہ مدّت ختم ہونے سے قبل یا بعد بیوی کو منع کا حق نہیں ہے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول پر غیر مدخول بہا کو مدت مقررہ آنے تک بیوی کو منع حق ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

وبہ یفتی استحسانا. والوالجیۃ[2]۔	اسی پر فتوٰی دیا جائے گا استحساناً، والوالجیہ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وفی البحر عن الفتح ھذا کلہ اذا لم یشترط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطہ ورضیت بہ لیس لھا الامتناع اتفاقا[3]۔	بحر میں فتح سے ہے یہ جب ہے کہ مقررہ مدت پوری ہونے سے قبل دخول کی شرط نہ لگائی ہو اور اگر یہ شرط لگائی گئی ہو اور بیوی کی رضامندی سے دخول ہوچکا ہو تو پھر بالاتفاق اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔(ت)

اس پر حاشیہ فقیر جدالممتار میں ہے:

اقول: وعرف بلادنا الدخول قبل اداء شیئ منہ والمعروف کالمشروط فلایکون لھا الامتناع	**اقول:** اور ہمارے علاقے کا عرف یہ ہے کہ مہر کا حصہ ادا کرنے سے قبل دخول ہوتا ہے، تو معروف

---

[1] ردالمحتار بحوالہ شرح الجامع الصغیر امام قاضیخان باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۰
[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲
[3] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۹

اجماعا بالاتفاق[1]	مشروط کی طرح ہوتا ہے اس لئے ہمارے علاقہ میں بالاجماع بیوی کو منع کا حق نہیں ہوگا۔(ت)

مؤخر وُہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو، نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کیا ہو اس کا مطالبہ نہیں ہوسکتا، مگر بعد موت یا طلاق نہ اس کے لئے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

اذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر مایتعارفه اهل البلدة فیؤخذ منه الباقی بعد الطلاق او الموت ولایجبره القاضی علی تسلیم الباقی ولایحبسه[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے مطابق جو قدر معجّل ہو وہ ادا کردے اور باقی طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اس سے قبل قاضی اس کو تمام مہر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا اور نہ ہی قاضی اسے قید کرسکتا ہے۔ واللّٰه تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷: از قصبہ نرہڑ ڈاکخانہ چڑوہ ضلع شیخاواٹی محلّہ پیرزادگان مرسلہ منشی محمد علی صاحب ارم مدرس ۲۲ شوال ۱۳۳۹ھ

اس مسئلہ میں شریعت عزائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے اپنا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام جائداد کا مہر مقرر کیا، جائداد علی التوریث چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی' مکان سکنی، آمدنی خانقاہ ہر قسم حصّہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے، وُہ رقم حصّہ خود غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مہر مقرر کرکے اپنی بیوی کے نام ہبہ کردی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا مہر لازم آئے گا؟ اس کے ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمشیرہ کو حصّہ کا نہیں، رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور اُس کے بعد مستحقِ جائداد وغیرہ ہیں، عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہو کر ہبہ ہوچکی اس کے سوااور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں، یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب بکوشش جاری ہوا ہے، یہی وجہ زیادتی مہر ہے، ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کرسکتا ہے؟

الجواب:

جس قدر جائداد اُس کو متروکہ پدری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصّہ ہے

[1] جدا لممتار حاشیه المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۲/ ۴۱۷

[2] قاضیخان باب فی ذکر مسائل المهر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴-۱۷۳

وُہ مہر مِلک زوجہ ہوگیا، اور جتنا حصّہ اس کی بہن کا ہے اگر وُہ اجازت دے دے تو وُہ بھی مِلک زوجہ ہوگیا، اور اگر وُہ اجازت نہ دے تو حصّہ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑے گی۔ عالمگیریہ میں ہے:

فاذا تزوجھا علٰی ھذا العبد وھو ملك الغیر او علی ھذہ الدار وھی ملك الغیر فالنكاح جائز والتسمیة صحیحة فبعد ذٰلك ینظر ان اجاز صاحب الدار وصاحب العبد ذٰلك فلھا عین المسمی وان لم یجز المستحق لایبطل النكاح ولاالتسمیة حتی لایجب مھر المثل وانما تجب قیمة المسمی كذافی المحیط[1]۔	جب کسی نے ایک خاص عبد یا ایک مکان بطور مہر پر نکاح کیا جبکہ وُہ عبد اور مکان کسی غیر کی ملکیت ہوں تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور مہر کے طور پر ان کا ذکر صحیح ہے، بعد میں دیکھا جائے کہ اس عبد یا مکان کا مالک دینے پر تیار ہے تو وہی عبد یا مکان مذکورہ دیا جائے گا اور مالک دینے پر تیار نہ ہو تو پھر بھی نکاح اور مہر باطل نہ ہوگا حتی کہ مہر مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اب اس عبد یا مکان کی قیمت دی جائے۔ محیط میں یُونہی ہے (ت)

آمدنی خانقاہ جیسے نذور وغیرہا کہ فی الحال معدوم ہیں وُہ داخل مہر نہ ہُوئیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کئے گئے اُن پر اثر نہ پڑے گا وہ مہر میں ہوچکے، نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دئے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

واذاسمی فی العقد ماھو معدوم فی الحال بان تزوجھا علی مایثمر نخیلہ العام او علی ماتخرج ارضہ العام او علی مایکتسب غلامہ لایصح التسمیة وكان لھا مھر المثل[2]۔	اگر نکاح میں ایسی چیز کو مہر ذکر کیا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً اس سال کھجوریں یا زمین جو فصل دیں گی، یا میرا غلام اس سال جو کمائے گا وغیرہ، تو مہر میں ان کا ذکر صحیح نہیں لہٰذا مہر مثل واجب ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوسمی عشرۃ دراھم ورطل خمر فلھا المسمی ولا یکمل مھر المثل بحر[3]۔	اگر مہر میں دس درم اور ایک رطل شراب مقرر کیا ہو تو بیوی کو مقررہ مہر دیا جائیگا اور مہر مثل کو پورا نہ کیا جائے گا، بحر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰۳

[2] فتاوٰی ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰۳

[3] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۵

بھتیجے اس کے وارث ہونا، یا نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں، جو مہر میں دے چکا، اور جو کوئی ایسا مہر باندھے گا اس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے، اس سے اس کا حق سقط نہیں ہوتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۸ تا ۷۰: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

رئیس المحققین عمدۃ الامین محافظ الدین دام لطفہ، تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ:

(۱) اگر طالق اور مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ نہ ہم نے وطی کی ہے نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں، اب حضور انور بتائیں کہ ان کے کہنے پر اعتماد کرکے بغیر عدّت کئے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے؟

(۲) اگر محض عورت طالق کے دخول اور خلوتِ صحیحہ سے منکرہ ہے، اور طالق کہتا ہے میں نے دخول کیا ہے، یا برعکس ہو تو کس کے قول پر اعتماد کرکے بغیر عدّت کئے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں؟

(۳) ثبوت خلوت صحیحہ اور دخول کا گواہان سے ہوگا یا طالق مطلقہ سے، سند فقہاء مع عبارت کتب و اسمِ کتاب ارشاد ہو قیمت رقیمہ دی جائے گی، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) جبکہ ظاہر حال اُن کے قول کا مکذب نہ ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا نکاح خواں پر کوئی الزام نہ ہوگا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اگر عورت خلوتِ صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے، تنویر میں ہے:

ولوافترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها[1]۔	جب دونوں میں مفارقت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ دخول کے بعد ہوئی ہے اور خاوند نے کہا دخول سے قبل مفارقت ہُوئی ہے، تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فقالت بعد الدخول المراد هنا الاختلاف فی الخلوة[2]۔	اس کے قول کہ "بیوی نے دخول کے بعد کہا" سے مراد خلوت میں اختلاف ہے۔ (ت)

اور اگر عکس ہو تو قولِ شوہر بدرجۂ اولٰی معتبر ہے کہ وہ مقر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۰

[2] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۳

در مختار میں ہے:

والاصل ان من خرج کلامه تعنتا فالقول لصاحبه بالاتفاق[1]۔	ضابطہ یہ ہے کہ جو بھی اپنے مفاد کے خلاف بات کرے تو دُوسرے فریق کی بات معتبر ہوگی بالاتفاق۔(ت)

ردالمحتار میں ہے: **تعنتا بان ینکر ماینفعه**[2] (تعنت یہ ہے کہ وُہ اپنے مفاد کے خلاف بات کرے۔ت) بہر حال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدّت نکاح پر اقدام نہ چاہئے، **قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کیف وقد قیل**[3] (حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے فرمایا: کیا کیا جائے جب بات کہہ دی گئی ہے۔ت) **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

(۳) دربارہ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وہ اس پر مطلع نہیں اور ظاہرا خلوت صحیحہ بھی شہادت سے جُدا۔ اُن کا علم اگر محیط ہوسکتا ہے تو صرف اتنی بات کو کہ سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور کواڑ بند کرلئے اس پر اگر ثابت ہوئی تو صرف خلوت صحیحہ کے لئے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسی ہو نہ شرعی نہ طبع۔ اس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصا بعض موانع وُہ ہیں جو شاہدوں کی اطلاع سے وراہیں، معہذا اگر شوہر خلوتِ صحیحہ ہونا بیان کرتا ہے تو وُہ مقر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کسی۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وُہ منکرہ ہے اور گواہ منکر سے نہیں لئے جاتے بلکہ مدعی سے، ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لئے اقرارِ شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیحہ ہونے کا اقرار کیا،

هذاکله ماقلته تفقها والفقیر الاٰن متنزه علی جبل بعید عن وطنی وکتبی فان اصبت فمن ربی وعنده العلم بالحق وهو حسبی۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	یہ جو کچھ میں نے کہا ہے محض فہم کی بنا پر کہا ہے اس وقت میں دور ایک پہاڑ پر تفریح میں ہوں، اپنی کتب اور وطن سے دور ہوں، لہٰذا اگر یہ درست ہو تو میرے علم رب کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہی حق کا علم ہے، وہی مجھے کافی ہے۔ واللّٰه تعالٰی اعلم (ت)

مسائل پر بفضلہٖ تعالٰی یہاں کبھی کوئی اُجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ

[1] درمختار کتاب البیوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۹

[2] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۱

[3] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾ [1] (تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالٰی کے ہاں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۱تا۱۷۲: ازکانپور طلاق محال مکان ابوالضیاء حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبیداللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے ساطرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اس کے واسطے طے کردیتے ہیں اس کاوُہ پابند سمجھا جاتا ہے اور پابندی بھی کرتا ہے توکیازید کو جو اسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیاگیاکہ وُہ بعد بلوغ زوجہ کے سسرال میں رہ کرنان نفقہ کی خبر گیری کرتا رہے گا یا نقد ادا کردے گا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہُوا تھا نہ کہ مجھ سے، حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھااور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جُز سے انکار نہیں کیا، توکیاایسی صورت میں حسبِ رواج قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ بیّنواتوجروا

(۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح پر ہوا کہ حسبِ رواج قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر مؤجل باجل دو۲ سال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دو۲ سال کے اندر بعوض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کے جائداد غیر منقولہ بنام ہندہ خرید کردی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کردیا جائے گا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دُہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا مہر مؤجل تعداد ساڑھے پانچ ہزار روپیہ ہے توکیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائے گا یا باجل دو۲ سال مؤجل ہوگا؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عامہ ہے کہ **المعروف کالمشروط** (عرف رواج مشروط کی طرح ہے۔ت) جبکہ ان لوگوں میں عام رواج یہی ہے اور شوہر کے سامنے شرائط کئے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور ان شرائط کی پابندی کرتا ہے توزید کہ انہیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنٰی نہیں ہوسکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفاپر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۱۰۹

رکھنا حقِ شوہر وحکمِ شرعی ہے۔قال تعالٰی:

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ[1]	ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔ (ت)

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کرسکتا ہے **کمن ترکت قسمھا لھا ان تعود متی تشاء** (جیسا کہ بیوی اپنی باری چھوڑدے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ت) اور دوسرے معاہدہ سے مہر دو۲ برس کے لئے مؤجل ہوگا اس پر لازم ہے کہ دو برس کے اندر کردے خواہ جائداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبہ مہر ہی کا استحقاق ہوتا نہ بالخصوص جائیداد کا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اسی قرارداد کی بناء پر ہُوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو۲ سال میں ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ اطلاق لفظ اپنا عمل کرے گا اور یہ مہر مؤخر رہے گا قبل موت وطلاق مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا کہ تاجیل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح واذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر مایتعارفہ اھل البلدۃ فیوخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولایحبسہ[2]۔	ایک شخص نے کسی عورت سے ایک ہزار پر نکاح کیا اور کہا کہ پُورا ہزار مؤجل ہے، تو اگر اس کی مدت معلوم ہو تو مہلت دینا صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو مہلت دینا صحیح نہیں اور جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائیگا کہ علاقہ کے عرف کے مطابق کچھ معجّل طور پہلے دے دے اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائیگا اور قاضی اس پر باقی کی ادائیگی میں جبر نہ کرے گا اور نہ قید کرے گا۔(ت)

عالمگیریہ میں ہے:

تأجیل المھرلا الی معلومۃ یصح ھوالصحیح لان الغایۃ معلومۃ فی نفسھا وھوالطلاق او الموت کذا فی المحیط[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مہر کی مہلت، مدتِ غیر معین تک ہو تو صحیح ہے، یہی صحیح ہے، کیونکہ انتہائی مدت خود بخود معلوم ہے، اور وہ طلاق یا موت ہے، محیط میں یونہی ہے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی مسائل ذکر المھر نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷۳-۱۷۴

[3] فتاوٰی ہندیہ باب المھر فصل الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱۸

مسئلہ ۷۳: از سرائے صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرسلہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب ۱۲ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمرو کو دے کر بطور ہبہ کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتاہُوں، اس وقت عمرو کالڑکا خالد نابالغ تھااور عمرو نے وہ زیور زید سے قبول کرلیالڑکی کے ہاتھ میں خالد کی طرف سے پہنایا گیا، اب وُہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وُہ زیور وغیرہ اور پار چات واپس ہو کر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وُہ زیور جو زید نے اپنی طرف سے نواسہ کو دیا ہے اور لڑکی کو اس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھ کو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب بالغ ہوں مجھ کو ملے اور عمرو لڑکے کا والد کہتا ہے مجھ کو ملنا چاہئے، اس لئے صاحبانِ شرع شریف سے مفصل طور پر دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعاً کون مستحق ہے، کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس کی منگنی ہُوئی تھی؟ جوابِ باصواب عنایت فرما کر اجر دارین حاصل فرماویں، بینواتوجروا، اگر صورتِ مسئولہ میں ہبہ ہے تو نانا نواسے وُہ زیور شرعًا واپس لینے کا حقدار ہے یا نہ؟

الجواب:

ایسے زیور پارچہ کو عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دُولھا کی طرف سے دُلہن کو دینے میں اگرچہ عرف وعادت ناس کا اختلاف ہے، بعض ہبۃً دیتے ہیں بعض عاریۃ، مگر وُہ جو دُولہاکے اقارب دُولہاکے یہاں بھیجتے ہیں اس میں اصلاً اختلاف نہیں وُہ یقینا بطور ہبہ وامداد ہی ہوتا ہے، کسی حالت میں اُنہیں اس کی واپسی کا دعوی نہیں ہوتا، اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کردے کہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اس کی ہے، اور تصریح نہ کرے تو وُہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو ان کی ہے ورنہ اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں میں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لئے ہے اور ماں کے اقارب سے یا شناساؤں میں ہے تو ماں کے لئے، مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا، اور اب وہ موجود ہے اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلاً باپ یا ماں یا اولاد کو تو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا اتخذ الرجل عذیرۃ للختان فاھدی الناس ھدایا ووضعوا بین یدی الولد فسواء قال المھدی ھذا للولد اولم یقل فان کانت الھدیۃ تصلح للولد	مثلاً بچے کے کپڑے، یا وہ شے جو بچّہ استعمال کرتے ہیں جیسے ہاکی اور گیند تو یہ بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیزیں عادۃً بچّے کی ملکیت کیجاتی ہیں، اور اگر وُہ ہدیے بچّے کے مناسب ہوں

مثل ثیاب الصبیان اوشیئی یستعمله الصبیان مثل الصولجان والکرة فھو للصبی لان ھذا تملیك للصبی عادة کالدراھم والدنانیر، ینظر الی المھدی فان کان من اقارب الاب او معارفه فھو للاب وان کان من اقارب الام اومعارفه فھو للاب وان کان من اقارب الام اومعارفھا فھو للام لان التملیك ھنا من الام عرفا وھناك من الاب فکان التعویل علی العرف حتی لو وجد سبب او وجه یستدل به علی غیر ماقلنا یعتمد علی ذٰلک، وکذٰلك اذا اتخذولیمة لزفاف ابنته فاھدی الناس ھدایا فھو علی ماذکرنا من التقسیم، وھذاکله اذالم یقل المھدی شیئا وتعذر الرجوع الٰی قوله اما اذا اقال اھدیة للاب او للام اوللزوج او للمرأة فالقول للمھدی کذافی الظھیریة[1]۔	مثلاً بچے کے کپڑے، یا وہ شے جو بچّے استعمال کرتے ہیں جیسے ہاکی اور گیند تو یہ بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیزیں عادۃً بچّہ کی ملکیت کیجاتی ہیں، اور اگر وُہ ہدیے بچّے کے مناسب نہ ہوں جیسا کہ دراہم ودینار وغیرہا، تو پھر ہدیہ دینے والوں کو دیکھا جائے گا کہ وُہ والد کے قریبی اور واقفیت والے ہیں یا ماں کے، اگر وُہ والد کے تعلق والے ہوں تو وہ والد کے لئے ہوں گے، اور اگر ماں کے تعلق والے ہوں تو وُہ ماں کے لئے ہوں گے، کیونکہ عرفاً یہاں ماں کی طرف سے تملیک سمجھی جاتی ہے اور وہاں باپ کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں، لہٰذا عرف پر اعتماد کرنا ہوگا، ہاں اگر کوئی ایسا سبب یا وجہ پائی جائے جو ہمارے بتائے ہوئے عرف کے خلاف قرینہ ہے تو پھر اسی قرینہ پر اعتماد کی جائے، اوریُونہی اگر کسی نے بیٹی کے زفاف کے لئے ولیمہ کا انتظام کیا تولوگوں نے ہدیے دئے تو وہ اسی تقسیم پر ہوں گے جو ہم نے ذکر کی ہے، یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب ہدیہ دینے والے نے کوئی تصریح نہ کی ہو، اور اس سے معلوم کرنے کے لئے رجوع بھی مشکل ہو، لیکن جب اس نے کہہ دیا کہ یہ باپ یاماں یاخاوند یا بیوی کے لئے ہیں تو پھر اس کے قول کے مطابق حکم ہوگا، ظہیریہ میں یُونہی ہے۔(ت)

بالجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کے لفظ وُہ ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسے کو ہبہ ہُوا اور وُہ اس وقت نابالغ تھا اور اس کے باپ نے قبول کرکے قبضہ کرلیا تو ہبہ تمام ہوگیا اور نواسہ اس کا مالک ہوگیا، اس میں نہ باپ کا حق ہے نہ نانا کا، نہ نانا اسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرمہ مانع رجوع ہے، درمختار میں ہے:

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب لاھبہ باب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۳

لو وھب الذی رحم محرم نسبا ولو ذمیا او مستامنا لایرجع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کسی نے اپنے ذی محرم نسبی کو ہبہ دیا تو وہ خواہ کافر ذمی ہو یا امن لے کر آیا ہو تو واپس نہ لے سکے گا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۴: از چاندہ پار ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے بخیال دنیا اس قدر وسیع مہر بندھوایا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کر سکتا، لڑکے نے اس خیال پر کہ اگر منظور نہ کروں گا نکاح نہ ہوگا مجبورًا محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز سمجھ کر منظور کرلیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہُوا تو اسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی ورضامندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید وبصیر جان کر جمیع انبیاء وملائکہ کا واسطہ دلا کر معاف کردیا، جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز وحرام ہوا اور یہ صحبت حرامکاری ہے لڑکا بخوف عقبٰی اپنی براءت کے لئے ہر صورت سے راضی ہے گو کہ بی بی اس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتوٰی پر کاربند ہونے کو دل وجان سے تیار ہے، مہر جو بندھا ہے اس کی تعداد ایک ہزار دو اشرفی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریبًا پانچ سو روپے ۵۰۰ سکّہ رائج الوقت، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہ ہوتا اور دس کروڑ اشرفی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح صحیح تھا اور معاذاللہ اسے حرام کاری سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ جو حدیث میں ارشاد ہُوا ہے کہ جن کا نکاح ہوا ان کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روز قیامت زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے[2] یہ ان کے واسطے ہے جو محض برائے نام جُھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھ کر مہر باندھیں شرعًا نکاح اُن کا بھی ہو جائے گا اور وُہ بحکمِ شریعت زانی وزانیہ نہیں زن وشو ہیں اگرچہ قیامت میں اُن پر اس بدنیت کا وبال مثل زنا ہو کہ اُنھوں نے حکمِ الٰہی کو ہلکا سمجھا یہاں کہ لڑکے نے اللہ عزوجل پر بھروسا کرکے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہ ہُوا پھر جبکہ لڑکی بالغہ نے بے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کردیا معاف ہوگیا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] درمختار باب الرجوع فی الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۳

[2] السنن الکبرٰی باب ماجاء فی حبس الصداق الخ دارصادر بیروت ۷/ ۲۴۲، کنز العمال حدیث بیروت ۱۶/ ۳۲۳

باب الجهاز

(جہیز کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۷۵: ۲۵ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اُس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائداد دی تو اُس مال کا مالک اس لڑکی کے حینِ حیات میں اس کا شوہر ہوسکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

وہ مال تمام و کمال خاص مِلک عورت ہے دوسرے کا اس میں کُچھ حق نہیں:

فی ردالمحتار احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة وانه اذا طلقها تاخذ كله واذا ماتت يورث عنها ولايختص بشئی منه[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مرجائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب النفقه دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

مسئلہ ۷۶: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اس کی مالک دخترِ زید ہے یا اس کا شوہر، اور اگر شوہر بے اذنِ زوجہ اس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص مِلک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اُس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا واذنِ زوجہ نافذ ہوسکے۔

فی الدر المختار جهز ابنته بجهاز وسلمها ذٰلك ليس له الاسترداد منها، ولا لورثته بعده ان سلمها ذٰلك فی صحته بل تختص به وبه يفتی [1]۔	درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وُہ اس کے سپرد بھی کردیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اُس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص عورت کی ملکیت ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ جہیز حالتِ صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو (یعنی مرض الموت میں نہ دیا ہو)۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة [2] لاحق لاحد فيه۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۷: ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دُولہا کی طرف سے جوڑا وغیرہ دُلہن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہٰذا بامید عوض جوڑے گراں قیمت سَو روپے دوسو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دوسو کا مال جائے گا تو اس کے عوض میں چار سو کا مال ملے گا، ایسا ہی دُلہن کی طرف سے دُولہا کے واسطے جوڑا وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے، پھر جب زوجین میں جُدائی ہوگئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دئے کی ہُوئی، اور زوج کی طرف بمقتضائے ایمانداری جو کچھ اُدھر سے آیا تھا جوڑا وغیرہ سب دے دیا اور رسید اُن اشیاء کی لکھوالی، اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا اور زیور وغیرہ گیا تھا واپس ہوسکتا ہے یا

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

[2] ردالمحتار باب النفقه احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۵۳

نہیں اور اگر ہلاک کر دے ایک شخص ان دونوں میں سے جو دیا تھا اس کو دوسرے نے، تو اس صورت میں ہلاک کر دینے والے سے وُہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا، لے سکتا ہے یا نہیں۔ والدین زوج نے اپنے پسر کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیفِ قلوب کے بایں غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہر وقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور جب چاہیں گے بنادیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے، نہ بطور تملیک کے، اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص مِلک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہُوئی تو کُل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة وانه اذاطلقها تاخذه کله واذاماتت یورث عنها[1]۔	ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ (ت)

ہاں مرد بحالت ہمخانگی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف وفروش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدینِ شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُس کی مِلک نہ ہو گئے۔ عقود الدریہ کتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے:

لایکون استمتاعها بمشریه ورضاه بذٰلك دلیلا علی انه ملکها ذٰلك کما تفهمه النساء والعوام وقد افتیت بذٰلك مرارا[2]۔	شوہر کے خریدے ہوئے مال سے عورت کا نفع حاصل کرنا اور شوہر کا اس پر رضا مند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت اس مال کی مالک ہو گئی جیسا کہ عورتیں اور عام لوگ سمجھتے ہیں اور تحقیق میں اس پر متعدد بار فتوی دے چکا ہوں۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیاء اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برائے نام بھیج دیتے ہوں کہ ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ

[1] ردالمحتار باب النفقه احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

[2] العقود الدریه تنقیح فی فتاوٰی حامدیة، کتاب الدعوی /، کتاب الفرائض ۲/ ۵۰،۳ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان

جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہُوئی، اور تملیک ہی قصد کرتے اور دُلہن کو اس گہنے جوڑے کامالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہُوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک مِلک میں جمع نہیں ہوسکتے۔ ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ ہم یہ دے کر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کے بسببِ انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع وانتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب وآرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقتِ حاجت ہر گونہ کا برآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالبًا اپنا مال خصوصًا ہنگامِ ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں، یہ وجوہ اُس باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دوسو ۲۰۰ کا جائے گا تو چارسو ۴۰۰ کا آئے گا جیسے بلادِ شام وغیرہ میں اسی اُمید پر مہر بڑھاتے ہیں۔

في ردالمحتار كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة ولايختص بشيئى منه وانما المعروف انه يزيد في المهر لتاتي بجهاز كثير ليزين به بيته وينتفع به باذنها ويرثه هو و اولاده اذا ماتت كمايزيده في مهرا لغنية لاجل ذٰلك لاليكون الجهاز كله او بعضه ملكا له، ولا ليملك الافتقاع به وان لم تأذن[1]۔	ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور شوہر اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، اور بیشک متعارف ہے کہ شوہر مہر میں اس توقع پر اضافہ کرتا ہے کہ عورت بھی زیادہ جہیز لائے گی تاکہ اس سے گھر کی زینت وآرائش ہو اور عورت کی اجازت سے شوہر اس سے نفع اٹھائے گا اور عورت کے مرنے کے بعد وُہ اور اس کی اولاد جہیز کی وارث بنے گی، جیسا کہ اسی غرض سے وہ غنی عورت کے مہر میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے نہیں کہ وُہ تمام یا بعض جہیز کا مالک بن جائے گا یا عورت کی اجازت کے بغیر اس سے نفع حاصل کرسکے گا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں جہیز تو ذرّہ ذرّہ دینا واجب ہی تھا اور اُس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وُہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اُس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعًا مِلک شوہر ہوجاتا ہے کہ لوگ اُس تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذٰلك واضح لاخفاء به (اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔ ت) پس اگر وہ اس نے ہلاک کردیا خواہ ہلاک ہوگیا تو اُدھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاک موہوت مطلقا مانع وجوع ہے۔ یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص نسبًا اس کا محرم مثلًا بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہو لیا بعدہ، جوڑا مال زوجہ

[1] ردالمحتار باب النفقه دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ قرابت محرمہ زوجیت دونوں مانع رجوع ہیں،

فی الدرمختار و ردالمحتار یمنع الرجوع فیھا حروف **دمع خزقه** فالزوجیة وقت الھبة فلو وھب لامرأة ثم نکحھا رجع ولو وھب لامرأته لاکعکسه ای لو وھبت لرجل ثم نکحھا رجعت ولو لزوجھا لا ،والقاف القرابة فلو وھب لذی رحم محرم منه نسبا لا یرجع والھاء ھلاك العین الموھوبة وکذا اذا استھلك کما ھو ظاہر صرح به اصحاب الفتاوٰی رملی[1] اھ ملتقطین۔	درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ہبہ میں رجوع سے مانع یہ حروف ہیں: **دمع خزقه**، پس (ان سات حروف میں سے زا سے مراد ہے زوجیت ہے جو بوقتِ ہبہ موجود ہو لہٰذا اگر کسی عورت کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس عورت سے نکاح کرلیا تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کرسکتا، ایسا ہی اس کے برعکس میں بھی ہے یعنی اگر عورت نے کسی مرد کو بطور ہبہ کچھ دیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرسکتی ہے، اور اگر اپنے شوہر کو بطور ہبہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کرسکتی۔ اور قاف سے مراد قرابت ہے، لہٰذا اگر کسی ایسے ذی رحم رشتہ دار کو بطور ہبہ کچھ دیا جو اس کے لئے محرم نسبی ہے تو رجوع نہیں کرسکتا۔ اور ہاء سے مراد موہوب شیئ کا ہلاک ہونا ہے اور اسی طرح ہلاک کرنا ہے: جیسا کہ ظاہر ہے اصحاب فتاوٰی نے اس کے تصریح کی، رملی اھ ملتقطین۔ (ت)

فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

لو بعث ابوھا من ماله فله الرجوع لوقائما والا فلا ولو من مالھا باذنھا فلارجوع لانه ھبة منھا والمرأة لاترجع فی ھبة زوجھا[2]۔	اگر زوجہ کے باپ نے اپنے مال سے کچھ بھیجا تو اگر وُہ موہوب شیئ شوہر کے پاس موجود ہے تو رجوع کرسکتا ہے ورنہ نہیں، اور زوجہ کے مال سے اس کی اجازت سے بھیجا تو رجوع نہیں کرسکتا کیونکہ یہ زوجہ کی طرف سے ہبہ ہے اور زوجہ کو زوج کے ہبہ میں رجوع کا حق نہیں۔ (ت)

ہاں اگر جوڑا ملِک شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدینِ زن نے بنایا تو اُن سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو، یا مالِ زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہوگا کہ طرفین سے جوڑیں کا جانا بحکمِ عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے، نہ ایک دوسرے کے عوض

---

[1] ردالمحتار باب الرجوع فی الھبة داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۹-۵۱۵-۱۸، درمختار باب الرجوع فی الھبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[2] فتح القدیر باب المھر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۶-۲۵۵

میں، ولہٰذا اگر ایک جان سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دُولہا کی جانب سے بری میں ہر گز اُس جوڑے کا خیال نہیں جو دُولہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرتِ جہیز کی طمع پروری، بہر حال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دُلہن والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار ہوں گے۔ حضور پُر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العائد فی ھبته کالعائد فی قیئه [1]۔ رواہ الائمة احمد والستة بالفظ شتی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	دے کر پھیرنے والا مثل کُتّے کے ہے قے کرکے پھر کھالے (اس کو امامِ احمد اور اصحاب صحاح ستّہ نے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

درمختار میں ہے:

(کرہ) الرجوع (تحریما) وقیل تنزیھا نھایة [2] اھ **اقول:** والاول الذی جزم به فی المتن و اشار الشارح الی تضعیف خلافه فانه ھو الصحیح الذی لامعدل عنه لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا یحل للرجل ان یعطی عطیة فیرجع [3] فیھا، رواہ الائمة احمد والاربعة عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم قال فی المنتقٰی صححه الترمذی۔	(ہبہ میں) رجوع مکروہ تحریمی ہے، اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے نہایہ اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اوّل جس پر متن میں جزم کیا اور شارح نے اس کے خلاف کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا وہی صحیح ہے اس اعراض کا کوئی سبب نہیں بسبب فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ کسی مرد کے لئے جائز نہیں کہ کچھ عطیہ دے کر اس میں رجوع کرے۔ اسے امام احمد اور اصحابِ سُننِ اربعہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، منتقٰی میں فرمایا کہ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔(ت)

اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کردیا تو رجوع صحیح ہوگئی اور اس کی مِلک سے خارج ہوگیا **لتحقق الرجوع بالتراضی** (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے۔ت) اور اگر موجودہ صورت اولٰی ہے

[1] صحیح مسلم کتاب الھبة باب التحریم فی الصدقة مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۶
[2] درمختار باب الرجوع فی الھبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱
[3] مسند امام احمد بن حنبل مروی از ابن عمر و ابنِ عباس دارالفکر بیروت ۲/۲۷

یعنی قرابت وزوجیت وغیرہما کوئی مانع، تواس حال مین بھی اگراس نے برضائے خود جوڑا انہیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس کردیا ہبہ صحیح ہوگیا۔

فی الدرالمختار اتفق والواھب والموھوب له علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعه من لامواضع السبعة السابقة کالھبة لقرابته جاز ھذاالاتفاق منھما جوھرة وفی المجتبی لاتجوز الاقالة فی الھبة و الصدقة فی المحارم الابالقبض لانھا ھبة[1]۔	درمختار میں ہے کہ واہب اور موہوب لہ، ہبہ کے رجوع پر متفق ہوگئے، مذکورۃ الصدر ان سات مواضع میں سے کسی موضع پر جن میں رجوع صحیح نہیں جیسے ہبہ بوجہ قرابت توان دونوں کا یہ اتفاق جائز ہے (جوہرہ) اور مجتبٰی میں ہے کہ محارم کے ہبہ اور صدقہ میں بلا قبضہ اقالہ جائز نہیں کیونکہ (اقالہ) ہبہ ہے۔(ت)

اور اگراس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل جہیز ہے بعد افتراق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا، نہ وُہ جوڑاملک شوہر سے نکلے گا، اسے اختیار ہے اب واپس لے لے، اوران پر لازم کہ واپس دیں۔

لان الجوع حیث لایصح انما یصح ھبته مبتدأة کما تقدم واذلاھبة فلاصحة ولاعبرة بالظن البین خطؤہ قال فی العقود الدریة من کتاب الشرکة من دفع شیأ لیس بواجب علیه فله استردادہ الا اذا دفعه علی وجه الھبة واستھلکه القابض کما فی شرح النظم للوھبانی وغیرہ من المعتبرات[2]اھ وفی الخیریة من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیه دینا فبان خلافه یرجع بما ادی ولو کان قداستھلکه رجع ببدله اھ[3]۔	کیونکہ جہاں رجوع صحیح ہو وہاں نئے سرے سے ہبہ صحیح ہوتا ہے جیسا کہ گزرا، جب ہبہ نہیں تو صحت نہیں، اور اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کی خطاء واضح ہے۔ عقودالدریہ کی کتاب الشرکۃ میں فرمایا کہ جس نے کسی کو ایسی شے دی جس کا دینا واجب نہ تھا تواس کو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس کے کہ جب بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے اس کو ہلاک کرڈالا ہو جیسا کہ وہبانی کی شرح النظم اور دیگر معتبر کتابوں میں ہے اھ اور خیریہ کے کتاب الوقف میں ہے تحقیق انہوں نے تصریح کی اس بات کی کہ کسی شخص نے گمان کیا کہ اس پر قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا توجو کچھ ادا کرچکا ہے واپس لے سکتا ہے، اور اگر لینے والے نے اس کو ہلاک کردیا ہے تواس کا بدل لے سکتا ہے اھ (ت)

[1] درمختار باب الرجوع فی الھبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۴

[2] العقود الدریة تنقیح فی فتاوٰی حامدیة کتاب الشرکة حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۹۱

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفة بیروت ۱/ ۳-۱۳

دلہن کا گہنا جوڑا جو بری میں دیا جاتا ہے اگر نصًا یا عرفًا اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہے جیسے شکر، میوہ، عطر، پھل وغیرہ، مطلقًا ہوتی ہے تو وہ بھی قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہوگا ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے ولہٰذا بعد رخصت اس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب مطعونی جانتے ہیں، اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دے کر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دُلہن آگئی چھین لیا، یعنی یہ ان کی رسم معہود کے خلاف ہے اس صورت میں تو اس کے لئے بھی بعینہٖ وہی احکام ہوں گے جو دُولہا کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دُلہن سے تاوان لینے کا اصلًا اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو،

فان الخروج عن ملك الموھوب له ایضا من الموانع کما فی الدر[1] وسائر الاسفار الغر۔	اس لئے کہ بیشک موہوب لہ، کی مِلک سے ہبہ کا نکل جانا بھی رجوع کے موانع میں سے ہے جیسا کہ در اور دیگر عظیم الشان روشن کتابوں میں ہے (ت)

یُونہیں اگر وُہ جوڑا گہنا بحالتِ قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نا متصور، ورنہ بحالت بقائے موہوب وفقدان موانع برضائے زوجہ یا قضائے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن، ہاں جہاں عرف تملیک نہ ہو بلکہ صرف پہنانے کے لئے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی مِلک سمجھا جاتا ہو وہاں دُلہن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالتِ بقا جس سے بروقت رجوع جائز وحلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اُس کے فعل کے تلف ہوگیا مثلًا، چور لے گیا، گرپڑا، دُلہن کے پہننے برتنے میں ٹوٹا بگڑا خراب ہوگیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفًا رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دُلہن پر تاوان نہیں،

فان العواری لاتضمن بالھلاك من غیر تعد[2] کما فی التنویر وغیرہ وفی الھندیة عن الفصول العمادیة اذا انتقض عین المستعار فی حالة الاستعمال لایجب الضمان بسبب النقصان اذا استعمله	اس لئے کہ بے شک مستعار اشیاء پر بلاتعدی ہلاک کی صورت میں ضمان نہیں جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے۔ ہندیہ میں فصول عمادیہ سے ہے کہ جب مستعار شئی میں استعمال کی حالت میں کوئی نقص پیدا ہوجائے تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں

---

[1] درمختار باب الرجوع فی الھبة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۳

[2] درمختار کتاب العاریة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

استعمالًا معہودا[1]	استعمال عادت وعرف کے مطابق ہو۔(ت)

اور اگر خلاف عرف وعادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلًا بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک جڑاؤ گہنے راتوں کو پہنے سویا کی، یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان دے گی، یُونہی اگر بے احتیاطی بے پروائی سے گما دیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسے طرح تلف ہوگیا تو قیمت دینی آئے گی،

| لان العاریۃ کانت موقتۃ دلالۃ الی بقاء الزوجیۃ فانتھت کانتھائھا فامساکھا بعد ذلك تعد منھا وان لم تستعمل۔فی جامع الفصولین لو کانت العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملھا بعد الوقت ھو المختار سواء توقتت نصاً او دلالۃً الخ[2] **اقول:** ھذا ھو المنصوص علیہ فی الاصل کما فی الھندیۃ فیترجح علی مافیھا ان من مشائخنا من قال بان ھذا اذا انتفع بھا بعد الوقت فان لم ینتفع بھا لم یضمن وھو المختار[3] الخ فان الفتوی متی اختلف وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ بل ھٰھنا اولی کما لایخفی۔ | اس لئے کہ یہ عاریت، دلالت کے اعتبار سے بقاءِ زوجیت تک مؤقت تھی لہٰذا زوجیت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی ختم ہوگئی چنانچہ اب اس کے بعد عورت کا اس کو روکے رکھنا عورت کی طرف سے تعدی ہے اگرچہ اسے استعمال نہ کرے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر عاریت موقت ہو اور وقت گزر جانے کے بعد امکان رد کے باوجود اُسے روکے رکھے تو ضامن ہوگا اگرچہ وقت مختار ہے۔برابر ہے کہ توقیت باعتبار نص کے ہویا باعتبار دلالت کے الخ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ وہی ہے جس پر اصل میں نص کی گئی جیسا کہ ہندیہ میں ہے پس اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو اس میں ہے کہ بیشک ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ تحقیق یہ حکم تب ہے جب وقت گزرنے کے بعد اس سے نفع اٹھائے، اور نفع نہیں اٹھایا تو ضامن نہ ہوگا یہی مختار ہے الخ اس لئے کہ جب فتوٰی میں اختلاف واقع ہوجائے تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ہوتا ہے بلکہ یہاں پر اولٰی ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت) |

اور وُہ **زیور** وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے دیتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۶۸

[2] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس فی تضنیع العاریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴ / ۳۶۸

طرح مالک کر دینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہے بہو کا اُس میں کچھ حق نہیں **کما تقدم فی استمتاع المرأۃ بمشری الزوج** (جیسا کہ عورت کے لئے شوہر کے خریدے ہُوئے مال سے نفع حاصل کرنے کی صورت میں گزر چکا ہے۔ ت) اس کے احکام وہ ہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۸: ۱۵رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمّٰی زید نے اپنے پسر ابو محمد کی شادی ساتھ حبیبہ بنت خالد کے بصرف زر اپنے کے کی خالد نے بطریق جہیز اسباب وزیور وغیرہ دے کر زوجہ ابو محمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابو محمد اور اس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا مال واسباب جو اس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابو محمد میں صَرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمایئے کہ عندالشرع اس مال واسباب کی مالک زوجہ ابو محمد ہے یا زید والد ابو محمد ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وُہ زیور واسباب کہ زوجہ ابو محمد اپنے جہیز میں لائی خاص اُس کی مِلک ہے ابو محمد یا اُس کے باپ کا اس میں کچھ حق نہیں اور وُہ روپیہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صَرف کیا بحکم عرف شائع وعام تبرع واحسان قرار پائے گا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر قرض بھی ٹھہرے مثلاً ابو محمد بالغ نے خود استدعا کی کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے ادا کر دیجئے میں واپس دُوں گا، یا زید ہی نے اس سے کہا کہ یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کروں گا، اُس نے قبول کر لیا، یا ابو محمد نابالغ تھا زید نے قبلِ صَرف لوگوں کو گواہ کر لیا کہ یہ خرچ میں طرف ابو محمد بطور قرض اٹھاتا ہوں میں اس سے واپس لُوں گا، اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو رسم وعادت وحیثیت کے موافق تھا، ان سب صورتوں میں جو اُٹھایا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابو محمد سے کرے، زیور واسباب کو مِلکِ زوجہ ہے کہ اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

فصل اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۷۹: ۲۷ ربیع اول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو[2] لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہُوا، نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں (جب وُہ بالغ ہُوئیں تو بکر نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کردیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے اپنی زندگی میں کردی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہ ہوا) صرف دو[2] بہنوں کا خرچ پرورش وشادی اس نے مال متروکہ ومشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہاں تین[3] چیزیں ہیں:

(۱) خرچ پرورش

(۲) شادی کے مصارفِ بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں کا انعام، سمدھیانے کے جوڑے، دُولہا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیا وغیر ذٰلک۔

(۳) دُلہن کا جہیز۔

بتوفیق اللہ تعالٰی ہر ایک کا حکم علیحدہ سُنئے:

خرچ پرورش بے شک بحکم دیانت بحالت عدم وصی، وارثانِ کبیر کو وارثانِ صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر اُن پر اٹھانا شرعًا جائز ہے جبکہ وُہ بچّے اُن کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن رو صابت وولایت مالیہ نہ رکھیں۔ تنویرالابصار ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے:

جاز شراء مالابد للصغیر منه (کالنفقة والکسوة واستئجار الظئر منح) وبیعه ای بیع مالابد للصغیر منه لاخ وعم وام وملتقط هو فی حجرهم ای فی کنفهم والالا۔[1]	چھوٹے بچّے کا مال سے اس کی ضرورت کی اشیاء خریدنا (جیسے کھانا، لباس اور اجرت پر دایہ حاصل کرنا، منح) اور ضرورت کے تحت اس کے مال سے کچھ بیچنا بھائی، چچا، ماں اور گم شدہ بچّے کو پانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وُہ ان کی زیرِ حفاظت وپرورش ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قولِ درمختار لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولاولایته الافی مسائل (غیر کے مال میں بے اذن ولایت تصرف ناجائز سوائے چند مسائل کے۔ت) کی شرح میں بہ ضمن مسائل استثنا ارشاد فرماتے ہیں:

کذا لو انفق بعض اهل المحلة علی مسجد لامتولی له من غلته لحصیر ونحوه او انفق الورثة الکبار علی الصغار ولاوصی لهم فلاضمان فی الکل دیانة[2] اھ ملخصا **اقول**: ولایخالفه بل ربما یؤیده مافی شهادة الاوصیاء من الطحطاوی من الفصول حیث قال ورثه صغار وکبار وفی الترکة دین وعقار	جیسے بعض اہل محلّہ کسی ایسی مسجد پر مسجد کے مال سے خرچ کرے جس کا کوئی متولی نہیں مثلًا چٹائی وغیرہ کا انتظام کرے یُوں ہی بڑے وارث ایسے چھوٹے وارثوں پر جس کا کوئی وصی نہیں ان کا مال خرچ کریں تو اس تمام میں دیانتًا ضمان نہیں (تلخیص) میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید ہُوں یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتا ہیں وہ جو طحطاوی میں بحوالہ فصول شہادۃ الاوصیاء کے بارے میں ہے جہاں فرمایا کہ

[1] درمختار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶، ردالمحتار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۰

[2] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۰ ۵/ ۱۲۷

فھلك بعض المال وانفق الکبار البعض علٰی انفسھم وعلی الصغار فما ھلك فھو علی کلھم، وما انفقه الکبار ضمنوا حصّة الصغار ان کانوا انفقوا بغیر امر القاضی اوالوصی وما انفقوہ بامر احد ھما حسب لھم الی نفقة مثلھم [1] اھ فان ھذا عند وجود الوصی ومامر فعند عدمه لاسیمافی بلادنا فافھم۔	اگر وارث بڑے اور چھوٹے ہیں اور ترکہ میں دین وعتار ہے پھر بعض مال ہلاک ہوگیااور بڑے وارثون نے کچھ مال اپنے آپ اور چھوٹے وارثوں پر خرچ کردیا تو جو مال ہلاک ہوا وہ سب پر ہے اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا اگر قاضی اور وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو ضامن ہوں گے، اور اگران دونوں سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو نفقہ مثلی کی مقدار مجرا پائیں گے اھ اس لئے بے شک یہ حکم وصی کے موجود ہونے کی صورت میں ہے اور جو حکم ماقبہ گزرا وہ اس کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خاص طور پر ہمارے علاقے میں۔ پس سمجھ۔ (ت)

پاس جو کچھ بکر نے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعوٰی کرے تو بیشک دیانۃً مجرا پائے گا،

فانه کان ماذونا له فی ذٰلك من جھة الشرع فلایکون ضمینا بل امینا مقبول القول مالم یدع مایکذب به الظاھر، الاترٰی الٰی ماقدمنا عن الفصول حیث حکم بالاحتساب الٰی نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن کالوصی والقاضی والشرع المطھر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا وان لم یوجد من وصی او قاض لفقد انھما ھٰھنا راسًا و انت تعلم عن المفتی انما یفتی بالدیانة	کیونکہ اس کو شرع کی طرف سے ایسا کرنے کااذن حاصل تھا لہٰذا وُہ ضامن نہیں بلکہ ایسا امین ہوگا کہ جب تک وُہ خلافِ ظاہر دعوٰی نہ کرے اس کے قول کو تسلیم کیا جائے گا، کیا تو نے نہیں دیکھا جس کا ذکر ہم فصول کے حوالے سے پہلے کرچکے ہیں کہ نفقہ مثل تک مجرا پانے کا حکم کیا گیا جبکہ وصی یا قاضی وغیرہ جنہیں اختیار اذن ہے میں سے کسی کااذن پایا جائے اور شرع مطہر زیادہ حقدار ہے کہ اس کو اختیارِ اذن ہو، اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف سے اذن پایا گیا اگر چہ وصی یا قاضی کی طرف سے اذن نہیں پایا گیا کیونکہ اس صورت میں دوسرے سے

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی شھادة الاوصیاء دار المعرفة بیروت ۴/ ۳۴۵

بل قد اثبتنا عرش التحقیق بتوفیق المولٰی سبحانه وتعالٰی فی کتاب الوصایا من العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة ان الابن الکبیر فی امصارنا هذه فی اعصار نا هذه یقوم مقام وصی ابیه علی الاولاد الصغار من دون حاجة الٰی تصریح بالوصایا لوجود الاذن والتفویض دلالة بحکم العرف الفاشی المطر دمع تحقق الضرورة الملجئة الی اعتبار تلك الدلالة والله یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اهل زمانه ولم یراع فی الفتیا حال مکانه فهو جاهل مبطل فی قوله وبیانه وقد بینا المسئلة بحول القدیر جل مجده بما یتعین المراجعة الیه وحینئذ فالامر اظهر۔	موجود ہی نہیں ہیں۔اور تُو جانتا ہے کہ مفتی دیانت پر فتوٰی دیتا ہے بلکہ ہم نے مولٰی سبحانہ، وتعالٰی کی توفیق سے العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کی کتاب الوصایا میں بلند ترین تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں موجودہ زمانے میں تصریح وصیت کے بغیر بھی بڑا بیٹا باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ ہمارے عام و رائج عرف وعادت کے طابق بطور دلالت اذن تفویض موجود ہے باوجودیکہ ایسی ضرورت بھی متحقق ہے جسے اس دلالت کا اعتبار کرنے پر مجبور کرنے والی ہے۔ اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح کو جانتا ہے جو شخص اپنے اہلِ زمانہ کو نہ پہچانے اور فتوٰی میں اپنے علاقے کے احوال کا لحاظ نہ رکھے وُہ جاہل ہے اور اس کا قول وبیان باطل ہے اور ہم نے اللہ قدیر جل مجدہ، کی طاقت سے مسئلہ کو اس اسلوب سے بیان کردیا جس کی طرف رجوع کرنا متعین ہے، اس صورت میں معاملہ زیادہ ظاہر ہوا۔(ت)

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدّت ایسے بچّوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی واسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا۔عالمگیری میں ہے:

نفقة المثل مایکون بین الاسراف والتقتیر کذا فی المحیط[1]۔	نفقہ مثل وہ ہے جو فضول خرچی اور تنگی کے درمیان ہو، ایسا ہی محیط میں ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماینفق علی مثلهم فی تلك المدة[2]۔	جواُن کا مثل بچّوں پر اتنی مدت میں خرچ کیا جاتا ہو۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع فی الوصی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۵۵

[2] ردالمحتار فصل فی شهادت الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۶۰

مصارف شادی: عبارتِ سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی وجہیز سب بکر نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا، اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہُوئیں نہ ان سے دربارہ صرف کوئی استفسار ہوا نہ اُن کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصّہ سے کرتے یا جہیز تمہارے حصّے میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کنّواریوں سے پُوچھ کر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیانِ مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہُوئے وہ دُلہن کے حصّہ سے مجرا نہیں ہوسکتے:

لانا وان قلنا بوصایہ بکر دلالۃ کمااشرنا الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ۔	کیونکہ بیشک ہم نے اگرچہ بکر کے لئے باعتبار دلالت وصی ہونے کا قول کیا ہے جیسا کہ ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں مگر وہ ولایت بالغ ہونے کے ساتھ منقطع ہوگئی۔(ت)

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے:

انھم (یعنی ورثۃ الکبار) اذاکانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکۃ اصلا الا اذا الخ[1]	بے شک وُہ (یعنی بڑے ورثاء) جب حاضر ہوں تو وصی کے ترکہ تصرف کا کوئی حق نہیں مگر جب الخ(ت)

توان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جو کسی سے مُجرا نہ پائے گا سب صرف اسی کے حصہ پر پڑے گا خواہ ضمانًا خواہ قصاصًا دوسرے ورثہ جنھوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ اُنھوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذ لاینسب الٰی ساکت قول (خاموش رہنے والے کی طرف قول کی نسبت نہیں کی جاتی۔ت) اشباہ میں ہے:

لو رأی غیرہ یطلف مالہ فسکت لایکون اذنا باتلافہ[2]۔	اگر کوئی کسی کو اپنا مال تلف کرتا دیکھ کر خاموش رہے تو خاموشی اتلاف کی اجازت نہ ہوگی۔(ت)

خصوصًا اگر اُن میں کوئی اس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانہ لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من مالہ۔	کیونکہ وُہ اہلِ تبرع میں سے نہیں اور نہ ہی کسی اور کو یہ حق ہے کہ اس کے مال میں تبرع کرے۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دارا حیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴

[2] اشباہ النظائر القاعدۃ الثانیۃ عشر لاینسب الی ساکت قول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۸۵

بزازیہ وبحر الرائق وردالمحتار وتنویر الابصار وسراج وہاج وغیرہامیں ہے :

الهبة والقرض وماكان اتلافا للمال او تمليكا من غير عوض فانه لايجوز مالم يصرح به نصا[1] اھ اقول: هذا افادوه فى شريكى العنان والمفاوضة مع ان كلامنهماوكيل عن صاحبه ماذون التصرف فى المال من جانبه. فكيف بالشريك شركة العين فانه اجنبى صرف عن حصة اخيه ليس له التصرف فيه كمانصواعليه۔	ہبہ وقرض اور جو مال کا اتلاف یا بے عوض تملیک ہو وُہ جائز نہیں جب تک شریک بنص صریح اس کی اجازت نہ دے دے اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ وُہ ہے جس کا انہوں نے شرکت عنان ومفاوضہ کے شریکوں کے بارے میں افادہ فرمایا باوجودیکہ شرکتِ عنان اور شرکتِ مفاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور ایک دوسرے کی طرف سے تصرف کے مجاز ہوتے ہیں تو یہ حکم شرکت عین کے شریک کیلئے کیسے ہوسکتا ہے کہ اس میں تو شریک دوسرے کے حصہ سے محض اجنبی ہوتا اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف حلال نہیں جیسا کہ اُنہوں نے اس پر نص کی ہے۔(ت)

حاشیہ طحطاویہ میں ہے :

التجهيز لايدخل فيه الجمع والموائد فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه و يكون متبرعاوكذاان كان اجنبيااھ[2] ملخصا۔	جمع وموائد تجہیز میں داخل نہیں تو جو تجہیز کے علاوہ ان میں خرچ کرے اگر وُہ ورثاء میں سے ہے تو اُسی کے حصّہ سے شمار کیا جائے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یُونہی اجنبی اھ ملخصًا(ت)

دُلہن کا جہیز وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصّہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کُل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جُدا جُدا جوڑ کر دُلہن کا حصّہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصّہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرّہ کے اُس کے لئے جُدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فصلا عن الاقتصار على المثليات والتحرز عن الا اسباد بالاستبدال فى القيميات۔	چہ جائیکہ مثلی چیزوں پر اکتفاء کیا گیا ہو اور قیمت والی چیزوں میں مستقل تبادلہ کرنے سے احتراز کیا گیا ہو۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الشرکت دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۵

[2] حاشیہ طحطاویہ کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۶۷

انہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں **کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا** (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس پر نص فرمائی گئی۔ت) تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُلہن کے حصہ میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہوسکتا قسمت نہ ہونا توظاہر **لما مر** (جیسا کہ گزرا۔ت) صُلح وتخارج یُوں نہیں کہ کُل ترکہ یا اُس کی کسی قسم سے حصہ دلہن کا ساکت نہ کیا گیا نہ دلہن کے خیال میں ہوگا اب فلاں قسم طرقہ میں میرا کوئی دعوی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے، نہ ایسا امر بے صریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے،

فان العقد ربط ولا بد فی الربط من شیئین۔	کیونکہ عقد ربط ہوتا ہے اور ربط میں دو ۲ چیزوں کا ہونا لازم ہے۔(ت)

معہذا عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیئ خلا عن مقصودہ الا بطل وجہالۃ المصالح عنہ انما لاتمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی المنازعۃ والا منعت۔	اور نہیں ہے کوئی شیئ اپنے مقصود سے خالی مگر وہ باطل ہے، اور جس شیئ پر صلح ہو رہی ہے اس کا مجہول ہونا اگر موجبِ نزاع نہ ہو تو جواز صلح سے مانع نہیں ورنہ مانع ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الصلح شرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ[1]۔	صلح شرعًا ایسا عقد ہے جو نزاع کو رفع اور خصومت کو قطع کرتا ہے۔(ت)

نہایہ میں ہے:

جہالۃ تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح اھ ملخصین[2]۔	جو جہالت منازعت تک پہنچائے وُہ جواز صلح سے مانع ہوتی ہے اھ ملخصین (ت)

رہی بیع وہ اگر بتصریح ایجاب وقبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے

---

[1] درمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۴۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۳۱

جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصّہ میں آئیں بیع کیا اور دُلہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصّہ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلبِ عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقدِ شرعی قرار دے سکتے ہیں،

ومعلوم انه ليس من عقد يتم بالنية بل لابد من شيئ يظهر القصد القلبی ويكون دليلا على الرضا النفسی۔	اور یہ معلوم ہے کہ ایسا کوئی عقد نہیں جو محض نیت سے تام ہوتا ہو بلکہ کسی ایسی شیئ کا ہونا ضروری ہے جو ارادہ قلبی کو ظاہر کرے رضاءِ قلبی پر دلالت کرے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

| ركنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول او فعل[1] اھ(ملخصًا) نعم المظهر قد يكون نصًا وهو اللفظ المقرر للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة واخذالثمن بعد بيان الثمن فی بيع التعاطی وحيث لاحاجة الى البيان للعرف العام كالخبز مثلاً حيث يكون له قيمة معلومة لاتختلف ففتح البائع الدكان وجلوسه للبيع واعداده الخبز لذٰلك دليل على البيع واخذ المشتری على الشراء اما هٰهنا فان فرضت دلالة من بكر فلادلالة اصلامن قبل العروس ولئن سلمت ايضاً فالتعاطی ههنا من احد الجانبين وهو وان جاز عند البعض وبه يفتٰى وهو اربح التصحيحين فلابد فيه عند مجيزه من بيان البدل | اس کا رکن وُہ فعل ہے جو قولی یا فعلی طور پر تبادل ملکین کے ساتھ رضامندی پر دلالت کرے، ہاں کبھی تو اس امر کا ظاہر کرنے والی شیئ بطور نص ہوتی ہے اور وُہ لفظ ہے جو ایجاب وقبول کے لئے مقرر کیا گیا اور کبھی وُہ بطور دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ چکانا اور بیع تعاطی میں بیان ثمن کے بعد مبیع کو لے لینا اور جہاں عرف عام کی وجہ سے حاجتِ بیان نہیں ہوتی جیسے مثال کے طور پر روٹی جہاں اس کی قیمت متعین ہو اور مختلف نہ ہوتی ہو وہاں بائع کا دکان کھول کر بیٹھنا اور فروخت کے لئے روٹی تیار کرنا بیع پر دلالت کرتا ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں اگر بکر کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دُلہن کی طرف سے بالکل دلالت نہیں پائی گئی اور اگر بالفرض اس کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک جانب سے ہوگی ایک طرف سے تعاطی |

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۵۵

والبدل ھھنا کما علمت مجھول فلم ینعقد البیع اجماعا۔	اگر چہ بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور ارجح التصحیحین ہے، مگر اس کو جائز ماننے والوں کے نزدیک بیان بدل، ضروری ہے اور یہاں پر جیسا کہ تُو جانتا ہے بدل مجہول ہے لہٰذا بالاجماع یہ بیع منعقد نہ ہوگی۔(ت)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الشرط فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحوانی کذافی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ھو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احد ھما کاف لنص محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النھر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع بتسلیم المبیع وھکذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضل الکرمانی کذافی المحیط[1]۔	بیع تعاطی میں دونوں جانبوں سے اعطاء امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک شرط ہے یونہی کفایہ میں ہے، اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، البحرالرائق میں بھی ایسے ہی ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ایک کا قبضہ کافی ہے کیونکہ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نص فرمائی کہ بیع تعاطی بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے اور یہ ایک پر قبضہ ثمن ومبیع دونوں کا شامل ہے جیسا کہ النہرالفائق میں ہے اور یہ قائل تسلیم مبیع کے ساتھ اس بیع کے منعقد ہونے کے لئے بیان ثمن کی شرط لگاتا ہے، اور اسی طرح شیخ امام ابوالفضل کرمانی کا فتوی نقل کیا گیا جیسا کہ محیط میں ہے۔(ت)

پس واضح ہو کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کرے گا، بلکہ وُہ مال جس کی مِلک تھا بدستور اسی کی مِلک پر رہے گا۔ اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور، برتن، کپڑے وغیرہا کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہٖ جہیز میں دئے گئے وُہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترکہ تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکر نے خرید کردیں وہ سب مطلقاً مِلک بکر تھیں اور اب بھی خاص اسی کی مِلک پر ہوں گی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں لما علم ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ (کیونکہ یہ معلوم ہوچکا کہ بیشک شراء جب نفاذ پائے تو مشتری

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب البیوع الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۹

پر نافذ ہوجاتی ہے۔ت) غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع منافتاوٰنا عن ردالمحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار سے اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر نقل کیا ہے۔ت) پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دُلہن کا قبضہ قبضہ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالک (کیونکہ اس قبضہ کا حصول مالک کی طرف سے قدرت دینے سے ہوا۔ت) پس جس چیز کو دلہن نے استہلاک نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دلہن پر نہ آئے گا اور جو اس کے فعل وتعدی سے تلف ہُوئی اس کی قیمت بکر کے لئے دلہن کے ذمّہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی (اس لئے کہ امین جب امانت میں تعدی کرے تو ضامن ہوگا۔ت) اور جو باقی ہو وہ بعینہٖ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دلہن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اس کے پاس ہلاک ہوجائے مطلقًا تاوان آئے گا،

وذلك لان بكرا قد تعدى على حصص الشركاء بتجهيز الاخت من مال مشترك وتسليمه اليها جهاز التلبس وتستعمل وبالتصرف تستقبل وكل يد مترتبة على يد ضمان يد ضمان۔	اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک بکر نے شرکاء کے حصوں میں تعدی کی کیونکہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر بہن کے حوالے کیا تاکہ وہ اس کے پہنے اور استعمال کرے اور اس میں مستقل تصرف کرے قبضہ جو قبضہ ضمان پر مترتب ہو وہ قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے۔(ت)

پس باقی وارث جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وُہ غاصب ہے۔ت) چاہیں دلہن سے لانھا کغاصبۃ الغاصب (کیونکہ وہ گویا غاصب سے غصب کرنے والی ہے۔ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے:

اليد المترتبة على يد الضمان يد ضمان فلرب البهيمة ان يضمن من شاء[1] الخ۔	قبضہ ضمان پر مترتب ہونے والا قبضہ بھی قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے لہٰذا چار پائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے ضمان لے الخ (ت)

اور وہ بکر یا دُلہن جس سے ضمان لیں اُسے دُوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا:

اما بكر فلانه الغاصب وانما قبض العروس بتسليطه واما العروس فلانها قبضت	لیکن بکر تو اس لئے کہ وُہ غاصب ہے بے شک دلہن نے اس کے قدرت دینے سے قبضہ کیا اور

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الغصب دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۴۹

لنفسہا لاالبکر۔	رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ بے شک اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے نہ بکر کے لئے۔(ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

وھب الغاصب المغصوب او تصدق اواعار وھلك فی ایدیھم وضمنوا للمالك لایرجعون بماضمنوا للمالك علی الغاصب لانھم کانوا عاملین فی القبض لانفسھم بخلاف المرتھن والمستاجر والمودع فانھم یرجعون بماضمنوا علی الغاصب لانھم عملوا لہ[1] الخ۔	غاصب نے شئ مغصوبہ کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے دی اور وہاں ہلاک ہوگئ تو جنہیں وہ شئ بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دی گئ یہ لوگ اصل مالک کیلئے ضامن ہوں گے اور جتنا ضمان انہوں نے مالک کو دیا وُہ غاصب سے نہیں لے سکیں گے کیونکہ انہوں نے قبضہ کرنے میں اپنے لئے عمل کیانہ کہ غاصب کے لئے۔بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ یہ لوگ جتنے کے ضامن ہوئے غاصب سے اس کا رجوع کر سکیں گے کیونکہ اُنہوں نے غاصب کے لئے عمل کیاالخ۔(ت)

اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض الٰہیہ پر تقسیم ہوجائیں، یہ سب احکام اس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بے شک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی، بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

لانہ الدافع فھوادری بجھۃ الدفع کما فی الاشباہ وجامع الفصولین والفتاوی الخیریۃ وغیرھا وقد نصوا علیہ فی مسائل کثیرۃ **اقول:** ولیس فی تجھیز الاخوۃ الاخوات اذا کن ذوات مال شریکات فی مابایدی الاخوۃ من الترکۃ عرف فاش یقضی بالھبۃ بخلاف الاباء والامھات فی بلادنا کیف یکون الظاھر	کیونکہ بیشک وُہ دینے والاہے لہٰذا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ دینے کی جہت کی ہے جیسا کہ اشباہ، جامع الفصولین اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور تحقیق انہوں نے متعدد مسائل میں اس پر نص فرمائی ہے **میں کہتا ہوں** کہ مال دار بہنیں جو بھائیوں کے جہیز دینے میں یہ عرف عام نہیں کہ یہ بھائیوں کی طرف سے ہبہ ہے۔بخلاف ماں باپ کے کہ وُہ جو کچھ بطور جہیز دیں وہ ہمارے علاقے کے عرف میں ہبہ ہے اور بقاء واجب کے

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶

قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاہر انھم یریدون الاحتساب علیھن من انصابھن۔	ہوتے ہوئے قصدِ تبرع کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر تو یہاں یہ ہے کہ وُہ بہنوں کے حصّوں سے مجرا کاارادہ کرتے ہیں (ت)

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیتِ ہبہ کی مگر دُلھن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیابلکہ مثلاً اپنے حصّہ کا معاوضہ یا حصّے میں مجرائی سمجھ کرلیاتو بھی بعینہٖ یہی احکام ہوں گے کہ اس صورت میں دُلہن کی طرف سے قبولِ ہبہ نہ پایا گیا،

فان القبول فرع العلم وھی اذا لم تحسبہ ھبۃ کیف یتصور انھا قبلت الھبۃ۔	اس لئے کہ قبول علم کی فرع ہے تو جب اس نے اسے ہبہ جانا ہی نہیں تو یہ کیسے متصور ہے کہ اس نے ہبہ قبول کیا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

وکذا بقولہ اذنت للناس جمیعا فی ثمر نخلی من اخذ شیئا فھو لہ فبلغ الناس من اخذ شیئا یملکہ کذا فی المنتقی وظاہرہ ان من اخذ ولم یبلغہ مقالۃ الواھب لایکون لہ کما لایخفی [1] اھ **اقول**: ومثلہ مافی الھندیۃ عن الخلاصۃ رجل سیب دابتہ فاصلحھا انسان ثم جاء صاحبھا واقروقال قلت حین خلیت سبیلھامن اخذھافھی لہ اوانکر فاقیمت علیہ البینۃ او استحلف فنکل فھی للاٰخذ سواء کان حاضر اسمع ھذہ المقالہ اوغالب	اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی تمام لوگوں کو اجازت دی کہ جو جتنا لے لے وہ اُسی کا ہے، لوگوں کو اس کی خبر پہنچی تو اس میں سے جو جتنا لے گا وہ اس کامالک ہو جائے گا جیسا کہ منتقٰی میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس کے واہب کے اس کہنے کی خبر نہ پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، **میں کہتا ہوں** اسی کی مثل ہے وہ جو ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اپنا چوپایہ آزاد چھوڑدیا پھر کسی نے اس کو پکڑ کراس کی اصلاح کرلی یعنی اس کو کام کے لائق بنالیا اب مالک آیا اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جو بھی اس کو پکڑلے گا یہ اسی کا ہوگا' یا اس نے

[1] البحرالرائق کتاب الھبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۸۴

فبلغه الخبر[1] ووجهه ظاہر فانه اذاعلم بمقالة الواهب فیکون الاخذ علی جهة الاتهاب ویقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم یعلم فانه یتحقق القبول قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعا سواء جعل رکنا کما نص علیه فی التحفة ولو الجیة والکافی والکفایة والتبیین والبحر ومجمع الانهر والدرالمختار وابی السعود وغیرہا من کتب الکبار وهو ظاہر الهدایة وملتقی الابحر وغیرها من الاسفار الغر اوشرطا کما نص علیه فی المبسوط والمحیط والهندیة وغیرها وافادفی البدائع انه الاستحسان وان الاوّل قول زفروعلی کل فاتفق القولان علی انه لاتملك فیها بدون القبول وهو الذی نص علیه فی الخانیة وغیرها وقد حققنا المسئلة بتوفیق الله تعالٰی علی هامش ردالمحتار بما لامزید علیه۔	انکار کیا اور گواہ قائم ہوگئے کہ اس نے ایسا کہا تھا یا اس سے حلف کا مطالبہ کیا گیا تو وہ حلف سے انکار کر گیا، ان تمام صورتوں میں ہو چوپایہ اُس پکڑنے والے شخص کا ہوگا چاہے تو خود حاضر ہو کر اُس نے اپنے کانوں سے اس کی یہ بات سُنی ہو یا وُہ غائب تھا اور اس تک یہ خبر پہنچی ہو اھ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب اس کو واہب کے اس قول کا علم ہوگیا تو قبضہ قبول کے قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے جب اس کو واہب کے قول کا علم نہ ہو تو قطعًا قبول متحقق نہ ہوگا اور وُہ قبول ہی موہوب لہ، کے لئے ثبوتِ ملک کا مدار ہے چاہے اس قبول کو رکن قرار دیا جائے، جیسا کہ اس پر تحفہ، والوالجیہ، کافی، کافیہ، تبیین، بحر، مجمع الانہر، درمختار اور ابوالسعود وغیرہ کتب کبیرہ میں نص کی گئی اور ہدایہ اور ملتقی الابحر وغیرہ جلیل القدر کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہے، یا اس قبول کو شرط قرار دیا جائے جیسا کہ اس پر مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں نص کی گئی اور بدائع میں افادہ فرمایا کہ بے شک یہ استحسان ہے اور یہ بے شک اول قول زفر ہے اور بہر صورت دونوں اس پر متفق ہیں کہ بغیر قبول کے ہبہ میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور خانیہ وغیرہ میں اسی پر نص فرمائی گئی اور البتہ ہم نے اس مسئلہ کی حاشیہ ردالمحتار میں ایسی تحقیق کردی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔(ت)

تو اس حالت میں بھی وُہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء اور احکام سابقہ عود کریں گے، **ہاں** اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولًا یا فعلًا یا درایۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب

[1] فتاوٰی ہندیہ باب الھبۃ الباب الثالث فیما یتعلق بالتحلیل نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۸۲

دلہن نے اسے ہبہ ہی سمجھ کر فیصلہ کیاتوالبتہ ایجاب وقبول دونوں متحقق ہوگئے،

فان القبض لوجه الاتهاب قبول وان ناقصاً کما فی مشاع یقسم لاستواء الکل فی الدلالة علی الرضا کما لایخفی۔	اس لئے کہ ہبہ سمجھ کر قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہو جیسے متحمل قسمت مشاع کا ہبہ کیونکہ رضا پر دلالت کرنے میں تمام برابر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

ولوالجیہ میں ہے:

القبض فی باب الهبة جار مجری الرکن فصار کالقبول[1]۔	ہبہ کے باب میں قبضہ رکن کے قائمقام ہے لہٰذا وُہ قبول کی طرح ہوگیا۔(ت)

پس اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دلہن اُن کی مالک مستقل ہوگئی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شراء واقع ہُوا یہاں تک کہ خود اُس دلہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا،

فان البدل وان الیها اوصل لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملك له وتم الضمان ثم العطاء للعروس هبة علیحدة من مال نفسه فلایرتفع به ضمان قسط العروس۔	اس لئے کہ بدل اگرچہ دلہن تک پہنچ گیا لیکن شراء بکر پر نافذ ہُوئی لہٰذا اس کے لئے ملک ثابت ہوئی اور ضمان تام ہُوا پھر بکر کا دُلہن کو عطا کرنا یہ بکر کے اپنے مال سے علیحدہ ہبہ ہُوا تو اس سے دُلہن کے حصّے کا ضمان ساقط نہیں ہوگا۔(ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہُوا **اذا منهم ولاولایة علیهم** (اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اذن ہے اور نہ ہی اس کی ان پر ولایت ہے۔ت) تواُن کے حصّے توہر حال دُلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ اُنہیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دلہن پر، جس پر ڈالیں دوسرے حصّہ جہیز جس مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصّے کیجئے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ہے ملتا تھا جب تو بکر کے حصّے میں بھی یہ ہوا **لانها هبة فیما یقسم** (کیونکہ یہ متحمل قسمت مشاع کا ہبہ ہے۔ت) اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دُلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اس میں حصّہ بکر کا تاوان خاص پر پڑے گا۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

---

[1] والوالجیه

لاتصح ھبة المشاع الذی یحتمل القسمة ولایفید الملك فی ظاہر الروایة قال الزیلعی ولو سلمه شائعا لایملکه فیکون مضمونا علیه اھ[1] ملخصا وتمامه فیھما وفی ردالمحتار۔	محتمل قسمت مشاع کا ہبہ ظاہر الروایۃ کے مطابق صحیح نہیں، اور نہ ہی مفید ملک ہے۔ امام زیلعی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مشترک غیر منقسم شیئ بطور ہبہ دے دے تو موہوب لہ، اس کا مالک نہیں ہوگا اور اس پر ضمان آئے گا، اس کی پُوری تفصیل مذکورہ بالا دونوں کتابوں اور ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابلِ تقسیم ہو مگر دُلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصّہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دلہن پر آئے گا۔ بحر الرائق میں ہے:

یشترط فی صحة ھبته المشاع الذی لایحتملھا ان یکون قدرامعلوما حتی لو وھب نصیبه من عبد ولم یعلمه به لم یجز[2]۔	غیر متحمل قسمت مشاع کے ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر غلام سے اپنا حصہ کسی کو ہبہ کیا اور مقدار نہ بتائی تو جائز نہ ہُوا۔ (ت)

محیط امام سرخسی میں ہے:

واذاعلم الموھوب له نصیب الواھب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفة رحمه اللہ تعالٰی[3] نقلھا فی الفتاوی الھندیة۔	اگر موہوب لہ، کو واہب کا حصہ معلوم ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاوٰی ہندیہ میں نقل فرمایا۔ (ت)

جامع الفصولین میں فتاوٰی امام فضلی سے ہے:

اذاھلکت افتیت بالرجوع للواھب ھبة فاسدة لذی رحم محرم منه اذالفاسدة مضمونة علی مامر[4]۔	اگر شیئ موہوب ہلاک ہوجائے تو میں اس واہب کیلئے رجوع کا فتوٰی دُوں گا جس نے اپنے ذی رحم محرم کو بطور ہبہ فاسدہ کچھ دیا کیونکہ ہبہ فاسدہ پر ضمان لازم آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الھبۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۲
[2] بحر الرائق کتاب الھبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۸۶
[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ محیط السرخسی الباب الثانی فیما یجوز من الھبۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۷۸
[4] جامع الفصولین الفصل الثلثون فی التصرفات الفاسدۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۷

اور اگر دُلہن کو معلوم تھاتو اس قدر میں ہبہ صحیح ونافذ وتام ولازم ہوگیا اور ان اشیاء میں دُلہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصّے بدستور ودستِ عروس میں حکمِ ضمان پر ہیں جن کا حکم بارہا گزرا اور اوّل سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دُلہن کے ہاتھ میں تلف ہُوئی اُن میں دُلہن اپنے حصّہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہُوا اور بکر نے اس کے حصّے پر کوئی تعدی نہ کی،

فانه انما سلم الملك لید من ملك فماهلك فی یدها فعلیها هلك هذاكله من اوله الی آخره مما افیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذته تفقها من كلمات العلماء اعظم الله اجورهم یوم الجزاء فما اصبت فمن الله تعالٰی وله الحمد علیه وما اخطأت فمن قصور نفسی وانا اتوب الیه اتقن هذه اتقانا كبیرا فان المسائل مما تمس الیه الحاجة كثیرا فاغتنم هذا التفصیل الجمیل والحمد لله علی فیضه الجلیل۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ بیشک اس نے مملوک شیئ اس کے سپرد کی جو مالک ہوا تو جو دُلہن کے قبضہ میں ہلاک ہُوا وہ اسی کی ضمان میں ہلاک ہُوا۔ یہ تمام از اول تا آخر ربِّ قدیر جل مجدہ، کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور میں نے اس کو بطور فقہ علماءِ کرام کے ارشادات عالیہ سے اخذ کیا تو جو میں نے درست کہا وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اس پر اسی کے لئے حمد ہے اور جس میں مجھ سے خطا ہُوئی تو میرا اپنا قصور ہے میں اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ ان مباحث کو زبردست مضبوطی عطا فرمائے کیونکہ یہ وُہ مسائل ہیں جن کی طرف بکثرت حاجت واقع ہوتی ہے پس اس عمدہ تفصیل کو غنیمت جان اور اللہ تعالٰی کے فیض جلیل پر اسی کی حمد ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

فصل دوم

مسئلہ ۸۰ تا ۸۶: از بیجناتھ پارا رائے پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد وو بیز مجلس انجمن نعمانیہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا و مصلّیًا

(فیض النساء بیگم مدعیہ بنام حسام الدین داروغہ جنگل مدعا علیہ)

دعوی واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسمّاۃ فیض النساء بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ کردی، ڈیڑھ برس بعد وُہ لڑکی مر گئی اور اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہُوا تھا بعمر ایک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وُہ لڑکا مر گیا، فیض النساء بیگم کا دعوی ہے کہ کُل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرف سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں سامان جہیز واپس ملنے کا رواج ملک مدراس میں جاری ہے۔ جواب حسام الدین یہ ہے کہ زیورات متوفیہ کے حکم سے اسی کے دوا معالجہ میں رہن رکھ کر خرچ ہُوا مجھ کو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سا میرا ذاتی خرچ ہُوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سا میرا ذاتی خرچ ہُوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا، ماں کے جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوں، متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ علمانِ دین اور مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) مُلک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کا رواج ہے فرمایئے شرع میں کہاں حکم ہے۔

(۲) شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا۔

(۳) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وُہ عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکًا۔

(۴) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز اسی قسم کا ہبہ ہے حسبِ دعوی مدعیہ۔

(۵) جو شیئ منجانب مدعیہ خاص مدعاعلیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملی ہے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے۔

(۶) جو جہیز یا سامان مدعاعلیہ نے وقتِ شادی اپنی بی بی کو دیا اس پر بھی حق واپس لینے کا مدعیہ کا ہے یا نہیں۔

(۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقتِ بیماری رہن رکھ کر صَرف ہوا اُس کے چُھڑانے کا کون ذمہ دار ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جواب سوال اوّل تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کُچھ دخل نہیں **ان الحکم الّا للّٰہ** (نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالٰی کا۔ت) ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یُوں کہ اگر یہ شے معروف ورائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جس کا وقت معروف ہو جائز، ورنہ نہیں، یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز اُجرت دے کر بنوانا اس میں جن اشیاء کے بنوانے کا رواج ہو، جائز، ورنہ نہیں، یا شرط البیع کہ جو شرط مفسد معروف ہو جائے متحمل ہے ورنہ نہیں **الٰی غیر ذٰلك ممّا صرحوا بہ فی الکتب** (اس کے علاوہ جس کی تصریح انہوں نے کتاب میں فرمائی۔ت) خواہ یُوں کہ حکم فی نفسہٖ حاصل اور عُرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلًا مرتہن کا شیئ مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو، جائز، ورنہ حرام۔ اب اگر عرف ورواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دیتے، جیسے ہمارے زمانہ میں، تو مطلقًا حکمِ حُرمت دیا جائے گا **کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت بہ مرارا** (جیسا کہ شامی میں طحطاوی کے حوالے سے ہے اور تحقیق میں اس پر کئی بار فتوٰی دے چکا ہوں۔ت) یہاں عرف نے بتادیا کہ صورتِ شرط ہے نہ یہ کہ قرض ورہن خالص واقع ہوئے اور اُس کے بعد راہن نے برضائے خود مرتہن کو اجازتِ انتفاع دی، ایسی ہی جگہ **المعروف کالمشروط** (معروف مشروط کی طرح ہوتا۔ت) یا **المعھود عرفا کالمشروط لفظا** (جو عرف کے اعتبار سے معہود متعین ہو وُہ

ایسے ہی ہے جیسے لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ت) کہتے ہیں کتبِ فقہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود۔ یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ وعاریت دونوں کو محتمل، تو بنظر اصل حکم مطلقاً اُنہیں کا قول معتبر ہونا چاہئے تھا۔

فان الاصل ان الدافع ادری بجهة الدفع وایضا اذا احتمل امران تعین الاقل اذهو المتیقن والی هذا نظر الامام شمس الائمة السرخسی فاختار ان القول للاب مطلقا۔	بے شک اصل یہ ہے کہ دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے نیز جب دو عمر محتمل ہوں تو ان میں سے اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔امام شمس الائمہ سرخسی نے اسی کی طرف نظر فرمائی اور اختیار فرمایا کہ قول مطلقاً باپ ہی کا معتبر ہے۔(ت)

مگر عرف بلاد مظہر قصد ومراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہان شرعی سے اپنا عاریۃً دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرفِ غالب عاریت، ہو یا دونوں رواج یکساں وہاں آپ ہی ان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک سمجھا جائے گا۔"**مشیا علی الاصل المار لعدم ما یحمل علی العدول عنه**" (اصل رائج پر چلتے ہوئے کیونکہ اس سے عدول پر برانگیختہ کرنے والی کوئی شیئ موجود نہیں۔ت) یہی صحیح و معتمد و مختار للفتوی ہے **بل هو التوفیق بین الاقوال فاذا حقق فالیه المآل** (بلکہ مختلف اقوال میں اسی سے تطبیق حاصل ہوئی جب اس کی تحقیق ہو گئی تو اسی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ت) درمختار میں ہے:

جهز ابنته ثم ادعی ان ما دفعه لها عاریة وقالت هو تملیك اوقال الزوج ذلك بعد موتها لیرث منه وقال الاب او ورثته بعد موته عاریة فالمعتمد ان القول للزوج ولها اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثله جهازا لاعاریة واما ان مشترکا کمصر و الشام فالقول للاب[1]۔	کسی شخص نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا پھر دعوی کیا کہ اس نے جو کچھ دیا وہ بطور عاریت دیا، جب کہ لڑکی کہتی ہے کہ بطور تملیک دیا تھا، یا اس کے مرنے کے بعد یہی بات اس کا شوہر کہے تاکہ وُہ جہیز سے بطور میراث حصّہ پائے، اور لڑکی کا باپ یا اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کہیں کہ یہ رعایت کے طور پر دیا تھا تو معتمد یہی ہے کہ قول بیٹی اور اس کے شوہر کا مانا جائے گا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ پانی بیٹی کو بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور رعایت

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۳

(جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے) اور اگر عرف مشترک ہو جیسا کہ مصر اور شام میں، تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت) اسی میں ہے: بہ یفتی (اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے:

فی فتح القدیر والتجنیس والذخیرۃ المختار للفتوی ان القول للزوج ولہا اذاکان العرف مستمّرا ان الاب یدفع مثلہ جہاز الاعاریۃ کما فی دیارنا وان کان مشترکا فالقول قول الاب [1]۔	فتح القدیر، تجنیس اور ذخیرہ میں کہ فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ بیشک قول بیٹی اور اس کے شوہر کا معتبر ہوگا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت، جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے۔ اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

حیث کان العرف مشترکا فالقول للام مع یمینہا وقد ذکر ان کل من کان القول قولہ یلزمہ الیمین الا فی مسائل اوصلہا فی شرح الکنز الی نیف وستین مسئلۃ لیست ہذہ منہا وافتی قاریءَ الہدایۃ القول قول الاب والام انہما لم یملکا ہا انما ہو عاریۃ عندکم مع الیمین [2] مختصرا۔	جہاں عرف مشترک ہو تو وہاں ماں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ تحقیق مذکور ہے کہ ان تمام صورتوں میں جن میں کسی کا قول معتبر ہو اُسے یمین لازم ہے سوائے چند مسائل کے جنہیں شرح کنز میں ساٹھ سے کچھ اوپر تک پہنچایا، مسئلہ جہیز ان مسائل میں سے نہیں (یعنی اس میں قول قسم کے ساتھ ہی معتبر ہوگا) اور قاری ہدایہ نے فتوٰی دیا کہ قول ماں باپ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ بے شک اُنہوں نے بیٹی کو جہیز کا مالک نہیں بنایا اور تمہارے نزدیک عاریت ہے اھ مختصراً (ت)

پھر عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کے مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ کے لوگوں میں مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب حیثیت ایک مقدار خاص تک جہیز دینے کا عرف ہو اور زیادہ ہو تو عاریت، تو جب اُسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے۔ بحر الرائق میں ہے:

قال قاضی خاں وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الشراف والکرام لایقبل قولہ انہ عاریۃ	قاضی خاں نے فرمایا کہ جواب بالتفصیل ہونا چاہئے، اگر باپ اشراف ومعززین میں سے ہے تو اس کا یہ قول قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ (جہیز) عاریت ہے

[1] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

[2] العقود الدرایۃ تنقیح فی الفتاوی الحامدیۃ مسائل الجہاز مطبع حاجی عبد الغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۲۶

وان کان الاب ممن لایجھز البنات بمثل ذٰلك قبل قولہ[1]۔	اور اگر باپ ان لوگوں میں سے ہے جو اس کی مثل جہیز بیٹیوں کو نہیں دیتے تو اس کا قول مان لیا جائے گا(ت)

نہر الفائق میں ہے:

وھذاالعمری من الحسن بمکان[2]۔	اور میری عمر کی قسم یہ قول حُسن میں اُونچا مقام رکھتا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

لوکان اکثر ممایجھز بہ مثلھا فان القول لہ اتفاقا[3]۔	اگر جہیز میں دیا جانے والا مال اس سے زیادہ ہے جتنا ایسی لڑکیوں کو جہیز میں دیا جاتا ہے تو بالاتفاق باپ کا قول معتبر ہوگا۔(ت)

بالجملہ یہاں مدار عرف ورواج پر ہے اور ان سب اقوال وتفاصیل کا یہی منشاء، تو جدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب، مگر کہ یہ کوئی دلیل دیگر اُس سے صارف ہو، مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وُہ کہتا ہے میں نے قرض دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے دیا، تو باپ کا قول بقسم معتبر ہے کہ مدیون کے حال سے یہی ظاہر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا۔ بحرالرائق میں ہے:

لو کان لھا علی ابیھا دین فجھز ھا ابو ہاشم قال جھزتھا بدینھا علیّ وقالت بل بما لك فالقول للاب وقیل للبنت[4]۔	اگر بیٹی کا باپ پر قرض ہو اور باپ بیٹی کو جہیز دے پھر کہے کہ میں نے یہ اس کے قرضے کے عوض میں دیا جو بیٹی کا مُجھ پر تھا اور بیٹی کہے کہ باپ نے انے مال سے دیا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔(ت)

انقرویہ میں ہے:

والاول اصح فانہ لوقال الاب کان لامک	اول اصح ہے اس لئے کہ اگر باپ کہے تیری ماں کو مجھ پر

[1] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

[2] ردالمحتار بحوالہ النہر الفائق باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

[4] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

علیّ مائة دینار فاتخذت الجهاز بها وقالت بل بمالك فالقول للاب جامع الفتاوٰی وکذٰا فی القنیة[1]۔	سو۱۰۰ دینار قرض تھامیں نے اس سے جہیز بنایا ہے، اور بیٹی کہے کہ تونے اپنے مال سے بنایا ہے، تو باپ کا قول معتبر ہوگا، جامع الفتاوٰی، اور ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ (ت)

اقول: وباللّٰہ التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف مقتضی تملیک ہوتو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالتِ دین دلالتِ عرف کے معارض نہ رہی۔ ہدایہ میں ہے:

| (من بعث الی امرأته شیأ فقالت هو هدیة وقال الزوج هو من المهر فالقول له)لانه هو المملك فکان اعرف بجهته المتلیك کیف وان الظاهر انه یسعی فی اسقاط الواجب(الا فی الطعام الذی یؤکل)فان القول قولها والمراد منه مایکون مهیأ للاکل لانه یتعارف هدیة فاما فی الحنطة و الشعیر فالقول قوله لما بینا[2] اھ فانظر کیف رجح دلالة العرف علی دلالة انه مدین فالظاهر منه السعی فی اسقاط الدین ثم زاد الشارحون فسایرو العرف کیفما سار قال المحقق فی الفتح هذا والذی یجب اعتباره فی دیارنا ان جمیع ماذکر من الحنطة | شوہر نے عورت کو کوئی شیئ بھیجی عورت کہتے ہے وہ ہدیہ ہے اور شوہر کہتا ہے وہ مہر سے ہے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہی مالک بنانے والا ہے لہٰذا وہ تملیک جہت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور اس کا قول کیسے معتبر نہ ہوگا جبکہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ اس شیئ کو ساقط کرنے کی کوشش کرے گا جو اس پر واجب ہے سوائے اس طعام کے جو کھایا جاتا ہے کیونکہ اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا، اس سے مراد وہ طعام ہے جو کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہو کیونکہ ایسا طعام بطور ہدیہ ہی متعارف ہے، لیکن گندم اور جو وغیرہ کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا اسی بناء پر جس کو ہم نے بیان کیا، پس دیکھ کہ دلالت عرف کو کیسے ترجیح حاصل ہوئی اس دلالت پر کہ وُہ مدیون ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وُہ اسقاطِ دین میں سعی کرے گا پھر شارحین نے اس پر اضافہ کیا کہ عرف کے ساتھ چلو جدھر لے جائے محقق نے فتح میں فرمایا اور وُہ جس کا اعتبار ہمارے علاقے میں واجب ہے یہ ہے کہ بیشک گندم، |

[1] فتاوٰی انقرویہ باب فی اختلاف الجهاز والمهر دارالاشاعت العربیہ افغانستان ۱/۶۵۔ ۶۴

[2] ہدایہ باب المهر المکتبة العربیة کراچی ۱/ ۳۱۷

و اللوزوالدقیق والسکر والشاۃ الحیلۃ وباقیھا یکون القول فیھا قول امرأۃ لان المتعارف فی ذلك کله ان یرسله ھدیۃ فالظاہر مع المرأۃ لامعه ولایکون القول له الا فی نحو الثیاب والجاریۃ[1] اھ وقال فی النھر الفائق واقول وینبغی ان لایقبل قوله ایضا فی الثیاب المحمولة مع السکر ونحوہ للعرف[2] اھ وقال السید ابو السعود فی حاشیۃ الکنز بعد نقله واقول ینبغی ان یکون القول لھا فی غیر النقول للعرف المستمر[3] اھ وقال فی ردالمحتار قلت ومن ذلك مایبعثه الیھا قبل الزفاف فی الاعیاد والمواسم من نحو ثیاب وحلی وکذا ما یعطیھا من ذلك اومن دراھم اودنا نیر صبیحۃ لیلة العرس ویسمی فی العرف صبحۃ فان کل ذلك تعورف فی زماننا کونه ھدیۃ لامن المھر ولاسیما المسمی صبحۃ فان الزوجۃ تعوضه عنھا ثیابا ونحوھا صبیحۃ العرس[4] ایضا اھ فکل ذلك انما ھو لان العرف	بادام، آٹا، شکّر، زندہ بکری اور دیگر تمام اشیاء مذکورہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا ان تمام اشیاء میں عرف یہ ہے کہ بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہیں لٰہذا ظاہر عورت کا مؤید ہے نہ کہ مرد کا، اور مرد کا قول کپڑوں اور لونڈی جیسی اشیاء کے ماسواء میں معتبر نہ ہوگا النہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں شکّر وغیرہ کے ساتھ بھیجے ہُوئے کپڑوں میں بھی عرف کی وجہ سے مرد کا قول معتبر نہیں ہونا چاہئے، سیّد ابوالسعود نے حاشیہ کنز میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں کہ عرف عام کی وجہ سے نقود کے غیر میں عورت کا قول معتبر ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ زفاف سے پہلے عیدوں اور موسموں پر جو کپڑے اور زیور کی مثل اشیاء شوہر بیوی کی طرف بھیجتا ہے وُہ بھی اسی قبیل سے ہیں، اور یونہی حکم ہے ان اشیاء اور دراہم ودنانیز کا جو شبِ زفاف کی صبح اپنی بیوی کو دیتا ہے جس کو عرف میں صبحہ کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اشیاء کا ہمارے زمانے میں ہدیہ ہونا متعارف ہے نہ کہ مہر سے ہونا خصوصًا وہ جس کو صبحہ کہا جاتا ہے، اس لئے کہ عورت بھی شبِ زفاف کی صبح اس کے عوض میں کپڑے وغیرہ

[1] فتح القدیر باب المھر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۲۵۶

[2] ردالمحتار بحوالہ النھر الفائق باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۴

[3] فتح المعین باب المھر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۷۰

[4] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۴

قضی بکونه هدیة مع العلم بان الزوج مدین بالمهر فسقطت بجنبه دلالة الدین فکذلك لوان العرف ههنا عم وصم ولوالاب مدینالها وجب القضاء بالتملیك وکان القول قولها هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام والله الموفق وبه الاعتصام۔	شوہر کو دیتی ہے پس یہ سب عرف ہی ہے جس نے ان اشیاء کے ہدیہ ہونے کا فیصلہ دیا باوجود اس بات کے معلوم ہونے کے کہ شوہر مہر کا مدیون ہے چنانچہ عرف کے مقابل دلالت دین ساقط ہو گئی، تو یوں ہی یہاں پر جب عرف عام و کثیر ہے اگرچہ باپ بیٹی کا مدیون ہو تملیک کا فیصلہ دینا واجب ہے اور بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔اس مقام کو اسی طرح ہی سمجھنا چاہئے، اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور اسی کی پناہ مطلوب ہے۔(ت)

اور شک نہیں کہ اب عامہ بلاد وعجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر مطلقاً یہی ہے کہ جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے دلہن ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دلہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

کما فی سبق من قول الدر والبحر والفتح والتجنیس والذخیرة ان الاب یدفع مثله جهاز الاعاریة[1]۔	جیسا کہ در، بحر، فتح، تجنیس اور ذخیرہ کے قول سے گزرا کہ بیشک باپ اس کی مثل بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت۔(ت)

ہمارے بلاد میں عموماً شراء واوساط وعامہ اراذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے قرض میں محسوب کرنے کو سخت عیب وموجبِ طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور سماع دعوی عاریت بے بینہ معدوم۔ردالمحتار میں ہے:

هذا العرف غیر معروف فی زماننا بل کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة وانه اذا طلقها تأخذه کله واذا ماتت یورث عنها[2] اهملخصا وفیه عن حاشیة الاشباه للسید محمد ابی السعود	یہ عرف ہمارے زمانے میں معروف نہیں کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام لے لیتی ہے اور اگر وُہ عورت مرجائے تو جہیز اس کے وارثوں کو ملتا ہے، اھ ملخصاً، اور اسی میں سیّد محمد ابوالسعود کے حاشیہ

[1] بحرالرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

[2] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

عن حاشیۃ العلامۃ الشرف الغزی قال قال الشیخ الامام الاجل الشھید المختار للفتوی ان یحکم بکون الجھاز ملکا لاعاریۃ لانہ الظاہر الغالب[1] الخ	اشباء سے بحوالہ حاشیہ علامہ شرف غزی مذکور ہے کہ شیخ امام اجل شہید نے فرمایا فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ جہیز کے مِلک ہونے کا فیصلہ دیا جائے نہ کہ عاریت ہونے کا، کیونکہ یہی ظاہر غالب ہے الخ (ت)

ملک مدراس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامہ بلادِ دُنیا وہاں بھی جہیز تملیکاً ہی دیتے اور تملیک ہی اس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موتِ عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے ہبہ تا حینِ حیات سمجھتے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد ہبہ کاملہ ہو جاتا ہے اور حینِ حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترکہ عروس قرار پا کر وارثانِ عروس پر منقسم ہوگا۔ در مختار میں ہے:

جاز العمری للمعمرلہ لو ورثتہ بعدہ لبطلان الشرط[2]۔	ہبہ تا حینِ حیات جائز ہے معمولہ، کی زندگی میں اس کے لئے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کے لئے ہوگا کیونکہ حین حیات کی شرط باطل ہے (ت)

شوہر وغیرہ دیگر ورثہ عروس پر واپسی کا جبر ہر گز نہیں ہو سکتا، نہ اس کا اصلاً استحقاق، **فان مواحد العاقدین من موانع الرجوع** (کیونکہ بے شک عاقدین میں سے کسی ایک کی موت رجوع کے موانع میں سے ہے۔ت) ہبہ میں واپسی جہاں ہو بھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک واہب و موہوب لہ، دونوں زندہ ہوں، جب اُن میں کوئی مر جائے تو اُسی شرح وقایہ وغیرہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع نہیں، اور اگر وہاں تملیکاً نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیشک یہ واپسی حق وبجا و مطابق شرع مطہر ہے اگرچہ دلہن کی حیات ہی میں واپس لے،

فان علی الید مااخذت حتی تردھا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا[3]۔	اس لئے کہ بے شک جو اس عورت نے لیا وہ بطور احسان وامانت ہے یہاں تک کہ وہ اسے لوٹا دے (قرآن پاک میں ہے کہ) بے شک اللہ تعالٰی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو ادا کرو۔ (ت)

یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا، سائل نے کلیۃً سوال کئے لہٰذا اُن کے جواب میں ان مسائل

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

[2] درمختار کتاب الھبہ فصل فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ فیض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں، یہ حکم کہ بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کہ میں نے اپنے مال سے عاریۃً جہیز دیا لہٰذا واپسی کا مستحق ہوں عامہ کتبِ مذہب میں باپ کے لئے مذکور ہے اور بحکم عرف حقیقی ماں کو بھی اس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ پانے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو ان کی طرف سے ہونا بحکم ظاہر خود ثابت رہا دعوی عاریت وہ بحال عدم دلیل تملیک اُنہیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اُس کا یہ دعوی حدِ دعوی سے ہر گز متجاوز نہیں یہاں تک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لئے بھی اس حکم کے ہونے میں تردّد فرمایا اور جبکہ اُن کے تلمیذ علّامہ غزی نے متنِ تنویر میں ماں کے مثل پدر ہونے پر جزم کیا۔علامہ طحطاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثلِ مادر میں تردّد رہا،

فقال تحت قوله والام کالاب فی تجهیزها انظر هل الجدة مثلها[1]۔	چنانچہ اپنے اس قول کے تحت کہ ماں جہیز دینے میں باپ کی طرح ہے فرمایا دیکھو کیا دادی اور نانی ماں کی مثل ہے؟(ت)

علامہ ابن واہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیاء کو اسی حکم میں شامل کرنے کی بحث کی علامہ ابن الشحنہ نے اُس میں نظر کردی کہ علّامہ شرنبلالی نے نقل فرما کر مقرر رکھی اور شک نہیں کہ یہ الحاق سخت محلِ تامل ہے جب تک والدین کی طرح عرف عام وخاص سے ثابت نہ ہو جائے کہ سب اولیاء بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی تجہیز ہونا ہر گز معروف نہیں جہیز مطلقاً مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیاء ماں بھی شامل کر دیتی ہے نہ کہ خاص مالِ مادر سے ہو، مگر جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جُدا ہو کر ماں نے بطورِ خود تزویج کی وہ تو ان دو ۲ صورتوں کے علاوہ ماں کا دعوی اختصاص بھی ضرور محتاج بینہ ہونا چاہئے کہ ظاہراً اُس کے لئے شاہد نہیں کما لایخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

وهذا بحمد الله تحقیق شریف فتح به المولی القوی اللطیف علی عبده الذلیل الضعیف' اتضح به نظر العلامة عند البر واتجه به کلام البحر فلنسق لك کلماتهم لیتجلی عندك الامر	اور یہ بحمد اللہ تعالٰی عظیم الشان تحقیق ہے جو قوی ولطیف مالک نے اپنے اس ناقص وضعیف بندے پر منکشف فرمائی، اس سے علامہ عبدالبر کی نظر واضح ہو گئی اور کلامِ بحر وجیہ ہو گیا تو اب ہم تیرے لئے ان کے ارشادات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ تیرے نزدیک

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب المهر دار المعرفة بیروت ۲/ ۶۷

قال ابن وهبان فی منظومته۔ ومن فی جهاز البنت قال اعرته یصدق والاشهاد یشترط اظهر [1] ثم قال فی شرحها ینبغی ان یکون الحکم فیما تدّعیه الام وولی الصغیرة اذا زوجها کما مر لجریان العرف فی ذٰلك کذٰلك [2] الخ ای انهم انما یجهزون من اموالهم فکان الظاہر شاہدا لهم قال الشارح العلامة قلت وفی الولی عندی نظر [3] اھ وهکذا انقله الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد واقر قال فی الدر (الام) وولی الصغیرة (کالاب) فیما ذکر [4] اھ. قال ط قوله فیما ذکر ای فی اعتبار العرف وهذا الحکم فی الام والولی بحث لابن وهبان قال العلامة عبد البر وفی الولی عندی نظر ای فان الغالب من حاله العاریة بخلاف الابوین	معاملہ منکشف ہو جائے۔ ابن وہبان نے اپنی منظومہ میں فرمایا: اور جو شخص اپنی بیٹی کے جہیز کے بارے میں کہے کہ میں نے بطور عاریت دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس میں گواہوں کا شرط ہونا اظہر ہے۔ پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ جہیز کے بارے میں ماں اور نابالغہ کا نکاح کرنے والے ولی کے دعوٰی کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ گزرا کیونکہ اس میں عرف ایسا ہی ہے یعنی وُہ اپنے مالوں سے جہیز بناتے ہیں تو ظاہر ان کے لئے شاہد ہُوا۔ علامہ شارح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیرہ میں نظر ہے، ایسا ہی شرنبلالی نے تیسیر المقاصد میں اس کو نقل کرکے مقرر رکھا۔ در میں فرمایا کہ ماں اور صغیرہ ولی مذکور میں باپ کی طرح ہیں، اور ط نے فرمایا کہ اس کے قول فیما ذکر (مذکور میں) سے مراد یہ ہے کہ اعتبار عرف میں، اور ماں اور صغیرہ کے ولی کے بارے میں یہ حکم ابن وہبان کی بحث ہے۔ علامہ عبد البر نے فرمایا کہ ولی صغیرہ میں میرے نزدیک نظر ہے کیونکہ اس کے حال سے غالب عاریت ہے بخلاف ماں باپ کے کہ ان کی

[1] منظومہ ابن وہبان

[2] ردالمحتار بحوالہ شرح منظومہ باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

[3] ردالمحتار بحوالہ شرح منظومہ باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

[4] درمختار کتاب العاریة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۷

المزید شفقتهما لکن حیث کان العرف مستمرا ان الولی یجهز من هذه فلانظر[1] اھ **اقول**: لیس منشأ النظر بثبوت الحکم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فالایراد علی قول ابن وهبان لجریان العرف فی ذٰلك کذٰلك وبه ظهرانه ماکان ینبغی تفسیر قوله ماذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت اینما ثبت فهو القاضی الماضی القول لاتفرقة فی ذٰلك بین اب وام وغیرهما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریة من ماله وکذٰلك لیس تفسیر النظر ماذکر بل النظر انالانسلم ان الغالب من حاله التجهیز من ماله.ثم اعلم ان العلامة البحر بعدماافادحکم الاب کما تقدم.قال فی البحر صغیرة نسجت جهازا بمال امها وابیها وسعیها حال صغرها وکبرها فماتت امها فسلم ابوها جمیع الجهاز الیها فلیس لاخوتها دعوی نصیبهم من جهة الام اھ[2] ثم قال وبهذا	شفقت بیٹی پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن عرف رائج یہی ہو کہ ولی اپنے پاس سے جہیز بناتا ہے تو پھر کوئی نظر نہیں اھ **اقول**: (میں کہتا ہوں) اعتراض کا منشاء عرف کے تسلیم کرنے کے بعد حکم ثبوت نہیں، اصل معاملہ تو صرف عرف کے جاری ہونے میں ہے، پس ابن وھبان کے قول پر اعتراض وارد ہے کیونکہ اس (ولی کے عاریۃً دینے) میں عرف اسی طرح ہے اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ ماذکر سے مراد اعتبارِ عرف لینا درست نہیں اس لئے کہ عرف جب بھی ثابت ہو وہی حاکمِ قوی ہوتا ہے اس میں ماں اور باپ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ ماذکر سے مراد اُسکے اپنے مال سے دعوی عاریت کو قبول کرنا ہے اوریُوں ہی نظر کی بھی وہ تفسیر نہیں جو ذکر کی گئی بلکہ نظر یہ ہے کہ بیشک ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس کے ولی صغیرہ کے حال سے غالب اس کے اپنے مال سے جہیز بنانا ہے۔ پھر جان کہ علّامہ بحر نے باپ کے حکم کا افادہ فرمانے کے بعد، جیسا کہ گزرا۔ بحر میں فرمایا کہ صغیرہ نے ماں باپ کے مال اور اپنی دستکاری سے حالتِ صغر اور کبر میں کچھ جہیز بنایا پھر اس کی ماں مر گئی اور باپ نے وُہ سارا سامان اس لڑکی کو جہیز میں دے دیا تو اس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں کہ ماں کا ترکہ قرار دے کر اس میں سے اپنے حصّے کا دعوی کریں اھ

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب العاریة دارالمعرفة بیروت ۳/ ۳۹۰
[2] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷

يعلم ان الاب او الام اذا جهز بنته ثم مات فليس لبقيه الورثة على الجهاز سبيل ليكن هل هذاالحكم لامذكور فى الاب يتأتى فى الام والجد فلو جهز ها جدها ثم ماتت وقال ملكى وقال زوجها ملكها صارت واقعة الفتوى ولم ار فيها نقلا صريحا [1] اه قال فى منحة الخالق قال الرملى الذى يظهر ببادى الرأى انهما اى الام والجد كذلك اما الام فلما قدمه من قول القنية صغيرة نسجت جهازا من مال امها وابيها الخ واماالجد فلقولهم الجد كالاب الافى مسائل ليست هذه منها تأمل [2] اه **اقول**: ماكان هذاالبحر الطام الحبر التام ليذكر فرع القنية فى هذه الاسطر العديدة ويفرع عليه بنفسه ان الاب او الام اذجهز بنته فليس لوارث على الجهاز سبيل ثمّ يتردد متصلا به فى التحاق الام بالاب فى كون التجهيز منها ظاهرا فى	پھر فرمایا اسی سے معلوم ہوگیا کہ جب باپ یاماں بیٹی کو جہیز بنا کردیں تو ان کے مرنے کے بعد باقی وارثوں کا جہیز پر کوئی حق نہیں ہوتا لیکن کیا یہ حکم جو باپ کے لئے مذکور ہُوا وہ ماں اور دادا کے لئے حاصل؟ تو اگر لڑکی کو اس کے دادا نے جہیز دیا پھر وہ لڑکی مر گئی اور دادا نے کہا یہ جہیز میری ملکیت ہے اور اس لڑکی کا شوہر کہتا ہے کہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے یہ فتوے سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ منحۃ الخالق میں فرمایا کہ رملی نے کہا ہے بنظر ظاہر وُہ دونوں یعنی ماں اور دادا، باپ کی طرح ہی ہیں، ماں تو اس وجہ سے جس کا بحوالہ قنیہ پہلے ذکر کیا ہے کہ لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کے مال سے جہیز بنایا الخ اور دادا اس لئے کہ ان (فقہاء) کا قول ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے سوائے چند مسائل کے جن میں جہیز نہیں ہے۔ غور کرالخ۔ **اقول**: (میں کہتا ہوں) ایسے عظیم سمندر اور کامل وماہر عالم کے لائق یہ نہیں کہ وُہ ان چند سطروں میں قنیہ کی فرع ذکر کرے اور بذاتِ خود اس پر یہ تصریح ذکر کرے کہ بیشک ماں یا باپ جب بیٹی کو جہیز دیں تو کسی وارث کا جہیز میں کوئی حق نہیں پھر اس کے متعلق ہی اس بات میں تردّد کرے کہ ماں اس حکم میں باپ کے ساتھ ملحق ہے کہ ماں کی طرف سے

[1] بحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

[2] منحۃ الخالق حاشیۃ البحرالرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

التملیك حتی یرد علیه بماقدم من قول القنیة وھل یتأتی مثله الامن لایکاد یفھم مایخرج من رأسه فکیف یجعل علی مثله کلام مثل ھذا الجلیل النبیل،ولذا لمالم یتضح الامرعند العلامة السیّدالطحطاوی اسقط لفظ الام من کلام البحر واقتصر علی قوله ھل ھذا الحکم المذکورفی الاب یتأتی فی الجد [1] الخ لکن العلامة الشرنبلالی فی غنیة لم یستبعدہ فقال قال صاحب البحر ھل ھذاالحکم المذکور فی الاب یتأتری فی الام والجد صارت واقعة الفتوی ولم ارفیھما نقلا صریحا [2] اھ وقال العلامة الشامی تردد فی البحر فی الام والجد [3] الخ وقال الرملی ماسمعت فانماالامر مافتح المولی سبحانه وتعالٰی ان لاتردد فی الحاق الام بالاب فی کون التجھیز منھا تملیکا لمکان العرف وانما تردّد رحمه اللہتعالٰی فی قبول	جہیز دینا تملیک میں ظاہر ہے۔ یہاں تک اس پر وارد ہو وُہ قنیہ کے قول سے مقدم گزرا۔اور نہیں حاصل ہوتا اس کی مثل مگر صرف اس شخص سے جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اس کے سر سے کیا خارج ہورہا ہے،تو ایسے عظیم الشان عالم نبیل کے کلام کو اس قسم کے بیہودہ مؤقف پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب علّامہ سیّد طحطاوی پر یہ امر واضح نہ ہوسکا تو انہوں نے کلام بحر سے لفظ ام کو حذف کرتے ہوئے اس قول پر اکتفاء فرمایا کہ کیا یہ حکم جو باپ کے بارے میں مذکور ہے دادا کے لئے حاصل ہوگا الخ لیکن علامہ شرنبلالی نے اس کو مستبعد نہ جانتے ہوئے غنیہ میں فرمایا کہ صاحب بحر نے کہا کیا یہ حکم جو باپ کے بارے میں مذکور ہے ماں اور دادا کے لئے حاصل ہوگا؟ یہ فتوٰی سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔علامہ شامی نے فرمایا کہ بحر میں ماں اور دادا کے بارے میں تردّد کیا،رملی نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا،بے شک معاملہ جو مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے منکشف فرمایا وُہ یہ ہے کہ صاحبِ بحر نے ماں کو باپ کے ساتھ اس حکم میں ملحق ماننے میں تردّد نہیں فرمایا کہ ماں کی طرف سے دیا جانے والا جہیز عرفاً تملیک ہے البتہ صاحبِ بحر

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب المھر دار المعرفة بیروت ۲/ ۶۷

[2] غنیة ذوی الاحکام حاشیة الدرر الاحکام باب المھر مطبعة احمد کامل دار سعادت بیروت ۱/ ۳۴۸

[3] ردالمحتار باب المھر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

دعوی التجهیز من مال نفسها عاریة فان الاکثر ان الجهاز انما یکون من مال الاب وح لامساس لفرع القنیة بما هو فیه ولاماقدمه من قوله بهذا یعلم ان الاب اوالام الخ بنا فیه وکذا لانظر ههنا الی کون الجد کالاب الافی مسائل فان هذا امر لایؤخذ الامن العرف وانما قبلنا دعوی الاب لما علمنا من العرف الفاشی ان الجهاز یکون من ماله فکان الظاهر شاهدا له فان ثبت مثله فی الجد فذاك والا فلا الحاق ولااشتراك هکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق واغرب من هذا ماذکر بعده فی منحة الخالق من قوله قلت وجزم فی متن التنویر ان الام کالاب فی تجهیزها وعزاه فی شرح المنح الی فتاوی قاری الهدایة وفی شرحه الدرالمختار معزیا الی شرح الوهبانیة وکذا ولی الصغیرة ولایخفی شموله الجد وغیره اھ[1] ـ **اقول:** نعم لایخفی ولکن البحر	رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے ماں کے اس دعوی کو قبول کرنے میں تردّد فرمایا کہ جو جہیز اس نے مال سے دیا ہے وُہ عاریت ہے کیونکہ اکثر طور پر جہیز باپ کے مال سے دیا جاتا ہے، تودریں صورت قنیہ کی فرع کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں جس میں صاحبِ بحر گفتگو کررہے ہیں نیزان کا قول سابق کہ اسی سے معلوم ہوگیا کہ بیشک باپ اور ماں الخ اس کے منافی نہیں،اور نہ ہی یہاں اس بات کی طرف نظر ہے کہ دادا سوائے چند مسائل کے باپ ہے اس لئے کہ یہ امر تو صرف عرف سے ماخوذ ہے اور بلاشبہ ہم نے باپ کا دعوی اس لئے قبول کیا کہ ہم نے عرف مشہور سے جان لیا کہ جہیز وُہ اپنے مال سے دیتا ہے لہٰذا ظاہر اس کے لئے شاہد ہوا، تو اگر کسی کی مثل دادامیں ثابت ہوجائے تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا ورنہ نہ الحاق ہے نہ اشتراک، یوں ہی تحقیق چاہئے، اور اللہ تعالٰی ہی مالک توفیق ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے وہ جو اس کے بعد منحۃالخالق میں اس کے اس قول کے ساتھ مذکور ہُوا، میں کہتا ہوں کہ متنِ تنویر میں اس پر جزم فرمایا کہ تجہیز میں ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور شرح منحہ میں اس کی نسبت فتاوٰی قاری ہدایہ کی طرف کی، اور درمختار کی شرح میں شرح وہبانیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہے کہایوں ہی ولی صغیرہ بھی ہے اور اس کا شمول دادا وغیرہ کو مخفی نہیں ہے اھ **اقول:** (میں

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

انما یقول لم ارفیھا نقلا صریحا وبحث ابن وھبان لیس من النقل فی شیئ والعبد الضعیف فی عجب من سوق الدر المسألۃ مساق المنقول مع علمہ بانہ بحث منہ وقد بحث فیہ الشارحون وقد علمت مماقد منا ان بحثھم حسن وجیہ فالحمد ﷲ علی حسن التنبیہ۔	کہتا ہُوں ہاں مخفی نہیں لیکن بے شک بحر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں صریح نقل نہیں دیکھی اور ابن وہبان کی بحث کوئی نقل نہیں اور بندہ ضعیف کو اس بات پر حیرت ہے کہ در نے مسئلہ بطور منقول چلایا حالانکہ وُہ جانتے ہیں کہ یہ ابن وہبان کی بحث ہے اور تحقیق شارحین نے اس پر بحث کی ہے اور تحقیق ہمارے بیان سابق سے تو جان چکا ہے کہ ان کی بحث حسن و وجیہ ہے پس حُسنِ تنبیہ پر اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔(ت)

بالجملہ جب حقیقی دادی نانی، حقیقی دادا، حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردّد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکر اس حکمِ پدر میں شریک ہوسکتی ہیں، اجنبی کے لئے صورتِ مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعوی لے گواہانِ مسموع نہ ہوگا۔

در مختار میں ہے:

الام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر وفیما یدّعیہ الاجنبی بعد الموت لایقبل الا ببینۃ شرح وھبانیۃ[1]۔	ماں اور ولی صغیرہ حکمِ مذکورہ میں باپ کی طرح ہیں اور جہاں اجنبی کے بعد دعوی کرے تو گواہوں کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، شرح وہبانیہ۔(ت)

اور یہاں گواہوں سے اثبات عاریت کے دو۲ طریقے ہیں:

ایک یہ کہ باپ ماں یا اجنبی جس کے ذمے اقامت بینہ کا حکم ہو گواہان عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ جہیز عروس کو دیتے وقت شرط کرلی تھی کہ عاریۃً دیتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ دُلہن کا اقرار نامہ بتصدیق شہود عدل پیش کرے جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ یہ یہ جہیز مجھے فلاں نے اپنی ملک سے عاریۃً دیا ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

قال فی التجنیس والولوالجیۃ والذخیرۃ والبینۃ الصحیحۃ ان یشھد عند التسلیم	تجنیس، ولوالجیہ اور ذخیرہ میں فرمایا بینہ صحیحہ یہ ہے کہ عورت کو یہ اشیاء دیتے وقت گواہ قائم کرے کہ

[1] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۷

الی المرأۃ انی انما سلمت ھذہ الاشیاء بطریق العاریۃ او یکتب نسخۃ معلومۃ ویشھد الاب علی اقرارھا ان جمیع مافی ھذی النسخۃ ملك والدی عاریۃ فی یدی منه[1] الخ	بے شک میں نے یہ اشیاء بطور عاریت دی ہیں یا یہ کہ ایک معین تحریر تیار کرکے باپ کو لڑکی کے اس اقرار پر گواہ قائم کرے کہ وُہ تمام اشیاء جواس تحریر میں مرقوم ہیں میرے والد کی ملکیت ہیں اور میرے پاس اس کی طرف سے بطور عاریت ہیں الخ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتاہُوں اور اللہ تعالٰی سے توفیق ہے۔ت) یہاں دو۲ مرحلے ہیں: اول اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں نے مال سے دیا، ان بلاد میں باپ اس ثابت کرنے میں گواہوں کا محتاج نہیں لما تقدم من جریان العرف فی ذٰلك کذٰلک (جیسا کہ پہلے گزرا کہ اس میں عرف ایسا ہی جاری ہے۔ت) بلکہ دُلہن یااس کے ورثہ میں اسکے منکر ہوں تووہ گواہ دیں کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال سے نہ دیا دُلہن کی مِلک سے بنایا، بخلاف اجنبی کہ اُسے اوّلاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا،

لعدم ظاہر یشھد له فی ذٰلك وانما البینۃ علی کل من یدعی خلاف الظاہر۔	کیونکہ اس معاملہ میں ظاہر اس کے لئے شاہد نہیں اور ہر اس شخص پر گواہ لازم ہوتے ہیں جو خلاف ظاہر دعوٰی کرے۔(ت)

پھر اگر یہ امر بینہ یااقرار عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہوتو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر عرف عام یا مشترک سے عاریۃً دینا ثابت یا محتمل ہو توظاہراً اجنبی بھی مثل پدر اور اس ثبوت دوم میں محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب اباء عاریۃً دیتے ہیں تو اجنبی کا قصدِ عاریت ہرگز خلافِ ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت وہی اظہر ہے

ولا بینۃ علی من شھد له الظاہر مع انه قد ثبت انه الدافع فھو ادری بجھۃ الدفع مع ماتقدم من ان الاقل ھو المتعین فی ما احتمل۔	اس پر گواہ لانا لازم نہیں جس کے لئے ظاہر شاہد ہو باوجود اس کے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ وُہ دینے والاہے پس وُہ دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے باوجود اس کے جو گزرا کہ محتمل میں اقل ہی متعین ہوتا ہے۔(ت)

توجب تک صراحۃً کوئی دلیلِ تملیک نہ پائی جائے بحالِ عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کااس فعل پر اقدام خواہی نخواہی قصدِ تملیک پر محمول نہ ہونا چاہئے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینامالک کرنا ہی سمجھا جاتا ہو

[1] بحرالرائق باب المھر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

جیسا کہ ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو تجہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں، اگر کوئی کسی لڑکی کو پالیتا یا ویسے ہی کسی یتیمیہ کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ جہیز میں دیتا ہے یقینا تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چند روزہ عاریت دے کر واپسی لینے کا اصلاً وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت دوم یعنی دعوی عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی محتارج گواہان ہوگا **کما علمت ان المعھود عرفا کالمشروط نصا** (کیونکہ تُو جان چکا ہے کہ جو بطور عرف کے معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے بطور نص کے مشروط ہو۔ت) اسی طرح اگر جہیز دئے ایک زمانہ ممتد گزر جائے دلہن برتتی استعمال کرتی رہے اور اسکی جانب سے بے مانع غیبوبت وغیرہ سکوتِ مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہ ہو پھر ایک مدّت مدیدہ خصوصًا موتِ عروس کے بعد دعوی کرے کہ میں نے تو عاریۃً دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اس کا یہ دعوی خلافِ ظاہر و محتاج بینہ ہے والدین واولاد کا معاملہ دوسرا ہے ان میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر ممتع رہے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفا اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف واستعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہونا زبان پر نہ لائیں۔

وھذا کماقال فی البحر قال فی المبتغی من زفت الیه امرأته بلاجھاز فله مطالبة الاب بمابعث الیه من الدنانیر والدراھم ولو سکت بعد الزفاف طویلا لیس له ان یخاصمه بعده[1] اھ مختصرا وفی ردالمحتار قال الشارح فی کتاب الوقف ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلك رضاہ لم یکن له ان یخاصم بعد ذٰلك وان لم یتخذ له شیئ اھ واشار بقوله یعرف الی ان المعتبر فی الطول والقصر	ایسا ہی ہے جیسا کہ بحر میں فرمایا کہ مبتغی میں کہا جس شخص کی بیوی جہیز کے بغیر رخصت ہو کر اس کی طرف آئی ہو تو بیوی کے باپ ان دنانیر ودراہم کا مطالبہ کرسکتا ہے جو اس نے اس کی طرف بھیجے تھے اور اگر زفاف کے بعد زمانہ دراز تک خاموش رہا تو اس کے بعد اس سے مخاصمہ نہیں کرسکتا اھ مختصرًا۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر زفاف کے بعد اتنا زمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اس کو مخاصمت کا حق نہیں اگرچہ اس کے لیے کچھ بھی نہ بنایا ہو الخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "**یعرف**" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمانہ کے

[1] بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۸۷، ۱۸۶

العرف [1] اھ وفیہ عن البزازیۃ لانہ لما کان محتملا وسکت زمانا یصلح للاختیار دل ان الغرض لم یکن الجہاز [2] اھ **قلت** وقد نصوا ان من رأی احدا یتصرف فی شیئ زمانا ثم ادعی انہ ولم یکن ثم مانع من دعواہ لم تسمع قطعا للحیل وقد بیناہ فی الدعاوی من فتاوٰنا۔	دراز اور مختصر ہونے کا اعتبار عرف پر ہے اھ اور اسی میں بزازیہ سے ہے، اسلئے کہ جب محتمل تھااور وہ اتنازمانہ اور ردالمحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایاکہ اگر زفاف کے بعد اتنازمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اُس کو مخاصمت کا حق نہیں اگرچہ اُس کے لئے کچھ بھی نہ بنایا ہوالخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "یعرف" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایاکہ زمانہ کے خاموش رہاجس میں وُہ مطالبہ کو اختیار کرسکتا تھاتواس بات کی دلیل ہے کہ اس کی غرج جہیز لینانہ تھاالخ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس پر انہوں نے نص کی کہ جو شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شیئ میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتارہا، پھر دعوی کیاکہ یہ شیئ اس کی ہے حالانکہ اس سے پہلے بھی دعوی سے کوئی مانع نہ تھاتواس کایہ دعوی اس کے حیلوں کی بنیاد پر مسموع نہ ہوگا۔ تحقیق ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی کے دعاوی میں بیان کیاہے۔(ت)

قرۃالعیون میں ہے:

لوجہزھا الاجنبی ثم ادعی انہ عاریۃ بعد موتہا لایقبل قولہ الاببینۃ لان الظاہر انہ لا یجہزھا ویترکہ فی یدھا الی الموت الابمالھا بخلاف الاب والام فانہما یجہزانہا بمال انفسہالکن یکون ذلك تملیکاتارۃ وتارۃ عاریۃ ولذاقال شارح الوھبانیۃ وفی الولی عندی نظر الخ ای فی جعلہ کالاب والام لان الظاہر فی	اگراجنبی نے کسی عورت کو جہیز دیا پھر عورت کے مرنے کے بعد دعوی کی کہ یہ بطور عاریت تھاتو بغیر گواہوں کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ عورت کو جہیز دے کراس کے مرنے تک اس کے قبضہ میں چھوڑ دینا صرف وہیں ہوگا جہاں عورت کے اپنے مال سے ہو بخلاف ماں باپ کے کیونکہ وہ اپنے مال سے بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تاہم کبھی تو وہ بطور تملیک ہوتا ہے اور کبھی بطور عاریت۔اسی لئے شارح وہبانیہ نے فرمایاکہ میرے نزدیک ولی صغیرہ میں نظر ہے الخ یعنی اس کو ماں باپ کی مثل قرار

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

[2] ردالمحتار باب المھر ۲/ ۳۶۸

غیرہما لا یجھز ھا الا بمالھا اھ[1] **اقول:** ھذاکلام قدرزق مت من الحسن وھو ینحو منحی ماقدمت من التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق ولعلک تفطنت مماالقینا علیک سابقا ولاحقا ان الموت غیر قید وقد احسن السید العلامۃ الطحطاوی حیث قال قد ذکرالمص فی باب المھران الام کالاب وان حکم الموت کحکم الحیات[2] اھ ھذاکلہ ماظھر لی والعلم بالحق عندربی، والحمدللہ رب العالمین۔	دینے میں کیونکہ ماں باپ کے غیر میں ظاہر یہی ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے جہیز بناتے ہیں الخ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کلام کو حسن سے وافر حصّہ ملا اور وُہ اسی روش پر چلا جو تحقیق ہم سابق میں کرچکے ہیں اور اللہ تعالٰی ہی مالک توفیق ہے، اور ہم نے سابق ولاحق میں جو تجھ پر القاء کیا (یعنی بیان کیا) اُس سے شاید تو نے سمجھ لیا ہوگا کہ حکم مذکور میں موت قید نہیں، اور علّامہ سیّد طحطاوی نے بہت خوب کہا جہاں فرمایا کہ تحقیق مصنّف نے باب المہر میں کہا کہ بیشک ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور موت کا حکم حیات کے حکم کی مثل ہے الخ یہ سب وُہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (ت)

بہر حال فیض النساء بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اس کا یہ دعوٰی یُوں قابلِ سماعت نہیں، اولًا اس کی بنائے دعوی پر نظر لازم، آیا واپسی بخیال ہبہ تا حینِ حیاتے چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ سے اُس کا کچھ پتا چلتا ہے جبکہ عرضی دعوے میں فیض النساء بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعوٰی کہ بعد مرور مدت خصوصًا بعد موت عروس ہوا بہت کیف محتاج شہادت ہے انہیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہان عادل دے کہ یہ جہیز بدی تفصیل خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مال خاص سے عاریۃً دیا اگر گواہ دیدیں فبھانہ دے سکے تو حاکم یا حاکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ ورثاء سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال فیض النساء بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریۃً تھا اگر وُہ قسم کھالیں تو مقدمہ بحقِ وارثانِ خدیجہ ورنہ بحق فیض النساء بیگم

[1] قرۃ عیون الاخبار کتاب العاریۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۱۷

[2] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار باب المھر دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۷

فیصل ہو۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

قولہ وفیما یدعیه الاجنبی ای من انه اعار المتوفی هذاالشیئ لایصدق الابیبنة وله ان یحلف الوارث ان انکر علی العلم کما هو الحکم فی نظائرها [1] اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اور قول مصنف کہ جس میں اجنبی دعوی کرے یعنی یُوں کہے کہ یہ شیئ میں نے متوفی کو بطور عاریت دی تھی تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور متوفی کا وارث اگر منکر ہو تو (حاکم) اس سے یُوں قسم لے سکتا ہے کہ ہمیں اس کے عاریت ہونے کا علم نہیں جیسا کہ اس کے نظائر میں یہی حکم ہے اھ اور واللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال پنجم

بھی تقریباتِ سابقہ سے واضح اس دعوی کے ثبوت میں کہ یہ اشیاء وقت شادی حسام الدین کو فیض النساء بیگم نے اپنے مال سے دیں فیض النساء بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ تملیک وعاریت وہی عرف وغیرہ دلاء پر نظر ہوگی اگر نصًا یا عرفاً کسی طرح دلالتِ تملیک ثابت ہو (جس طرح ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دلہن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیاء دُولہا کر دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ وعار سمجھتے ہیں) تو وُہ دینار ہبہ سمجھا جائے گا اور فیض النساء بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر اُن طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا اور اگر دلالتِ تملیک متحقق نہیں تو فیض النساء بیگم کا قول عاریت بہ قسم قابلِ قبول ہوگا، پھر اگر اُس مال کا ہبہ ہونا ثابت ہو تو اُس میں سے کچھ تلف ہوگیا خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اس کی واپسی ممکن نہیں،

فان هلاك الموهوب وخروجه عن ملك الموهوله کلاهمامن موانع الرجوع۔	کیونکہ بے شک موہوب شیئ کا ہلاک ہونا اور اُس کا موہوب لہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں ہی رجوع کے موانع میں سے ہیں۔ (ت)

اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع موانع رجوع سے نہیں تو فیض النساء بیگم بتراضی یا بالقضائے قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہگار ہوگی کہ ہبہ میں رجوع سخت مکروہ ممنوع ہے بغیر اس کے بطور خود رجوع نہیں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب العاریۃ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۳۹۰

کر سکتی، اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو جہیز موجود ہے اُسے بطورِ خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دے دی یا بیع کردی ہو **فان العواری مردودۃ وتصرف الفضول الفضولی بالرد یبطل** (کیونکہ بطورِ عاریت دی ہوئی اشیاء واپس کی جاتی ہیں اور فضول کا تصرف رَد سے باطل ہو جاتا۔ت) اور جو تلف ہوگیا اگر بے فعلِ حسام الدین تلف ہُوا مثلاً چوری ہوگیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اُس کا تاوان نہیں لے سکتی **فان العاریۃ امانۃ لاتضمن الا بالتعدی** (اس لئے کہ عاریت امانت ہے اور بلا تعدی اس میں ضمان لازم نہیں آتا۔ت) اسی طرح جو کُچھ حسام الدین کے پہنے برتنے میں تلف ہوا نقصان ہو اس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت وعرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو **فان کان بتسلیط منہا وما کانت العاریۃ الا للاستعمال** (کیونکہ وُہ اس عورت کی تسلیط دے اس کے پاس تھا اور عاریت تو ہوتی ہی استعمال کیلئے ہے۔ت) ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصداً خراب کیا یا اُس کے بے احتیاطی سے ضائع ہُوا یا عرف و عادت سے زیادت استعمال کرتے میں ہلاک ہوگیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے **لحصول التعدی** (تعدی حاصل ہونے کی وجہ سے۔ت) فصول عمادی میں ہے:

اذا انتقص عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لایجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالا معہودا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جب عین مستعار کی حالت میں نقصان ہُوا تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہں ہوگا بشرطیکہ اُس نے عرف وعادت کے مطابق استعمال کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقتِ شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النساء بیگم کو کُچھ علاقہ نہیں ہوسکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریۃً دیا تھا تو وُہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کردیا تھا تو بعد مرگ زوجہ اُس کے پسر و شوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النساء بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے، **وھذا ظاہر جدا** (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

الجواب سوال ہفتم

(اس سوال کا جواب اُسی تحقیق جوابات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظرِ احکام مذکور ملِک خدیجہ بی بی

[1] فصول عمادی

قرار پائے تو وُہ ایک چیز ہے کہ بحکم مالک رہن رکھی گئی ہے مورثہ مدیونہ ہے اور مرتہن دائن وارث فک رہن کرائیں گے یا بتراضی باہمی وہی شے دین مرتہن میں دے دیں گے یا زیور دین میں بیچا جائے گا کچھ ہوگا یہ ان کا باہمی معاملہ ہے جس سے فیض النساء بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النساء بیگم اور خدیجہ بی بی کے پاس عاریت ہونا ثابت ہو تو نظر کریں گے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النساء بیگم تھا یعنی نہ اُس سے اذن لے کر رہن رکھا نہ اُس نے بعد رہن اس تصرف کو جائز کیا جب اُسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کرکے اپنی چیز مرتہن سے واپس لے لے مرتہن اپنا دین ترکہ خدیجہ بی بی سے لیتا رہے، ردالمحتار میں ہے:

لانه تصرف فی ملکه علی وجه لم یؤذن له فیه فصار غاصبا وللمعیران یاخذه من المرتهن ویفسخ الرهن جوهرة[1]۔	کیونکہ بیشک اس (راہن) نے دوسرے (معیر) کی مِلک میں اس طور پر تصرف کیا جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تا تو وُہ غاصب ہوگیا اور عاریت دینے والے کو حق حاصل ہے کے مرتہن سے شیئ مرہون لے لے اور رہن کو فسخ کردے۔ جوہرہ۔ (ت)

اور اگر اُس سے پوچھ کر اس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگر چہ صورتِ حاضرہ میں ظاہرًا اس کی اُمید نہیں) یا بعد رہن اس نے تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن صحیح و نافذ ہوگیا اب فیض النساء بیگم جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو شیئ مرہون واپس نہیں لے سکتی، ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثہ خدیجہ بی بی فک رہن میں دیر لگائیں یہ خود مرتہن کو اُس کا دین دے کر اپنی چیز چُھڑالے اور جو کچھ مرتہن کو دے ترکہ خدیجہ بی بی سے واپس لے۔ عالمگیریہ میں محیط امام سرخسی سے ہے:

لو ارادالمعیر افتکاکه لیس للراهن والمرتهن منعه ویرجع علی الراهن بما قضٰی لانه مضطر فی قضائه لاحیاء حقه وملکه[2]۔	اگر معیر مرہون شَے کو چُھڑانا چاہے تو راہن اور مرتہن اس کو منع نہیں کرسکتے اور وُہ جو کچھ مرتہن کو دے راہن سے لے سکتا ہے کیونکہ وُہ اپنے حق وملک کو حاصل کرنے کے لئے اس ادائیگی پر مجبور ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لورهن دار غیره فاجاز صاحبها جاز[3]۔	اگر کوئی کسی کا گھر رہن رکھ دے پھر گھر کامالک اس کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۱

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ محیط سرخسی الباب الحادی عشر فی التفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۴۸۶

[3] درمختار باب التصرف فی الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۷۴

ردالمحتار میں ہے:

ویکون بمنزلۃ مالو اعارھالیر ھنھا[1] ط۔واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اور یہ بمنزلہ اس شیئ کے ہوگیا جس کو کسی نے بطور عاریت دیا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کو رہن رکھ دے،ط۔اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۸۷: از رائے پور چھتیس گڈھ بیجناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی ۱۹ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں ،فیض النساء بیگم انجمن نعمانیہ رائے پور میں دادخواہ تھی کہ میں اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسمّٰی حسام الدین سے کردی اور لڑکی مذکور نے رحلت کی ،اب مجھے حسبِ رواج ملک اپنے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس دلایا جائے چونکہ وقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم ورواج عادت عالَم کے نہ تونیت تملیک کی جاتی ہے نہ ہبہ وعاریت کی بلکہ یُوں ہی بلاکسی نیت کے جو کُچھ دینا ہو وقت رخصت دولہا دُلہن کے ہمراہ اُن کے کردیا کئے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص وعام میں پشتہاپُشت سے جاری ہے حسام الدین سے واپس دلاکر داد رسی فرمائی جائے انتہٰی ،اربابِ انجمن فیصلہ مقدمہ ھذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرمایا علمائے دین سے بھی فتوؤں کا استدعا کیا چنانچہ علمائے دیوبند کا آخری فیصلہ فتوی روایات فقہ اس بارہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرفا میں مطلّقاً تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب شادی دے کر واپس نہیں لیتا لیکن باایںہمہ عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ وتملیک نہیں ہوتا فیض النساء بیگم اُس کو واپس لے سکتی ہے انتہٰی ،فتوی ندوۃالعماء جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیاء جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے جیسا کہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اُس مقام میں اشیاء لڑکی کی مِلک ہوجائیں گی اور لڑکی کے ماں باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کرلے ،ہاں جس مقام میں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں اشیائے جہیز مِلک لڑکی کی نہ ہوں گی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کرلے فیض النساء بیگم کو چاہئے کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کردے اُس کے بعد حسبِ رواج کاربند ہوانتہٰی فیض النساء کے اپنے مال سے دینے پر صدہا گواہ موجود ہیں۔فتوی جناب مولانا احمد رضاخاں صاحب

---

[1] ردالمحتار کتاب الرہن باب التصرف فی الرہن داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۰

بریلوی، سوال انجمن نعمانیہ رائے پور، سوال: شرع میں رواج ملک کو بھی مداخلت ہے کیا؟ **جواب:** مولانا صاحب! حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی و حکم میں کُچھ دخل نہیں، ہاں بعض احکام کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یُوں کہ اگر یہ شَے معروف ورائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے خواہ یُوں کہ حکم فی نفسہ حاصل، اور یہ اس کی صورت کا بنانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دُلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ وعاریت دونوں کو محتمل' اور ان کا تعیّن عرف پر محمول، جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوی عاریت نامقبول، اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہانِ شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں ہوں وہاں ان کے قول قسم کے ساتھ معتبر، ایسی جگہ جہیز دینا جہاں تملیک نہ سمجھا جائے گا الخ۔ جنابِ من! فتوٰی جناب کا فائز انجمن نعمانیہ ہو کر کے عرصہ دوسال کا ہوگا اس عرصہ دراز میں اکثر اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مسمّی ابو سعید صاحب کے بھی رہا، یقین ہُوا کہ مولوی صاحب اُن فتوؤں کے مطالب مقاصد ظاہر الروایات کے موافق ومطابق بخوبی سوچ سمجھ گئے ہوں گے، آخر الامر بروز جلسہ مع فتوٰی جناب کا بھی فتوٰی مولوی صاحب نے پڑھا اور جملہ اوّل جناب کے فتوٰی کا یہ تھا: "حکم شرع مطہر کے لئے ہے۔" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع کا ہے وُہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ علاوہ بریں مولانا ممدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ رواج مُلک کو شرع میں کُچھ دخل نہیں ورنہ فیض النساء بیگم موافق دعوی اپنے اشیاءِ جہیز پانے کا کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ دعوی اس کا شرعًا مردود اور رواج مُلک مطرود، کیونکہ رواج مُلک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے، غرض اربابِ انجمن نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدمِ واقفیت مسائل فتوٰی سے بلاغور وتامل مان لیا انتہی، التماس بندہ محمد قاسم ع

دل صاحبِ انصاف سے انصاف طلب ہے

اگرچہ یہ ناچیز حسبِ مقدور انجمن نعمانیہ میں بہت کُچھ رویا مگر نہ رونے کا اثر ہُوا نہ گانے کا، چونکہ تاریخ ملاحظہ فتوٰی سے تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے ہر فتوٰی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ رواج حکم میں عین شرعِ محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود، پس فیض النساء بیگم موافق فتوٰی علمائے دین کے مال واسباب جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے، جیسے مولانا احمد رضاخاں صاحب مدظلہ، اپنے فتوے میں لکھتے ہیں، قولہ ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دُلہن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے ونقد دُولہا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وُہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ نے جناب کے مسئلہ کا خلاصہ ممبرانِ انجمن کو اس طرح سمجھا و سمجھا دی کہ ہندوستان میں ہزارہا بندگانِ خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنہوں نے عمر خود میں کبھی نام تملیک کا سُنا نہ ہبہ وعاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلانیت تملیک وہبہ وعاریت کے

جو کُچھ دینا ہے بیٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب شادی ہم بیٹی داماد کو دیتے ہیں وُہ سب خاص مِلک اُنھوں ہی کی ہے پس اسقدر سمجھنا اُنھوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے پس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنی بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہلِ مدراس بھی بلانیت تملیک وہبہ عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال واسباب واپس لیا کریں گے اور دُولہا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا، پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھرا، پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے، پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل وفقیہ مسمّٰی صوبیدار شیخ حسین صاحب نے بمجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال واسباب جہیز کا واپس کردیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے حلال نہ جانا اور اس معاملہ کو ممبرانِ انجمن بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانے اور نہ رسولِ خدا کی، تو پھر علماء فضلاء کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورات کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب جہیز واپس دینا ہوگا، چونکہ پابندی رواج مُلک کی اس پر واجب ہوگی برخلاف رواج مُلک اپنے کے، غرض فیض النساء بیگم کا اسبابِ جہیز دینا لڑکی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعًا معاہدہ ٹھرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہوسکتی ہے، غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو[۲] بات ہے:

اوّلًا یہ کہ جس ملک میں رواج تملیکًا کا ہے وہاں مِلک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس نہیں لے سکتے اور جہاں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے بمجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں، نہ وہاں کوئی تمیک کو پوچھتا ہے انتہٰی التماس فیض النساء بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتوی علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

ثانیًا فیض النساء بیگم کی نسبت جو کچھ مناسب ہو مختصر طور سے دوچار سطر کافی ہے باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج، اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتاء کے لکھاہُوں جس کا پہلا جملہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے، اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل سلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی وفارسی عبارت ولغات نہ ہو، براہِ نوازش تحریر فرمائیں، عین بندہ نوازی ہوگی، اُمید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہوتا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

الجواب:

فتوائے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجمن نے بیان کیا محض غلط ہے، نہ اُن الفاظ سے کسی طرح اس کا وہم گزر سکتا ہے، سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ "شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا ان کے جواب میں اگر "ہاں" کہا جاتا تو ایک بُرے معنٰی کو موہوم ہوتا کہ شرع کے حکم میں اُن کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر "نہ" کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صدہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں، لہٰذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے یعنی اصل حاکم شرع شریف ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلافِ شرع یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگاسکیں ان الحکم الّا للّٰه حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کیلئے ہُوا اور اُسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہُوا یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف ورواج ملک پر مدارِ کار رکھا ہے، اگر جہیز دے کر دُلہن کو اس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک مطلقاً مردود وبے اعتبار ہے، اُسی فتوٰی میں صراحۃً یہ لفظ موجود تھے، بالجملہ یہاں مدار عرف ورواج پر ہے اور ان سب اقوال وتفاصیل کا یہی منشا، توجدھر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سولات کلّی طور پر کئے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں، جہیز جو لڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے جواب میں اُن تفصیلوں تحقیقوں کا افادہ ضرور ہُوا، اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النساء بیگم سے سوال اور تصریحًا بیان کیا ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عمومًا واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النساء بیگم نے یہ جہیز اپنے ہی مال سے دیا، اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النساء بیگم جہیز واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیلِ تملیک نہ پائی گئی ہو جبکہ وہاں مطلقًا عمومًا بعد موت عروس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیلِ تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقًا عمومًا بعد موت عروس واپسی جہیز کا رواج ہے تو ظاہرًا یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اَوروں میں بھی دائر وسائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو جہیز دے بعد موتِ عروس واپس لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولی واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النساء بیگم بھی داخل ہُوئی، ہاں غیروں کے لئے یہاں محلِ نظر اتنا امر تھا کہ جہیز اپنے مال سے دینا ثابت ہو اس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صدہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النساء بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا،

وذٰلك كله ظاہر لمن حقق النظر فی فتوٰنا الاولی ھذا اما عندی والعلم بالحق عند ربّی واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	اور یہ تمام اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس نے ہمارے فتوی سابقہ میں تحقیقی نظر ڈالی۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۸۸: ازانجمن بریلی ۴جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمیہ کا نکاح کیا، بعد نکاح کے معلوم ہُوا کہ یتیمیہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامانِ جہیز جو انجمن سے یتیمیہ کو دیا گیا تھا وہ واپس آیا، آیا وُہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمیہ کا ہے یا یتیمیہ کو ملنا چاہئے؟

الجواب:

بیان تفصیلی سوال آرندہ سے معلوم ہُوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابل نہی، عورت نہ ہونے سے سائل کی یہ یہی مراد ہے، صورتِ مستفسرہ میں وُہ جہیز خاص مِلک یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان بلاد بلکہ عامہ امصار کے عرفِ عام میں تملیکاً دیا جاتا ہے اور عورت اس کی مالک مستقل ہوتی ہے، مرد کے قابل نہ ہونا کچھ مانع مِلک نہیں۔

فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملك المرأۃ[1]۔	ردالمحتار میں ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے۔(ت)

اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ ملک چندہ ہندگان سے خارج نہیں ہوتا **کما حققناہ بتوفیق اللہ فی کتاب الوقف من فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) مگر صدر انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائز وا انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسبابِ جہیز کہ اس نے خریدا اگرچہ یہاں کسی شیئ معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت شرا یہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خریدا اگرچہ یہاں کسی شیئ معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت شرا یہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خریدتا ہوں مگر زرِ چندہ نیت للموکلین ہے کہ انجمن اُن کی ہیئت مجموعی سے عبارت ہے۔

فی الدر المختار لو وکله لشراء شیئ بغیر عینه	درمختار میں ہے کہ اگر کسی کو غیر معین شیئ کی

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۸

فالشراء للوکیل الّا اذا نواہ للموکل وقت الشراء اوشراء بمال الموکل اھ ملتقطا[1]	خریداری کے لئے وکیل بنایا تو خریداری وکیل کے لئے ہوگی مگر جب کہ وکیل نے بوقت خریداری موکل کے لئے خریداری کی نیت کرلی ہو۔ یا موکل کے مال سے خریداری ہو اھ ملتقطا

اب جس طرح وُہ وکیل بالشرا تھا بالہبہ بھی ہے تو یہ ایک ہبہ ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہوا اور ایسا ہبہ مطلق جائز ہے اگرچہ شے موہوب قابل قسمت بھی ہو۔

لان القابض واحد فلاشیوع فی الدرالمختار وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع[2]۔	کیونکہ قابض ایک ہے تو شیوع نہ ہُوا۔ درمختار میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کو گھر ہبہ کیا تو تصحیح ہے کیونکہ شیوع نہیں ہے۔(ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا اُنہیں مالِ انجمن سے جہیز دینا اغراضِ مشتہرہ معلومہ انجمن میں داخل ہو جس سے اس امر میں بھی ملکانِ چندہ کی طرف سے توکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلا اذن مالکین یہ تجہیز صدر نے بطور خود کی تو اب وُہ اس شرائے سامان میں فضول ہوگا اور شراء جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے اور اس صورت میں وقت شراء چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہ ہونا خود ظاہر، تو تمام سامان مِلک صدر ہوا اور اس کی طرف سے یتیمہ کے لئے ہبہ تامہ ہوگیا، یُوں بھی صورت مذکورہ میں مال مِلک یتیمہ ہوگا حق انجمن سے اصلاً علاقہ نہیں، ہاں انجمن کے روپے کا تاوان صدر پر آئے گا لخلافہ واتلافہ فیما لم یوذن بہ (اس کی مخالفت اور اس چیز کو تلف کرنے کی وجہ سے جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ت) درمختار میں ہے:

لواشتری لغیرہ نفذ علیہ اذا لم یضفہ الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع ھذا الفلانٍ فقال بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرہا باختصار[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کسی نے دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شراء مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اُسے دُوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو۔ اور اگر دوسرے کی طرف اس کی اضافت کی اور یُوں کہا کہ یہ شیئ فلاں کے لئے بیچ، اس پر بائع نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے بیچی تو یہ شراء موقوف ہوگی، بزازیہ وغیرہ اھ اختصار۔ اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

---

[1] درمختار کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۰۵

[2] درمختار کتاب الھبۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۶۱

[3] درمختار باب البیع الفاسد فصل فی الفضول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱

مسئلہ ۸۹: ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہُوئی تو اس کے والدین حسبِ دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعدہ، کُچھ زیور نکاح کے بعد بنوادیا زید نے، اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے، اور اس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمّے عائد ہوگا یا نہیں، اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمّے ہوگا؟

الجواب:

جو کُچھ زیور، کپڑا، برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وُہ بھی عورت کی مِلک ہوگیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اُسی کی مِلک ہے خواہ والدِ شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کردی تھی یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اس کا مالک کردیا اور قبضہ عورت کا ہوگیا تو یہ زیور بھی مِلکِ زن ہوگیا، اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی مِلک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا، اسی طرح زیور بنادینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ مِلکِ شوہر پر رہا، عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنادیا تھا اور عورت کی مِلک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور جو چیز مِلکِ شوہر پالے اُس سے وصول کرلے، اگر مِلکِ شوہر کُچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیر ہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کرسکتی جبکہ انھوں نے مہر کی ضمانت نہ کرلی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کردے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۰: از ملک برہما شہر اکیاب تھانہ منگڈوچ پوسٹ آفس ناکپورا بازار موضع رامپور بیل مسئولہ ناظر علی صاحب

دادوستد معتادومعروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج ومعروف ست از روئے شرع شریف جائز است یا نہ، اگر چیزے ونقدے بنابر عرف دیار خود از خاطب وناکح گرفتہ مع شود خواہ بشرط باشد بغیر چنانکہ در دیار بنگالہ	عرف وعادت کے مطابق دینا اور لینا جو کہ شادی بیاہ کے انتظامی مصالح کے لئے مروج ومانوس ہے شرع شریف کی رُو سے جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی چیز یا نقدی اپنے علاقے کے رواج کے مطابق خاطب (پیغامِ نکاح دینے والا) اور

وبرہما از قدیم الایام دستور است کہ از خطاب ونلح قبل عقد نکاح بطور ساچق لوازمہ شادی ونکاح کہ مراد از برگ تنبول وپوپل وجغرات وشکر وغیر ذلک باشد وخرچہ ضیافت احباب طرفین می گویند کہ باہں طور گرفتین جائز نیست زیر اکہ رشوت ست ودراقسام رشوت داخل پس قولِ ایشاں صحیح ست یانہ۔بینوابسند الکتاب توجروامن اللہ الوہاب فی یوم الجزاء والحساب۔	نلح سے لی جائے چاہے مشروط ہو یا غیر مشروط، جیسا کہ بنگال اور برہما کے علاقوں میں زمانہ قدیم سے دستور چلاآرہا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے خاطب ونلح سے شادی اور نکاح کے لئے ضروری سامان کے طور پر لیتے ہیں جس سے ان کے مراد پان کے پتّے، سپاری، چھالیہ، دہی، شکّر، اور فریقین کے احباب کی دعوت کاخرچہ ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز، بنگال وبرہما کے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح لینا جائز نہیں کیونکہ یہ رشوت ہے اور رشوت کی رقموں میں داخل ہے، کیاان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب بیان فرمائیں جزاء وحساب کے روز بہت عطافرمانے والے معبود سے اجر پائیں۔(ت)

الجواب:

رشوت آنست کہ دربعض اقوام اراذل شائع ست کہ دختر وخواہر خودرابزنی ندہند تاچیزے بمعاوضہ از خاطب برائے خود نگیرند ونیز آنست کہ کسے مولیہ خود رابزنی دادہ باشد بشوئی نسپرد تاچیزے برائے خود نگیر وفی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذہ قائما اوھالکالانہ رشوۃ[1] اھ وفی تنویر الابصار والدر المختار وردالمحتار اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم بان ابی	رشوت وُہ ہے جو بعض قوموں میں رائج ہے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ کسی سے اس وقت تک نہیں کرتے جب تک خاطب سے اپنے لئے کوئی چیز حاصل نہ کرلیں، نیز رشوت وُہ ہے کہ کوئی شخص اپنے زیر ولایت لڑکی کا رشتہ تو کردے مگر اپنے لئے کچھ لئے بغیر وہ لڑکی شوہر کے حوالے نہ کرے۔بزازیہ میں ہے کہ بھائی نے اپنی بہن کی شادی کرنے سے اس وقت تک انکار کیا جب تک کہ اس کو کُچھ دیا نہ جائے چنانچہ اس کو کُچھ دے دیا گیا تو دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وُہ اس بھائی سے واپس لے چاہے وُہ دی گئی شے اُس کے پاس موجود ہو یا ہلاک ہوچکی ہو

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۶

ان یسلمها اخوها اونحوہ حتی یاخذ شیئا فللزوج ان یستردہ لانه رشوة[1] اما انچه بروجه صله وہدیه ومعونة متعارف شدہ است تادرضیافات وامثالها صرف کردہ شود زنہار نه رشوت ست نه حرام فی الخیریة رجل خطب من اخرته ودفع لها شیئا یسمّٰی ملا کا ودراهم وایضامن عادة اهل الزوجة اتخاذ الطعام بها ان اذن لهم باتخاذہ واطعامه للناس صار کانه اطعم الناس بنفسه طعاما له وفیه لایرجع[2] ۔تمام تحقیق ایں مسئله درفتاوٰی فقیر مذکور ست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ وُہ رشوت ہے الخ تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عورت والوں نے رخصتی کے وقت کوئی شَے وصول کی بایں طور کہ عورت کے بھائی وغیرہ نے کچھ لئے بغیر وہ عورت شوہر کے حوالے کرنے سے انکار کردیا تو شوہر وہ شیئ واپس لے سکتا ہے کیونکہ وُہ رشوت ہے، مگر وُہ جو تحفہ، ہدیہ اور امداد کے طور پر متعارف ہے کہ اسکو دعوت وغیرہ میں خرچ کریں وُہ ہر گزر شوت وحرام نہیں ہے۔ خیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اس کی بہن سے نکاح کا پیغام دیا اور اُس کو کوئی شیئ دی جس کو ملاک کہا جاتا ہے اور کچھ درہم بھی دئے کہ عورت والوں کی عادت اُس سے کھانا تیار کرنے کی ہے، اگر اُس نے ان کو کھانا تیار کرنے اور لوگوں کو کھلانے کی اجازت دی ہے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے بذاتِ خود اپنی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلایا ہو لہٰذا اس میں رجوع نہیں کرسکتا۔ اس مسئلہ کی پُوری تحقیق فقیر کے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۱: از کھاتہ نگریا مرسلہ سیّد ضیاء الدین صاحب ۹ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا نکاح ایک لڑکی سے اور قبل عقد حسبِ رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اس لڑکی کو چھڑھایا، رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کرگیا، لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی، شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں، ایسی حالت میں وُہ زیور والد متوفی کو قابلِ واپسی ہے یا نہیں، اور یہ امر بھی قابلِ اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھادیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لے کر دے دیتے ہیں یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیر مال کے زیور کو اپنے پسر کی زوجہ کو بعد رخصت

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۳، ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۶

[2] فتاوٰی خیریہ باب المهر دارالمعرفة بیروت ۱/۲۷

بھی بخشیدہ اور موہوبہ سمجھ لیتے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہورہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا، اگر ذی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہُوئی تو چھوڑ دیا، فقط۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے،

لانه لاهبة نصاولادلالة ولواشترك العرف لم يدل على التمليك وكان الدافع ادری بجهةالدفع۔واللّٰه تعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ یہ نہ تو صراحۃً ہبہ ہے اور نہ ہی دلالۃً، اور اگر عرف مشترک ہو تو تملیک پر دلالت نہیں کرتا اور دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲تا ۹۳: مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شادی کے قبل جس کو چھڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دُلہن کو کچھ زیورات و کپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟

(۲) جس کو لگن کہتے ہیں ایک پیتل کی تھالی ہوتی جس میں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دُلہن کی طرف سے رکھ کر دُولہا کے مکان پر آتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مالک کون ہے؟

الجواب:

(۱) جائز ہے پھر اگر اس سے مقصود دُلہن کو مالک کردینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دُلہن مالک ہوجائے گی ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک رہے گا۔**واللّٰہ تعالٰی اعلم**

(۲) جائز ہے اور دُولہا بعد قبضہ اس کا مالک ہوجاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور گہنے میں رواج مختلف۔**واللّٰہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۴: از بلہاری احاطہ مدراس مرسلہ محمد نصیرالدین صاحب قادری حنفی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھامذکور زید کی شادی باپ عمرو نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال وزر اور وُہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دئے ہیں (عرف میں جسکو چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خسر سے طلب کرسکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدّت میں نان و نفقہ کس کے ذمّہ ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

كُل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة لا حق لاحدٍ فيه[1]۔	ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا (ت)

اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہہ دی تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا ی وہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وُہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اس کی مِلک ہے باقی مال ورز جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ نے بطور تملیک اُس کو دیا یعنی ہبہ کرکے قبضہ دے دیا وہ بھی عورت ہی کی مِلک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لئے دیا اور مالک اس کا ذاتی مال ہو اُس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعوی نہیں کر سکتی جب تک اُس نے کفالت نہ کرلی ہو عدّتِ طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدتِ موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وُہ کسی سے مطالبہ کرسکے اپنے پاس سے کھائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۸ و ۳۵۳

باب نکاح الکافر

(کافر کے نکاح کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۹۵: از شاہجہان پور محلّہ بارہ دری مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۵رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید نے قادیانی مذہب اختیار کرلیا اور اس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہٰذا ایسی حالت میں کہ جب مابین زن و شوہر کے اختلاف مذہب ہوگیا ازرُوئے حکم شرع شریف کے بحالت طرزِ معاشرت درمیان زن و شوہر جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہوگیا اب اس قربت زنائے خالص ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

وارتد احدھما فسخ عاجل[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے اُسی وقت نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

مسئلہ ۹۶: از ریاست بھوپال کچھ بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ مجتبٰی علی خاں صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصارٰی یا مجوس ہے اور وُہ عورت مسلمان نہیں ہُوئی ہے وُہ اپنے مذہب پر قائم ہے، ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے، اور وُہ عورت مسلمان نہیں ہوئی، تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان ہووے تو جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کرسکتا، اگر کرے گا باطل، یوں ہی نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہوجائے گا مگر ممنوع وگناہ ہے، پہلے قول پر اس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۷: از خیرآباد ڈاکخانہ خاص محلّہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۹ شوال ۱۳۳۷ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن وشوہر ہیں ہندہ سیّدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تندمزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج غصّہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند ومطیع اور مسائل شریعت سے واقف ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں، زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورشِ اطفال وخدمتِ خود وخاطر مدارات اعزا واحباب وامورِ خانہ داری ومہمان نوازی تابہ مقدور کرے، اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذّب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان المبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمہارے گھر والوں میں فضیحت کی مگر کُچھ سُود مند نہ ہُوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھ کو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہہ دو کہ میں تم کو آزاد کردُوں یعنی طلاق دے دوں کیونکہ شریعت کی یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کرلینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کرلوں گا اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے غصّہ میں آکر کہا کہ "چُولہے میں جائے ایسی شریعت" یا "مَری پڑے ایسی شریعت پر" زید کو فقرہ اوّل یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا، ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا،

اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصّہ میں روز مرہ کو بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئےاس سے میری غرض نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت، لہٰذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا و رسول بحوالہ کتب جلد مرحمت فرمائے:

(۱) کیا فقرہ مذکورہ بالا سے ہندہ مرتد ہو گئی اور اسلام سے خارج ہوئی؟

(۲) اگر مرتد ہو گئی تو کیا نکاح فسخ ہو گیا اور ہندہ درجہ طلاق میں گئی؟

(۳) کیا اب زید بلا طلاق دئے ہُوئے ہندہ سے تعلق ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ اس سے نہ ہوگا؟

(۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیۃً یا اس کا کوئی جُز اس پر جواب الادا ہے یا بالکل سوخت؟

(۵) کیا ایسی صورت میں ہندہ بعد تجدید ایمان بلا اجازت زید دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

(۶) کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے؟

(۷) اگر ہندہ نے تجدید ایمان کرلیا تو کیا زید وہندہ باہم گر تجدید نکاح پر شرعًا مجبور ہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟

(۸) صورتِ حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معیّن ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی رضامندی پر معیّن ہوگی۔

(۹) صورت حال میں کیا ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی اور تعداد مہر کم سے کم کیا ہو سکتی ہے؟

الجواب:

ہندہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا، ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہر کی توہین کی مگر ہندہ نکاح سے نہ نکلی، نہ ہر گز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرلے **لان الفتوی علٰی روایۃ النوادر لاجل فسادالزمان کما بیّنّاہ فی فتاوٰنا** (کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتوی نوادر کی روایت پر ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) ہاں بعد اسلام زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی **احتیاطا لاصل المذہب** (احتیاط کے طور پر واسطے اصل مذہب کے۔ت) زید اگر اُس سے ترک تعلق چاہے تو طلاق دے، ہندہ کا نفقہ زید پر نہیں جب تک اسلام نہ لائے کہ وُہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہو گئی ہے **ولا نفقۃ لمرتدۃ** (مرتدہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ت) مگر مرتدہ ہونے سے مہرِ مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام وکمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معیّن ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور

کی جائے گی۔ درمختار میں ہے:

تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتوٰی[1]۔	اسلام پر مجبور کی جائے گی اور بطور زجر کمترین مہر مثلًا ایک دینار کے بدلے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اور اسی پر فتوی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلکل قاض ان یجددہ بمھر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا[2]۔	یہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اس عورت سے کمترین مہر کے عوض تجدید نکاح کرائے اگرچہ ایک دینار ہو چاہے وُہ عورت اس پر راضی ہو یانہ ہو۔ (ت)

مہر کی اقل مقدار دس۱۰ درم ہے کہ یہاں کے دو۲ روپے تیرہ آنے سے کُچھ کم ہے یعنی ۹/۱۲-۲/۱۳ پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از نذر محمد خاں صاحب امام جامع مسجد مُلّاجی صاحب ڈاکخانہ خاص لگانہ ضلع رہتک۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے لے آوے اور بغیر مسلمان کئے پڑھادیوے جائز ہے یاکہ نہیں، اور اسی طرح مسلمان نابالغ لڑکی سے بغیر اجازت والی کے دُوسرا کوئی نکاح پڑھادیوے تو پھر والی اس کو توڑ سکتا ہے یاکہ نہیں اور پڑھانے والے پر کیاالزام ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نابالغہ کانکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہوسکتا، ولی اس کو فسخ کرسکتا ہے، اور ہندو کی لڑکی سمجھ وال کہ اسلام وکفر جانتی ہے اگر کُفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے، اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع سے مشرک ہے، بہر حال اس سے نکاح باطل ہے اگرچہ باجازت ولی ہو، ہاں اگر سمجھ دار ہونے کی حالت میں ایمان لے آئے اس کے بعد باجازت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذنِ حاکمِ اسلام سے نکاح کیاجائے توصحیح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[2] ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۲

مسئلہ ۹۹: از لکھنؤ محلّہ گڑھیا کمال جمال مسئولہ مولوی عابد حسین صاحب عباسوی ۱۴محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز، نیز اگر دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرے مثلاً زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سُنّی یا شیعہ، اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہوجائے اور منکوحہ توبہ بھی نہ کرے تو ایسی میں کیا کرنا چاہئے۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اس وقت معلوم ہو یا نہ ہو بہرحال اس پر فرض ہے کہ اُس سے جُدا ہوجائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلاً قابلیت نکاح نہیں رکھتی جب تک اسلام نہ لائے۔ عالمگیریہ میں ہے:

وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰: از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب شب ۵ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو مذہب کے موافق طلاق دے دی، تخمیناً چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئے اپنی خوشی ورضامندی سے، اور جس جلسے میں مسلمان ہوئی اسی جلسہ میں نکاح بھی ہُوا، نکاح کیسا ہُوا اور اس میں عدّت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہوگیا، کافر کے لئے عدّت تو اصلاً نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لاعدۃ من الکافر عند الامام اصلا فلاتثبت الرجعۃ للزوج بمجرد طلاقھا وقیل تجب والاصح الاول کما فی القھستانی عن الکرمانی ومثلہ فی العنایۃ وذکر فی الفتح انہ ولی[2]۔	امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کافر کے لئے اصلاً عدّت نہیں۔ محض اُس عورت طلاق دینے سے شوہر کے لئے رجوع ثابت نہ ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ عدّت واجب ہے اور اصح قول اوّل ہے جیسا کہ قہستانی میں کرمانی سے ہے اور اسی کی مثل عنایہ میں ہے، فتح میں مذکور ہے کہ یہی اولٰی ہے۔ (ت)

اور جب وُہ طلاق دے چُکا اسے عورت سے کُچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلامِ زن اُس کے اسلامی انکار کا انتظار

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶

کیا جائے اور یہاں بوجہ عدم حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اُس کے اسلام نہ لانے کو قائم مقام انکار ٹھرا کر حکمِ فرقت دیا جائے، درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو اسلم احد المجوسیین فی دار الحرب وملحق لھالم تبن حتی تحیض ثلاثا قبل اسلام الاخر اقامۃ لشرط الفرقۃ(وھو مضی ھذہ المدۃ ش مقام السبب وھوالاباء لان الاباء لایعرف الا بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولایۃ ومست الحاجۃ الی التفریق لان المشرك لایصلح للمسلم واقامۃ الشرط عند تعذر العلۃ جائز.فاذا مضت ھذہ المدۃ صار مضیھا بمنزلۃ تفریق القاضی بدائع ش)ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بھا[1]۔	اگر مجوسی زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب میں یا ایسی جگہ مسلمان ہوجائے جو دارالحرب کے ساتھ ملحق ہے تو بیوی نکاح سے خارج نہ ہوگی جب کہ دوسرے کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کو تین حیض نہ آجائیں شرط فرقت یعنی اس مدّت کے گزرنے کوسبب فرقت یعنی انکار اسلام کا پتا تو عرضِ اسلام(اسلام پیش کرنے)سے چلے گا اور دارالحرب میں عدمِ ولایت کی وجہ سے عرض اسلام معدوم ہے حالانکہ تفریق کی ضرورت ہے کیونکہ مشرک ومسلم کانکاح برقرار نہیں رہ سکتا اور تعذرعلّت کے وقت شرط کو اس کے قائم مقام رکھنا جائز ہے،چنانچہ جب یہ مدّت گزرجائے تو اس کا گزرنا تفریق قاضی کے قائم مقام ہوجائے گابدائع ش)اور یہ مدّت عدّت نہیں کیونکہ غیر مدخولہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہے(حالانکہ غیر مدخولہ پر عدّت نہیں)۔(ت)

یہاں نفسِ طلاق سے فرقت پہلے ہی ہوچکی اور عدت ہے نہیں لہٰذا انتظار کی اصلاً حاجت نہیں،عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی فوراً مسلمان ہوجائے مسلمان ہوتے ہیں فوراً نکاح کرسکتی ہے۔ہدایہ میں ہے:

لابی حنیفۃ انھا ای العدہ اثر النکاح المتقدم وجبت اظھارا لخطرہ ولاخطر لملك الحربیّ ولھذا لاتجب علی المسبّیۃ[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عدّت پہلے نکاح کااثر ہے جواس کے احترام کے اظہار کے لئے واجب ہوئی اور حربی کی ملک کاکوئی احترام نہیں اور اسی لئے اُس عورت پرعدت واجب نہیں جو گرفتار کرکے لائی گئی ہو۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

---

[1] درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۸-۲۰۹،ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۰

[2] ہدایہ باب نکاح اہل الشرک المکتبۃ العربیہ،کراچی ۲/۳۲۸

باب المُعَاشِرَة

(زوجین کے باہمی برتاؤ کا بیان)

مسئلہ ۱۰۱تا۱۰۲: از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور وشیخ بدّو ودربان چٹکل ۷ ۲ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللّٰہ فی ھذہ المسألۃ ھل یجوز لزید عند الاختلاط ان یقبل خدمنکوحتہ وثد یھاوان یمص ثدیھا اوان یدخل ثدیھا فی فمہ شھوۃ وتلذذا سواءکانت ذات لبن ام لا،وسواءکانت مراھقۃ ام بالغۃ،فبینوا حکم کل شق منھا بالادلۃ والتفاصیل۔	کیاارشاد ہے آپ کااللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیازید کے لئے بوقتِ صحبت اپنی بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینا یاپستان کو مُنہ میں دبانا یا شہوت وتلذّذ کے طور پرپستان کو مُنہ میں داخل کرنا جائز ہے؟ چاہے اس کی بیوی دُودھ والی ہو یا نہ ہو،چاہے قریب البلوغ ہو یانا بالغہ،ہر شق کا جواب دلائل وتفصیلات کے ساتھ بیان فرمائیں۔(ت)

الجواب:

یجوز للرجل التمتع بعرسہ کیف	مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے

ماشاء من رأسها الی قدمها الامانهی الله تعالٰی عنه،وكل ماذكر فی السؤال لانهی عنه.اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیه ان كان بنیة صالحة واما مص ثدیها فكذٰلك ان لم تكن ذات لبن،وان كانت واحترس من دخول اللبن حلقه فلاباس به،وان شرب شیئا منه قصدًا فهو حرام وان كانت غزیرة اللبن وخشی ان لومص ثدیها یدخل اللبن فی حلقه فالمص مكروة قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومن رتع حول الحمٰی اوشك ان یقع فیه[1]۔والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	کر پاؤں تک جیسے چاہے لُطف اندوز ہو سوائے اس کے جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا ہے،اور سوال مذکور امور میں سے کسی سے منع نہیں کیا گیا۔بوسہ تو مسنون و مستحب ہے اور اگرت بنیّت صالحہ ہو تو باعثِ اجر وثواب ہے۔رہا پستان کو مُنہ میں دبانا،تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جب کہ بیوی دُودھ والی نہ ہو،اور اگر وُہ دُودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں،اور اگر اُس دُودھ میں سے جان بُوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔اور اگر وُہ زیادہ دُودھ والی ہے اور اُسے ڈر ہے کہ پستان منہ میں لے گا تو دُودھ حلق میں داخل ہوگا تو اس صورت میں پستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چراگاہ کے ارد گرد(جانور)چرائے تو قریب ہے کہ وہ(جانور)چراگاہ میں جا پڑے۔اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خُوب جانتا ہے۔

السوال الثانی	دوسرا سوال
وكم مدة یجوزله السفر حال كونه مجردًا عنها۔	بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے والے کے لئے کتنی مدّت تک سفر میں رہنا جائز ہے:

الجواب:

السفر ان كان بضرورة تقدر بقدرها ولا یعین له حد وقدامر	سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو بقدر ضرورت ہوگا اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔تحقیق حضور اقدس

[1] شرح السنة للامام البغوی باب مضاجعة الحائض الملك الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۰

صلّی اللہ تعالٰی علیه وسلم بتعجیل القفول بعد قضاء الحاجة والسفر قطعة من العذاب یمنع احدکم طعامه وشرابه ونومه فاذا قضی احدکم نهبه فلیعجل الٰی اهله[1] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اما اذاکان بلاضرورۃ ولم یستصحبها معه فلا یسکن اکثر من اربعة اشهر بذٰلك امر امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنه وفی الحدیث قصّة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضرورت پُوری ہوجانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پُوری کرلے تو جلدی گھر لوٹے، یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اگر سفر بلاضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار۴ ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی کا حکم فرمایا، حدیث میں قصّہ مذکور ہے۔ اور اللہ سُبحانہ و تعالٰی خُوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از حیدرآباد دکن معرفت پوسٹ ماسٹر مرسلہ حسام الدین صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو زید کے خالو ہوتے ہیں اور اُن کا وطن قدیم امیٹھی خطّہ اوّدھ ہے، اُن کے تعلقات ملازمت حیدرآباد میں ہُوئے، زید اصل باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطّہ متوسط میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف وقرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدرآباد میں ہُوا اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر وآمد ورفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی، بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطّہ متوسط پر اس کے ہمراہ روانہ کردیا حتی کہ زید کی صلب سے ہندہ دختر عمرو کے تین اولادیں ہُوئیں، نکاح کے چھ سال بعد مسمّاۃ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہُوا کہ زید کے ساتھ سفر دُور دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ اُن کا بیان ہے کہ زید کو شرعًا ایسا حق نہیں کہ وُہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت وسکونت پر لے جانے کا شرعًا حق ہے کہ نہیں، اگر ہندہ عذر اذیت وتکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت

[1] صحیح بخاری کتاب الاطعمه باب ذکر الطعام ۲/ ۸۱۶، صحیح بخاری کتاب الجهاد باب الشرعة فی السیر باب ذکر الطعام ۱/ ۴۲۱

نہ کرسکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد ادخال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مجاز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب:

اصل حکم ہے مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ [1]۔	عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرو۔ (ت)

اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے **قال اللہ تعالٰی:**

وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ ط [2]۔	انہیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ تم ان پر تنگی کرو (ت)

جبکہ مہر معجّل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ اُس کا باپ اُسے شوہر سے جُدا کرسکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی و بلاوجہ شرعی ایذادہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اُس کا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے ظاہرًا یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کرے گا جو زید کو ایذارسانی سے مانع ہوسکے اور عمرو وہندہ کو اس پر اعتبار ہو یا یہ معنٰی ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا۔ کہ اگر زید ایذا رسانی کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ کا بھرے اور وُہ نہ دے تو ضامن دے گا۔ اگر معنی اوّل مراد ہیں تو صحیح و قابلِ قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعًا ناجائز باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہوسکتا **لانہ منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام** (کیونکہ یہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔ ت) اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔

مسئلہ ۱۰۴: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ ظہور الحسن صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذّتِ پوری پوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی شرمگاہ کو مس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلہ تناسل کو مس کرنا تاکہ آلہ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

زوجین کا وقتِ جماع ایک دُوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہ جائز بلکہ بہ نیتِ حسنہ مستحق و

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶

[2] القرآن الکریم ۶۵/۶

موجب اجر ہے **کما روی عن نفس سیّدنا الامام الاعظم رضی تعالٰی عنہ** (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ت) مگر اُس وقت رؤیتِ فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: **فانہ یورث العمی** وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علمائے نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وُہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا **معاذ اللہ** دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

باب القسم

(بیویوں میں باری مقرر کرنااور حقوق میں مساوات رکھنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۰۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذادینااور عاریت مساوات دو ۲ زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکانِ واحد میں جبراً رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہر چند اللہ تعالٰی نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط [1] ۔	مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان میں ایک دوسرے پر فضیلت دی اوراس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔(ت)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذادینا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۴

اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواج مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے:

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ[1]۔	بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والاوہ ہے جوان میں سے زیادہ حسن اخلاق والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔(ت)

اور فرماتے ہیں:

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی[2]۔	تم میں سب سے بہتر وُہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حسنِ سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔(ت)

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[3]۔(اوران (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ت) امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

واعلم انہ لیس من حسن الخلق معھا کف الاذی عنھا بل احتمال الاذی منھا والحلم عند طیشھا وغضبھا اقتداءً برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔الخ	اور تُو جان لے کہ عورت کے ساتھ حُسنِ خلق یہ ہی نہیں کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ اس کی طرف سے اذیتیں برداشت کرنا ہے اور رسولِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اُس (عورت) کے طیش وغضب کے وقت تحمل اختیار کرنا ہے۔(ت)

اور جس طرح اللہ تعالٰی نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[5] (اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔ت) ازانجملہ کھلانے پہنانے وغیرہا امور اختیاریہ میں اُنہیں برابر رکھنا واجب ہے۔

---

[1] شعب الایمان حدیث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۱۵

[2] شعب الایمان دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۱۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۹

[4] احیاء العلوم الباب الثالث فی آداب المعاشرۃ المکتبۃ المشھد الحسینی ایران ۲/ ۴۳

[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

فی الدر المختار یجب وظاہر الآیۃ انه فرض نهر ان یعدل ای ان لایجوز فیه ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة[1]۔	در مختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت میں برابری قائم رکھے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت میں ایک طرف جھکا اٹھے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان له امرأتان فمال الی احدٰهمادون الاخری جاء یوم القیٰمة واحد شقیه مائل[2]۔	جس کی دو۲ عورتیں ہوں وُہ ان میں سے ایک کی طرف میلان کرے اور دوسری کو نظر انداز کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی (ت)

اور اُنہیں مکانِ واحد میں جبرًا رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے،

فی الدر المختار فلکل من زوجته مطالبته ببیت من دار علٰحدة[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	در مختار میں ہے کہ دو۲ بیویوں میں سے ہر ایک اپنے شوہر سے گھر کا علیحدہ مکان طلب کرسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۶: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کی رعایت مساوات دو۲ زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ان میں قومِ طوائف میں سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مرد اپنی دو۲ زوجہ حرّہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہا امور اختیار میں برابر رکھنا واجب ہے اور اس امر میں طوائف وغیر طوائف شریف ورذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے۔

فی الدر المختار یجب وظاہر الاٰیۃ انه فرض "نهر" ان یعدل ای ان لایجور فیه ای فی القسم بالسویة فی البیتوتة و	در مختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے، بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت

---

[1] درمختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

[2] سُنن ابن ماجه باب القسمة بین النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

[3] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۱

فی الملبوس والماکول والصحبۃ[1]۔	میں برابر قائم رکھے (ت)

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیمت کو ایک طرف جھکائے اٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان لہ امرأتان فمال الی احدٰھما دُون الاخری جاء یوم القیٰمۃ واحد شقیہ مائل[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جس کی دو۲ بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظر انداز کرتے ہُوئے دُوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جُھکی ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷: از بچھرایوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے، آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسرے کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو یا فقط معمولی غذا میں، ۲مثلاً ایک کو دُوسری زوجہ سے خفیہ دُودھ پلایا یا ثمارِ فصل کھلائے تو اُسی قدر دُوسری کو بھی دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے، اگر دُوسری کو بھی دینا ضرور ہے تو صورتِ ذیل میں کُچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً ۳ایک زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اس کی طبیعت اس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی بایں وجہ خفیۃً دوسری زوجہ سے اسکی فرمائش کی پورا کردیا تو دُوسری کو بھی شیئ مذکور کا کھلانا بذمہ زوج ضرور ہے یا نہیں، ۴اگر ضرور ہے تو اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شیئ کی فرمائش کرتی تو اس کو بھی پورا کرتا اور اگر ۵زوج اپنی خواہش طبیعت سے کچھ شیئ ایک زوجہ کو کبھی کوئی شیئ دوسری کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے کہ جس قیمت اور جس لذت کی وُہ شیئ ہے دُوسری کو وُہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں، ۶ایک یہ صورت ہے کہ ایک زوجہ کھانا کھاتے وقت زوج کو کھانا پکا کرلاتی ہے دُوسری نہیں آتی ہے خاطراً اس کو ہر ترکاری سے قدرے قدرے کھلایا تو اس میں زوج گنہگار ہُوا یا نہیں، اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں۔ جواب مدلّل تحریر فرمائے۔

الجواب:

کھانا دو۲ قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہے، دُوسرا اس سے زائد مثل

---

[1] درمختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

[2] سُنن ابن کاجہ باب القسمۃ بین النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۳

فواکہ وپان و الایچی وعطایا وہدایا، قسم اوّل میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مال حالت فقر وغنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لئے اس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لئے اس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقرخانی ومُرغ پلاؤ ہے، اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی ہے اور آپ پیستی پکاتی ہے، ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہوسکتی، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مرغ لازم ہے اور دوسری کے لئے گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت، پہلی کے لئے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کرلے گی، پہلی کریب اور زربفت پہنے گی دوسری کو تنزیب اور ساٹھن بہت ہے، پہلی کے لئے مکان بھی عالی شان درکار ہوگا دوسری کے لئے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اُتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دُودھ، چائے، میوے، پان، چھالیا، الایچی، برف کی قلفیاں، سُرمہ، مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہوگیا اگر اس نے وہ فرمائش اپنے نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اسکی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہو کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شَے کی تو برابری درکار ہوگی کہ وُہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں،

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل بنیك نحلت مثل ھذا[1] قال لاقال لاتشھد نی علی جور[2] (ملخصًا) فاذاکان التفضیل فی العطایا جورا ومیلافی البنین ففی الازواج اولی واحری۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تُونے ہر بیٹے کو اس کی مثل تحفہ دیا۔ صحابی نے عرض کی کہ نہیں، تو حضور نے فرمایا کہ مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔ جب تحائف میں کمی بیشی بیٹوں کے اندر ظلم و میل قرار پائی تو بیویوں میں بدرجہ اولی ظلم و میل ہوگی۔ (ت)

اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپاچھپا کردے گا وہ جان لے گی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وُہ دوسری کا دبانے کی جراءت کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲۶۸/۴

[2] سُنن النسائی کتاب النحل المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۲۶/۲

یجب ان یعدل ای لایجوز فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لافی المجامعۃ کالمحبۃ بل یستحب[1]۔	بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباسِ خوردونوش اور صحبت وموانست میں برابری کرے نہ کہ جماع میں مثل محبت کے بلکہ جماع میں برابری مستحب ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر قال فی البدائع یجب علیہ التسویۃ فی الماکول والمشروب والسکنی والبیتوتۃ وھکذا ذکر الولوالجی والحق انہ علی قول من اعتبر حال الرجل وحدہ فی النفقۃ واما علی القول المفتی بہ من اعتبار حالھما فلا،فان احدھما قدتکون غنیۃ والاخری فقیرۃ فلایلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ[2] اھ وراَیتنی کتبت علیہ مانصہ یقول العبد الضعیف غفرلہ بقی لہ مجملان اخران الاول ان تستوی المرأتان یسار او اعسار ا وح لامحل للتفاضل بینھما بل تجب التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی ایضا کالبیوتۃ مطلقا،والیہ ف الاشارۃ بقولہ فلایلزم التسویۃ	بحر میں فرمایا کہ بدائع میں کہا ہے کہ کھانے، پینے، لباس، رہائش اور شب باشی میں شوہر پر مساوات واجب ہے ولوالجی نے بھی یُوں ذکر فرمایا اور حق یہ ہے کہ بے شک یہ اس کا قول ہے جس نے نفقہ میں فقط شوہر کے حال کا اعتبار کیا لیکن مفتی بہ قول میں چونکہ دونوں کا حل معتبر ہے تو اس کے مطابق نفقہ میں مطلقًا مساوات واجب نہیں کیونکہ کبھی دو ۲ بیویوں میں سے ایک مالدار اور دوسری فقیر ہوتی ہے تو ان میں برابری لازم نہیں۔مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یُوں ہے بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس کے دو محمل اور بھی ہیں ایک یہ کہ دونوں عورتیں امیری اور فقیری میں برابر ہوں تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقًا برابری لازم ہے اسی کی طرف اشارہ ہے اس کے اس قول میں کہ ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقًا برابری لازم نہیں اس بنیاد پر کہ "مطلّقا" منفی کی طرف ناظر ہے نہ کہ نفی کی طرف،

[1] درمختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

[2] ردالمحتار باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۸

ف: جدالممتار مطبوعہ میں عبارت مختصر ہے خط کشیدہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔ نذیر احمد

بینهما مطلقا فی النفقة، علی ان مطلقا ناظر الی المنفی دون النفی فیکون محصله سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانه غیرسدید، والثانی ان یراد مایزاد علی النفقة من الهدایا والعطایا فلامانع من ایجاب التسویة بینهما بل هو الظاہر نفیا للمیل المنهی عنه اھ[1] ما کتبته وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	پس اس کا ثمر سلب اطلاق ہوگا نہ کہ اطلاق سلب کیونکہ وہ درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ مراد وُہ اشیاء ہوں جو اصل نفقہ سے زائد ہیں یعنی تحفے اور ہدیے وغیرہ، تو اب دونوں کے درمیان برابری کو واجب ٹھہرانے سے کوئی مانع نہیں بلکہ یہی ظاہر ہے اس میل کی نفی کے لئے جس سے رد کا گیا ہے، میرے حاشیہ کی عبارت ختم ہُوئی اور مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالٰی وہ درست ہوگا۔ اور اللہ سُبحانہ، وتعالٰی خُوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از شہر محلّہ رہڑی ٹولہ مسئولہ احسان علی صاحب زردوز ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند اولادیں ہُوئیں ان میں سے صرف ایک بچّہ چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور مس ہر بار وقت ولادت یہی تجویز کرتی ہے کہ یہ عورت ضرور مرجائے گی مگر شافی مطلق برحق ہر بار بعد تکلیف بسیار وخرچ کثیر کے اچھا کر دیتا ہے چنانچہ حال میں بعد ولادت وصحت کے ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم وصدمہ سے بچنے کے لئے عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسبابِ نطفہ نہ واقع ہو، اور اپنے زوج سے کہا کہ تم کو صبر نہ آوے تو دوسری شادی کرلو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان ونفقہ بھی نہ دو۔ پس شوہر نے کہا کہ اگر شرع شریف تجھ کو اس امر کی اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کرلُوں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے حقوق کو تلف ہرگز نہیں کرسکتا لہٰذا تحریر فرمائیں کہ شرعًا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کرسکتا ہے اور دُوسری شادی کرلے اور ہندہ سے جُدا رہے جب تک ہندہ راضی ہو، اور نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے، اور اگر

---

[1] جدالممتار حاشیہ ردالمحتار باب القسم حاشیہ نمبر المجمع السلامی مبارکپور انڈیا ۲/ ۴۵۰

ہندہ اپنا نفقہ ساقط کرے تو اختیار کہ نہ دے جب تک ہندہ پھر از سرِ نو مطالبہ پر نہ آئے،اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بُلانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جب تک واپس نہ آئے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۰۹: از کانپور طلاق محال مطب حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبیداللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہوسکتی ہے اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا**

الجواب:

جب بارہ ۱۲ سال کی ہے ضرور متحمل ہوسکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیو قامت قوی الجثّہ کہ واقعی عدم تحمل مظنون ہو، تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے،،اور عند الاختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہوگا وہ دیکھ کر تجویز کرے گا کہ عورت تحمل کرسکتی یا نہیں۔ردالمحتار میں ہے:

قد صرحوا عندنا بان الزوجۃ اذاکانت صغیرۃ لا تطیق الوطی لاتسلم الی الزوج حتی تطیقہ و الصحیح انہ غیر مقدر بالسن بل یفوض الی القاضی بالنظر الیھا من سمن اوھزال وقد منا عن التاتر خانیۃ ان بالغۃ اذاکانت لاتحمّل لایؤمر بد فعھا الی الزوج ایضا فقولہ لاتتحمل یشمل مالوکان لضعفھا اوھزالھا اولکبر اٰلتہ[1] اھ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	تحقیق انہوں نے تصریح فرمائی کہ زوجہ جب صغیرہ ہو اور وطی کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اس کو شوہر کے حوالے نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ وطی کے قابل نہ ہوجائے،اور صحیح یہ ہے کہ اس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے گا کہ وُہ دیکھے کہ زوجہ قوی ہے یا کمزور۔اور ہم تاتارخانیہ سے سابق میں ذکر کرچکے ہیں کہ حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا،اور اس کا قول کہ "وہ وطی کی متحمل نہ ہو" ان دونوں صورتوں کو شامل ہے کہ وُہ عدمِ تحمل چاہے تو عورت کی کمزوری کی وجہ سے یا مرد کے آلہ کی بڑائی کی وجہ سے ہو۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۹

مسئلہ ۱۱۰: از سوروں ضلع ایٹہ محلّہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے اور بہت جگہ سے پیغام نسبت کے اُس کے پاس آئے لیکن اس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت کردی، بعد چند عرصہ کے عمرو مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھڑا کر دوسری جگہ پر یعنی بکر کے لڑکے سے کردی، اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بکر کے لڑکے سے کی گئی ہے درست وجائز ہے یانہیں؟ یا کہ اول عمرو کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اس نے پہلے نسبت کردی تھی اس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہئے، اور اگر عمرو کا لڑکا اجازت نہ دے تو بکر کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا؟ مفصل طور پر جواب مرحمت فرمائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

نسبت صرف ایک اقرار ووعدہ ہے، اور ایک جگہ نسبت کرکے چُھڑا لینا خلف وعدہ جس کی تین صورتیں ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیاسازی کیا اور اُسی وقت دل میں تھا کہ وفانہ کریں گے تو بے ضرورتِ شرعی وحالتِ مجبوری سخت گناہ وحرام ہے ایسے ہی خلافِ وعدہ کو حدیث میں علاماتِ نفاق سے شمار کیا،

كما بيناه فی رسالتنا انباء الحذاق بمسالك النفاق و هو محمل مافی الاشباہ من ان خلف الوعدہ حرام[1] الخ۔	جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "انباء الحذاق بمسالك النفاق" میں بیان کیا ہے، اور وہ جو اشباہ میں ہے وعدہ خلافی حرام ہے اس کا محمل بھی یہی ہے۔ الخ (ت)

اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذر مقبول وسبب معقول پیدا ہوا تو وفانہ کرنے میں کچھ حرج کیا ادنٰی کراہت بھی نہیں جبکہ اس عذر ومصلحت کو اس وفائے وعدہ کی خوبی وفضیلت پر ترجیح ہو خصوصًا امر نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصًا بے چاری شریف زادیوں کے لئے خصوصًا بلادِ ہندوستان میں، پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج ونقصان ظاہر ہو نسبت چھڑالی جائے ورنہ اپنی زبان پالنے کے لئے ایک بے کس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصًا جبکہ ضرورت دینی ہو مثلاً معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چُھڑالینا شرعًا لازم۔ قال تعالٰی:

[1] الاشباہ والنظائر باب حظر واباحت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۹

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸ [1]، وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم [2]۔	اور اگر تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔اور عقیلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ اُن کے ہم مجلس بنو نہ کھانے پینے میں ان سے مشارکت کرو نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو۔ (ت)

لڑکی والوں کو تولحاظ مصالح واحتراز مفاسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگرترک میں مصلحت سمجھیں ترک کردیں، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔

فی المواھب وشرحھا للعلامة الزرقانی السادسة ضباعة اسلمت قدیما بمکة وھاجرت وکانت من اجمل نساء العرب خطبھا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلّم الی ابنھا سلمة بن ھشام فقال یارسول اللہ تعالٰی علیك وسلم ماعنك مدفع افاستأمرھا قال نعم فاتاھا فقالت اللہ افی رسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم تستأمرنی انی ابتغی ان احشر مع ازواجه ارجع الیه فقل له نعم قبل ان یبدوله فقیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انھا کبرت فلما عاد ابنھا وقد اذنت له	مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں ہے کہ (جن عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیغامِ نکاح بھیجامگر نکاح نہ فرمایا ان میں سے) چھٹی حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں وہ ابتدًا ہی مکرمہ میں ایمان لے آئی تھیں پھر انہوں نے ہجرت کی وہ عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سلمہ بن ہشام کو ان کے لئے پیغام نکاح دیا تو اس (سلمہ) نے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ سے کوئی مانع نہیں، کہا میں اس (ضباعہ) سے مشورہ کرلوں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (مشورہ کرلو) چنانچہ وُہ ضباعہ کے پاس آیا تو انہوں (ضباعہ) نے کہا کہ اللہ سے ڈر، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیتا ہے، میں ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ قیامت میں اٹھنا چاہتی ہوں آپ

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۶

سکت عنہا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکحہا رضی اللہ تعالٰی عنہا[1] ملخصا۔	کی طرف واپس جا اور قبل اس کے آپ کے لئے کوئی نئی بات ظاہر ہو ہاں کہہ دے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (ضباعہ) عمر رسیدہ ہیں۔ چنانچہ جب ان کا بیٹا واپس آیا اس حال میں کہ انہوں نے نکاح کی اجازت دے دی تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان سے نکاح نہ فرمایا اھ ملخصًا (ت)

اور اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلاوجہ نسبت چھڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے،

وھو محمل مافی ردالمحتار من ھنا تعلم ان خلف الوعد مکروہ لاحرام وفی الذخیرۃ یکرہ تنزیہا لانہ خلف الوعد ویستحب الوفاء بالعھد[2]۔	اور یہی محمل ہے اس کا جو ردالمحتار میں ہے، یہاں سے تو جان جائے گا کہ وعدہ خلافی مکروہ نہ کہ حرام، اور ذخیرہ میں ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلف وعد ہے اور وفاءِ عہد مستحب ہے (ت)

یہ بات اس تقدیر پر بے جا و خلافِ مروّت ہے مگر حرام وگناہ نہیں، حضور پُرنور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی[3]۔ رواہ ابو یعلی فی مسند عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	وعدہ خلافی یہ نہیں کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیّت وعدہ کو پورا کرنے کی ہو، لیکن وعدہ خلافی یہ ہے کہ مرد وعدہ کرے درانحالیکہ اس کی نیت اس وعدہ کو پورا نہ کرنے کی ہو۔ اس کو ابویعلی نے اپنے مسند میں حضرت زید ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت فرمایا۔ (ت)

اس صورت میں یہ کراہت ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وُہ بخوشی اجازت دے دیں، یہ تو نسبت چھڑانے کا حکم تھا، رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صور مذکورہ سے کوئی صورت واقع ہو کہ نسبت بہر حال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد نہ تھی کہ اب بے موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے ہاں جب تک وہاں سے نسبت چُھوٹ نہ جائے دوسروں کو پیام دینے کی ممانعت ہے،

[1] شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ذکر صفیہ ام المومنین دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۷۰

[2] ردالمحتار کتاب العاریۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۰۲

[3] کنز العمال بحوالہ ع عن زید بن ارقم حدیث مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۳۴۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایخطب الرجل علی خطبة اخیه حتی ینکح اویترک[1]۔اخرجه الشیخان عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	کوئی مرد اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑدے۔ شیخین نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔(ت)

یہ جُدا بات ہے مگر نکاح بے نسبت چُھڑائے بھی کردیا جائے گا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کمالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔)

مسئلہ ۱۱۱: موضع علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳رمضان ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وُہ روپیہ دینے والا اس لئے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کردیں جب تو وہ رشوت ہے اس کا دینا لینا سب ناجائز وحرام۔

فی الهندیة انفق علی طمع ان یتزوجها قال الاستاذ قاضی خاں الاصح انه یرجع علیها زوجت نفسها اولم تزوج لانها رشوة[2] اھ ملخصا۔	ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کواس طمع پر خرچہ دیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گی تو امام استاذ (قاضی خاں) نے فرمایا کہ اصح یہی ہے کہ وُہ اس عورت سے واپس لے سکتا ہے وہ عورت اس سے نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اھ ملخصًا (ت)

یُوں ہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کردیں گے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سیکھ کر رائج تو یہ بھی رشوت وحرام ہے،

فی الهندیة خطب امرأة بیت اخیها فابی ان یدفعها	ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کواس کے بھائی کے گھر

[1] صحیح بخاری باب لایخطب علی خطبه اخیه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الهبة الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۴۰۳

حتی یدفع دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بمادفع لانھا رشوۃ کذافی القنیۃ[1]۔	پیغامِ نکاح بھیجا تو اس کے بھائی نے اس شرط پر نکاح دینے کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کے بھائی کو کچھ درہم دے تو اس شخص نے وہ درہم دے دئے تو اس کے بھائی نے اس کا نکاح اس مرد سے کردیا اب وہ درہم واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ایسے ہی قنیہ میں بھی ہے۔(ت)

اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دُولہا کی طرف سے کچھ روپیہ دُلہن کی طرف جائے جیسے ہمارے بلاد میں گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں،اگر نکاح ہوجائے تو ہوجائے ورنہ وُہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں،اور اس کا وہی حکم ہے کہ اگر نکاح ٹھہرے گا تو واپس دیا جائے گا۔

فی الھندیۃ سئل من علی بن احمد عمن ارسل الٰی اھل خطیبتہ دنانیر ثم اتخذوا لہ ثیابا کما ھو العادۃ،ثم بعد ذلك یقول ھو نقدتھا من المھر ھل یکون القول قولہ فقال القول قول الباعث،قیل لہ لودفع الیھم دنانیر فقال انفقوا البعض الی اجرۃ الحائك والبعض الٰی ثمن الشاۃ للشراء والبعض الی الجوزقۃ کما ھو العادۃ،ثم فعلوا ذلك فزفت الیہ ثم بعد ذلك یدّعی انی بعثت الدنانیر لاجل المھر یقبل قولہ قال اذا صرح بالقول لایقبل قولہ فی التعیین،وسئل ابوحامد عن رجل خطب لابنہ خطیبۃ وبعث	ہندیہ میں ہے کہ علی بن احمد سے ایسے شخص کے بارے میں پُوچھا گیا جس نے اپنی منگیتر والوں کو کچھ دینار بھیجے پھر انہوں نے حسبِ عادت اس شخص کے لئے کپڑے بنادئے،اب وہ کہتا ہے کہ میں نے دینار مہر میں دئے تھے تو کیا اس کا قول معتبر ہوگا،تو انہوں نے کہا کہ بھیجنے والے کی بات معتبر ہوگی،عرض کی گئی کہ اگر وہ منگیتر والوں کو دینار دے کر کہے کہ اس میں سے کچھ جولاہے کی مزدوری میں خرچ کردو کچھ بکری خرید لو اسکی قیمت میں خرچ کردو اور دیگر رسم ورواج میں حسبِ عادت خرچ کردو،پھر اہلِ مخطوبہ نے ایسا ہی کیا اور وُہ عورت اس کے پاس بھیج دی گئی اب وُہ کہتا ہے کہ میں نے وہ دینار مہر میں بھیجے تھے تو کیا اس کا قول تسلیم کیا جائے گا،آپ نے فرمایا کہ جب اس نے قول کے ساتھ تصریح کردی ہے تو اب تعیین میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔امام ابوحامد سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الحادی عشر فی المتفرقات کتاب الہبۃ نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۴۰۳

الیھا دراھم ثم مات الاب وطلب سائر الورثۃ لا میراث من ھذا المال المبعوث، فقال ان تمت الوصلۃ بینھما فھو ملك لابنہ وان لم تتم فھو میراث، وان کان الاب حیا یرجع الی بیانہ، وسئل والدی عمن بعث الی الخطیبۃ سکرا وجوزا وتمرًا و غیرھا ثم بدالھم فترکوا المعاقدۃ ھل لھذا الخاطب ان یرجع علیھم باسترداد مادفع فقال ان فرق ذلك علی الناس باذن الدافع لیس لہ حق الرجوع وان لم یأذن لہ فی ذٰلك فلہ ذٰلك کذافی التتارخانیۃ[1] اھ قولہ فھو ملك لابنہ **اقول:** انت تعلم ان ھذا یرادعلی العرف فان کان العرف ان یراد بذلك تملیك العروس فھو ملکھا لاملك الزوج کمالایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کے لئے کسی لڑکی سے منگنی کی اور اس لڑکی کو کچھ درہم بھیجے پھر یہ باپ مرگیا تو اس کے وارثوں نے اس مال سے میراث طلب کی جو لڑکی کو بھیجی گئی تھی، توامام ابو حامد نے فرمایا کہ اگر ان دونوں میں تعلق تام ہوگیا ہے تو وُہ مال اس کے بیٹے کی ملک ہوگا، اور اگر تعلق تام نہیں ہوا تو وُہ میراث ہوگا اور اگر باپ زندہ ہوتو اس کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور میرے والد سے پُوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیتر کی طرف شکر، اخروٹ، بادام اور چھوہارے وغیرہ بھیجے پھر مرد والوں کی رائے میں آیا تو انہوں نے عقد ترک کردیا تو اکیا اب اس مرد (خاطب) کے لئے جائز ہے کہ وُہ یہ بھیجی ہوئی چیزیں واپس لے، تو انھوں نے فرمایا کہ اگر لڑکی والوں نے یہ چیز اس مرد کے کہنے سے لوگوں میں تقسیم کردی ہیں تو وہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتا، اور اگر اس نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تو واپس لینے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اھ اس کا قول کہ وُہ بیٹے کی ملک ہوگا **اقول:** (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ اس کا دارومدار عرف پر ہے اگر عرف میں اس مراد دلہن کی ملکیت ہوتا ہے تو اس کی ملک ہوگا نہ لڑکے کی، جیسا کہ مخفی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب اختلاف الزوجین فی المھر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۲۲

باب النکاح الثانی

رسالہ
اطائب التّہانی فی النّکاح الثّانی ۱۳۱۲ھ
(بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصّل احکام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۱۲: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

حمد کے لائق ہے وُہ اک پاک ذات — جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات
اور حبیب اپنے کو بس پیدا کیا — جس سے عالم میں ہوئے نور وضیا

محمد یعقوب علی خاں خلف پیر محمد خاں مرحوم نظامی چشتی قادری خدمت فیض موہب میں عرض پرواز ہے کہ یہ فتوی نوشتہ مولوی عبدالرحیم دہلوی نظرِ احقر سے گزرا، اس کے مضمون سے اکثر ساکنانِ ہند اہلِ اسلام پر گناہ در کنار کفر عائد ہوتا ہے، اس واسطے عبارتِ فتوٰی خدمت شریف میں روانہ کرکے طالبِ جواب ہُوں کہ تسکین خاطر کی جائے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾ [1] (بیشک اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۲۰

خلاصہ فتوٰی یہ ہے جانو اے مسلمانو! نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید وحدیث شریف سے، فرمایا اللہ تعالٰی نے:
وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ[1] یعنی نکاح کردو بیوہ عورتوں کا۔ اور فرمایا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

النکاح سنّتی فمن رغب عن سنتی فلیس منّی[2]۔	نکاح کرنا میری سنّت ہے اور جس نے منہ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مُجھ سے نہیں۔

پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور بُرا جانیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جانیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اٹھائیں جس سے حکمِ خدا اور سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سننے کا خیال کرکے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں، سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں، عورتیں اُنکی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں، نماز روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہر گز درست نہیں جب تک توبہ نہ کریں اس واسطے کہ ان سب صورتوں میں انکارِ حکم خدا اور تحقیر سنت لازم آتی ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے، پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لائق نکاح کے ہو ان کو سمجھا دیں اور نصیحت کردیں، اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں، اور جو تعزیر کا قابُو نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑدیں اور اپنی شادی غمی میں اُن کو نہ بُلائیں اور نہ اُن کے جنازے پر جائیں، اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی ان کے ساتھ دنیا وعاقبت کے وبال میں گرفتا ہوں گے، سوائے بھائیوں! نکاح رانڈوں کا کردو، اور جو نہ مانے اس سے ملنا چھوڑدو اور ذات سے ڈال دو نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے، مکّہ کے سو اسو بزرگوں نے یہ فتوٰی بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دنیا میں بے عزّت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۲۸۸ھ میں عشاء کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخی بڑی شدت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہُوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس ہیبت کی تھی کہ اس کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا، مکّہ شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳۲

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۵۷، صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۹، سُنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

غضب نازل ہونے والا ہے، سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہُوا کہ یہ سُرخی ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہو کر جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا، سو عنقریب ان مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کردیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑے گا کہ اکثر یزید کی طرح غارت ہوجائیں گے۔ الٰہی! سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا، آمین یارب العالمین برحمتك یاارحم الراحمین۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب:

اس مسئلہ میں جاہلانِ ہندو۲ فرقے ہوگئے ہیں: ۱اہلِ تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ وعار جانتے اور **معاذ اللہ** حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہوگئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یونہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے، اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوفِ خدا وترس روزِ جزا کرکے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا:

من تزوج فقد استکمل نصف دینه فلیتق اللہ فی نصف الباقی[1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین پُورا کرلیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے (اس کو کبیر میں امام طبرانی نے اور امام حاکم وبیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

نکاح کرلیا اس پر چار طرف سے طعن تشنیع کی بوچھار ہے، بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کُنبے میں مُنہ دکھانا دشوار ہے، کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دو خصمی کی پکار ہے **ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلیّ العظیم**، یہ بُرا کرتے اور بے شک بہت بُرا کرتے ہیں باتباع کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرالینی پھر اس کی بناپر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صور میں ادائے واجب سے اعراض کسی جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے، پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذاللہ بشامتِ نفس کسی گناہ میں مُبتلاہُوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شعب الایمان عن انس بن مالك حدیث دار الکتب العلمیه بیروت ۴/ ۸۳-۳۸۲

مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فرکبت اثما فاثم ذلك علیہ[1]۔رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن امیرالمومنین عمر الفاروق وعن انس بن مالك رضی اللہ عنھما بسند صحیح۔	اللہ عزّوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ ۱۲ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کردے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے (اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما بسندِ صحیح روایت فرمایا۔ت)

جب کنواری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دخترانِ دوشیزہ کو حیاء بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تفضیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذّت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں، اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پاچکا تو اب اس کا تقاضا رنگِ دگر پر ہوتا ہے اور ادھر نہ ویسی حیا نہ وُہ خوف واندیشہ۔اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشے، آمین۔

(۲) دوسرے اہلِ افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جُہّال مُتشدّدین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس ۱۰ بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گری، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ بلکہ شرعًا اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بناء پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کردیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے، بات کیوں کی، سلام کیوں لیا، بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جنازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام، ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھلك المتنطعون[2]۔رواہ الائمۃ احمد ومسلم وابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہلاک ہوئے بے جا تشدّد کرنے والے (اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

[1] شعب الایمان حدیث ۸۶۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۰۲

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب النھی اتباع متشابہ القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۹

واناا قول: وباﷲالتوفیق (اور میں کہتا ہوں اور اﷲ تعالٰی ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت) حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنّت، مباح، مکروہ، حرام سب کچھ ہے صور واحکام کی تفصیل سُنیے:

(۱) جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالبًا اس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوق واجبہ کی ادانہ ہوسکے گی اسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی، یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے۔

(۲) اگر یہ خوف مرتبہ ظن سے تجاوز کرکے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے۔

حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب ہر گز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دینی خود خلاف شرع و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہوگا یہ عورتیں یا ان کے اولیاء اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں انہیں انکار سے پھیرنے والا جاہل و مخالفِ شرع۔

(۳) جنہیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو انہیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کے معاذاﷲ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے۔

(۴) بلکہ بے نکاح معاذاﷲ وقوع حرام کا یقین کُلی ہو تو اُنہیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض وواجب نہ ہوگا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو۔

حکم ایسی عورتوں کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وُہ گنہگار ہوں گی، اور اگر ان کے اولیاء اپنے حدِ مقدور تک کوشش میں پہلو تہی کریں گے تو وُہ بھی گنہگار ہوں گے، ایسی جگہ ترک وانکار پر بیشک انکار کیا جائے مگر کتنا، صرف اتنا جو ترِک واجب وفرض پر ہوسکتا ہے، نہ یہ جاہلانہ جبروتی حکم کہ جو انکار کرے کافر، جو روک دے کافر، جو نہ کرنے دے کافر، فرائض ادا کرنے یا اُنکی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک ایسے فرض کی فرضیت کا منکر نہ ہو جس کا فرض ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، پھر ترک واجب وفرج پر جس قدر انکار و تشدّد کرسکتے ہیں وہ بھی یہاں اس وقت روا ہوگا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت وادائے حقوق واجبہ شوہر کا ترک متیقن یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت مین تو فرضیت ووجوب درکنار عدمِ جواز و حرمت کا حکم ہے، پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالتِ حاجت اس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلًا نہیں، اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بروجہ شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر بدگمانی خود حرام، اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرادینا بیباک کا کام، پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہوگا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحبِ حاجت ہی

کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وُہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی نخواہی اس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہو سکتی عُمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ ایک سا نہیں ہوتا مزاج، عقل، حیا، خوف، اشغال، احوال، ہموم، افکار، صحبت، اطوار صدہا اختلافوں سے مختلف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اہلِ عقل وتجارب پر خوب روشن ہے، در مختار میں ہے:

يكون واجبا عند التوقان (المراد شدة الاشتياق كما في الزيلعي بحيث يخاف الوقوع في الزنا لولم يتزوج اذلا يلزم من الاشتياق الى الجماع الخوف المذكور، بحر) فان تيقن الزنا الابه فرض، نهاية (اى بان كان لايمكنه الاحتراز من الزنا الّابه لان مالايتوصل الى ترك الحرام الابه يكون فرضا بحر، وقوله لايمكنه الاحتراز الابه ظاهر في فرض المسألة في عدم قدرته على الصوم المانع من الوقوع في الزنا فلو قدر على شيئ من ذٰلك لم يبق النكاح فرضا، او واجبا عينا بل هو أوغيره مما يمنعه من الوقوع في المحرم) وهذا ان ملك المهر والنفقة والافلا اثم بتركه بدائع (هذا الشرط اثم الى القسمين اعنى الواجب والفرض وزاد في البحر شرطا اٰخر فيهما وهو عدم خوف الجور اى الظلم قال فان تعارض خوف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج وخوف	اور غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے (اس سے مراد بقول امام زیلعی کے ایسا شدید اشتیاقِ جماع ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو وقوعِ زنا کا خوف ہے کیونکہ محض اشتیاقِ جماع کو خوف مذکور لازم نہیں، بحر) پس اگر نکاح کے بغیر زنا یقینی ہو تو نکاح فرض ہے، نہایہ (یعنی نکاح کے بغیر زنا سے بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ جس کے بغیر ترک حرام رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتا احتراز ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ مسئلہ کی وُہ صورت فرض کی گئی ہے جس میں نلکح روزے رکھنے پر قادر نہ ہو جو کہ زنا سے مانع ہیں لہٰذا اگر وہ روزے رکھنے پر قادر ہو تو نکاح فرض یا واجب عین نہ ہوگا بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ نکاح کرے یا حرام یعنی زنا سے بچنے کا کوئی اور طریقہ اپنائے) اور یہ وجوب وفرضیتِ نکاح اس صورت میں ہے جب وُہ مہر ونفقہ پر قادر ہو ورنہ ترک نکاح میں گناہ نہیں، بدائع (یہ شرط دونوں قسموں یعنی نکاح واجب وفرض کی طرف راجح ہے۔ بحر میں ان دونوں قسموں میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے اور وُہ یہ ہے کہ جور وظلم کا ڈر نہ ہو، صاحبِ بحر نے فرمایا کہ عدمِ نکاح کی صورت میں خوفِ زنا نکاح کی صورت میں جور وظلم کے خوف سے متعارض ہو

الجور لو تزوج قدم الثانی افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعبادوالمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالٰی وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولٰی تعالٰی اھ)ویکون مکروھا(ای تحریما،بحر)لخوف الجور فان تیقنہ(ای الجور)حرم [1] اھ ملخصا مزید امن رد المحتار مابین الخطین۔**اقول**:ویؤید تعلیل البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قدیزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفرلہ حتی یغفرلہ صاحبہ [2]۔	تو ثانی کا اعتبار مقدم و راجح ہوگا چنانچہ اس صورت میں نکاح فرض نہیں بلکہ مکروہ ہوگا،کمال نے فتح میں اس کاافادہ فرمایا،شاید خوف جور کو خوفِ زنا پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جَور و ظلم ایسا گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے،اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے اور حق عبد بوقت تعارض حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور مولٰی تعالٰی غنی ہے اھ)اور اس صورت میں نکاح مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہوگا جبکہ ظلم کا خوف ہو اور اگر ظلم کا یقین ہو تو حرام ہے۔ قوسین میں زائد عبارتیں ردالمحتار سے لی گئی ہیں، **اقول**:(میں کہتا ہوں کہ)بحر کی بیان کردہ علت کی تائید کرتی ہے ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ کی وُہ حدیث جس کو حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زناء سے سخت تر ہے،اس لئے کہ آدمی زناء کرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے،اور غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی(ت)

(۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی نہ اس شدّت کا شوق کہ بے نکاح وقوعِ گناہ کا ظن بالیقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنّت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترک اطاعت اور حقوقِ شوہر کی اضاعت اصلًا واقع نہ ہوگی۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵،ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱۔۲۶۰

[2] جامع الاحادیث للسیوطی قسم الاقوال حدیث ۹۳۱۰ دارالفکر بیروت ۳/۳۹۰

(۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اس کے حق میں نکاح سنّت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حدِ ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جداسرے سے ممنوع و ناجائز ہو جائے گا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت) درمختار میں ہے:

یکون سنة مؤکدة فیاثم بترکه(مع الاصرار)حال الاعتدال(ای الاعتدال فی التوقان ان لایکون بالمعنی المارّفی الواجب والفرض وھوشدّة الاشتیاق وان لایکون فی غایة الفتور کالعنین ولذا فسرہ فی شرحه علی الملتقٰی بأن یکون بین الفتور والشوق وفی البحروالمراد حالة عدم الخوف من الجور وترك الفرائض والسنن فلو خاف فلیس معتدلا فلایکون سنة فی حقه کما افادہ فی البدائع،وترك الشارح قسما سادسا ذکرہ فی البحرعن المجتبٰی وھوالاباحة ان خاف العجز عن الایفاء بمواجبه اھ ای خوفا غیر راجح والاکان مکر وھا تحریما لان عدم الجور من مواجبه[1] اھ ملتقطا مزیدا من ابن عابدین۔	اور حال اعتدال میں نکاح سنّتِ مؤکدہ ہوتا ہے جس کے (باصرار) ترک پر گناہ لازم ہوتا ہے (اعتدال سے مراد یہ ہے کہ غلبہ شہوت اس حد تک پہنچا ہوا نہ ہو جیسا کہ نکاح واجب وفرض میں گزرا یعنی جماع کا اشتیاق شدید اور نہ ہی انتہائی طور پر کمزور اور قاصر ہو جیسا کہ عنین۔ اسی واسطے شرح ملتقٰی میں اس کی تفسیر یُوں فرمائی کہ وُہ فتور اور شوق کے درمیان ہو۔ بحر میں ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ حال ہے جس میں اسے ظلم، ترک فرائض اور ترک سُنن کا خوف نہ ہو، اور اگر اسے ان امور کا خوف ہے تو وہ معتدل نہیں، لہٰذا اس کے لئے نکاح سنت نہیں ہوگا جیسا کہ بدائع میں اس کا افادہ فرمایا، اور شارح نے نکاح کی چھٹی قسم کا ذکر نہیں فرمایا جس کو بحر مجتبٰی سے ذکر کیا اور وُہ ہے نکاح کا مباح ہونا جبکہ لوازمِ نکاح راجح نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ عدمِ جور لوازمِ نکاح میں سے ہے اھ ملتقطا __ زائد عبارتیں ابن عابدین سے لی گئی ہیں۔ (ت)

حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہئے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلا جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض وانکار کہ مباح وشرع مطہر نے مکلّف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵، ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۱

کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وُہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہوجائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنٰی تقصیر واقع ہونے کا اصلًا اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کرسکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات ونقصان عقل ودین پر وقوف کیا، **حدیث** صحیح میں حضورپُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد سُنا کہ:

رأیت النار فلم ارکالیوم منظراقط افظع ورأیت اکثر اھلھا النساء	میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت وشنیع نہ دیکھی اور میں نے اہلِ دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔

فقالو! یارسول اللہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ **قال بکفرھن** فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ **قیل یکفرن باللہ** عرض کی گئی کیا اللہ عزّوجل سے کفر کرتی ہیں؟ **قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان** فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں **لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منك شیئًا قالت مارأیت منك خیراقط**[1] اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلافِ مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی **رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما** (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقۃ فان استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا[2]۔ رواہ مسلم و الترمذی عن ابی ھریرہ ونحوہ	عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز سی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تُو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم وترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

[1] صحیح بخاری باب صلٰوۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۴، صحیح مسلم باب صلٰوۃ الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸
[2] صحیح مسلم باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۵

احمد ابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جبدب رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تعالٰی عنہ سے اور اس کی مجلس کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔(ت)

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں، حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنہیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خوہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کاپردگار ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہوجائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وُہ وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعۃ ازواجھن بحقوقھم وقلیل منکن من یفعلہ[1]۔ رواہ البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حاملات والدات مرضعات رحیمات باولادھن لولا ما یأتین الٰی ازواجھن لدخل مصلیا تھن الجنۃ[2]۔ اخرجہ الامام احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر	حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دُودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیں، اگر نہ ہوتی وُہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز والیاں سیدھی جنّت میں

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی حق المرأۃ علی الزوج دارالکتاب بیروت ۳۰۶/۴، مصنف عبدالرزاق حدیث حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۴۶۳/۸

[2] المعجم الکبیر حدیث المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳۰۲/۸، مسند امام احمد دارالفکر بیروت ۲۵۲/۵

والحاکم فی المستدرك عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابوامام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

تو سنّیت درکنار اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذاللہ تاحد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ واجبار، ولہٰذا احادیث میں وارد کہ حقوقِ شوہر اور ان کی شدّت سُن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُرنور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصًا وہابیہ ہمیشہ خدا و رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱: ایک زن خثعمیہ نے خدمت اقدسِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زنِ بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج علی الزوجۃ ان سألھا نفسھا وھی علی ظھر بغیران لاتمنعہ نفسھا ومن حق الزوج علی الزوجۃ ان لاتصوم تطوعا الاباذنہ فان فعلت جاعت وعطشت ولایقبل منھا ولاتخرج من بیتھا الاباذنہ فان فعلت لعنتھا ملئکۃ السماء وملئکۃ الارض وملئکۃ الرحمۃ وملئکۃ العذاب حتی ترجع۔	تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بُھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی توآسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سُن کر بی بی نے عرض کی: لاجرم لاتزوج ابدا[1] ٹھیک ٹھیک یہ ہے کہ نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج علی المرأۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۷، مجمع الزوائد باب حق الزوج علی المرأۃ دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۰۶-۷

تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲: ایک بی بی نے دربارِ دُربار سیّد الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: میں فلاں دخترِ فلاں ہوں۔ فرمایا: میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا۔ عرض کی: مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے۔ فرمایا: میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی؛ اس نے مجھے پیام دیا ہے۔ تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وُہ کوئی چیز قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کرلوں۔ فرمایا:

من حقه لوسال منخراه دما او قیحا فلحسته بلسانها ما ادت حقه لوکان ینبغی لبشران یسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها اذادخل علیها بما فضله الله علیها۔	مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اُسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادانہ ہوئی اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ مرد جب باہر سے آئے اس کے سامنے آئے اسے سجدہ کرے کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے۔

یہ ارشاد سُن کر وُہ بی بی بولیں:

والذی بعثك بالحق لاا تزوج مابقیت الدنیا۔[1] رواه البزاروالحاکم عن ابی ہریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لوں گی (اسکو بزار اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

حدیث ۳: ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہِ عالم پناہ حضور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور صلوات اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: "**اطیعی اباك**" اپنے باپ کا حکم مان۔ اُس لڑکی نے عرض کی: قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے۔ فرمایا:

---

[1] مستدرك کتاب النکاح باب حق الزوج علی ال زوجة دارالفکر بیروت ۱۸۹/۲، کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث موسسة الرسالہ بیروت ۱۷۸/۲

حق الزوج علی زوجته لوکانت به قرحة فلحستها او انتثر منخراه صدیدا اودما ثم ابتلعته ماادت حقه۔	شوہر کا حق عورت پر یہ ہے اگر اس کے کوئی پھوڑا ہو عورت اسے چاٹ کر صاف کرے یا اس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔

اس لڑکی نے عرض کی:

والذی بعثك بالحق لا اتزوج ابدا۔	قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔

حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتنکحوھن الاباذنھن[1] رواہ البزار وابن حبان فی صحیحه عن ابی سعید الخدر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	"عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو"۔اس کو بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

امام حافظ زکی الملۃ والدّین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جیّد اور اس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتھی، سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھئے دختر ناکتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کروں گی۔اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیاء کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہاں یہ ارشادِ ہدایت بنیاد کہاں وُہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہوچکا اب بیوہ ہوگئی، اور دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تو خیر، اور انکار کرے تو کافرہ ہوگئی، اور ساتھ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وُہ خواہ مخواہ نکاح نہ کردیں تو اُن پر بھی معاذاللہ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذًا باللہ یزید پلید کی طرح غارت ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا اُنہوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، حالانکہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصّلوٰۃ واجبة علیکم علی کل مسلم یموت	ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷۸

براکان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر [1]۔ اخرجه ابو داؤد ابویعلی والبیھقی فی سننه عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح علٰی اصولنا معشر الحنفیة۔	چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں (اس کو امام ابوداؤد، ابویعلی اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایسی سند کے ساتھ روایت فرمایا جو ہمارے یعنی احناف کے اصول کے مطابق صحیح ہے۔ ت)

دوسری **حدیث** میں ہے، مولائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلو علی کل میّت [2]۔ اخرجه ابن ماجة عن واثلة والد ابی الطفیل رضی الله تعالٰی عنهما۔	ہر (مسلمان) میت کی نماز جنازہ پڑھو۔ (اس کو ابن ماجہ نے واثلہ والدِ ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

تیسری **حدیث** میں ہے حضور سیّد عالم مولائے اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلواعلی من قال لااله الاالله [3]۔ اخرجه ابوالقاسم الطبرانی فی معجمه الکبیر ابونعیم فی حلیة الاولیاء عن عبدالله ابن الفاروق رضی الله تعالٰی عنهم۔	جس نے لاالٰہ الّا اللہ پڑھا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ اس کو ابو القاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ ابن فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)

معاذاللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا بیوہ کے نکاح کرنے سے لاکھ درجے بدتر ہے۔ جبھی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اور کو خندق سے بچائیں اور خود گہرے کنویں میں گرجائیں **ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔**

بالجملہ عندالتحقیق عامہ زنان خصوصًا زنانِ زمان کے حق میں غایت درجہ حکم اباحت ہے اور مباح سے انکار پر اصلًا مواخذہ نہیں خصوصًا جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترک نکاح پر داعی ہو۔ صحیح **حدیث** میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب خواہر

---

[1] سُنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳، السنن الکبرٰی باب الصّلوٰۃ حلف من لایحمد فعله دارصادر بیروت ۳/ ۱۲۱

[2] سنن ابن ماجه ابواب الجنائز باب فی الصلوٰۃ علی اہل القبلہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۰

[3] المعجم الکبیر حدیث مروی از عبداللہ ابن عمر المکتبۃ الفیصلیه بیروت ۱۲/ ۴۴۷

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو پیامِ نکاح دیا، عرض کی:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھه کو پیامِ نکاح دیا، عرض کی: مابی عنك رغبة یارسول اللہ ولکن لا احب ان اتزوج وبنی صغار۔	یارسول اللہ! کچھ حضور سے مجھے بے رغبتی تو ہے نہیں مگر مجھے یہ نہیں بھاتا کہ میں نکاح کروں اور میرے بچّے چھوٹے چھوٹے ہیں۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی بعل فی ذات یدہ[1]۔ رواہ الطبرانی عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا برجال ثقات، قالت خطبنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت فذکرہ۔	عرب کی تمام عورتوں میں بہتر زنانِ قریش ہیں اپنے بچّہ پر اس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور خاوند کے مال کی سب سے زیادہ نگاہ رکھنے والیاں۔ (اس کو طبرانی نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ذریعہ روایت کیا، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عرض کی، اور آگے حدیث مذکورہ کو ذکر کیا۔ت)

دوسری صحیح **حدیث** میں ہے، جب حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے انہیں پیام دیا، یوں عرض کی:

یارسول اللہ لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشٰی ان اضیع حق الزوج[2] ملخصًا۔ اخرجہ ابن سعد بسند صحیح عن الشعبی مرسلا۔	یارسول اللہ! بیشک حضور مجھے اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں اور شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہوں کہ حق شوہر مجھ سے فوت نہ ہو، ملخصًا۔ (اس کو ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے مرسلًا روایت فرمایا۔ت)

تیسری **حدیث** میں ہے:

فخطبھا الی نفسھا فقالت کیف بھذا ضجیعا وھذا رضیعا لولدین بین یدیھا[3]۔	جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے نکاح کے لئے فرمایا اپنے دو بچّوں کی طرف کہ سامنے موجود تھے

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۷ مروی از امّ ہانی رضی اللہ عنہا المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴/ ۴۳۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء دار صادر بیروت ۳/ ۱۵۲

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء دار صادر بیروت ۳/ ۱۵۲

رواہ عن ابی نوفل بن عقرب ایضامرسلا۔	اشارہ کرکے عرض کی یہ دودھ پینے اور یہ ساتھ سونے کو بہت ہے۔(اس کو بھی ابن سعد نے ابو نوفل بن عقرب سے مرسلًا روایت کیا۔ت)

امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اوّل حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بیوہ ہُوئیں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُنہیں پیغامِ نکاح کردیا، انکار کردیا، پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پیام دیا انکار کردیا، پھر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیام دیا، عرض کی:

انی امرأۃ غیری وانی امرأۃ مصیبۃ ولیس احد من اولیائی شاھدا۔	میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواج مطہرات سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور میرا کوئی ولی حاضر نہیں۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے عذروں پر کُچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے، بلکہ عذر سن کر اُن کے علاج وجواب ارشاد فرمادئے کہ تمہارے رشک کے لئے ہم دُعا فرمائیں گے اللہ تعالٰی اسے دور کردے (چنانچہ ایسا ہی ہوا ام المومنین ام سلمہ باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنھن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی نہیں صلی اللہ تعالٰی علی بعلھن وعلیھن وبارك وسلم اور تمہارے بچّے اللہ و رسول کے سپرد ہیں اور تمہارا کوئی ولی حاضر غائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند نہ کرے گا [1] رواہ احمد والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح (اس کو امام احمد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔ت)

ابن ابی عاصم روایتوں میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ امّا انا فکبیرۃ السن میری عمر زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فانا اکبر منک [2] میں تم سے بڑا ہوں۔ رواہ من طریق عبدالواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبدالرحمن عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا (ابن عاصم نے اس کو عبدالواحد بن ایمن کے طریق سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمایا۔ت)

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ام سلمہ دار الفکر بیروت ۳۱۳/۶، سنن النسائی کتاب النکاح المکتبۃ السلفیہ لاہور ۶۸/۲

[2] طبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر فی خطب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نساء دار صادر بیروت ۹۱/۸

ام المومنین (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے ۶۰ھ عــہ یا ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی، عمر شریف چوراسی ۸۴ برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقلہ عنھم فی الاصابۃ[1] وھو الصواب کما فی الزرقانی (واقدی اور کثیر علماء نے یہی کہا ہے جن سے اصابہ میں نقل کیا اور یہی درست ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آخر شوال ۴ھ ہجری میں ان سے نکاح فرمایا ھو الصحیح کما فی الزرقانی (یہی صحیح ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ت) تو جس وقت انہوں نے ترک نکاح کے لئے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس ۳۰ سال کی نہ تھیں یہی کوئی چھبیس ۲۶ ستائیس ۲۷ برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انہیں ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

بلغنی انہ لیس امرأۃ یموت زوجھا وھو من اھل الجنۃ وھی من اھل الجنۃ ثم لم تزوج بعدہ الاجمع اللہ بینھما فی الجنۃ۔	جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالٰی اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔

اسی بنا پر اُنہوں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا تھا آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مرجائے دوسرا اس کے بعد نکاح نہ کرے، مگر یہ علمِ الٰہی میں امہات المومنین میں داخل ہونے والی تھیں، حضرت ابوسلمہ نے قبول نہ فرمایا[2] رواہ من طریق عاصم الاحول عن زیاد بن ابی مریم عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا (اس کو بطریق عاصم احول، زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا اور انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمایا۔ت)

عــہ: صحح الاوّل الیعمری والثانی ابو عمر بن عبد البر والثالث الحافظ التقریب وھناک تصحیح رابع وھو ۵۹ھ صححہ القسطلانی فی المواھب قال الزرقانی وھو معارض بھذہ التصحیحات[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)	اول کو یعمری، ثانی کو ابو عمر بن عبد البر اور ثالث کو حافظ نے تقریب میں صحیح قرار دیا اور یہاں ایک چوتھی تصحیح ۵۹ھ کی بھی ہے جس کو قسطلانی نے مواہب میں صحیح قرار دیا، زرقانی نے فرمایا کہ وہ ان تصحیحات کے معارض ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ذکر ام سلمہ نمبر ۰ دار صادر بیروت ۴/ ۶۰۔۴۵۹

[2] الطبقات الکبرٰی ذکر من خطب النبی صلی اللہ تعالٰی وسلم من النساء دار صادر بیروت ۸/ ۸۸

[3] شرح الزرقانی علی المواہب الدنیۃ ذکر ام سلمہ رضی اللہ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۴

حضرت سلمٰی بنت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہا کے شوہر شہید ہُوئے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ اُمید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہوئے تو میں آخرت میں ان کی زوجہ ہوں (بیوی بنوں) فرمایا: ہاں۔

احمد فی المسند حدثنا ابو احمد ثنا ابان عبد اللہ البا جلی عن کریم بن ابی حازم عن جدته سلمٰی بنت جابر ان زوجها استشهد فاتت عبد اللہ بن مسعود فقالت انی امرأة استشهد زوجی وقد خطبنی الرجال فابیت ان اتزوج حتی القاه فترجو لی ان اجتمعت انا وهو ان اکون من ازواجه قال نعم فقال له رجل ما رأیناك نقلت هذا منذ قاعدناك قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یقول ان اسرع امتی لی لحوقا فی الجنة امرأة من احمس[1]۔	امام احمد نے اپنی مسند میں یُوں بیان فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابان بن عبد اللہ بجلی نے، انہوں نے کریم بن ابی حازم سے، اور انہوں نے اپنی دادی سلمی بنت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ ان (حضرت سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے شوہر شہید ہوئے تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں وہ عورت ہوں جس کے شوہر شہید ہوگئے ہیں اور بہت سے مردوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا مگر میں نے نکاح سے انکار کیا تا وقتیکہ میں اپنے شوہر سے ملوں، کیا آپ میرے متعلق امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور میرا شوہر جمع ہُوئے تو ان کی بیوی بنوں گی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ جب سے ہم آپ کے پاس بیٹھ رہے ہیں آپ کو یہ نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے سُنا کہ بیشک جنت میں سب سے جلد مجھ ملنے والی عورت احمس (قریشی) سے (ت)

حضرت سید سعید شہید سیّدنا امام حسین صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علٰی جدّہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرئ القیس کہ حضرت اصغر وحضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امامِ مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت شرفائے قریش نے انہیں پیامِ نکاح دیا، فرمایا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن مسعود دار الفکر بیروت ۱/۴۰۳

ما کنت لاتخذنی حموا بعد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	میں وُہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔(ت)

جب تک زندہ رہیں نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل (ابن اثیر نے اسے کامل میں ذکر کیا ہے۔ت) مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتی ہیں:

والله لا ابتغی صھرا ابصھرکم

حتی اغیب بین الرملی والطین[2]

خدا کی قسم تمہارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہوں گی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کردی جاؤں ذکرہ ھشام بن الکلبی (اس کو ہشام بن کلبی نے ذکر کیا۔ت)

بلکہ علّامہ ابوالقاسم عماد الدین محمود ابن فریابی کتاب خالصۃ الحقائق لمافیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بی بی رباب نامی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ذکر کرتے ہیں:

انھاکانت زوجا لرجل یقال لہ عمر وفتعاھدا أیھما مات قبل الاخر لایتزوج الذی یبقٰی حتی یموت فمات فاقامت مدۃ فزوجھا ابوھا فرأت فی تلك اللیلۃ عمرا انشدھا ابیاتا فاصبحت مذعورۃ وقصت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القصۃ فامرھا ان تستأنس بالوحدۃ حتی تموت وامرزوجھا بفراقھا ففعل ذٰلک۔	یعنی وُہ ایک شخص عمرو نامی کی زوجہ تھیں اُن کے آپس میں عہد ہولیا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تادم مرگ نکاح نہ کرے، عمر کا انتقال ہوا، رباب ایک مدّت تک بیوہ رہیں پھر ان کے باپ نے اُن کا نکاح کردیا، اُسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا اُنہوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے یہ صبح کو خائف وترساں اُٹھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حال عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی میں جی بہلائیں اوراس شوہر کو حکم دیا کہ انہیں چھوڑدے، انہوں نے چھوڑدیا۔(ت)

نقلہ الحافظ فی الاصابۃ وقال ھی حکایۃ مشہورۃ لغیر ھذین[3] الخ (اس کو حافظ نے الاصابہ میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حکایت ان دونوں کے غیر کے لئے مشہور ہے الخ۔ت) بلکہ احادیث میں ہے خود

[1] الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقتل حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دارصادر بیروت ۴/ ۸۸

[2] الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقتل حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دارصادر بیروت ۴/ ۸۸

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ محمود بن احمد فریانی الرباب غیر منسوبہ دارصادر بیروت ۴/ ۳۰۰

حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچّوں کو لئے بیٹھی رہے اور اُن کے خیال سے نکاح ثانی نہ کرے،

حدیث ۱: سُنن ابوداؤد میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیٰمۃ واومی بیدہ یزید بن زریع السبابۃ والوسطی امرأۃ ایمت من زوجھا ذات منصب وجمال حبست نفسھا علی یتاماھا حتی بانوا اوماتو[1]۔	میں اور چہرہ کا رنگ بدلی ہُوئی عورت روزِ قیامت ان دو ۲ انگلیوں کے مثل ہوں گے (راوی نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے بتایا یعنی جیسے یہ دو ۲ انگلیاں پاس پاس ہیں یُونہی اسے روزِ قیامت میرا قُرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ اپنے شوہر سے بیوہ ہُوئی عزّت والی صورت والی با اینہمہ اُس نے اپنے یتیم بچّوں پر اپنی جان کو روک رکھا سبب بناؤ سنگھار کی حاجت نہیں)۔

حدیث ۲: ابن شبران انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرأۃ قعدت علی بیت اولادھا فھی معی فی الجنۃ[2]۔	جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔

حدیث ۳: ابویعلٰی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول من یفتح باب الجنۃ الاانی اری امرأۃ تبادرنی فاقول لھا مالك ومن انت فتقول انا امرأۃ قعدت علی ایتام لی[3]۔	سب سے پہلے جو دروازہ جنت کھولے گا وُہ میں ہُوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤں گا تجھے کیا ہے اور تُو کون ہے، وہ عرض کریگی میں وُہ عورت ہوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی۔

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال الیتامٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۵

[2] کنز العمال بحوالہ ابن بشر ابن عن انس حدیث مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۰۸

[3] مسند ابی یعلٰی حدیث موسسہ علوم القرآن بیروت ۶/ ۱۲۵

امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں: **اسنادہ حسن ان شاء اللہ تعالٰی** (اس کی اسناد ان شاء اللہ تعالٰی حسن ہے۔ت)

تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بارہا ہوگا، اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خاص ہے، دروازہ کھلنا حضورِ والا ہی کے لئے ہوگا، رضوان دار روغہ جنت عرض کرے گا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں، حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پاسکتا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ سب مضامین احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین میں ذکر کیں۔ حضور کے بعد جو اور بندگانِ خدا جائیں گے دروازہ کھلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرماچکے ہوں گے:

قال تعالٰی جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے سب کے دروازے کھلے ہوئے۔ (ت)

یہاں جو اُس عورت کا آگے ہونا ہُوا یہ اور بار کے تشریف لے جانے میں ہے، جب اہتمام کار اُمّت میں آمد رفت فرماتے ہوں گے نہ کہ خاص بارِ اوّل میں، **وباللہ التوفیق** (اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ت)

الحمدللہ اس تحقیقِ انیق سے مسئلہ کا حکم بھی بنہایت ایضاح منصّہ ظہور پر مرتفع ہُوا اور اہل تشدّد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخذول ومندفع **والحمدللہ علی ماوفق وعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد واٰلہ وسلم** (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اس کے توفیق اور علم عطا فرمانے پر، اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا مصطفٰی اور آپ کی آل پر۔ت) یہاں تک نفسِ نکاح اور اس پر اجبار اور عورت یا اولیاء کی جانب سے ترک یا انکار اور ان کے انکار پر زجر وانتہا کا حکم تھا۔

اب رہا نکاح ثانی پر طعن **اقول: وباللہ التوفیق** (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔ت) ہماری تحقیق سابق سے روشن ہُوا کہ نکاح ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عام زنان کیلئے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح پر طعن صرف اُسی صورت میں کفر ہوسکتا ہے کہ اُس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعًا مباح نہ جانے، نکاح ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریاتِ دین

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۵۰

سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اُس پر گواہ۔

قال اللہ تعالٰی عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الٰی قولہ تعالٰی ثیبٰت وابکارا [1]۔ (وقال تعالٰی فلما قضٰی زید منہا وطرا زوجنٰکہا [2]، وقال تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ [3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالٰی کے قول) ثیبٰت وابکارا (بیاہیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر زید کی غرض اس سے نکل گئ تو ہم نے وُہ (زینب) تمہارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اب وُہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)

کریمہ وانکحوا الایامٰی [4] (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ ت) میں ایم کے نکاح کردینے کو فرمایا، ایم ہر زنِ بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلّقہ، بیوہ سب داخل۔ اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ﴿۲۳۴﴾ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونہن ولکن لا تواعدوہن سرا الا ان تقولوا قولا	اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پُوری ہوجائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو تمہارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم نے عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپار کھو۔ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کروگے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۵

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ[1]	معروت ہے اور نکاح کی گرہ پکّی نہ کروجب تک لکھاہُوا حکم اپنی میعاد کونہ پہنچ لے۔(ت)

وقال اللہ تعالٰی:

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۴۰[2]	اور تم میں مریں اور بیویاں چھوڑ جائیں وُہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر نان ونفقہ دینے کی بے نکالے،پھر اگر وُہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انہیں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا،اور اللہ تعالٰی غالب حکمت والا ہے(ت)

ان آیاتِ کریمہ کا جملہ جملہ جوازِ نکاح بیوہ پر نص صریح ہے،پھر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واہلبیتِ کرام وصحابہ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے قولاً وفعلاً تقریراً اس کی اباحت متواتر،اُمّ المومنین صدیقہ بنت الصدیق تھیں **کما ثبت ذٰلك فی صحیح البخاری من حدیث نفسها ومن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهم** (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے۔ت) مگر کلام اس میں ہے کہ جاہلانِ ہند جواُسے ننگ وعار سمجھتے ہیں آیا اس بناء پر ہے کہ اُسے ازرُوئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہوتو بیشک کفر ہے مگر انصافاً عامہ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں،جس مسلمان سے پُوچھئے صاف اقرار کرے گا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز وحرام نہیں جانتے بلکہ ازرُوئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ وعار کی بات ہے بخیال طعن وبدنامی اس سے احتراز ہے ایسے خیالات پر ہرگز حکمِ تکفیر نہیں ہوسکتا سلفاً وخلفاً تمام لوگوں میں معاملاتِ دنیویہ میں مصالح دُنیویہ کے لحاظ سے ہی باہم ایک دوسرے پر مباحات میں طعن وسرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا،یہ کیوں کیا،فلاں سے کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور مصلحاتِ عامہ قوم یا شاملہ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف وعادت معیوب ٹھہری ہیں کہ اس احتراز واعتراض میں اکثر یہ حضرات مکفرین بھی شریک مثلاً باپ کے سامنے اپنے زوج یازوجہ سے ہمکلام ہونا خصوصًا نئے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۳۵۔۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۰

دنوں میں۔یُوں ہی باپ یا پیر وغیر ہما بزرگوں کے حضور حقّہ پینا، دختر و داماد رات کو ایک پلنگ پر ہوں اُن کے پس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا اُن کا بدستور لیٹے رہنا۔ماں بہن بیٹی کا اپنے بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ وپستان کھولے پھرنا، شریف عورتوں کا برقع اوڑھ کر سرِ بازار سودے خریدنا، اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا، ان میں کون سی بات شرعًا ممنوع وناجائز ہے مگر رسم ورواج واصطلاح حادث کی وجہ سے اب تمام اہل حیا انہیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اُس پر طعن کریں گے، کیا اس بنا پر معاذاللہ سب مسلمان کافر ٹھہریں گے اسی قبیل کا طعن واعتراض یہاں کے عوام کو نکاح ثانی میں ہے تو اس پر بے تکلّف حکمِ کُفر جاری کرنا سخت مجازفت اور کلمہ طیبہ پر بیباکانہ جرأت ہے **والعیاذ باللہ رب العلمین**۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ المومنین صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بہن حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گھوڑے کے لئے بیرونِ شہر دو[۲] میل پر جاکر دانہائے خرمہ جمع فرماتیں اُن کی گھڑی پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اُٹھا کر لاتیں، ایک بار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے اُنہیں بلایا اور اونٹ بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمالیں، اُنہوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا کی، اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غیرت کا خیال آیا، نہ مانا۔حضرت زبیر سے حال کہا، فرمایا واللہ تمہارا گھٹلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہولیتیں۔ صحیحین میں ہے :

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما قالت تزوجنی الزبیر وماله فی الارض من مال ولا مملوك ولا شیئ غیر ناضح وغیر فرسه فکنت اعلف فرسه واستقی الماء واخرز عربه واعجن ولم اکن احسن اخبز وکان تخبز جارات لی من الانصار وکن نسوۃ صدیق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول اللہ	حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا مُجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نکاح کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی مملوک، اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی شیئ اس کے پاس نہ تھی، میں اس کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور اس کا ڈول سیتی اور آٹا گوندتی تھی اور میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی، ہماری ہمسائی انصار عورتیں تھی جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وُہ مجھے روٹیاں پکادیتی تھی اور میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی رأسی وھی منی علی ثلثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی رأسی فلقیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعہ نفر من الانصار فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ فاستحییت ان اسیر مع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ وکان اغیر الناس فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی قد استحییت فمضی فجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی راسی النوی ومعہ نفر من اصحابہ فاناخ لارکب فاستحییت منہ وعرفت غیرتك فقال واللہ لحملك النوی کان اشد علی من رکوبك معہ قالت حتی ارسل ابوبکر بعد ذلك بخادم یکفینی سیاسۃ الفرس فکانما اعتقنی[1]۔	زمین سے جو کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دی تھی اپنے سر پر گھٹلیاں اٹھا کر لاتی تھی جبکہ وُہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریبًا چھ کلومیٹر) دُور تھی، ایک دن میں گھٹلیاں سر پر اٹھا کر آرہی تھی پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملی اور آپ نے مجھے بلایا پھر (اُونٹ کو بٹھانے کے لئے) فرمایا: اخ اخ، تاکہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیں، مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، مجھے زبیر اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غیّور تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کر رہی ہوں، چنانچہ آپ تشریف لے گئے، پھر میں زبیر کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملے جبکہ گھٹلیاں میرے سر پر تھیں آپ کے ساتھ چند صحابہ کرام تھے آپ نے اونٹ کو بٹھایا تاکہ اس پر سوار ہو جاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا، زبیر نے کہا بخدا تمہارا گھٹلیوں کو سر پر اٹھانا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ سوار ہونے سے مجھ پر زیادت سخت تھا۔ حضرت اسماء نے کہا میرا یہ حال رہا حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بعد میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے آزاد کردیا۔ (ت)

تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ سچ کہیں اُن کے یہاں کے معزّز شریف شہری لوگ کیا اسے روا رکھیں گے کہ ان کی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کنویں سے بھر کر لائیں شہر سے دو۲ دو۲ کوس پر جاکر گھوڑے کیلئے گھاس چھیلیں گھاس کا گھٹّا سر پر رکھ کر سرِ بازار لائیں، بہنوئی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۸۶

کے مجمع میں اُونٹ پر چھڑھی پھریں، کیاوہ ان باتوں کو عیب نہ جانیں گے، کیاوہ ان پر طعن نہ کریں گے، اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی، ذرا کرد کھائیں، اور اگرہاں تو پہلے اپنی نسبت بتائیں پھر اور مسلمانوں پر منہ آئیں، میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کرسکتاہُوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوانی بلکہ اگر نظر تدقیق کیجئے تو ایک وجہ وُہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاح ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اس کی تکفیر کی طرف اصلاً راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسہٖ اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار وامصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرہ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور اُن پر دروازہ کبائر واتباع شیطان کھلنے کا باعث ہوگیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس عارض کو وجہ سے مباح نہیں رہتا شرعًا قابل احتراز ہوجاتا ہے۔ **نظیر نمبرا** اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ ودقائق غالیہ کا ذکر جو اُن کے مدارک واقسام سے وراہو، کہ اشاعتِ علم فرض اور کتمان حرام، مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع، لہٰذا اُن کے سامنے ایسا بیان شرعًا ممنوع۔ **حدیث** میں ہے:

حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ[1]۔رواہ البخاری فی صحیحہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ موقوفا علیہ والدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	لوگوں سے وُہ باتیں کہو جنہیں وُہ پہچانیں، کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ ورسول کی تکذیب کریں (اس کو بخاری نے اپنی صحیح میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے موقوفًا روایت کیا اور علمی نے مسند الفردوس میں حضرلی علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدیث ۲:

امرنا ان تکلم الناس علی قدر عقولھم[2]۔رواہ الامام ابو عبد الرحمٰن السلمی ومن طریقہ الدیلمی والحسن بن سفیان فی مسندہ وابوالحسن التمیمی فی کتاب العقل عن	ہمیں حکم ہے کہ لوگوں سے بقدر ان کے عقول کے کلام کریں۔ اس کو امام عبد الرحمٰن سلمی اور ان کے طریق سے دیلمی اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابوالحسن تمیمی نے کتاب العقل میں حضرت عبداللہ

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من خصّ بالعلم قومًا الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۹۸

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۳:

ماحدث احدکم قوما بحدیث لا یفھمونه الاکان فتنة علیھم۔[1] رواہ العقیل وابن السنی وابونعیم فی الریاضة وغیرہم عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث کہ ان کی سمجھ سے ورا ہو بیان نہ کرے گا مگر یہ کہ وُہ حدیث ان پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو عقیلی، ان سنی اور ابونعیم نے الریاضۃ میں اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور انہوں نے بنی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے:

لاتحدثوا امتی من احادیثی الامَاتحتمله عقولھم فیکون فتنة علیھم[2]۔ رواہ عنه ابونعیم ومن طریقه الدیلمی وفیه فکان ابن عباس یخفی اشیاء من حدیثه ویفشیھا الی اھل العلم۔	میری اُمّت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جوان کی عقلیں اُٹھالیں کہ وُہ حدیث فتنہ ہو جائے گی۔ اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابونعیم نے اور ان کے طریق سے دیلمی نے روایت کیا اور اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سے کُچھ اشیاء مخفی رکھتے اور انہیں اہلِ علم پر ظاہر فرماتے۔ ت)

تیسری روایت میں ہے:

یاابن عباس لاتحدث قوما حدیثا لا تحتمله عقولھم[3] ۔رواہ عنه	اے ابن عباس! لوگوں سے وہ حدیث بیان نہ کرو جو اُن کی عقل میں نہ آئے۔ (اس کی مسند الفردوس

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ العقیلی فی الضعفاء بیان ما بدل من الفاظ العلوم مطبع دارالفکر بیروت ۱/۲۵۳

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث مطبع دارالباز مکۃ المکرمۃ ۵/۱۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث مطبع دارالباز مکۃ المکرمۃ ۵/۳۵۹

فی مسند الفردوس۔	میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا۔ت)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ما انت بمحدث قوما حدیثا لاتبلغہ عقولھم الاکان لبعضھم فتنۃ[1]۔رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔ **قلت** ومن ھذا الباب ماکان الامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ یخفی فی بعض مجالسہ القول برویۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ لیلۃ المعراج ذکرہ الزرقانی وقد صح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال حفظت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعائین اماحدھما فبثثتہ واما الاٰخرفلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم[2]۔رواہ البخاری۔	تو جب کسی قوم سے وُہ حدیث بیان کرے گا جس تک ان کی عقل نہ پہنچے وُہ ضرور اُن میں کسی پر فتنہ ہو جائے گی۔ **قلت**(میں کہتا ہوں) اپنی بعض مجالس میں حضرت امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کاشبِ معراج نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی عنہ وسلم کے رؤیت باری تعالٰی کے قول پر چھپانا اسی باب سے ہے جیساکہ زرقانی نے ذکر کیا، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث صحیح مروی ہے کہ میں نبی انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے علم کی دو۲ نوعیں یاد کیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے لوگوں میں پھیلایا، اور رہی دوسری تو اس کو اگر پھیلاؤں تو گلا کاٹ دیا جائے۔اس کو بخاری نے روایت فرمایا۔(ت)

نظیر۲: عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناسنّت مگر جہاں جُہّال اس پر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جس کا منشاء وہی حفظ دینِ عوام ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّثِ دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آدابِ لباس میں فرماتے ہیں:

ارسالِ رابر ارسال شملہ براہین قیاسی بسیارست وارسالِ آں سنّتِ مؤکدہ دانند وعلمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ را ارسال ندارند برائے طعن ومسخرہ جہّالِ زمانہ[3] اھ ملخصًا۔	فقہاء کے پاس شملہ چھوڑنے پر بہت سے دلائل قیاسیہ موجود ہیں اور وہ اس کو سنت،مؤکدہ سمجھتے ہیں مگر علماء متاخرین جہّال زمانہ کے طعن و تمسخر سے بچنے کے لئے سوائے نماز پنجگانہ کے شملہ نہیں چھوڑتے ہیں اھ ملخصًا(ت)

[1] الصحیح المسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹/۱

[2] الصحیح البخاری کتاب العلم باب حفظ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳/۱

[3] رسالہ آدابِ لباس عبدالحق دہلوی

نظیر ۳: قرآن عظیم کی دسوں قراتیں حق اور دسوں منزّل من اللہ، دسوں طرح حضور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ، صحابہ سے تابعین، تابعین سے ہم تک پہنچا تو ان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہہ قراءتِ قرآن ونورِ ایمان ورضائے رحمان ہے۔ بایں ہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قرات رائج ہو نماز وغیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قرات پڑھیں، دُوسری قرات جس سے ان کے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنے دین خراب کرلیں۔ ہندیہ میں ہے:

فی الحجۃ قراءۃ القراٰن بالقراءات السبعۃ والروایات کلھا جائزۃ ولکنی اری الصواب ان لایقرء القرأۃ العجبیۃ بالامالات والروایات الغریبۃ کذافی التاتار خانیہ[1]۔	حجہ میں ہے کہ ساتوں قراء ات اور تمام روایات میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے لیکن اس بات کو درست سمجھتا ہُوں کہ نامانوس قراء ت میں امالات اور روایات غریبہ کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھا جائے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان بعض السفھاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینھم ولا یقرأعندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون اویضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ ومشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمر وحفص عن عاصم اھ[2] من التتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ۔	اس لئے کہ بعض بیوقوف وُہ کچھ کہیں گے جو وُہ جانتے نہیں ہیں تو گناہ اور بدبختی میں مبتلا ہوجائیں گے، اور ائمہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ عوام کو اس چیز پر برانگیختہ کریں جس میں ان کے دین کا نقصان ہے اور عوام کے بدن کو بچانے کے لئے ان کے پاس ابوجعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کسائی کی قراء ۃ میں قرآن مجید نہ پڑھائے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اس کو ہلکا جانیں اور اس پر ہنسیں اگرچہ تمام قراء ات وروایات صحیح اور فصیح ہیں۔ ہمارے مشائخ نے ابوعمر وحفص کی قراء ۃ کو اختیار کیا ہے جو عاصم سے مروی ہے اھ تتارخانیہ از فتاوٰی حجہ۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الرابع فی القراءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۹

[2] ردالمحتار فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۴

نظیر۴: قریش نے جب زمانہ جاہلیت میں کعبہ از سرِ نو بنایا کچھ تنگی خرچ اپنی اغراضِ فاسدہ سے نبائے خلیل صلی اللہ تعالٰی علٰی ابنہ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کردیں، دو۲ روازہ غربی شرقی سے صرف ایک در شرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں میں خرچ زیادہ درکار تھا باآنکہ یہ صریح بدعتِ جاہلیت و تغییر سنّت ابراہیمی علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محض بغرضِ حفظ دینِ نو مسلمین اُسے قائم وبرقرار رکھا کہ تغییر بے ہدم عمارت موجودہ نہ ہوتی خدا جانے ان کے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے۔ صحیحین میں ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الجدار من البیت ھو، قال نعم، قلت فما لھم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومك قصرت بھم النفقۃ قلت فماشأن بابہ مرتفعا قال فعل ذٰلك قومك لیدخلوا من شاءوا ویمنعوا من شاءوا ولولا ان قومك حدیث عھدھم الجاھلیۃ فاخاف ان تنکر قلوبھم ان ادخل الجدر فی البیت وان الصق بابہ بالارض [1] وفی الاخری ان النّبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لھا یا عائشۃ لولا ان قومك حدیث عھد بجاھلیۃ لامرت بالبیت فھدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ و الزقتہ بالارض وجعلت لہ بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراھیم [2] الخ۔	ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا کہ کیا بیت اللہ کا حصّہ ہے، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے دریافت کیا اس کو قریش نے بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا، آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہوگیا ہے، میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا تاکہ وُہ جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں روک دیں، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ ان کو دلوں کو بُرا لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کردیتا اور دروازے کو زمین سے ملادیتا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نبی انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا

[1] صحیح بخاری باب فضل المکۃ وبنیانھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۵

[2] صحیح بخاری باب فضل المکۃ وبنیانھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۵

حکم دیتااوراس میں سے جو خارج کر دیا گیا ہے میں اس کو اس میں داخل کر دیتااور اس کو زمین کے برابر کرکے دو۲ دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی اور ایک دروازہ مغربی، اور میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔ (ت)

یہ **تقریر** اگرچہ دعوی ممانعت کے اثبات سے قاصر یا سراسر غلط ہی سہی مگر شک نہیں کہ اب تکفیر قطعًا محال کہ اس میں نفس اباحت کا کہ ضروریاتِ دین سے تھی انکار نہ ہُوا بلکہ اس میں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جس کی وجہی سے تکفیر درکنار تضلیل ہوسکے غایت یہ کہ خطا وغلط کہئے وُہ بھی بلحاظ دعوی ممانعت ورنہ شبہہ نہیں کہ نظائر مذکورہ ان بلاد میں نکاح ثانی سے مصلحۃً احتراز کی وجہ موجہ ہوسکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب وافتراض نہ ہو **کما یخفی علی اولی النھٰی واللہ الھادی الی صراط سوی** (جیساکہ عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ت)

بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیّبہ میں جرات وجسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ **والعیاذباللہ رب العالمین**، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔ حدیث میں ہے حضور سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الاسلام یعلو ولا یعلی[1] ۔اخرجہ الرؤیانی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ والخلیل کلھم عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رؤیانی، دارقطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں **والعیاذباللہ رب العالمین**۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کفوا من اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم	لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو انہیں

[1] سنن الدارقطنی باب المھر نشر السنۃ ملتان ۳/ ۲۵۲

بذنب فمن اکفر اھل لاالٰہ الااللّٰہفھو الی الکفر اقرب[1]۔رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔	کسی گناہ پر کافر نہ کہو،لاالٰہ الااللہ کہنے والوں کوکافر کہے وُہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔(اس کو طبرانی نے کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لاالٰہ الااللّٰہ ولاتکفر بذنب ولاتخرجہ من الاسلام بعمل[2]۔ رواہ ابوداؤد عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔	تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں،لاالٰہ الااللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہاجائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں۔(اس کو ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکفروا احدامن اھل القبلۃ[3]۔رواہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔	اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو(اس کو عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

الحمدُللہ کلام اپنی نہایت کو پہنچااور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگِ ایضاح پایاخلاصہ مقصود یہ کہ عوام جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردودوعنود وننگ وعار سمجھتے ہیں اور کیسی ہی حالت حاجت وضرورتِ شدیدہ ہو معاذاللہ حرام کے مثل اس سے احتراز رکھتے ہیں،برا کرتے ہیں اور بہت برا کرتے ہیں،بیجاپر ہیں اور سخت بیجاپر،خاں صاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وُہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں توکیاان کی بیٹیاں نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیّدۃالنساء بتول زہرا صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی ابیہا وعلیہاوسلم کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزّت والیاں بڑھ کر غیرت والیاں ہیں جن کے دودو تین تین اوراس سے بھی زائد نکاح ہوئے سُبحان اللہ!   ع

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۲۷۲

[2] سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ایمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

[3] نصب الرایہ بحوالہ العقیلی الضعفاء باب الاحادیث فی الاقتداء المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/ ۲۸

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(ان خاکی عورتوں کو ان پاکباز عورتوں سے کیا نسبت۔ت)

مسلمانو! کلمہ پڑھنے کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولا اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ کرنا پاکوں، گندوں، اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو، ذرا غور کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے دوڑتے ہو۔

بقولِ دشمن پیماں دوست شکستی

بہ بیں کہ از کہ بُریدی و با کہ پیوستی

(دشمن کے کہنے پر تو دوست کے پیماں (عہد) کو توڑنا ہے، بنظرِ غائر دیکھ تو کس سے قطع تعلق کررہا ہے اور کس سے تعلق جوڑرہا ہے۔ت)

نکاح کی چھ ۶ صورتیں اور ان کے احکام مفصلاً گزرے انہیں بغور دیکھو اور بصدقِ دل عمل میں لاؤ کہ دنیا وآخرت کے منافع پاؤ، اور اس رسمِ نیک کے طعن وتشنیع سے قطعًا باز رہو کہ کہیں اس اندھے کنویں میں گر کر نورِ ایمان کو خیر باد نہ کہو، ادھر ان حضرات اہلِ تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اٹھایئے بُری رسم کو مٹایئے مگر ذرا اپنا بھی نفع ونقصان دیکھے بھالے، اپنا بھی دین وایمان روکے سنبھالے، یہ کیا موقع ہے اور کو نصیحت آپ کو فضیحت، اللہ اکبر، لاالٰہ الااللہ کی عظمت جانو تو اہلِ لاالٰہ الااللہ کی تکفیر سخت آفت مانو، یہاں زبان قابُو میں ہے جسے چاہو کافر بتاؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لاالٰہ الااللہ کو اپنے قائلوں کی طرف سے جھگڑتا دیکھو۔ اے لاالٰہ الااللہ کے سچّے ایمان پر دُنیا سے اٹھا اٰمین اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین والحمدللہ ربّ العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّد المرسلین محمّد والہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

الحمدللہ کہ یہ شافی جواب خفیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظِ تاریخ اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ نام ہوا، امید کرتا ہوں کہ یہ سب مباحث رائقہ ودلائل فائقہ حصّہ خاصہ خامہ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں والحمد للہ اولًا واٰخرًا وباطنًا وظاھرًا والصّلٰوۃ والسلام علٰی سیّد الانام محمد ن الحبیب واٰلہ الکرام وردا وصدرا وسرًّا وجھرًا والحمدللہ رب العالمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کتابُ الطّلاق

(طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ وطریقت آگاہ دریں مسئلہ کہ زوجہ مسمّٰی زید کارِ فحش وناقصہ علانیہ می نماید وزوجہ عمرو بہ خلاف شوہر خود می باشد وکارِ فحش پوشیدہ می کند وایں کار زشتہ اوہم پہلوئے یقین کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق دادن خواہد درست ست یانہ؟ **بینوا توجروا۔**	علمائے شریعت و طریقت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں، کہ زید کی بیوی فحش کاری وبدکاری علانیہ کرتی ہے، اور عمرو کی بیوی اپنے شوہر کے مخالف ہے اور فحش کاری خفیہ طور پر کرتی ہے اور اس کا بدکاری یقین کی حد تک ہے، پختہ ظن ہو جانے پر شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ بیان کرو، اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

درصورتِ مستفسرہ طلاق باجماع درست ومباح ست زیراکہ دراباحت طلاق علماء راسہ[۳] قول ست: یکے آنکہ مطلقًا مباح ست گو بے سبب محض باشد **مشی علیہ العلامۃ الغزی فی**	صورتِ مستفسرہ میں بالاجماع طلاق درست اور مباح ہے کیونکہ طلاق کے مباح ہونے میں علماء کے تین قول ہیں: ایک[۱] یہ کہ طلاق مطلقًا مباح ہے اگرچہ بلاوجہ دی جائے۔ علامہ غزی نے تنویر کے متن

متن التنویروزعم شارحه العلامة العلائی انه هو قول العلامه وادعی العلامة المذهب۔ دوم آنکہ جزبوجہ پیروی زن یاآوارگی وبدوضعی اوا باحت نہ دارد وهو قول ضعیف کما فی ردالمحتار سوم آنکہ حاجتے باشد مباح ست ورنہ ممنوع ہمیں صحیح ومؤید بدلائل ست صححه العلامة المحقق علی الاطلاق فی الفتح وانتصرله خاتم المحققین العلامة الشامی بمایتعین استفادته ایں جاکہ آوارگی زناں متحقق ست ہرسہ قول براباحت طلاق متفق آمد بلکہ چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی الدر المختار بل یستحب لوموذیة اوتارکة صلٰوۃ کذا فی الغایة [1] وفی ردالمحتار الظاهران ترك الفرائض غیر الصلوة کالصلوة [2] اماواجب نیست اگر شوئے دادن نخواہد ندہد فی الدرالمختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة۔[3] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	میں اس کو بیان کیا ہے جس کے متعلق اس کے شارح علّامہ علائی کا خیال ہے کہ علامہ غزی کا یہی مؤقف ہے اور علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر میں دعوی کیا ہے کہ یہی حق اور یہی مذہب ہے۔ دوسرا[۲] یہ کہ بیوی کے بڑھاپے یا اس کی آوارگی یا بدوضعی کے بغیر شوہر کے لئے طلاق دینا مباح نہیں ہے، یہ ضعیف قول ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ تیسرا[۳] قول یہ ہے کہ اگر شوہر کو طلاق کی کوئی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے مؤید ہے۔ علامہ محقق نے فتح القدیر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علّامہ خاتمۃ المحققین شامی نے اس کا دفاع کیا ہے جس سے اس کی صحت مستفاد ہوتی ہے، مسئولہ صورت میں جب آوارگی پائی جاتی ہے تو تینوں اقوال پر طلاق کا مباح ہونا محقق ہے بلکہ عورت کا فسق اور کسی حرام فعل کا ارتکاب ثابت ہے تو طلاق مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: بلکہ عورت اگر موذی ہے یا نماز کو ترک کرنے کی عادی ہے تو مستحب ہے غایہ میں اسی طرح ہے، اور ردالمحتار میں ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر فرائض کا ترک بھی نماز کی طرح ہے، تاہم اس صورت میں طلاق دینا واجب نہیں ہے اگر خاوند طلاق نہ دینا چاہے تو نہ دے۔ درمختار میں ہے کہ فاسقہ عورت کا طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۶

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰

مسئلہ ۱۱۴: از کسراٹون پرگنہ شکن آباد ڈاک خانہ سرساگنج مرسلہ تصدق حسین صاحب زمیندار ورئیس موضع مذکور ۶ رجب ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے، عورت کی عمر اب دس ۱۰ برس کی ہے، اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اسے شوہر سے طلاق دلوا کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے اُس کا عقد کردیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں، اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں، طلاق دینا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سخت ناپسند ومبغوض ومکروہ ہے، حدیث میں ہے:

ابغض الحلال الی اللہ تعالٰی الطلاق[1]۔	حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے، اگر دے گا ہو جائے گی، پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہائی یکجائی نہ کی یا زوجہ کی ابھی دہ ۱۰ سالہ ہے قابلیتِ جماع اصلًا نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جوتا سب کچھ ہو، اور مرد عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنٰی اور ایک فقیر دُوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ دس ۱۰ سالہ لڑکی قابلِ جماع ہے اور خلوت ہو چکی تو پُورا مہر لازم ہوگا۔ تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار میں ہے:

تجب متعۃ لمفوضۃ وہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطء وھی درع وخمار وملحفۃ (قال فخر الاسلام ھذا فی دیارھم اما فی دیارنا فیزاد علی انوارو	مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کے لئے پُورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے (فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے،

---
[1] سُنن ابوداؤد باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

مکعب کذافی الدرایة.قلت مقتضی ھذا ان یعبتر عرف کل بلدة لا ھلھا فیما تکسٰی بہ المرأة عند الخروج اھ ش)لاتزید علٰی نصف مھر المثل لوالزوج غنیا.ولا تنقص عن خمسة دراھم لو فقیر او تعتبر المتعة حالھما کا لنفقة.بہ یفتی(فان کان غنیین فلھا الا علی من الثیاب.اوفقیرین فالادنی.او مختلفین فالوسط.وما ذکرہ قول الخصاف وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقة قال فی البحر قول الخصاف لان الولوالجی صححہ وقال وعلیہ الفتوی کما افتوا بہ فی النفقةاھ[1] ش)الکل ملخص واللہ تعالٰی اعلم۔	لیکن ہمارے ہاں اس پر تہبند اور جُوتا مزید دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہوگا یعنی جو لباس عورت باہر نکلتے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا اھ، ش)اور وُہ جوڑا قیمت میں مہرمِثل کے نصف سے زائد نہ ہو اگر خاوند امیر ہو،اور اگر وُہ غریب ہو تو پھر کم از کم پانچ درہم سے کم نہ ہو،اور اس جوڑے میں خاوند بیوی کی حیثیت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے،اسی پر فتوٰی ہے پھر اگر دونوں امیر ہیں تو عورت کو اس کا اعلٰی لباس اور اگر دونوں فقیر ہوں تو ادنٰی لباس،اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول مذکور ہے۔اور فتح میں اس کو اشبہ بالفقہ کہا ہے۔بحرالرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارجح ہے کیونکہ ولوالجیہ نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر فتوٰی ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے فتوٰی دیا ہے،اھ ش)یہ تمام عبارت ملخص ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۱۵: از ملک بنگالہ موضع سبیب پور علاقہ کملا مرسلہ انوار الدین بار اول　　۱۹شعبان ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

طلاق کسی کا حق نہیں، حق ہے وہ جس کا مطالبہ پہنچے،اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا،بلکہ بے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہگار ہو۔اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے،تو نہ وُہ حق اللہ ہے نہ حق العبد،ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی رنہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً

[1] ردالمحتار معہ درمختار شرح تنویر الابصار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۶

اس پر طلاق دینی لازم ہو جاتی ہے۔قال اللہ تعالٰی:

فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡسَرِّ حُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ[1]۔	ان کو بھلائی کرتے ہوئے روک لو، یا ان کو بھلائی کے ساتھ رخصت کردو۔(ت)

ایسی حالت میں ضرور وُہ حق العبد و حق اللہ دونوں ہو جائے گی، حق العبد تو یُوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور، اور حق اللہ یُوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وُہ حکم فرماتا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۶تا۱۱۷: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاک خانہ ایٹ کھولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

سوال اوّل: کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی اب شرعًا گواہ مقبول ہے یا مردود؟ اور مدّت فاصلہ جو درمیاں طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں؟ اور قبل اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدمِ تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا مع الدلائل** (دلائل کے ساتھ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

سوال دوم: طلاق حق اللہ ہے حق العباد؟ مع برہان قاطع **بینوا توجروا**

الجواب:

طلاق بمعنی الایقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں،

حیث لا مطالب لا من جهة العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔	کیونکہ یہاں اللہ تعالٰی اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ہے۔(ت)

البتہ جب ادائے حقِ زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حق العبد ہے حق زن کے لئے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبحٰنہ تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے **لقولہ تعالٰی:**

فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡسَرِّ حُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ[2]۔	انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے رخصت کرو۔(ت)

[1] القرآن ۲/۲۳۱

[2] القرآن ۲/۲۳۱

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ حالاً مآلاً تحریم فرج ہے جو حق اللہ عزوجل ہے ولہٰذہ اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک زن ومرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادتِ طلاق دیں حکمِ طلاق دیا جائے گا اور اُن دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

یجب الاداء بلا طلب لو الشھادۃ فی حقوق اللہ تعالٰی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امۃ وتدبیرھا[1] (ملخصًا)	طلب کئے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی حقوق اللہ میں ضروری ہے جیسا کہ کسی عورت کی بائنہ طلاق اور لونڈی کی آزادی اور اس کے مدبّر کرنے کے بارے شہادت (ملخصًا)۔(ت)

طحطاوی میں ہے:

وتقبل وان انکر الزوجان[2]۔	بائنہ طلاق کے متعلق شہادت قبول کرلی جائے گی اگرچہ خاوند بیوی انکار کریں۔(ت)

ولہٰذا اطلاق بائن میں اگر شاہدین جانبین جبکہ زوجین بعد طلاق بھی بروجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہوں بلاعذر شرعی شہادت ایک عدّت تک ادا نہ کریں فاسق ہوجائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی۔ قنیہ واشباہ ودرمختار میں ہے:

متی اخر شاھد الحسبۃ شھادتہ بلا عذر فسق فیرد[3]۔	اگر گواہ نے بلاوجہ حقوق اللہ میں شہادت دینے میں تاخیر کردی تو وُہ فسق قرار پائے گا اور اس کی شہادت مردود ہوجائے گی۔(ت)

غمزالعیون میں ہے:

شاھد الحسبۃ اذا اخر شھادتہ ھل المعتبر خمسۃ ایام او ستۃ اشھر فیہ خلاف ذکرہ فی القنیۃ ولم یذکرہ المصنف	اگر حقوق اللہ میں شہادت دینے میں گواہ نے تاخیر کی تو تاخیر میں پانچ دن یا چھ ماہ میں سے کیا معتبر ہے، اس میں اختلاف کو قنیہ نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے

---

[1] درمختار کتاب الشہادت مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الشہادت دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۲۹

[3] درمختار کتاب الشہادت مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۰

رحمہ اللہ تعالٰی قال بعض الفضلاء الذی یظھر ان ذکر خمسۃ ایام کلام القنیۃ لیس بقید، بل المدار علی التمکن من الشھادۃ عند القاضی، ویدل علیہ مافی الصیر فیۃ شھدا انھما کان یعیشان عیش الازواج وکان طلقھا منذ کذا لاتقبل، لانھما صار فاسقین بتاخیرھما الشھادۃ[1] اھ۔	ذکر نہیں کیا۔ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قنیہ کا کم از کم پانچ دن کا ذکر کرنا کوئی قید نہیں ہے بلکہ قاضی کے ہاں پہنچ کر شہادت دینے کی قدرت کا مدار ہے۔ صیرفیہ کی یہ عبارت اس پر دال ہے کہ دو گواہوں نے شہادت دی کہ طلاق دینے کے باوجود یہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں جبکہ زوج نے طلاق اتنی مدت سے دے لکھی ہے تو ان کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے دونوں گواہ فاسق ہوگئے اھ (ت)

پس صورت مسئولہ میں اگر طلاق مغلظ تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت سے کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا اور شہادت ادا نہ کی تو گواہی مردود ہے اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہوئے ہوں نہ کہ تین برس، اور اس سے پہلے تذکرہ و عدم تذکرہ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸: بریلی محلّہ نقشبندیاں مسئولہ سیّد والیت حسین صاحب　۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں کے مکان سکنی کا صحن ایک ہ، زید اپنی زوجہ کو ممانعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحنِ مکان میں مت جایا کر، اور میری خالہ سے مت مل، اور نہ بات کر، نہ کچھ لینے دینے کا رسوم رکھ کہ وہ میری مخالف ہے۔ اور وہ اس کی نہیں مانتی اور اس کی خالہ کے مکان میں جانا اور اس سے بات کرنا اور راہ رسم نہیں چھوڑتی، اور جب زید اس بات پر اس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وُہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے زید کو مجبور کراتی ہے یہاں تک کہ زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے، اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اس کی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے، تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس حالت میں کہ وہ بارِ حمل سے ہو، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب:

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ: عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادت والدعاوی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴۷

تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے[1]۔
دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ: مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو اگر تمہیں اس کی ایک عادت ناپسند ہُوئی تو دوسری ہو گی[2]۔
اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا۔[3]	قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصطلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے، فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اگر عدّت کے اندر یعنی حاملہ کے بچّہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا، وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اس سے الگ رہے، یہاں تک کہ بچّہ پیدا ہو جائے اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۱۱۹تا۱۲۰: از چھاؤنی فیروز پور مرسلہ عبدالعزیز خاں پنشنر یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بخدمت اقدس حامی شرعِ رسول، حاوی معقول ومنقول حضرت مجددمائۃ حاضرہ جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم، مؤدبانہ السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ طلاق بہر نہج کے باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلاوجہ ملجیہ شرعیہ نادرست اور حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وایقاعه مباح عند العامة لاطلاق الأیات اکمل، وقیل قائله الکمال	طلاق دینا جمہوری فقہاء کے نزدیک مباح ہے کیونکہ طلاق والی آیاتِ کریمہ مطلق ہیں کماذکرہ اکمل اور بعض نے

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۵
[2] صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۵
[3] القرآن الکریم ۴/۲۱۶

الاصح حظرہ الالحاجة[1] الخ۔	کہا یعنی کمال الدین ابن ہمام نے کہ قولِ اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو مباح ہے الخ (ت)

معاشرتِ نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں اُن میں بھی جانب عدم ایقاع اور حرمت مرجح معلوم ہوتی ہے، بعد نکاح ایقاع وعدم کل مختار ہے اور عدمِ ایقاع زیادہ مختار اور پسندیدہ نظرًا الی الاٰیات والاحادیث التی وردت فی المعاشرت بالنساء (اُن آیات واحادیث کے پیشِ نظر جو عورتوں سے معاشرت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ت) اور بعد چند سال کے اگر آپس شقاق واقع ہو تو پنچایت مطابق آیت وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ[2] (اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ت) مصالحت کی راہ سے اختیار کریں بنابریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہر گز طلاق نہ دوں گا تا زندگی، اور اقرار نامہ لکھ دیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اسے نقضِ معاہدہ لازم آتا ہے نقض معاہدہ عام ہے وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴[3] (وعدہ وفا کرو یقینا عہد کے متعلق سوال ہوگا۔ت) واقع ہوا بدیں لحاظ ایقاعِ طلاق بلاوجوہ موجبہ شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہٰذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور وممنوع لکھنا درست اور استفتاء ثانی میں عدمِ وقوع طلاق عبارت عالمگیریہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بنا پر لکھوایا ہے کہ اسے خرچ نہ دینا پڑے لہٰذا اس کا طلاق نامہ لکھوانا قابلِ سماعت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دُوں گا میں اُس کو طلاق نامہ رجسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں، مسمّاۃ حبیب خاتون نے واپس کر دیا مسماۃ خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا، لہٰذا ملتمس ہوں کہ براہِ عنایت ونوازش قدیمانہ کے دست بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو ۲ استفتاء کو بعد ملاحظہ کے حقیقت مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذات والا صفات پر کمال بھروسا ہے۔

سوال: جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعداری ہے احکامِ شریعت پابندی خاوندی کی تابعداری ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں رُوبروئے پنچایت اقرار نامہ بھی لکھ دیا جس میں شرط

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵
[2] القرآن ۴/۳۴
[3] القرآن ۱۷/۳۴

ہے کہ تازندگی طلاق نہیں دُوں گا،کیا اسے پانے اس اقرار نامہ کے رو سے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے؟ اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کر دیا ہے اس اقرار نامہ کے ضمن میں نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہور دیا کروں گا،خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے،مدعا علیہ کی طلبی ہوئی،اس پر جواب دعوی کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھوا کر پیش کر دیا ہے،یہ طلاق نامہ نان ونفقہ کے نہ لازم ہونے کے لئے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے،کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبرہ اور نان ونفقہ اس پر واجب نہ ہوگا؟

جواب سوالِ اوّل

شَے واحد میں حل وحظر کا دوجہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں،طلاق فی نفسہٖ حلال ہے،اور ازانجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے،بے حاجت یا ریت محظور ہے،حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[1]۔	حلال چیزوں میں سے اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے(ت)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی،آیہ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہوا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ[2]۔	اے نبی(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)!جب آپ طلاق دیں تو عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔(ت)

اور حدیث میں فرمایا:

---

[1] سنن ابوداؤد باب کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

[2] القرآن ۶۵/۱

لعن اللہ الزواقین ف۱ والزواقات[1]۔	نکاح کو شغل بنانے والے مرد اور عورت پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔(ت)

اور فرمایا:

ان المختلعات ھن النافقات[2]۔	خلع طلب کرنے والی عورتیں منافق ہیں(ت)

اور فرمایا:

ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق[3]۔	طلاق کی قسم دینے والا مومن نہیں، اور طلاق کی قسم لینے والا صرف منافق ہے۔(ت)

آیت کاوہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہی وجہین حل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شُبہ ہو یا وُہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بُوڑھی ہوگئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلاکراہت جائز ومباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب، علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہئے کہ

لان ف۲ یلقی اللہ ومھرھا فی عنقہ خیر لہ من ان یعاشر امرأۃ لاتصلّی کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما[4]۔	اللہ تعالٰی کے ہاں پیشی میں بیوہ کا مہر شوہر کے گلے میں پڑا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے معاشرت جاری رکھے، جیسا کہ خانیہ، غنیہ وغیرہما میں ہے۔(ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب من یکثر الطلاق دارالکتاب بیروت ۴/ ۳۳۵

[2] الترغیب والترتیب باب ترہیب المرأۃ ان تسأل زوجھا مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۴، جامع الترمذی ابواب الطلاق امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۴۲

ف۱: غالبًا حدیث کے الفاظ یُوں ہیں: ان اللہ لایحب الزوقین والزوقات۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معجم اوسط ۸/ ۴۱۳، دُرمنثور ۱/ ۲۷۸، تفسیر القرطبی ۱۸/ ۱۴۹، کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/ ۱۹۲ ان سب کتب میں "ان اللہ لا یحب الزواقین" کے الفاظ ہیں "لعن اللہ الزواقین" کے الفاظ نہیں۔ **نذیر احمد**

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۶۳۴۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

[4] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت /

ف۲: یہ عبارت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے اصل الفاظ یوں ہیں: "لان القی اللہ وصداقھا بذمتی خیر من ان اعاشر امرأۃ لاتصلی"۔ ملاحظہ ہو ردالمحتار کا صفحہ مذکور ۲/ ۴۱۶۔ **نذیر احمد**

بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے، جیسے اس کو اس کے ماں باپ کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا وناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگر چہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو "لان العقوق حرام والا جتناب عن الحرام واجب" (کیونکہ نافرمانی حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ت) حدیث میں فرمایا:

وان امراك ان تخرج من اهلك ومالك فاخرج[1]۔	اگر والدین بیوی اور مال سے علیحدگی کا حکم دیں تو ایسا ہی کرو۔(ت)

ہاں بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑ ضرور جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی "بیدہ عقدۃ النکاح" (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ت) اس کا مرتکب مکروہ وہ بلکہ گنہگار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ[2] (عدّت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دو۔ت) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گنہگار۔ عہد نامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلاحاجت جو طلاق جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقضِ عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہوسکتا، دے گا تو پڑ جانے میں شبہہ نہیں اگر چہ مخالفت کا عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہوسکتا، دے گا تو پڑ جانے میں شبہہ نہیں اگر چہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئے گا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ پانے اختیار طلاق کو سلب کرتا ہے تو وُہ عہد ہی مردود ہے کہ تغیر حکم شرع ہے شرع مطہر نے اس کو مالک کیا ہے اس ملِک کو باطل نہیں کرسکتا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مابال اقوام يشترطون شروطاليست فى كتاب الله، من اشترط شرطاً ليس فى كتاب الله فهورد ان كانت مائة شرط شرط الله احق واوثق[3]۔	قوموں کا کیا حال ہوگا کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شخص ایسی شرط لگائے جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود نہیں یعنی اللہ تعالٰی کی پسندیدہ نہیں، تو وہ شرط مردود ہے اگر چہ ایسی سو۱۰۰ شرطیں ہوں، صرف اللہ تعالٰی کی پسندیدہ شرط قبولیت کے لائق اور باوثوق ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الترغیب والترهیب من ترك الصّلوٰة تعمدًا مصطفى البابى مصر ۱/ ۳۸۳، السنن الكبرٰى كتاب القسم والنشور دارصادر بيروت ۷/ ۳۰۴، كنز العمال حديث ۴۴۰۱۸ موسسة الرساله بيروت ۱۶/ ۴۹

[2] القرآن ۶۵/ ۱

[3] صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

یقع کثیر فی کلام العوام انت طالق تحلی للخنازیر وتحرّمی علیّ وافتی فی الخیریّة بأنه رجعی لان قوله وتحرمی علیّ ان کان للحال فخلاف المشروع لانها لا تحرم الابعد انقضاء العدّة،وان کان للاستقبال فصحیح ولاینافی الرجعة،وکذلك افتی بالرجعی فی قولهم انت طالق لایردك قاضی ولا عالم لانه لا یملك اخراجه عن موضوعه الشرعی وایده فی حواشیه علی المنح بمافی الصیرفیة لوقال انت طالق ولارجعة لی علیك فرجعیة[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	عوام کے کلام میں کثیر الوقوع ہے کہ "تجھے طلاق ہے تو خنزیروں پر حلال اور مجھ پر حرام ہے"، خیریہ میں فتوٰی دیا ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے کیونکہ "تومجھ پر حرام" کہنا، اگراس سے مراد یہ ہے کہ "فی الحال مجھ پر حرام" تو یہ خلاف، مشروع ہے کیونکہ طلاق کے بعد بیوی عدت ختم ہونے پر حرام ہوتی ہے اور استقبال کے لئے حرام کیا تو یہ صحیح ہے اور یہ رجوع کرنے کے خلاف نہیں اور یوں ہی فقہاء نے رجعی طلاق کا فتوٰی دیا ہے جب کوئی یہ کہے کہ تجھے ایسی طلاق جس پر تجھے کوئی قاضی اور عالم واپس نہ کرسکے، کیونکہ ایسا کہنے کا وُہ مجاز نہیں کہ جس سے وُہ شرعی حکم کو معطل کردے۔منح کے حواشی میں اس کی تائید پر صیرفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور تجھے پر رجوع کا حق نہیں ہے، تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

جواب سوال دوم

طلاق نامہ دربارہ وقوعِ طلاق ضرور معتبر ہے اس کے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، ضرور طلاق ہوجائے گی،

لانه یملك انشاءہ فی الحال فلاینازع فیماقال۔	کیونکہ فی الحال وُہ طلاق کا مالک ہے، توجواس نے کہا وہ اس کے مخالف نہیں۔(ت)

ہاں زمانہ کی طرف اس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہوئے میں اسے طلاق دے چکا ہوں تو یہ مدّت نہ مانی جائے گی بلکہ اسی وقت سے طلاق قرار پائے گی۔درمختار میں ہے:

لو اقر بطلاقها منذزمان ماض فان الفتوی انها من وقت الاقرار نفیا	اگر ماضی میاں میں کسی وقت کی طلاق اقرار کیا تو مطلقًا اس وقت اقرار سے طلاق کا فتوٰی ہے تاکہ

[1] ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۱

لتهمة المواضعة[1]۔	میاں بیوی کے ناجائز سمجھوتہ کی تہمت نہ لگ سکے (ت)

مگر نفقہ مفروضی ساقط کرنے کے لئے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائیں گے اور اس وقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تمامی عدت تک کا نفقہ واجب کریں گے۔ہاں اگر عورت بھی تسلیم کرلے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہوچکی اور عدّت گزر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہر حال اس وقت سے لازم ہے۔درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لکن ان کذبته فی الاسناد اوقالت لا ادری وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسکنی وان صدقته فکذٰلك غیرانه لانفقة لا سکنی لقبول قولها علٰی نفسها خانیة[2] (ملخصا)	لیکن اگر عورت مرد کو زمانہ کی نسبت میں جھوٹا قرار دے یا کہے کہ مجھے معلوم نہیں،تو ایسی صورت میں اقرار کے وقت سے عدّت شروع ہوگی،اگر اس کو نفقہ اور رہائش دینی ہوگی،اور عورت اس کی تصدیق کرے تو پھر حکم یہی ہے مگر وُہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کے حق سے محروم ہوجائے گی (ملخصًا) (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے:

لوان رجلا قدمته امرأته الی القاضی وطالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضی کنت طلقتها منذسنة وانقضت عدتها وجحدت الطلاق لایقبل قوله فان شهد له شاهدان بذلك والقاضی لایعرفهما فانه یامره بالنفقة علیها فان عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلث حیض فی هذه السنة.فلانفقة لها علیه فان اخذت منه شیئا ردت علیه[3]۔	اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں کسی شخص کی پیشی کرادی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کو ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور عورت طلاق کا انکار کردے تو قاضی مرد کی بات کو قبول نہیں کرے گا،اگر دو گواہوں جن کو قاضی نہیں جانتا،نے گواہی مرد کے حق میں دی تو پھر بھی قاضی نفقہ واجب کردے گا،ہاں اگر عورت ان گواہوں کو عادل قرار دے اور تین حیض سال بھر میں گزرنے کا اقرار کرلے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی۔(ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

[1] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷

[2] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷

[3] فتاوٰی ہندیة الفصل الثالث فی نفقة المعتدة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۹

لم یقبل قولہ فی ابطال نفقتھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مرد کا قول بیوی کے نفقہ کو باطل کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱: از بنارس محلّہ پتر کنڈہ مکان بوائن صاحبہ مرسلہ مولوی ابوالخیر سید حسن صاحب ۱۳جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

سیّدی مولائی وماوائی مدظلہ اللہ تعالٰی بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کلی ہیں لہٰذا یہ استفتاء بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز وعدمِ جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے، صورت سوال یہ ہے:

چہ می فرمایند دین اندریں صورت کہ زید بحضور خالد بعدم موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گنت یک طلاق، دوطلاق، سہ طلاق، مید ہم یا نمی دہم ہیچک نہ گفتہ وبکر کہ بردر حقیقی زید ست می گوید کہ رُوبروئے من بلا تسمیہ وبلا حضور ہندہ می گفت طلاق مید ہم طلاق مید ہم طلاق عمرو میگوید کہ صباح زید زپر سیدم کہ شب گزشتہ درمکان شما شوروغل چہ سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلاحضور ہندہ وبلاتسمیہ واضافت) وہندہ لفظ طلاق از جائے دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ است زید ازو انکار می سازد۔ دریں صورت ہندہ مطلقہ خواہد شد یانہ؟	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے خالد کے ہاں اپنی بیوی ہندہ کا نام لئے بغیر، بغیر اسکی موجودگی کے لئے "ایک طلاق، دو۲طلاق، تین طلاق"۔اس نے "دیتا ہوں" یا "نہیں دیتاہوں" کچھ نہ کہا۔ زید کا حقیقی بھائی بکر کہتا ہے کہ میرے سامنے زید نے اپنی بیوی ہندہ کی غیر موجودگی اور اس کا نام ذکر کئے بغیر کہا: "طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں"۔ عمرو کہتا ہے صبح جب میں نے زید سے پوچھا کہ تمہارے گھر گزشتہ رات کیا شوروغل ہورہا تھا، اس نے کہ میں نے طلاق دی ہے۔ (یہ ہندہ کا نام اور اسکی طرف نسبت کئے بغیر اس کی غیر موجودگی میں کہا ہے) اور ہندہ نے طلاق کے متعلق کسی سے سن کر کہا کہ زید یعنی میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، جبکہ زید اس سے انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہ۔ (ت)

حضور والا راسخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور وملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے، اکثر فتوے حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعہ اس خاکساری کے بالمواجہ ہوا ہے، زید نے بلاتسمیہ وخطاب واضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ "طلاق" و "طلاق دیتا ہوں" کہا ہے

[1] بدائع الصنائع کتاب النفقۃ فصل فی سبب وجوب ہذہ النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/۴

اور صبح کو بوقتِ دریافت عمرو زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلاتسمیہ وبلااضافت بطرف زوجہ اس کہنے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی۔ زیادہ حدِادب!

الجواب:

حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت وحکم قضاء، دیانت آنکہ فیما بین العبد وربہ باشد ایں جا دیگراں را دخل نیست او داند وخدائے او۔ دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست، اگر دردل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعًا طلاق نیست وذٰلك لان الطلاق لاوقوع له الابالا یقاع ولا ایقاع الاباحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولایتاتی ذلك الابالاضافة ولو فی النیة.فاذا خلیا عنه لم یکن احداث تعلق اذلاتعلق الا بمتعلق فلم یکن ایقاعا فلم یورث وقوعا وھذاضروری لایرتاب فیه. مجرد تلفظ بلفظ طلاق ہی بے اضافت بزن نہ درلفظ ونہ درقصد اگر موجب تطلیق شود ہر کسے کہ لفظ طلقت یا طلاق دادم یا می دہم برزبان آرد زن او مطلقہ شود اگرچہ ہمیں قصد حکایت دارد ولازم آید طلبہ درکتاب الطلاق ازیں گونہ صدہا	حکم دو۲ طرح ہوتا ہے ایک دیانۃً اور دوسرا قضاءً۔ دیانۃً حکم کا معنٰی یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالٰی کے درمیان معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں، بندہ جانے اور اس کا خداجانے اور مسئولہ صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت کا قصد نہ کیا ہو تو قطعًا طلاق نہ ہوئی، کیونکہ طلاق کا وقوع بغیر واقع کرنے (ایقاع) کے نہیں ہوتا اور ایقاع اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک طلاق کا تعلق بیوی سے نہ کیاجائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں ہو، تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیونکہ تعلق بغیر متعلق نہیں ہوسکتا، اس لئے ایقاع نہ ہوگا، تو وقوع بھی نہ ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، اسلئے کہ اگر زبان پر لفظ طلاق نسبتِ لفظی یا ارادی کے بغیر ہی طلاق دینے کا موجب قرار پائے تو لازم آئے گا کہ جو شخص بھی کسی صورت میں اپنی زبان سے لفظ طلاق استعمال کرے اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے خواہ حکایت کرتے ہوئے ہی استعمال کرے، نیز دینی طلباء کتاب الطلاق

الفاظ می خوانند ودر بحث وتکرار بار بار زبان رانند زنان ہمہ سہ[۳] طلاقہ مانند ھل ھذا الابھت بحت۔ در محیط وہندیہ وغیرہما است لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینولعدم الاضافۃ الیھا[1] زید بہ نیت خود عالم ہست وعالم الضمائر والسرائر جل جلالہ، از وعالم تراست اگرارادہ طلاق ہندہ نہ کردہ بود ہندہ ہمچناں زن اوست وفہم وقول دیگراں ہیچ زیاں نیارد آنچناں کہ محبان قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم سود نہ دارد، واللّٰہ علیم بذات الصدور والیہ سبحانہ ترجع الامور، واما حکم قضاء کہ قاضی وزن بآں کاربند ند پس تحقیق آں ست کہ قضاءً نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت ناگزیرست، کما فی کتب المذھب لا یحصی عددھا ولا ینقطع مددھا ومن فقیر درتعلیقات خودم بر ردالمحتار بعد تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق نمودہ ام کہ چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگرایں جا قرینہ باشد کہ باو راجح تر ارادہ اضافت ست قضاءً

میں اس قسم کے صدہا الفاظ پڑھنے، تکرار اور بحث کرنے میں بار بار زبان پر لاتے ہیں تو لازم کہ آئیگا کہ ان سب کی بیویوں کو تین طلاق پڑجائیں۔ جبکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ محیط اور ہندیہ وغیرہما میں ہے کہ اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی تو موجودہ صورت میں زید اپنی نیت کو اس سے زیادہ جاننے والا ہے، اگر ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ دوسروں کا فہم یا ان کی بات اس معاملہ میں مضر نہیں ہے، جو لوگ طلاق کے خواہاں ہیں ان کو کسی مفتی کا فتوی عدمِ طلاق کار آمد نہیں ہوگا، اللہ تعالٰی دل کی باتوں کو جانتا اور امور کا فیصلہ آخر اس کے پاس ہوگا۔ حکم قضاء میں قاضی اور عورت کا کردار ہوگا، تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قضاءً بھی طلاق کو واقع کرنے کے حکم کے لئے اضافت کا تحقق ضروری ہے، جیسا کہ مذہب کی کتب میں بے شمار مرتبہ مذکور ہے، اور اس فقیر نے ردالمحتار کی تعلیقات میں بحث کرتے ہوئے پہلے لفظی اضافت کی تحقیق پیش کی کہ وُہ کن کن صورتوں میں ہوسکتی ہے پھر یہ تحقیق کی کہ اگر لفظ ہر طرح اضافت سے خالی ہوں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ یہاں کوئی ایسا قرینہ

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

حکم بطلاق کنند نظر الی الظاہر واللہ یتولی السرائر اگر شوہر بہ قسم انکار ارادہ آں را کند پس اورا مصدق دارند وزن را مطلقہ نانگارند لکونہ امینا فی الاخبار عن نفسہ وقداتی بما یحتملہ کلامہ درہندیہ از فتاوٰی می آرد رجل قال لا مرأتہا گرتوزن منی سہ ۳طلاق مع حدف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیہا[1]۔ہندیہ از محیط می نگارد سئل شیخ الاسلام الفقیۃ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگرتو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یردبہ الطلاق فالقول قولہ[2] ہمچناں درخانیہ فرمود وزادمعللا لانہ لم یضف الطلاق	موجود ہے جس سے اضافت کا ارادہ راجح طور پر معلوم ہوتا ہو تو قضاءً ظاہر قرینہ کی بناء پر طلاق کا حکم کردیا جائے گا، باطنی امور اللہ تعالٰی کے سپرد ہیں ارادے کا انکار کرتا ہو تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اس کی بیوی مطلّقہ نہ ہوگی، کیونکہ وہ اپنے بارے میں خبر دینے میں امین متصور ہوگا جبکہ وہ بات بھی ایسی ہی کہتا ہے جس کا کلام میں احتمال موجود ہے۔ہندیہ میں متعدد فتووں میں کہا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری بیوی، تین طلاق (یائے نسبت کو مخذوف کیا) تو طلاق نہ ہوگی جب یہ بتائے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، کیونکہ یائے اضافت کو حذف کردینے کی وجہ سے بیوی کی طرف اضافت کا ذکر نہ ہوا،ہندی نے محیط سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے کسی نے پوچھا کہ ایک نشے والا اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟ بیوی نے جواب میں ہاں کہا تو نشے والے نے فارسی میں کہا اگر تو میری بیوی،ایک طلاق،دو طلاق، تین طلاق،اٹھ جا،نکل جا۔اور خاوند کا گمان ہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تو اس کی بات مان لی جائیگی۔یوں ہی خانیہ میں ہے لیکن اس پر انہوں نے علّت

[1] الفتاوٰی الهندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالا الفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

[2] الفتاوٰی الهندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالا الفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۳

الیھا[1]، نیز در ہندیہ از ذخیرہ می سپارد سئل نجم الدین عمن قال لامرأته چوں تو روی طلاق دادہ شدو قال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم[2] ہم در خانیہ وبزازیہ است قال لھا لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکرہ حلفه بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول له[3]، واگر ہیچو قرینہ نیست آنگاہ حکم طلاق اصلا نہ کنند مگر آنکہ شوہر اقرار ارادہ طلاق نماید۔ درخلاصہ وہندیہ وجیز والفروی وغیرہا است سکران ھربت منه امرأته فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیة بسه طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع[4] ولفظ مجموعہ چناں ست	بیان کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا، کیونکہ اس نے طلاق کی اضافت بیوی کی طرف نہ کی، نیز ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول لکھا، کہ، نجم الدین سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے بیوی کو کہا جب تو گئی تو طلاق ہو جائے گی، اور کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق کی نیّت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی بات مان لی جائیگی۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں مان لی جائے گی خانیہ اور بزازیہ میں بھی ہے، کسی نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر نہ نکلنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر عورت نکل جائے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کو ذکر نہ کیا تو اس میں غیر بیوی کی قسم کا احتمال ہے اس لئے اس کی بات تسلیم کرلی جائے گی، اگر وہاں قرینہ بالکل نہ ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی اور قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، مگر یہ کہ خاوند طلاق کے ارادے کا اقرار کرے۔ خلاصہ، ہندیہ، وجیز اور نقروی وغیرہا میں ہے کہ ایک نشہ والے سے اس کی بیوی فرار ہوگئی، وہ پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا: تین طلاق کے ساتھ، پس اگر وہ خاوند کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی نیت سے کہا، تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق مطبوعہ نولکشور ۱/۲۱۹
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۵
[3] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الفتاوی الھندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۷۰
[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق الفصل الاول من جنس اخر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ جزء ۲/۸۶

فرت ولم یظفر بھا فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا .ودر بحر الرائق لو قال طالق فقیل من عنیبت فقال امرأتی طلقت امرأته[1] اھ.فقد علق الوقوع علی اقرارہ انه عناھا این ست تحقیق انیق وبه یحصل بتوفیق الله تعالٰی التوفیق وتمام الکلام فی غیر المقام مع توضیع المسائل وتنقیح الدلائل مذکورفیما علقنا علی ردالمحتار فعلیك به فانك لا تجدہ فی غیرہ والحمدلله العزیز الغفار۔چوں ایں معنی عالی منجلی شد حالا در مسئلہ دائر نظر باید پیداست کہ لفظ عاری از اضافت ست وسائل فاضل درنامہ خودش وانمودہ کہ صدور ایں کلام از زید ابتداءً بود بے مکالمہ احدے دربارہ طلاق ہندہ حتی یتوھم وجود الاضافة فی سوال صدر ھذاجوابا له و السوال معاد فی الجواب بازآغاز اظہار سوال آنست کہ زید ہمیں یک طلاق دوطلاق سہ طلاق	کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔اور مجموعہ الفتاوٰی کے الفاظ یہ ہیں: بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا، تین طلاق، اگر وہ کہے میں نے بیوی کے ارادے سے یہ الفاظ کہے ہیں تو بیوی کو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، بحرالرائق میں ہے: کسی نے کہا طالق، تو پوچھا گیا کہ تو نے کس کے ارادے سے کہا، اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ارادے سے کہا ہے، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی اھ۔بحرالرائق نے طلاق واقع ہونے کو اس کے اقرار سے مشروط کیا ہے کہ اس نے بیوی مرادلی ہے، یہ واضح تحقیق ہے اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے عبارات میں موافقت ہوگئی ہے، اس کی مکمل بحث دوسری جگہ مسائل کی وضاحت اور دلائل کی چھان بین کے ساتھ ردالمحتار کے ہمارے حاشیہ میں مذکور ہے، اس کی طرف رجوع تجھ پر لازم ہے کیونکہ دوسری جگہ ایسی تحقیق نہ پائے گا، سب تعریف اللہ تعالٰی غالب اور بخشنے والے کے لئے ہی ہے۔جب یہ عالی شان بحث روشن ہوگئی تو اب زیرِ نظر مسلہ میں غور کرنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ اضافت سے خالی ہیں، اور سائل نے اپنے خط میں خود واضح کیا ہے کہ زید سے یہ کلام ابتداء صادر ہوا ہے جس سے قبل کوئی مذاکرہ طلاق ہندہ کسی نے نہیں کیا، تاکہ یہ شبہہ ہوسکے کہ ہندہ کے بارے میں طلاق کے سوال میں اضافت مذکور ہے جس کے جواب میں یہ کلام ہے

[1] بحرالرائق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۳

گفت ومی دہم وغیرہ بادیچ نیامیخت پس ایں صورت از وجہ دوم اعنی عدم قرینہ مذکورہ باشد کما رأیت النص فی قولہ بعد طلبھا وعدم الظفر بھا سہ طلاق اوبسہ طلاق پس ایں جا قضاءً نیز حکم طلاق راخود گنجائش نیست لانہ ح یتوقف علی اقرارہ وزید ھٰھنا أب عنہ کما ذکرہ فی السوال،واگر رنگ ثبوت گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چناں کہ بکر برادرش وانمود،آنگاہ غایت آنکہ ایں صورت از صور وجہ اوّل باشد فان قولہ مید ہم فان نفی احتمالات اخر کانت لسری الی ماعری عنہ کان یقول سہ طلاق یرید دادنی است او دادن میخواہم اوسہ طلاق راسزاوار است الی غیرذٰلک ممالیس من الایقاع شیئ فلاینفی احتمال ارادۃ غیرھا ولیس باصرح من قولہ لامرأتہ لاتخرجی فانی حلف بالطلاق بل ولامن قولہ لھا اگر توزن منی یک طلاق دوطلاق سہ طلاق بل الحق ان ھٰذین اللفظین المنصوص علیھما اصرح وقولہ طلاق مید ہم من دون

اور جواب میں سوال کا اعادہ ہونے کی وجہ سے جواب میں اضافت پائی گئی ہے، پھر سائل نے سوال کی ابتداء میں ذکر کیا کہ زید نے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بغیر ذکر "دیتا ہوں" وغیرہ کہے ہیں، تو اس سے قرینہ نہ ہونے کی دوسری وجہ پائی گئی جیسا کہ اسکی نص پہلے "بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا" آپ کو معلوم ہے تو خاوند نے "تین طلاق" یا "تین طلاق کے ساتھ" کہا تھا (اور قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہ ہوئی تھی) لہٰذا یہاں بحکم قضاء بھی طلاق کی گنجائش نہیں ہے، کہ اب طلاق، زید کی اقرار پر موقوف ہوئی جبکہ زید یہاں انکاری ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ زید نے "میں دیتا ہوں" کہا ہے جیسا کہ اس کا بھائی بکر کہہ رہا ہے تو ایسی صورت میں بھی یہ ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ اس کو پہلی صورتوں سے ایک صورت شمار کیا جائیگا کیونکہ زید کا کہنا "میں دیتا ہوں" اگر دوسرے احتمالات کی نفی بھی کردے تب بھی ان الفاظ کی طرح ہوگا جو "مید ہم یعنی میں دیتا ہوں" سے خالی ہیں، جیسے تین طلاق کہنا کہ اس میں "میں نے دی"، "دینا چاہتا ہوں" یا "یہ تین طلاق کے لئے لائق" وغیرہ احتمالات ہیں جو کہ طلاق کو واقع کرنیوالے نہیں ہیں، لہٰذا اس سے دوسرے احتمالات کی نفی نہ ہوگی، اور یہ لفظ بیوی کو کہنا "مت نکل" کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے بلکہ اس کو یہ کہنا "تو اگر میری بیوی ہے ایک طلاق، دوطلاق، تین طلاق" وغیرہ سے زیادہ صریح نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ "طلاق می دہم" سے زیادہ صریح ہیں، اور زید کا اپنی

ذکر جری لامرأتہ ہندہ ولامن غیرھا پس ایں جانیز حکم
طلاق علی الاطلاق نتواں کرد بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن
ارادہ طلاق زنش نہ کردہ بود مصدق دارند وزن را مطلقہ نشمارند
کما قدمنا النصوص علیہ ہمچناں قول او بجواب عمرو کہ
طلاق دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال وجواب ہیچ
جاذکر زن نیست پس قضاء حکمش ہماں حکم الفاظ سابقہ است
ودیانۃً ازاں ہم آسان تراست کہ طلاق دادہ ہم صریح در اخبار
است اگر ایں جا اضافت در نیت داشتہ از اضافت منویہ عاری
بود لانہ ح لایکون الا اخبارا کاذبا والاخبار الکاذب
لایرد بہ طلاق دیانۃ کما نص علیہ فی الخیریۃ
وردالمحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار، پس در
صورت مستفسرہ حکم قضاء آن است کہ اگر ثابت ہماں بمجرد
لفظ یک طلاق دوطلاق سہ طلاق بے ضم می دہم است کما
مشروح فی اول السوال آنگاہ بازید ہیچ تعرض نہ کنند بعدم
ثبوت الطلاق اصلا، واگر بدوشاہد عدل ثبوت نہ پزیرد کہ سہ بار
طلاق میدہم گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر حلف کرد کہ
بایں سخن طلاقِ زن

بیوی ہندہ یا غیر کے ذکر کے بغیر "طلاق می دہم" کہنے پر بھی علی
الاطلاق قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، بلکہ اگر زید قسم کھا کر کہہ
دے میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا تو قاضی کو اس
کی تصدیق کرنی ہوگی، اور بیوی کو مطلقہ نہ قرار دے گا، جیسا کہ
ہم سابقہ نصوص میں اسے بیان کر آئے ہیں اور یونہی زید کا
عمرو کے جواب میں یہ کہنا "طلاق دادہ ام" (میں نے طلاق دی
ہے) بھی اضافت سے خالی ہے، لہٰذا قضاءً اس کا حکم بھی سابقہ
الفاظ کی طرح ہوگا، اور دیانۃً یہ لفظ پہلے الفاظ سے آسان ہیں
کیونکہ "طلاق دادہ ام" صریح خبر ہے اس میں یہاں اگر
اضافت کی نیت ہو تب بھی طلاق نہ پڑے گی نیز مذکورہ الفاظ
نیت میں اضافت سے خالی ہونے کی بناء پر جھوٹی خبریں قرار
پائیں گے جبکہ جھوٹی خبر سے طلاق کا ارادہ دیانۃً درست نہیں
ہے جیسا کہ اس پر خیریہ اور ردالمحتار وغیرہما معتبر کتب میں
تصریح موجود ہے۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں قضاءً حکم یہ ہے
کہ اگر صرف یہی الفاظ ہوں ایک طلاق، دو طلاق، تین
طلاق، ان کے ساتھ "میدہم" نہ ثابت ہو تو یہ زید سے کسی
قسم کا تعرض جائز نہ ہوگا کیونکہ طلاق کا اصلاً کوئی ثبوت
نہیں، اور اگر زید نے ان الفاظ کے ساتھ "میدہم" کہا ہو تو پھر
اگر دو[2] گواہ عادل ثابت نہ کرسکیں کہ زید نے تین بار "طلاق
میدہم" کہا ہے تو زید سے قسم لی جائے، اگر حلفاً کہہ دے کہ
میں نے ان الفاظ سے بیوی کی طلاق

نخواستہ ام راہش گزارندوانش دارند واگر نکول کند بارادہ طلاق معترف شود سہ طلاق رنگ ثبوت یابد۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اقول: وباللہ التوفیق بقی بعد اشیاء فانك ان تتبعت فروع ترك الاضافة وجدتھم ،ربما یقولون لایقع مالم یقل اردتھا فھذا یدل علی ان الوقوع مشروط بالقول،وربما قالوا یقع مالم یقل اردت غیرھا اولم اردطلاقھا فھذا یدل علی ان عدم الوقوع ھوالموقوف حتی لولم یقل ذلك وقع وان لم یقل اردت طلاقھا،وربما تراھم یحکمون بالوقوع من دون حاجة الی النیة مع ترك الاضافة حیث وجدت فی کلام الخاطب کالمرأة وغیرھا وواخری تراھم ینوون مع وجودالاضافة فی کلام المخاطب،وربما تسمعھم یحکمون بالوقوع مطلقا من دون نیة مع عدم الاضافة لافی قوله ولافی قول غیرہ،وربما ینوون فی

مراد نہیں لی، تو زید بری ہے اور اس کو امن ہے اور اگر وُہ قسم سے انکار کرے تو وہ طلاق کے ارادہ کا معترف قرار پائے گا اور اس کی بیوی کی تین طلاق ہوجائیں گی۔ واللہ سبحانہ، و تعالٰی اعلم (ت) **اقول:** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہے۔ت) کچھ امور باقی ہیں، کیونکہ جب آپ فقہاء کرام کی عبارات کو ترک اضافت کے مسائل میں غور سے تلاش کریں تو آپ ان کو کبھی یُوں پائیں گے کہ وُہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی جب تک خاوند بیوی مراد لینے کا قول نہ کرے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا وقوع خاوند کے اس قول سے مشروط ہ،اور کبھی وُہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگی جب تک یہ نہ کہہ دے کہ کسی اور عورت کا ارادہ کیا ہے یا میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اضافت طلاق کا عدمِ وقوع اس کی مذکور وضاحت پر موقوف ہے،اگر وضاحت نہ کرے تو طالق ہوجائے گی اگرچہ بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ بھی ظاہر کرے۔اور کبھی تم دیکھوگے کہ فقہاء کرام ایسی صورت میں طلاق کا حکم دیتے ہیں اور نیت کی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اضافت بھی متروک ہوتی ہے جہاں پر کوئی بیوی یا کسی غیر سے خطاب کررہا ہو اور کبھی ان کو اضافت کے باوجود نیت کا متلاشی پاؤگے، جبکہ مخاطب کے کلام میں اضافت پائی جائے اور کبھی آپ سُنیں گے کہ وہ اضافت نہ ہونے کے باوجود نیت نہ ہونے پر وقوعِ طلاق کا

هذه الصورة فهذه اختلافات يتحير لديها من لم يتأمل ولم ينزل كل فرع على ماينبغي ان ينزل۔

حکم لگاتے ہیں حالانکہ خاوند یا غیر کے کلام میں اضافت کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، اور بعینہٖ اسی صورت میں کبھی وُہ نیّت کی بات کرتے ہیں، تو فقہاء کرام کی عبارات میں یہ اختلافات ہیں جو غور کرنے والے اور ہر مسئلہ کو مناسب محمل پر محمول نہ کرنے والے کے لئے حیرت کا باعث بنتے ہیں۔ (ت)

و الذی تحصل للعبد الضعیف بتوفیق المولی اللطیف جل وعلا، ان الاضافة لابد منها امر فی اللفظ واما فی النية اذلاطلاق الابالايقاع الاباحداث تعلق الطلاق بالمرأة، وليس ذٰلك الابالاضافة وهذا ضروری لاشك فيه اذ لولاه لزم الطلاق عل كل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوهما وان لم يردعلى هذاشيئا اولم يرد طلاق امرأته وهو باطل قطعًا فاشتراط الاضافة حق لامرية فيه، نعم قد توجد الاضافة فی اللفظ فلايحتاج فی الحكم الى النية وقد لاتوجد فی اللفظ فيحتاج الى ظهور النية۔

اور عبد ضعیف کو اللہ تعالٰی لطف فرمانے والے جلّ وعلا کی توفیق سے جو حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے میں اضافت ضروری ہے لفظوں میں ہو خواہ وُہ نیت میں ہو، کیونکہ طلاق کا وقوع، ایقاع پر موقوف ہے اور ایقاع کا وجود نہیں ہوتا تاوقتیکہ طلاق کو عورت سے متعلق نہ کای جائے، اور یہ چیز ہے جس میں شک نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر طلاق کو عورت کی طرف منسوب کرنا اور اس کی طرف اضافت کرنا ضروری نہ ہو تو پھر طلاق یا طالق کا تلفظ کرنے والے ہر شخص کی بیوی کو طلاق لازم ہوجائے اگرچہ وُہ اس پر کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا لہٰذا طلاق کے وقوع کے لئے نسبت اور اضافت کے شرط ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اضافت کبھی لفظوں میں موجود ہوتی ہے تو اس وقت حکم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی لفظوں میں اضافت نہیں ہوتی اس وقت نیت کو ظاہر کی حاجت ہوتی ہے۔ (ت)

اماوجود الاضافة فی اللفظ **فاقول**: على ثلثة انحاء، الاوّل تحققها صريحا فی كلام الزوج وهذا الذی ذكر الحلبی والطحاوی امثلته كقوله انت طالق

(یا میں اضافت کا موجود ہونا **فاقول**: (تو میں کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے: اوّل، یہ کہ خاوند کی کلام میں صراحۃً پائی جائے وہ یہ کہ جس کی مثال علامہ حلبی اور طحاوی نے یہ ذکر کی ہیں، مثلاً تو طلاق

او طلقتك او هذه او زينب اوبنت زيد او ام عمرو اواخت بكر او امرأتي طالق. الثاني[٢] تحققها فيه لاجل كونه جوابا كلام تحققت فيه فتحقق في الجواب ايضا لان السوال معاد في الجواب وهذا ما في الهندية عن الخلاصة قالت طلاق بدست تو است، مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق می کنم وكرر ثلثا طلقت ثلثا[1] اهـ وفيها عن الذخيرة سئل شمس الائمة الاوزجندي عن امرأة قالت لزوجها لوكان الطلاق بيدي لطلقت نفسي الف تطليقة فقال الزوج من نيز ہزار دادم ولم يقل دادم ترا قال يقع الطلاق[2] اهـ وفيها عن العمادية زن را گفت ترا طلاق دادم، مردماں ملامت کردند، گفت دیگر دادم نہ گفت ویرا ونہ گفت طلاق، قال يقع اذا كان في العدة[3] اهـ وفيها عن الخانية دخلت عليه ام امرأته فقالت طلقها ولم تحفظ حق ابيها وعاتبته في ذلك فقال الزوج هذه ثانية او هذه ثالثة	والی ہے، میں تجھے طلاق دی، (بیوی کو اشارہ کرتے ہوئے) اس کو، نام لے کر، زینب کو، زید بیٹی کو، عمرو کی ماں، بکر کی بہن کو، میری بیوی کو، طلاق دوسری دوسری صورت، یہ کہ طلاق الفاظ کسی ایسی کلام کے جواب میں ذکر کئے جائیں جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جوابًا طلاق کے الفاظ میں بھی متحقق ہوگی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے، اس کی مثالیں ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلًا بیوی کہے "طلاق تیرے ہاتھ میں ہے مجھے طلاق دے۔" تو جواب میں خاوند کہے "میں نے طلاق دی" تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقین بیوی کو پڑیں گی اھ (ت) اور ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ اوزجدنی سے سوال ہوا کہ عورت کہے اگر طلاق میرے ہاتھ میں ہوتی تو اپنے ہزار طلاق دے دیتی، اس کے جواب میں خاوند نے کہا میں بھی ہزار دے دیں، یہ نہ کہا کہ تجھے دے دیں، تو شمس الائمہ نے جواب دیا کہ طلاق ہوجائے گی، اور ہندیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، اس پر لوگوں نے ملامت کی، توخاوند نے کہا میں نے دوسری دی، اس میں نہ تو بیوی کی طرف نسبت کی اور نہ ہی لفظِ طلاق کہا، تو شمس الائمہ نے فرمایا یہ دوسری بھی ہوگئی اگر بیوی عدّت میں ہو اھ، ہندیہ میں خانیہ سے منقول، کہ خاوند کے پاس بیوی کی ماں داخل ہوئی اور کہا کہہ تو نے بیوی کو طلاق دے دی تو نے

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴

تقی اخری ولوعاتبته ولم تذکر الطلاق فقال هذه المقالة لاتقع الزیادة الابالنیة[1]اھ وفی جامع الفصولین برمز فشین لفوائد شیخ الاسلام برهان الدین قال تربیك طلاق فلاموگفت دیگر دادم یقع آخر لانه جواب لذٰلك وبناء علیه[2]اھ قلت یعنی اذا ذکروا فی الملامة طلاق المرأة کی یکون معادافی الجواب والا لم یقع بدون نیة کما سمعت من الخانیة وانمالم یذکره فشین لان العادة ذکرمالیم علیه فی الملامة کمالایخفی۔	اس کے باپ کے حق کا بھی پاس نہ کیا اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے خاوند کو ملامت کررہی تھی تو خاوند نے کہا یہ دوسری یا یہ تیسری ہے، تو یہ بھی واقع ہوجائیگی اور ملامت کرتے ہوئے اگر لفظ طلاق کو ذکر نہ کیا ہو اور خاوند واقع نہ ہوگی اھ۔اور جامع الفصولین میں فشین کی رمز سے بیان کیا، فشین کا اشارہ فوائد شیخ الاسلام بُرہان الدین کی طرف ہے، خاوند نے بیوی کو کہا تجھے ایک طلاق، لوگوں نے اس کو ملامت کی، اس نے کہا اور میں نے دوسری دی، دوسری واقع ہوجائے گی، کیونکہ یہ جواب کے طور اور پہلی طلاق پر مبنی ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) یعنی یہ تب ہے جب لوگوں نے ملامت میں عورت کی طلاق ذکر کی ہو تاکہ جواب میں اس کا اعادہ ہو ورنہ نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ آپ نے خانیہ سے سُنا ہے، اس بات کو فشین نے اس لئے ذکر نہ کیا کہ عادۃً جس چیز ملامت کی جاتی وُہ ملامت میں مذکور ہوتی ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔(ت)
فان قلت! لیس فی الهندیه عن الذخیرة سئل نجم الدین عمن قالت له امرأته مرا برگ باتو باشیدن نیست مراطلاق دہ فقال الزوج چوں تو روئے طلاق دادہ شد وقال لم انوالطلاق هل یصدق قال نعم ووافقه فی هذا الجواب بعض الائمة[3]اھ وفیهاعن المحیط سئل	**اگر تو اعتراض کرے** کہ کیا ہندیہ میں ذخیرہ سے یہ نہیں ہے کہ نجم الدین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کو اس کی بیوی نے کہا کہ میرا تیرے ساتھ گزارہ نہیں ہے مجھے طلاق دے، تو اس کے خاوند نے کہا تیرے منہ جیسی کو طلاق دی ہوئی ہے۔اور پھر کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی تصدیق کی جائے گی، تو نجم الدین نے فرمایا ہاں۔اور بعض ائمہ نے اس بات میں نجم الدین کی موافقت

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۲

[2] جامع الفصولین الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الخلع الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰

[3] فتاوی ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۷

نجم الاسلام الفقیه ابونصر عن سکران قال لامرأته أتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال بالفارسیة اگرتو زن منی یك طلاق دوطلاق سه طلاق قومی اخرجی من عندی وهو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله [1] اھ ومثله فی الخانیة معللاً بانه لم یضف الطلاق الیها [2] اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود الاضافة فی کلامها امافی فرع الامام نجم الدین فظاهر۔واما فی فرع الفقیه ابی نصر والخانیة فلان قولها نعم کان جوابا لقوله اتریدین ان اطلقك فکانها قالت اریدان تطلقنی،**قلت** وباللہ التوفیق المخاطب اذا اتی فی کلامه بکلام اجنبی عن الجواب یخرج عن کونه جوابًا ویصیر کلامًا مبتداء ففی المسئلتین انما کان جواب قولها ان یقول طلاق داده شد اویك طلاق ودو طلاق وسه طلاق ولو اقتصر علی هذا	کی ہے اھ اور اسی میں محیط سے مروی ہے کہ شیخ الاسلام فیقہ ابونصر سے ایک نشے والے کے بارے میں سوال ہوا جس نے بیوی کو کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ بیوی نے کہا ہاں چاہتی ہوں۔تو اس خاوند نے بالفاظ فارسی یوں کہا اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، میرے پاس سے اُٹھ اور نکل جا۔اب خاوند کا خیال ہے کہ میں نے اس بات سے طلاق مراد نہیں لی، تو خاوند کی بات مقبول ہوگی اھ کہا اس لئے کہ خاوند نے طلاق کو بیوی کی طرف منسوب نہیں کیا اھ توان مذکورہ واقعات میں ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا حالانکہ تمام میں بیوی کے کلام میں اضافت موجود ہے۔نجم الدین کے مسئلہ میں توظاہر ہے لیکن فقیہ ابونصر اور خانیہ کے مسئلہ میں توظاہر ہے لیکن فقیہ ابو نصر اور خانیہ کے مسئلوں میں اس لئے کہ بیوی نے جب ہاں کہا تو یہ خاوند کی بات "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" کا جواب ہے تو گویا بیوی نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے طلاق دے، (لہٰذا ان مسائل میں بیوی کے کلام میں اضافت مذکور ہوئی اس کے باوجود کہ خاوند کے جواب میں اضافت معتبر ہے ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا) **قلت وباللہ التوفیق** (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے) کہ مخاطب شخص اپنے کلام میں جواب سے

[1] الفتاوی الہندیة الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۳

[2] الفتاوی القاضیخان باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۹

الحکم بالوقوع من دون الحاجة الی نیة کماکان فی الفروع المتقدمة التی تلونا لکنه لما زاد قوله چوں تو روئے اوقوله اگرتو زن منی، لم یبق جوابا وصار کلامًا مبتدأً فلم تسر اضافة السوال الیه وقد نص علی هذا الاصل العلماء کما لایخفی علی من خدم کلماتهم من ذٰلك عن الذخیرة قال له تغد معی قال واللّٰه لاتغدّی فذهب الیٰ بیته وتغدّی مع اهله لایحنث لان قوله خرج جوابا لسوال المخاطب وامکن جعله جوابا لانه لم یزد علی حرف الجواب بخلاف مالوقال واللّٰه لاتغدی معك لانه زاد علی حرف الجواب ومع الزیادة علیه لایمکن ان یجعل جوابا[1] اھ ملخصًا۔	اجنبی کوئی بات کرے تو وُہ جواب نہیں رہتا بلکہ نیا کلام متصور ہوتا ہے، تو مذکورہ دونوں مسئلوں میں جواب صرف اتنا تھا طلاق دی گئی یا ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اگر خاوند جواب میں اتنی بات ہی کہتا تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم ہوتا اور نیت کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ پہلے گزرے مسائل میں اس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن جب ان دونوں مسئلوں میں خاوند نے، پہلے میں "جب توجائے" اور دوسرے میں "اگر تُو میری عورت ہو" جواب سے زائد کردئے تو یہ بیوی کو جواب نہ ہوا بلکہ نیا کلام بن گیا جس سے سوال والی اضافت ختم ہو گئی۔ اس قاعدہ کی علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جو علماء کے کلام کا خادم ہے۔ اسی قاعدہ پر ذخیرہ سے منقول ہے، ایک شخص نے دوسرے کو کہا آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو تو دوسرے نے جواب میں کہا خدا کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا، یہ کہہ کر وُہ اسی شخص کے گھر جا کر اس کے گھر والوں کے ساتھ ناشتہ کرتا ہے، تو قسم سوال کو جواب بنانا بھی ممکن ہے کیونکہ اس نے جواب پر کوئی حرف زیادہ نہیں کیا اس کے برخلاف اگر ہو مستقل زائد کلام کرتے ہوئے یہ کہتا خدا کی قسم میں تجھ سے ناشتہ نہ کروں گا، تو پھر صرف جواب ہونا ممکن نہیں (لیکن یہاں صرف ناشتہ نہ کروں گا، کہا جو کہ صرف جواب کے طور پر درست ہو سکتا ہے) اھ ملخصًا (ت)
فان قلت ماالجواب عن فرع الهندیة عن الخلاصة لوقالت طلقنی فضربها وقال لها اینك طلاق لایقع ولو قال اینك طلاق یقع[2] اھ فقد کانت	اس پر **اگر تیرا اعتراض ہو** کہ ہندیہ میں خلاصہ سے منقول مسئلہ کے بارے میں کیا جواب ہوگا جس میں عورت نے کہا مجھے طلاق دے تو خاوند نے اس کو مارا اور کہا یہ طلاق ہے، تو طلاق نہ ہو گی، اور اگر

[1] ردالمحتار بحوالہ ذخیرہ کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۵

[2] الفتاوی الہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

الاضافة موجودة فی السوال وھو لم یزد فی الجواب شیئا حتی یجعل کلامًا مبتدأ۔

یُوں کہا یہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہو جائے گی اھ، تو اس مسئلہ میں عورت کے سوال میں اضافت موجود ہے اور خاوند نے جواب میں کوئی زائد حرف ذکر نہیں کی، جس کو نیا مستقل کلام تصور کیا جائے۔ (ت)

قلت لما اخذیضربھا بعد قولھاطلقنی اورث ذٰلك احتمالًا فی کونه جوابًا وقال اینك طلاق می خواہی بل الظاہر من الضرب ھو الرد دون الجواب فان الجواب الجواب بمعنی قولھم یحتمل المسؤل وقبول المامول وھذا معنی قولھم یحتمل جوابًا وسبًّا او جوابًا وردًّا او جوابًا محضًا۔فاذا وقع الاحتمال لم یتیقن بکونه جوابا حتی یحکم بسرایة اضافة السوال الیه فمعنی قوله لایقع ای مالم ینووقوله یقع ای وان لم ینولوجود الاضافة حِ فی نفس الکلام۔

قلت (میں کہتا ہوں) جب خاوند نے طلاق کے مطالبہ پر بیوی کو مارنا شروع کیا تو اس وجہ سے یہ احتمال پیدا ہوگیا کہ یہ جواب ہے یا جواب میں رد کی کاروائی ہے۔ تو بیوی کے سوال پر مارنا ناراضگی کے طور پر مار کر کہا تو یہ طلاق چاہتی ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ مارنا ردّ ہے جواب نہیں ہے کیونکہ جواب کا معنی مسئول کا جواب دینا، اور سائل کی امید کو پورا کرنا، دونوں میں استعمال ہوتا ہے، فقہاء کے قول کہ "یہاں جواب اور گالی، یا جواب اور رَد یا محض جواب کا احتمال ہے" کا یہی مطلب ہے (یعنی جواب کے طور پر گالی یا رَد یا محض جواب (سائل کی امید کو پورا کرنا ہے) تو جب خاوند کی طرف سے کارروائی میں احتمال پیدا ہوگیا تو اب محض جواب ہونے کا یقین نہ رہا تاکہ سوال میں مذکور اضافت، جواب میں پائی جائے، تو مسئلہ میں "اینک طلاق" کے ساتھ خلاصہ میں "**لایقع**" (طلاق واقع نہ ہوگی) کا معنٰی یہ ہے یعنی جب تک نیتِ طلاق نہیں ہے اور "اینک طلاق" کے ساتھ "**یقع**" (طلاق ہو جائے گی) کا معنٰی یہ یعنی اگرچہ نیت نہ بھی ہو کیونکہ لفظوں میں اب اضافت موجود ہے۔ (ت)

الثالث ان لایشتمل کلامه علی الاضافة ولایکون خرج مخرج الجواب لکن یکون اللفظ خصّه العرف بتطلیق امرأة فحیث یطلق یفھم منه ایقاع الطلاق علی المرأة کقولھم الطلاق یلزمنی و

لفظی اضافت کی تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند کے کلام میں اضافت کی تیسری مذکور نہ ہو، اور نہ ہی اس کا کلام جواب کے طور پر ہو، لیکن عرف میں اس لفظ کو بیوی کو طلاق دینے کے لئے مختص کر دیا گیا ہو کہ جب دینا ہی سمجھا جائے۔ مثلًا کوئی کہے "طلاق مجھ پر لازم ہوگی"

الحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فانه کما قال فی ردالمحتار صارفاشیا فی العرف فی استعماله فی الطلاق لایعرفون من صیغ الطلاق غیرہ ولایحلف به الا الرجل فهھناوان لم تذکر الاضافة لفظا لکنها ثابتة عرفا ولامعهود عرفا کالموجود لفظا فمن ھٰھنا وجدت الاضافة فی اللفظ وحکم بالوقوع من دون نیة فهذه صورتحقق الاضافة فی اللفظ۔اما اذ خلاعنها بوجوهها الثلثة فح لابد من وجودها فی النیة فان نوی وقع والالا وهذا ماقال فی الهندیة عن المحیط لایقع فی جنس الاضافة اذا لم ینولعدم الاضافة الیها[1] اھ‌هذافیمابینه وبین ربه تعالٰی۔ اما قضاء فتنقسم هذا الصورة الٰی قسمین الاوّل ان توجد ھٰھنا قرینة یستأنس بها علی تحقق النیة ویکون هوالاظهر فی المقام فح یحکم بالوقوع مالم یقل انی لم اردهافان قاله فلا یصدق	یا "حرام مجھ پر لازم ہوگا" یا "مجھ پر طلاق ہے" یا "مجھ پر حرام ہے" جیسا کہ ردالمحتار میں بیان ہے کہ یہ الفاظ عرف میں طلاق دینے کے لئے استعمال میں مشہور ہوچکے ہیں حتی کہ عرف والے طلاق کے لئے دوسرے الفاظ سے واقف نہیں، اور ان الفاظ کو صرف مرد ہی طلاق کی قسم کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہاں پر اگر اگرچہ لفظوں میں اضافت مذکور نہیں، لیکن عرفاً اضافت ثابت ہے،اور عرفاً جو چیز معلوم ہو وہ ایسے ہی معتبر ہے جیسے لفظوں میں مذکور چیز ہوتی ہے تو یہاں اضافت پائی گئی تو وقوع طلاق کا حکم نیت کے بغیر کردیا جائے گا،یہ لفظوں میں اضافت پائے جانے کی صورتیں ہیں، لیکن جب کوئی کلام ان تین صورتوں کی اضافت سے خالی ہو تو پھر اضافت کا نیت میں پایا جانا ضروری ہے۔اگر نیت کرے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ہندیہ نے محیط سے نقل میں جو یہ کہا کہ اضافت نہ پائی جائے گی اھ کا مطلب یہی ہے۔یہ نیت کا معاملہ خاوند اور اس کے رب تعالٰی کے درمیان ہے۔یعنی دیانۃً یہ حکم ہے۔(ت) لیکن نیّت میں اضافت کا قضاءً حکم دو۲ قسم پر ہے:اوّل یہ ہے کہ ایسی صورت کہ جہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے محسوس کیا جائے کہ خاوند نے اضافت کی نیت کی ہے،اور یہ مقام کے لحاظ سے واضح ہوسکے،تو ایسے مقام پر طلاق کے وقوع کا حکم کیا جائے گا جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ

[1] فتاوٰیہ ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

الابالیمین فان حلف صدق لکونه امینا فی الاخبار عما فی نفسه وقداتی بمایحتمله کلامه وهذاماقال فی الهندیة عن خلاصة الفتاوٰی رجل قال لامرأته اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاءلایقع اذاقال لم انو الطلاق لانه لما حذف لم یکن مضیفا الیها[1] اھ فان الاضافة وان عدمت بوجوهها الثلثة لکن التعلیق علٰی قوله "اگر تو زن منی" یفید تبادر ارادة طلاق المرأة فیتوقف انتفاء الوقوع علی نفیه النیة ولایتوقف الوقوع علی اقراره بها، وعلم منها الفرعان المأران عن الامام نجم الدین وعن شیخ الاسلام ابی نصرفانها وان خرجا عن تحقق الاضافة لخروج الکلام عن الاجابة لکن الذی جری بینهما مع قوله فی الشرط "چوں تو روئے" "واگر تو زن منی" یفید ماذکرنا فلذا توقف عدم الوقوع علٰی ادعائه عدم

میں نے بیوی کا ارادہ نہیں کیا اور اگر اس نے ایسا کہہ دیا تو اس سے قسم لی جائے گی اور قسم کے بغیر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی، اگر اس نے قسم دے دی تو پھر اس کی تصدیق کر دی جائے گی اور طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اپنی نیت کے متعلق خبر دینے میں سے امین تصوّر کیا جائے گا جبکہ اس نے کلام بھی ایسی کی ہے جس میں گنجائش ہے، یہی وُہ صورت ہے جس کو ہندیہ میں خلاصۃ الفتاوٰی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو میری بیوی ہے تین طلاق، نسبت کی یاء کو طلاق سے حذف کرکے کہا تو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب وہ یہ کہے کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت نہیں کی ہے، کیونکہ جب اضافت حذف ہے تو طلاق کی اضافت عورت کی طرف نہ ہوئی اھ، کیونکہ اگرچہ اضافت تینوں لفظی طریقوں سے نہ پائی گئی لیکن خاوند نے "اگر تُو میری بیوی ہے" سے تعلیق کی ہے جس سے فہم میں یہی آتا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق کہی ہے، اس لئے طلاق کا عدمِ وقوع خاوند کی وضاحت پر موقوف ہوگا کہ بیاںنے نیّت نہیں کی، لیکن اس مسئلہ میں طلاق کا وقوع خاوند کے اقرار نیت پر موقوف ہوجائے گی نہ ہوگا (بلکہ نفی نہ ہونے پر خود بخود طلاق واقع ہوجائے گی) تو اس بحث سے امام نجم الدین اور شیخ الاسلام ابونصر کے مذکورہ دونوں مسئلے واضح معلوم ہوگئے، کیونکہ یہ دونوں مسئلے اگرچہ اضافت سے خالی ہیں اس لئے کہ

[1] فتاوٰی ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

النیۃ ومنہ فرع البزازیہ والخانیۃ قال لہا لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکرہ حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ[1] اھ وذٰلك کما افادالشامی ان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقہا لابطلاق غیرہا فقولہ انی حلفت بالطلاق ینصرف الیہا مالم یرد غیرہا لانہ یحتملہ کلامہ[2]اھ ومنہ فرع القنیۃ عن الامام برھان الدین محمود صاحب المحیط،رجل دعتہ جماعتہ الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لااشرب وکان کاذبا فیہ ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفۃ لایطلق[3]اھ فقول البزازیۃ لایقع دیانۃ ان لم ینوقضاءً ایضا ان قال لم انو بدلیل قول قولہ فالقول لہ،وقول البرھان طلقت ای قضاءً مالم یقل انی لم اردھا کما قال الشامی انہ یمکن حملہ علی ما اذا لم یقل انی اردت الحلف بطلاق غیرہا فلایخاف فی البزازیۃ[4]اھ وقول صاحب التحفۃ لایطلق	یہ دونوں جواب میں نہیں ہیں، لیکن خاوند بیوی میں جو گفتگو ہے اس میں خاوند نے شرط کے الفاظ کہے "تیری منہ جیسی کو "اور دوسرے میں "اگر تو میری بیوی ہے "یہ گفتگو ہمارے بیان کے مطابق فائدہ دے رہی ہے،اس لئے ان میں طلاق نہ ہونا خاوند کی طرف سے نیت نہ ہونے کے بیان پر موقوف ہوگا،اور اسی قبیل سے بزازیہ اور خانیہ کے بیان کردہ دونوں مسئلے ہیں کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ "میری اجازت کے بغیر مت جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے"بیوی باہر نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہ کیا جس کی وجہ سے کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال ہوسکتا ہے تو اس لئے خاوند کی بات قابل قبول ہوگی اھ اس کو علامہ شامی نے یوں بیان کیا ہے کہ عادت یہ ہے کہ جس کی بیوی ہو وہ اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے نہ کہ غیر کی طلاق کے لئے،اس لئے خاوند کا کہنا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے،بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی تاوقتیکہ غیر بیوی کو مراد لینا بیان نہ کرے، کیونکہ بیوی کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے غیر کا بھی احتمال ہے اھ اسی ضابطہ کے تحت

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰

[2] ردالمحتار باب الصریح کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[3] القنیۃ کتاب الایمان المطبعۃ المشہرۃ النہانندیۃ ص۱۱۵،ردالمحتار بحوالہ القنیۃ کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹

[4] ردالمحتار بحوالہ القنیۃ کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

دیانۃ ظاہر لان الاخبار انما کان کاذبًا اما قولی انما یصدقہ بالیمین فلما صرحوا بہ من انہ حیث یکون القول لہ فانما یصدق بالیمین کماصرح بہ فی التبیین وغیرہ[1]۔	قنیہ میں ذکر کردہ امام برہان الدین محمود صاحب محیط کا بیان کردہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو چند لوگوں نے شراب پینے کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے اس لئے میں شراب نہیں پیوں گا تحفہ نے کہا کہ دیانۃً طلاق نہ ہوگی اھ۔ان مذکورہ تینوں حضرات کے مسائل میں بزازیہ کا یہ کہنا کہ "نہ واقع ہوگی"اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیّت نہ کی ہو تو دیانۃً نہ ہوگی،اور اس نے اپنے بیان میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کا ارادہ نہیں کیا۔علامہ شامی نے فرمایا کہ اس بات کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ میں نے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم کھائی ہے،لہٰذا یہ صورت خاوند کی قسم والی خبر جُھوٹی ہے،باقی میرا یہ کہنا کہ خاوند کی تصدیق اس کے حلف پر کی جائے گی کیونکہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جہاں وُہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح کی ہے جہاں وُہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح تبیین وغیرہا میں موجود ہے۔(ت)
الثانی ان لاتکون ھنا قرینۃ ذٰلک وحٍ یتوقف الوقوع علی اخبار بالنیۃ فان اقرّوقع والا لا اذلا سبیل الی الحکم بالوقوع بالشك وھذا ماقال فی الھندیۃ عن الخلاصۃ سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھافقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال	دوسری قسم یہ ہے کہ وہاں یہ قرینہ پایا جائے،تو وہاں طلاق کا واقع ہونا خاوند کے اس بیان پر موقوف ہوگا کہ میں نے بیوی کی نیت کی ہے لہٰذا وہاں نیت میں بیوی مراد لینے کا اقرار ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں،کیونکہ محض شک کی بنا پر طلاق کے حکم کا کوئی مطلب نہیں ہے۔اس قسم کی صورت وُہ ہے جس کو ہندیہ نے خلاصہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کسی نشے والے بیوی بھاگ گئی تو اس نے تعاقب کیا

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لا یقع اھ[1] وفی مجموعۃ انقروی عن البزازیۃ فرت ولم یظفربھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا[2] اھ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ[3] اھ فقد الوقوع علی اقرارہ انہ عنی امرأتہ۔	اور وُہ کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا فارسی میں "سہ طلاق" (تین طلاق کے ساتھ) تو اس صورت میں اگر وہ نشے والا کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی مراد لے کر کہا ہے تو طلاق ہوگی اور اگر کچھ بھی بیان نہ کیا تو طلاق نہ ہوگی اور اگر کچھ بھی بیان نہ کیا تو طلاق نہ وگی اھ اور یوں ہی مجموعہ انقرویہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ بیوی بھاگی اور وُہ کامیاب نہ ہوا تو کہہ دیا "تین طلاق"۔اس پر خاوند نشے والا یہ کہے کہ میں نے بیوی کے ارادے سے کہا ہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں اھ۔اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے "طالق" کہا،پُوچھا تو نے کس کو کہا ہے؟ تو اس نے کہا اپنی بیوی کو،تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،یہاں پر انہوں نے طلاق کے وقوع کو اقرار سے معلّق کیا ہے کہ وُہ یہ کہے کہ میں نے بیوی مراد لی ہے۔(ت)
فان قلت ماالفرق بین ھذہ الفروع وبین قولہ حلفت بالطلاق فان الرجل کما لایحلف عادۃ الا بطلاق امرأتھا کذٰلك لایقول سہ طلاق او طالق الا لھا فکان ینبغی الوقوع مالم یقل لم اعنھا۔قلت الفرق بین فان ارادۃ الحلف بالطلاق متحققۃ بصریح قولہ حلفت.فیحمل علی الظاہر المعتاد مالم یصرف	**فان قلت** (اگر اعتراض ہو کہ) ان مذکورہ مسائل جن میں وقوعِ طلاق کے لئے تصریح ضروری ہے اور اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ "میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" میں کیا فرق ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا کسی دوسری عورت کے طلاق کی نہیں،یونہی کوئی بھی "تین طلاق" یا "طالق" بھی اپنی بیوی کے لئے ہی استعمال کرتا ہے مناسب تھا کہ وقوع ہی مراد ہو جب تک وُہ یہ نہ کہے میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی (پھر کیا وجہ کہ حلف والی صورت میں طلاق ہونا ظاہر ہے اور دوسری یعنی سہ طلاق یا صرف طالق والی صورت میں طلاق نہ ہونا ظاہر ہے)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

[2] فتاوٰی انقروی مایقع الطلاق ومالا یقع بہ دارالاشاعت العربیہ قندھار ۱/ ۷۴

[3] بحرالرائق باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۳

اماھٰھنا فارادۃ الایقاع غیر متحققۃ ولعل فی نفسہ سہ طلاق دادنش بایر ادسہ طلاق راسزا وارست واما ھو جالس فی بیتہ فابتدأیتلفظ بلفظ طالق فکیف یجوز الحکم بانہ ارادبہ ایقاع الطلاق علی امرأتہ ولیس فی حال ولاقال دلیل علیہ فوجب التوقیف علی اجارہ عمافی نفسہ' ھذاکلہ مافاض اجارہ عمافی نفسہ' ھذاکلہ مافاض علی قلب العبدالذلیل من بحار فیوض الرب الجلیل فقد التأمت الفروع جمیعا وارتفع الاضطراب ونزل کل فرع منزلہ من الصواب والحمدللہ رب العالمین۔	**قلت**(میں کہتا ہوں کہ)فرق واضح ہے کہ کیونکہ پہلی صورت "میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی" میں تصریح ہے، میں نے قسم کھائی، تواس کو عام فہم معنٰی پر محمول کیا جائے گاجب تک کوئی مخالف وضاحت نہ پائی جائے،اور یہاں یعنی تین طلاق یا "طالق" کیا صورت ہیں طالق کو واقع کرنے کا ارادہ متحقق نہیں کیونکہ ہوسکتاہ کہ اس کو تین طلاق دینے سے اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق کے قابل ہے، لیکن ایک شخص گھر بیٹھے صرف لفظ "طالق" سے بات کی ابتداء کرتا ہے اور طلاق کو واقع کرلے کا کوئی حال یا کوئی بات قرینہ نہ ہو جو دلیل بن سکے تو بلاوجہ کیسے کہاجاسکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کاارادہ کیا ہے اس لئے ایسی صورت میں اپنے دل کی بات واضح کرنے پر حکم موقوف رہے گا۔ یہ تمام بحث بندہ ناچیز کے دل پر رب جلیل کے فیوضات کے سمندر سے وارد ہوئی ہے، تواس سے تمام صورتیں آپس میں موافق ہوگئیں اور اضطراب ختم ہوگیا، اور ہر مسئلہ اپنے صحیح مقام پر منطبق ہوگیا الحمدللہ رب العالمین۔(ت)
نعم بقی ھھنا فرع فی الھندیۃ عن الخلاصۃ لاقالت گراں بخریدی بعیب بازدہ فقال بعیب بازدادمت ونوی یقع بہ الطلاق ولو قال بہ عیب بازدادم بغیر التاء لایقع وان نوی[1] اھ فان الفصل الاخیر منہ من القسم الاخیر الذی ذکرنا فکان ینبغی علی ما اصلنا لایقع دیانۃ مالم ینوولاقضاء	**ہاں** یہاں ہندیہ کا خلاصہ سے منقول ایک مسئلہ رہ گیا ہے کہ اگر بیوی نے خاوند کی وجہ سے واپس کردے، توجواب میں خاوند نے کہا عیب کی بناء پر میں نے تجھے واپس کیا، طلاق کی نیّت سے کہا تو خاوند کے اس قول سے طلاق ہوجائے گی، اور اگر خاوند نے جواب میں صرف یہ کہا میں نے عیب کی بناپر واپس کیا، بیوی کو خطاب کے بغیر کہا، تو طلاق کی نیت ہو کہ تو بھی طلاق نہ ہوگی اھ یقینا اس مسئلہ میں جواب

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۱

مالم یخبر عن نیة الطلاق لاان لایقع وان نوی فانه یفید انه بدون التاء لیس من الفاظ الطلاق اصلا کقوله لاحاجة لی فیك ولارغبة اولااشتیك وامثال ذٰلك وهو کما تری مشکل فلع المعنی ان اللفظ من الکنایات وهو مع التاء ایضا محتاج الی النیة کما لایخفی فاذاعدم التاء احتاج نیتین نیة الطلاق ونیة الاضافة ولاشك ان احدهما لاتکفی، فقوله قال بعیب بازدامت ونوی، لیس معناه الیها لاجل کون اللفظ من الکنایات فهی المرادة ایضا من قرینة اعنی قوله فی الفصل الاخیروان نوی ای لوقال بغیر التاء لایقع وان نوی باللفظ الطلاق لخلوه عن الاضاۃ فیحتاج بعد الی شیئ اٰخروهی نیة الاضافة فافهم وتأمل لعل الله یحدث بعد ذٰلك امرا۔ هذاوبما تقرر تحرر ان لااعتراض علی الفاضل

کی دُوسری صورت ہمارے پہلے ذکر کردہ آخری مسئلہ کی صورت سے متعلق ہے تو ہمارے بیان کردہ ضابطہ کے تحت جب تک نیت نہ کریگا دیانۃً طلاق نہ ہوگی اور قضاءً بھی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک طلاق کی نیت سے مطلع نہ کرے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خطاب کے بغیر نیّت کے باوجود، طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے تو لازم آئے گا کہ خطاب کے بغیر "عیب کی بناپر واپس کیا" یہ الفاظ طلاق میں سے ہی نہ ہوا جیسے "تیری مجھے حاجت نہیں" اور رغبت نہیں یا تجھ سے شوق نہیں رکھتا وغیرہ الفاظ طلاق کے لئے نہیں ہیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ بات مشکل ہے۔ تو اس کا حل یوں ممکن ہے کہ "تجھے عیب کی بناء پر واپس کیا" بیوی کے جواب میں خطاب کرکے کہا ہو تو یہ ایسا کنایہ ہے جس مین ایک نیت کی ضرورت ہے، اوراگر بغیر خطاب کہا تو دو نیتوں کی ضرورت ہے، ایک نیتِ طلاق دوسری نیتِ اضافت، اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی صورت میں ایک نیت کافی نہیں، تو خاوند کا یہ کہنا "میں نے تجھے عیب کی بناپر واپس کیا" اور نیت کی تو وُہ طلاق کی نیت ہوگی جس کی ضرورت تھی کیونکہ یہ لفظ، طلاق سے کنایہ ہے تو نیت سے مراد، طلاق کی نیت ہے نیز اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ مسئلہ کی دوسری صورت یعنی بغیر خطاب کہا ہو تو وہاں یہ کہا گیا ہے طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ خطاب کے بغیر یہ صورت اضافت سے خالی ہے، لہٰذا اس کے بعد ایک دوسری شیئ کی احتیاجی ہوگی اور وہ اضافت کی نیت ہے (یعنی نیّت اضافت کا محتاج ہوگا) پس

الشارح ولاعلی العلامۃ البحر رحمۃ اللہ علیہ فانھما اتیابعین مافی الوجیز والخانیۃ فانھما ایضا نصا علی عدم الوقوع وعللا بترك الاضافۃ' فکما وجب حمل کلامھما علی ماتقدم کذالك یحمل علیہ کلام ھذین الفاضلین، بیدان الامامین اتیابعدہ بما اوضح المراد من قولھما ان القول قولہ والفاضلین اقتصرا علی ذٰلك فبقی کلامھما علی الایھام، ولیس فی کلامھما ان الاضافۃ الصریحۃ اللفظیۃ شرط للوقوع حتی یتوجہ علیہ بقیۃ کلام الفاضل المحشی رحمہ اللہ تعالٰی نعم علل الفاضلان الشارحان الحلبی و الطحاوی بان الاضافۃ شرط حق فی نفسہ کما قررنا و لکن لایصح ح الجزم بعدم الوجد ان فان الشرط مطلق الاضافۃ نصًا او عرفًا او جوابًا والمفقود جزما ھی الاضافۃ اللفظیۃ المنصوصۃ ولیست بشرط فالاخذان کان فعلی المحشیین دون الفاضلین العلامتین۔ اللّٰھم الافی ترك الایضاح کما علمت، ھکذا ینبغی تحقیق المقام واللہ ولی الفضل والانعام۔

سمجھو اور غور کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی سبیل پیدا فرمادے، اسے مضبوط رکھو۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ فاضل علامہ بحر رحمہما اللہ تعالٰی پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ انہوں نے وہی کچھ کہا جو وجیز اور خانیہ میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ ان (وجیز و خانیہ) دونوں نے مذکورہ میں یہ طلاق نہ واقع ہونے کی تصریح کی اور اس کی وجہ ترک اضافت کو قرار دیا، تو جس طرح وجیز اور خانیہ کی عبارت کو مذکورہ معنٰی پر محمول کرنا ضروری ہوا یونہی ان دونوں فاضل حضرات شارح و بحر کلام کو اسی معنٰی پر محمول کرنا ضروری ہے، صرف اتنا ہوا کہ دونوں اماموں وجیز وخانیہ نے اس کے بعد اپنی مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی، جبکہ دونوں فاضل حضرات نے عدمِ وقوع طلاق کے ذکر پر اکتفاء کیا جس کی بناء پر ان کی کلام میں احتمال کی گنجائش رہ گئی حالانکہ ان دونوں حضرات کے کسی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اضافت کا لفظوں میں صریح طور پر مذکور ہونا وقوعِ طلاق کے لئے ضروری ہے تاکہ بقیہ کلامِ فاضل محشٰی سے اس پر اعتراض ہوسکے ہاں، فاضل حلبی اور فاضل طحاوی دونوں حضرات نے شرح میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ اضافت شرط ہے جو یہاں موجود نہیں ہے تو ان دونوں حضرات کا یہ کہنا بجا ہے کہ اضافت شرط ہے، جیسا کہ نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کا یہ ہر کہنا کہ یقینا یہاں اضافت نہیں پائی گئی، یہ درست نہیں کیونکہ اضافت کا پایا جانا شرط ہے خواہ بطور نص ہو، یا عرف یا جواب کے طور پر ہو، اضافت کے صرف صراحتًا لفظی طور پر مفقود ہونے پر شرط کے مفقود ہونے کا قول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ صرف لفظی طور پر مذکور ہونا شرط نہیں ہے۔ غرضیکہ اگر مواخذہ ہو بھی تو دونوں محشٰی حضرات پر ہوگا

	نہ کہ فاضلین شارح وبحر پر۔ہاں ان پر وضاحت نہ کرنے کااعتراض ہوگا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا،اس مقام کی تحقیق یُوں مناسب ہوگی جبکہ اللہ تعالٰی ہی فضل وانعام کا مالک ہے(ت) [یہاں سے غیر مربوط عبارت کو خارج کردیا گیا ہے]

مسئلہ ۱۲۲: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلائے خان خاناں جناب احمد رضاخاں صاحب دام لطفہ،السلام علیکم! اگر بے اضافت طلاق دے جائے تو کیاحکم ہوگا واقع ہوگی یانہ؟ قاضی خاں مجتہد المسائل سے ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے مابین اختلاف ہو تو کس پر حکم دیا جائے؟

الجواب:

طلاق بے اضافت میں جبکہ ایقاع مفاد ہواُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے،اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے،یہی مفادِ قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا،ان میں تخالف نہیں،خانیہ میں **فالقول قوله صراحة** (خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ت)اسی پر دال ہے **وتمام تحقیقه فی رسالتنا فی الباب** (اس کی مکمل تحقیق اس مسئلہ سے متعلق ہمارے ایک رسالہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۳: (سوال منقول نہیں)

(۱) اجمالی جواب بذریعہ تار برقی

اگر طلاق کی نیّت تھی تین طلاقیں ہوگئیں۔

(۲) تفصیلی جواب بذریعہ ڈاک

جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلًا نہ تھی کہ تجھ کو یا فلاں عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلان کو طلاق ایک،دو تین،نہ دینے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہُوئی جس کے باعث بحسب ظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا،نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اس پر ایقاع سمجھے جاتے،مثلًا وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہوں مجھے طلاق دے،بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا،تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناوصف ومحتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں،ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین کتنی چاہتی ہے جس کے باعث عنداللہ یہاں مدار نیّت شوہر پر ہوا،اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ

کچھ نہیں، اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عند الناس بھی بیان شوہر کی طرف رجوع ضرور، اگر وہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طلاق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اس سے نکاح نہ کرسکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدّت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے وُہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی **فان الیقین لایزول بالشک** (کیونکہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ت) اگر واقع میں اس نے نیّت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جلا وعلا۔ **لَاتَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی**[1] (کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ت) عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرامکار ٹھہرے گی **فانھا مکلفۃ بالظاہر واللہ تعالٰی یتولی السرائر** (کیونکہ وہ عورت ظاہر حکم کی مکلّف ہے رازوں کا اللہ تعالٰی ہی حاکم ہے۔ت) ہندیہ میں محیط سے ہے:

لایقع فی جنس الاضافۃ اذالم ینولعدم الاضافۃ الیھا۔[2]	اضافت والے معاملہ میں طلاق نہ ہوگی جب تک اضافت کی نیّت نہ کی ہو کیونکہ بیوی کی طرف اضافت نہ ہوئی۔(ت)

اسی میں خلاصہ سے ہے:

سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع۔[3]	نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے تعاقب کیا، ناکامی پر کہا، تین طلاق پر۔ اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی ہے۔ تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر کچھ نہ بتایا تو نہ ہوگی۔(ت)

انقرویہ میں بزازیہ سے ہے:

فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق	بیوی بھاگی تو خاوند نے ناکامی پر کہا: تین طلاق،

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

ان قال اردت امرأتی یقع والالا۔[1]	اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی تھی تو طلاق ورنہ نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

لوقال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ[2]۔	اگر خاوند نے کہا "طالق"۔اس سے پوچھا گیا کہ تیری کیا مراد ہے جواب دیا کہ میری بیوی مراد ہے تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔(ت)

عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے:

قالت طلقنی فضربہا وقال لہا اینك طلاق لایقع ولو قال اینکت طلاق یقع۔[3]	بیوی نے کہا: "مجھے طلاق دے"،تو خاوند نے اس کو پیٹ دیا اور کہا "یہ طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی،اور اگر کہا "یہ طلاق تجھے طلاق ہے" تو طلاق ہوجائیگی۔(ت)

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل وناصواب تھا بحالِ نیت تین طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال،اور بحالِ عدمِ نیّت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال،اور پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورتِ نیّت ہیں،نہ مطلقًا۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ بدو دربان چٹکل ومحمد سراج الحق امامِ مسجد جامع ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

محمد ظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہورہا تھا اس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑوگے تو تم سُور کھاؤ،اسی طرح تین مرتبہ بولی،مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں،پھر اس نے بلاقصد غصّہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق،بغیر مخاطب کرنے کسی کو اب شرعًا صورتِ مسئولہ میں ظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟

الجواب:

تین طلاقیں ہوگئیں،بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی انقرویہ الفصل مایقع بہ الطلاق ومالایقع بہ دارالاشاعت قندھار افغانستان ۱/ ۷۴

[2] بحرالرائق باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۳

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

مسئلہ ۱۲۵: از مؤناٹ بھنجن دفتر مدرسہ دارالعلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ نقل اسٹامپ قیمتی عہ۔
جمن ابن منا، میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کی اُلفت کا خرچ بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کی حکم عدولی کروں تو آپ اور سب پنچ جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے ماں اور باپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء، اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق۔ نشانی انگوٹھا جمن مقر، اسمائے شاہدان (۲) علیم اللہ ستار باز۔ ہماری لڑکی الفت جو ہے اگر ہم قضا کر جائیں تو ہمارے گھر سامان اور جتنا مال ہو اور جتنا ہم پر قرض ہو سب الفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ وہ لے اور دوسرے کا تعلق نہیں، باقی گواہ اوپر گزرے، دستخط عبدالرحمٰن قول اجمیری بقلم خود، محمد ابراہیم ابن محمد اسمٰعیل۔ یہ فتوی بمبئی سے آیا ہے مگر سوال نہایت مہمل یعنی اقرار نامہ کا ہے، ای روپیہ کا اسٹامپ پر اقرار نامہ تحریر ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ جمن کا نکاح اس اقرار نامہ کے چار روز بعد ہوا، بعد نکاح جمن مذکور الفت کو لے کر اپنے سسر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوئے علیم اللہ اپنے سسرال اور بیوی کو بھی چھوڑ کر بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے، نوٹس بھی مسماۃ الفت و علیم اللہ ستار باز کے طرف سے دیگئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہٰذا اب مسمّاۃ الفت مطلّقہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

صورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہوسکتی، قطع نظر اُس نقص کے جو الفاظ اقرار نامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اس میں جمن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی، جب یہ اقرار نامہ نکاح س پہلے لکھا گیا اور اس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یُوں لکھا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو الفت پر تین طلاقیں، اور ویسا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی اذلا ملک حینئذ والا اضافۃ الیہ والیہ الی سببہ فلغی (کیونکہ ابھی تک ملکیت نہیں اور نہ ہی ملکیّت کی طرف نسبت اور نہ ملکیت کے کسی سبب کی طرف نسبت ہوئی، تو کلام لغو ہو۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۶: موضع مانیاوالہ ضلع بجنور از کفایت علی صاحب وحمایت علی صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ
حضورِ والا! بعد سلام عرض ہے کہ غلام کی بیوی اطاعت نہیں کرتی، سمجھا اثر نہیں کرتا، والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دے دو تو حضور اس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دوسو پانچ ۲۰۵ اشرفیاں میں نے قبول کرلیا تھا، عورت معاف نہیں

کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گورنمنٹی کاغذ اسٹامپ نہیں ہے کچہری سے بھی عورت کا ولی ایک کوڑی نہیں لے سکتا، یہاں کے مولوی سے دریافت کیاتو یہ کہاکہ شرعًااسے ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اس کے بعد قبل جماع اس سے ایک بار کہئے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اسے چھوڑے رہئے اور اس سے بالکل الگ رہئے یہاں تک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہر کر ختم ہو جائیں اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی، اور مہر وہ معاف نہ کرے تو بہر حال دوسو پانچ اشرفیاں دینالازم ہوں گی، وہ کوئی جاہل شخص تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۷: از بچناتھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچناتھ باڑہ ۱۳ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ اسی وقت اس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

طلاق ہو گئی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں **فان ازالۃ لاعقد کما لایخفی** (کیونکہ یہ ازلہ نکاح ہے نکاح نہیں ہے (تاکہ حاضری ضروری ہوتی) جیساکہ مخفی نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۸: از پیلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سُنی نہ دوسرے آدمی نے، اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے، پس طلاق ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُننا ضرور نہیں بلکہ جبکہ شوہر اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عنداللہ طلاق ہو گئی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق

دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی، یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تومذہب اصح میں یُوں بھی نہ ہوگی۔

فی الدر المختار ادنی الجھرا اسماع غیرہ ادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذٰلك فی کل مایتعلق بالنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ،وعتاق وطلاق واستثناء فلوطلق او استثنٰی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح [1] اھ بالاختصار۔واللہ تعالٰی اعلم۔	در مختار میں ہے کم از کم جہر یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور کم از کم خفاء یہ ہے کہ خود سُن سکے۔یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو،جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ،سجدہ تلاوت پر سجدہ کا وجوب،غلام کو آزاد کرنا،طلاق دینا،اور کلام میں کوئی استثناء کرنا،لہٰذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سنا تو اصح مذہب پر طلاق اور استثناء صحیح ہوگا اھ اختصارًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹: از بدایوں فرشولی ٹولہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۲۷رجب ۱۳۲۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے اور زید اپنے والد کو مخاطب کرکے بموجودگی والدین ہندہ یہ کہا میری بیوی کا نکاح ولید سے کرادو۔اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین کی عدم موجودگی میں ایک غیر مخاطب کرکے کہا میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتاہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں۔وہ شخص ان الفاظ کو سُن کر چلنے لگا تو زید نے پھر انہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی،ہندہ حاملہ تھی،اور اسی زید نے اسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی میرے ساتھ کردیں اور میں اپنے الفاظ اب واپس لیتا ہوں،واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہُوں۔یہ واقعہ ۱۰جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری نبوی کا ہے۔زید عرصہ زائد از سال سے بعارضہ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یانہیں؟اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے اظہار کیاکہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتاہُوں طلاق دیتاہُوں طلاق دیتاہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کانہ کہا تھا،نہ نام نہ نسب،نہ وصف نہ لقب،نہ اشارہ مثلًا فلاں عورت یافلان کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم

[1] درمختار فصل ویجھر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰۔۷۹

کانہ تھا، نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو، بلکہ ابتداءً یہی الفاظ اُس نے مکرر کہے اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وُہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکمِ طلاق نہ دیا جائے۔

وذٰلك لان زيد اينكر ارادة الطلاق بها والاضافة كما فى السؤال فيكون القول قوله بيمينه وان كان الظاہر ارادة المرأة بذٰلك لانه نوى محتمل كلامه فيصدق۔	یہ اس لئے کہ زید طلاق کے ارادے سے انکاری ہے اور اضافت سے بھی انکاری ہے جیسا کہ سوال میں ہے تو قسم لے کر اس کی بات مان لی جائے گی اگرچہ ظاہری طور اس سے بیوی مراد ہو سکتی ہے لیکن کلامِ خاوند میں احتمال پایا جاتا ہے جس کی نیت پر خاوند پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

خانیہ وبزازیہ وغیرہا میں ہے:

قال لها لاتخرجى من الدار الاباذنى فانى حلفت يا لطلاق، فخرجت لايقع لعدم ذكره حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له۔[1] اھ۔	خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو بیوی نکل گئی، اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، کیونکہ قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں ہے، جبکہ قسم میں کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے لہذا خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

سئل شيخ الاسلام الفقية ابونصر عن سكران قال لامرأته اتريدين ان اطلقك فقالت نعم، فقال اگر تو زن منى يك طلاق دو طلاق سه طلاق قومى واخرجى من عندى وهو يزعم انه لم يرد به الطلاق فالقول قوله۔[2]	شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشہ والے نے اپنی بیوی کو کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟" تو بیوی نے کہا ہاں، تو خاوند نے کہا "اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اٹھ جا، نکل میرے پاس سے"۔ اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق مراد نہیں لی، تو اس کی بات، معتبر ہوگی۔ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الهندية كتاب الايمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲۷۰/۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فى الطلاق بالالفاظ الفارسية كتاب الايمان ۳۸۳/۱

یونہی اس کے پہلے لفظ کہ "تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے یا اس کا نکاح ولید سے کرادو" محتاج نیت ہیں، اگر بہ نیتِ طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوئی، اور نیتِ طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں اور اس بارے میں کہ ان الفاظ سے اس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی، اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکمِ طلاق نہ ہوگا، پھر واقع میں نیت کی تھی اور جُھوٹی قسم کھالی تو وبال اُس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے

فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں لوقال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنك وفی الذخیرۃ اذھبی وتزوجی لایقع الابالنیۃ وان نوی فھی واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلاث فثلاث[1]	قاضی خان کی شرح وجامع صغیر میں ہے: خاوند نے بیوی وکہا "جاؤ نکاح کرو" اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے ممکن ہو تو نکاح کرو۔ اور ذخیرہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "جاؤ نکاح کرو" تو نیت ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوگی۔ (ت)

غرض یہاں مدار اس حلف پر ہے اگر ان سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدّت میں خواہ عدّت کے بعد اس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی حاجت بے حلالہ اس سے نکاح نہ کرسکے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ زید کا مراد اس حد کو نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہوگیا ہو کبھی غافلوں کی سی بات کرے، کبھی خاصے پاگلوں کی سی، اور اگر یہ حالت ہے (اور اللہ خوب جانتا ہے) تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس نے وُہ سب الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ درمختار میں ہے:

لایقع طلاق المجنون والصبی والمعتوہ[2] الخ ملخصاً۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	مجنون، بچّہ اور ذہنی مریض کی طلاق واقع نہ ہوگی الخ ملخصًا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۴

[2] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷

مسئلہ ۱۳۰: ازمارہرہ شریف ضلع ایٹہ محلّہ کمبوہ مرسلہ چودھری عبدالرحمٰن صاحب ۱۸شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین،ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو،اس کا خاوند اُسے ستاتا ہو تو وُہ لاچار ہو کر جواب طلب کرے تو وُہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادانہ کرے تو پھر وُہ غصّہ میں جواب یعنی طلاق کاارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے،تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں،دوسرے یہ کہ وُہ عورت مجبور ہو کر کسی مرد سے عقد کرلے اور اس پانچ ماہ تک میاں بی بی کاواسطہ رہےاور ایک اس مرد سے لڑکا پیدا ہو گیا،پھر اُس پہلے خاوند نے دعوی کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی غرض یہ کہ وہ واپسی لینا چاہتا ہے تو وُہ عورت شرعًا پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں؟

الجواب:

بیانِ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ شوہر اوّل دینے کامقر ہے مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی چار اشخاص کے سامنے نہ دی،لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے،اگر ایسا ہے تو اس کا دعوی باطل ہے،طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہو جاتی ہے،اگر عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح ہوگااور پہلے شوہر کو اس پر کچھ دعوی نہیں پہنچتا،ہاں اگر شوہر سرے سے طلاق دینے سے منکر ہو اور عورت کا نکاح ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اس لڑکا پیدا ہونا،ان باتوں کی شوہر اوّل کو خبر نہ ہو کہ کسی دوسرے شہر میں ہُوئی ہوں،بعد اطلاع اس نے دعوی کیا تو ضرور اس کا دعوی قابل سماعت ہےاور عورت کا بیان کہ اس نے طلاق دے دی تھی بے گواہانِ شرعی ہر گز مسموع نہیں،عورت شوہر اول کو دلادی جائے گی،پھر اگر واقع میں اس نے طلاق دے دی تھی اور جُھوٹ انکار کیا تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اسے سے دور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کرسکے وبال اس پر ہے،اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از پیلی بھیت محلّہ پکسریا مسئولہ عبدالرحمٰن گھڑی ساز ۲۰رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سُنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اس کے عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے اس کو کس طرح کر سکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یُوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوئی ہی نہیں،اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک

آنے کے قابل تھی اگرچہ مینہ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہو گئی اگر رجعی تھی تو عدّت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور مغلظ تھی تو بے حلال نکاح نہیں ہو سکتا، یہ ان الفاظ پر موقوف ہے جس اس نے کہا اور جتنی باز کہا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۲: ازامریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۱۵ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمّی زید نے غصّہ میں آکر پانی منکوحہ مسمّاۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان وایک عورت قوم ہنود کے رُوبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے شخص مسلمان کے رُوبرو دومرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے کہا کہ وُہ سننے میں نہیں آیا، وُہ عورت اہل ہنود جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سنا یہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا، زید ایک شخص بالکل جاہلِ اور اُمّی ہے، اس وقت زید وہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو؟

الجواب:

اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے، اللہ سے ڈرے، اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر وُہ منکر ہے اور سوا اُس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں، جب تک عدّت میں ہے وہ عورت کو رجعت کر سکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اس کے زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وُہ اور دو یہ مل کر تین ہو گئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہو گی، یوں ہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۳: از رامپور مسئولہ محمد سعید

زید نے بحالتِ غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا، اب اس صورت میں طلاق ہو گی یا نہیں؟

الجواب:

ایک طلاق رجعی ہُوئی، غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالبًا طلاق بحالتِ غضب ہی ہوتی ہے **والدھش شیئ اٰخر بینہ فی الخیریۃ وردالمحتار وتحقیقہ فی فتاوٰنا** (مدہوش اور چیز ہے، اس کو خیریہ اور ردالمحتار

میں بیان کیا ہے، اور اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: کیافرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ غصّہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دوبارہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مسئولہ میں دوطلاقیں رجعی واقع ہُوئیں، حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدّت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انتضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور ایامِ عدّت حرہ موطوہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ، اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ، اور طریق رجعتِ یہ ہے کہ مطلّقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت کس کرے یا بوسہ یا جماع کرے۔ بہتر طریق اول ہے،

فی تنویر الابصار وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کو امل، وفی من لم تحض بصغر اوکبر ثلثۃ اشھر، وفی امۃ تحیض حیضتان، وفی امۃ لم تحض نصف الحرۃ[1] ملخصًا، وفیہ ھی استدامۃ الملك القائم فی العدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تنویر الابصار میں ہے وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لئے تین حیض کامل، اور جس کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لئے تین ماہ، اور لونڈی حیض والی کے لئے دو حیض اور غیر حیض والی کے لئے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ۔ اور اسی میں ہے: رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵: ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے، اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے علیحدہ ہو تو بارہا یہی کہا کہ طلاق دے دی، تو طلاق ہُوئی یا نہیں؟ اگر ہو گئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے؟

الجواب:

اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اوروں کے پُوچھنے پر کہا اور وُہ قسم کھا کر کہہ دے کہ

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العدّۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵-۲۵۶

میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے پُوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہُوئی اگر رجعی تھی رجعت کرسکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اس سے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از شہر مسئولہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور میرے ماں بھائی ایک ہی مکان رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور برا بھلا کہتا تھا تو میں ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا کیا کام ہے تونے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب:

اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہوگئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی، ہاں اگر ہاں پہلے لفظ سے بھی کہ "تم میرے کام کی نہ رہیں" اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہوگئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی، رہا یہ کہ اس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں، یہ اس کے بیان پر ہے، اس سے قسم لی جائے، نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر وُہ اپنے نکاح میں پھیرلے عورت بدستور اس کی زوجہ رہے گی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷: از ستار گنج ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی، صبح کو بوجہ اغوائے چند اشخاص ہندہ نے مہر معاف کیا اور زید نے طلاق دے دی، اس صورت میں اُسی روز شام کو نکاح ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں اگر زوج وزوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہولئے ہوں اور اُن میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلًا نہ ہوسکے اس کے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی

فان الخلوۃ الصحیحۃ فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدّۃ	عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوتِ صحیحہ وطی کے حکم میں ہے اور یہاں خلوت کی صحت سے

وصحۃ الخلوۃ ھٰھنا العدم المانع الحقیقی وان جد مانع شرعی کالصوم۔	مراد جماع سے مانع کا موجود نہ ہونا ہے اگرچہ شرعی مانع مثلاً روزہ پایا جائے توخلوتِ صحیحہ ہوجائیگی (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

العدۃ للطلاق بعدالدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ طلقھا قبل الدخول اوبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطی حقیقۃ لم تجب العدۃ،ولو لامر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان وذکر فی المحیط انہ لاعدۃ بخلوۃ الرتقا[1] اھ ملخصًا۔	طلاق بعد دخول یا خلوت صحیحہ ہوتو عدّت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدّت واجب نہ ہوگی،خلوت کا فساد یہ کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو،اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہوتو وہ مانع موجود ہو،اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہوتو وہ مانع نہیں ہے اور اس پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ قاضی خاں میں ہے اور محیط میں ذکر کیا کہ شرمگاہ میں ہڈی والی عورت سے خلوت پر عدت واجب نہ ہوگی،اھ ملخصًا (ت)

پس اگر عدت کے دوران کے بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کرے گی ہرگز صحیح نہ ہوگااور حرام محض رہے گا۔عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذا المعتدہ کذافی السراج الوھاج سواء کانت العدّۃ عن طلاق اووفات او دخول فی نکاح فاسد او شبھۃ نکاح کذافی البدائع[2]۔	کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدت والی سے نکاح کرے۔السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے،عدتِ طلاق ہویا عدتِ وفات ہو،یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو(سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے۔(ت)

ہاں اگرخلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو ہندہ پر عدت نہیں،اسے اختیار ہے کہ اسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔درمختار میں ہے:

سبب وجوبھا(یعنی العدۃ)عقد النکاح	وجوبِ عدت کاسبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی

[1] جامع الرموز فصل فی العدۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۵۷۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۰

المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوت الخ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	سپرد کردی گئی ہو یا وُہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت ہو، الخ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸: از کیمپ میرٹھ لال کورتی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید اور عمرو (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمرو نے زید اپنے بہنوئی س کہا کہ مہربانی کرکے اس طرف کاارادہ نہ کیجئے جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمروکے) مکان پر نہ آئے گا۔ اس کے جواب میں زید نے غصّہ کی حالت میں کہا میں اس کو طلاق دے چکا، یا یہ کہا میں تواس کو طلاق دے چکا، اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے، اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظِ طلاق کبھی نہ کہے تھے، کیااس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب:

عمرو کی مراد اس طرف سے کچھ بھی سہی جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اس کو یا میں تواس کو طلاق دے چکا، تین طلاقیں ہوگئیں، زید گنہگار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

قال اللہ تعالٰی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کے لئے دوبارہ حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ وُہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

اور غصّہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصّہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از پالی مارواڑ متصل دروازہ جھالر باڑ مسئولہ نبی بخش صاحب ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی رمضانی ولدگگا نداف نے اپنی عورت جنابنت محمد بخش قوم نداف ساکنہ پالی کو ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا' پانچ روز بعد مولوی سیّد احمد علی صاحب کے پاس جاکر اپنا حال کہا، انہوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا، بعد عشاء آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لے کر طلاق کازبانی فیصلہ دے کر

---

[1] درمختار باب العدّۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۰

بیان میں چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں:
بیان گواہ اوّل مسمّی رحمان علی شاہ درویش: اس طلاق سے میں واقف ہوں اس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان چوترے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا کہ آبیٹی! میں تجھ کو تیرے مکان پر لے چلوں تب وُہ میرے ساتھ ہولی اُس وقت رمضانی نے ایک پتّھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں نے اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضانی مذکور سے کہا گیا کہ بیاان سچ ہے یا نہیں، کہا ہاں سچ ہے۔
بیان گواہ ثانی مسمّٰی بنی بخش ولد حسن جی نداف: میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضانی) واہی تباہی بکتا تھا، میں نے کہا کہ اگر اس کو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی طلاق دے دے، تب اس نے کہا کہ میں اس کو کل طلاق دے چکا ہوں، اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اس کے باپ سے میں مانگتا ہوں باقی پانے برتن بیچ کر دے دُونگا۔ رمضانی صاحب سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگوا کر اس سے کا گیا اگر تُو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، جواب دیا: میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دے دو اگر قسم کھالے گی سچّی ہو گی، شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج نہ ہوگا، اس نے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے تو یہ سچّی ہے، تب لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اس نے طلاق دے دی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے اس نے دونوں ہاتھ قسم کیلئے قرآن شریف لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے ہو قرآن اس کے ہاتھ میں نہ دیا اور کہا تُو خدا کی قسم کھا کر بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہے تب اس نے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کروں گا، جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے زیادہ نہیں، تب اس نے کہا بندولے کے واسطے کہا تھا تو نے کیوں نہیں پیسا؟ اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لائی ہوں، تب اس نے کہا اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی بیکر، تب اس کے کہنے سے روٹی بیکرنے لگ گئی، تو اس نے کہ تجھ طلاق ہے تو چلی جا، تب اٹھ کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کر بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی تو اس نے مجھے کہا کہ تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تُو چلی جا، تو پھر میں وہاں سے چلی آئی، باقی شاہ صاحب گواہ اول اور پتھر وغیرہ کا قصہ بیان کیا، تب مسمّی رمضانی سے دریافت کیا کیا یہ عورت سچ کہتی ہے؟ اس نے کہا ہاں سچ

ہے فقط، لہٰذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

گواہوں کے بیان ناقص ہیں اور ان میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وُہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سُنا جاتا اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رمضانی نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقوں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شاہدانِ میں خود نہ تھا، ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سُن کر رمضانی نے اس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہوگئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رمضانی کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو۲ گواہ لینے ہوں گے جو "گواہی دیتا ہوں" کہہ کر پوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں، اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقوں کا حکم نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اُن میں کسی گواہ کا بیان رمضانی کا تصدیق کرنا اس کے اقرار یا دو۲ شاہدین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہوئی، اگر رجعت نہ کی اور عدّت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اور عدّت کے اندر رجعت کرلی تھی تو عورت بدستور اس کی زوجہ مانی جائے گی، اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہوا لیکن عورت اگر جانتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اس سے بھاگے باعلانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۰: از مقام دیپاسرائے پرگنہ سنبھل ضلع مرادآباد بر مکان حاجی امیر حسین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دل میں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں نکالا اور دو برس تک اس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا خلاملا اور خورد نوش اور کھلا انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اس کے ساتھ رکھا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اس کی تجدید کی جاوے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح سابق باقی ہے اس وجہ سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں، نری نیت سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ دن میں سوبار نیت کرے، جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں، جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے، زبان کو جنبش ہوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

مخفی آواز ادنٰی یہ ہے کہ خود کو سُنائے،اور یہ حکم ان تمام میں جاری ہوگا جن کا تعلق نطق سے ہو،مثلاً ذبیحہ پر بسم اللہ،آزاد کرنا،طلاق دیناوغیرہا،تو اگر طلاق کہی اور خود نہ سُن سکا،تو صحیح قول میں طلاق نہ ہوگی(ت)	ادنی المخافتة اسماع نفسه ویحری ذلك فی کل مایتعلق بنطق کتسمیة علی ذبیحة وعتاق وطلاق وغیرھافلوطلق ولم یسمع نفسه لم یصح فی الاصح[1]۔

ہاں اگر آواز اتنی تھی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی اگرچہ کسی مانع مثلاً غُل شور چکّی،مینہ،بہرے پن وغیرہا کے سبب نہ پہنچی طلاق ہوجائے گی،

ادنٰی حد ہے کہ آواز اتنی ہو کہ اس کے اپنے کانوں تک پہنچے اگرچہ حکماً ایسا ہو مثلاً آواز پہنچ جاتی اگر وہاں بہرہ پن شوروغل وغیرہ نہ ہوتا۔(ت)واللہ تعالٰی اعلم	ادنی الحد خروج صوت یصل الی اذنه ولوحکما کما لوکان ھناك مانع من صمم اوجبلة اصوات اونحو ذٰلک۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: ازرامہ تحصیل گوجر خاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج محمد صاحب ۱۸شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین،ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو،اس نے طلاق دے دی ہے،یہ طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

نابالغ نہ خود دے سکتا ہے نہ دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے،نہ باپ بذریعہ ولایت اُس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے **فانه ضرر والولایة للنظر**(کیونکہ یہ تو ضرر ہے جبکہ ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے۔ت)**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۲: ۱۱ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے تو طلاق جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جائز وحلال ہے اگرچہ حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع کرچکا ہو،

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجھر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۹

فی الدرالمختار حل طلاقھن ای الاٰیسة والصغیرة والحامل عقب وطی لان الکراھة فیمن تحیض لتوھم الحبل وھو مفقود ھھنا[1]۔	درمختار میں ہے، بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو طُہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لئے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔(ت)

مگر ایک طلاق رجعی دے، اگر دو تین دے گا گنہگار ہوگا،

فی الدر البدعی ثلث متفرقة اوثنتان بمرّة او مرتین الخ[2]۔	درمختار میں ہے: بدعی طلاق یہ ہے کہ تین طلاقیں خواہ متفرق ہوں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا متفرق دی جائیں الخ(ت)

یُوں ہی طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے،

فی ردالمحتار الواحدة البائنة بدعیة فی ظاھر الروایة[3]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے: ایک بائنہ طلاق، بدعی طلاق ہے، ظاہر روایت کے مطابق۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۴۳: از ریواڑاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ جناب محمد بخش صاحب وذوالفقار خاں صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے حالتِ غصّہ میں بہ سبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانہ طلاق میں عورت کو ۵۵ماہ کو حمل تھا بعد طلاق اور پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور تین چار روز زندہ رہ کر مرگیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دی جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

عورت کو حمل ہونا مانع وقوعِ طلاق نہیں، اگر طلاق بائن تھی تو مطلقًا اور اگر رجعی تھی اور بچّہ پیدا ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجھر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۶/۱

[2] درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجھر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۶/۱

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۸

چاہے نکاح کرے، اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبل ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کرلی تو عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، **وھوتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۴: از موضع بلسری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلعبارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب ۴رجب ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فساد باہمی کے بحالتِ غیظ وغضب اپنی بی بی سے تین باریُوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا، اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کرلیا کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجود درمیان جھگڑے باہمی کے غصّہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئی ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصّہ فروہوگیا اور میاں اپنے ان افعال قبیحہ پر منفعل ہو کر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی، میاں پر حلال ہے فقط۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری بھی ہو، پھر وہ اسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ[1]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحلّین الزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلته[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلّقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵: از شاہجہان پور محلّہ باڑوزئی مسئولہ حفیظ اللہ صاحب ۱۲ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ درباب طلاق فتوٰی مولانا عبدالحہ صاحب لکھنو کا کہ مجموعۃ الفتاوٰی جلد دوم صہ ۵۳ میں واقعہ اور پیش خدمت نقل اُس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عندالضرورت ہم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] صحیح البخاری باب لم تحرّم ما احلّ اللہ لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

لوگ اس پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا

نقل فتوٰی مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی قدس سرہ الولی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالتِ غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہونگی یا نہیں؟ اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کے رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

ھوالمصوّب الجواب: اس صورت میں حنفیّہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقتِ ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود وعدّت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیّہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ ردالمحتار میں مفصّلاً مذکور ہے لیکن اولٰی یہ ہے کہ وُہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کرکے اس پر عمل کرے، **واللہ اعلم حررہ عبدالحی عفی عنہ**[1]۔

الجواب:

یہ فتوٰی گمراہ گری ہے، اس پر عمل حرام قطعی ہے، ان کے مجموعہ فتاوٰی میں این وآں وزید وعمر کے فتوٰی بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی، یہ فتوٰی بھی کسی غیر مقلّد کا ہوگا اور وُہ بھی نرے جاہل اجہل کا، جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہو جانے پر جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے، ہرگز امام شافعی یا کوئی امام اس کے خلاف کے قائل نہیں، اور اگر وُہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی و مخالف مانتا ہے تو سخت کذّات مکّارہ اور عوام کو دھوکے دینے والا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

قال الشافعی ومالك ابوحنیفة واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث[2]۔	امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور پہلے اور پچھلے جمہور علماء علماء نے فرمایا تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی لکھنوی کتاب الطلاق مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/۸۴۔۳۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی باب طلاق الثلاث قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۸

یعنی امام شافعی وامام مالک وامام ابوحنیفہ وامام محمد وجمہور علمائے سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں معہذا اسے ضرورت ماننا صراحتًا مذہب کا ڈھانا ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ عورت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے، احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفاتِ شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا والضرورات تبیح المحظورولاحول ولا قوۃ الّا باللہ (ضروریات، ممنوعات کو مباح کرتی ہیں ولاحو ولاقوّۃ الاباللہ۔ت) مسئلہ مفقود وامتداد طہر پر اس کا قیاس کرنا صریح وسواس ہے پھر رفع سراسر بطالت وجہالت کرخمیر ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہو اگرچہ غلطی کاتب سے ان کا نام لکھا گیا ہو اور اگر واقعی اُن کی ہے تو اتباع حق کا ہے، نہ غیر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶: ازرامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلائے خانخاں جناب احمد رضاخاں صاحب دام لطفہ، السّلامُ علیکم! اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یانہ؟

الجواب:

غضب اگر واقعی اس درجہ شدّت ہو کہ حدّ جنون تک پہنچادے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا، یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعوی کرے اور اس کی یہ عادت معہود معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعوی معتبر نہیں، یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصّہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالبًا طلاق نہیں ہوتی مگر بحالتِ غضب، ردالمحتار میں خیریہ سے ہے:

الدھش من اقسام فلایقع واذاکان یعتادہ بان عرج ھذا الدھش مرّۃ یصدق بلابرھان اھ[1] وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا۔	مدہوشی، جنون کی قسم ہے۔ لہٰذا طلاق نہ ہوگی۔ جب عادت بن چکی ہو اور ایک مرتبہ مدہوشی معلوم ہوچکی ہو تو خاوند کی بات بلادلیل مان لی جائے گی اھ اس کی تحقیق ہمارے فتاوٰی سے معلوم کی جائے۔ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۷

مسئلہ ۱۴۷: از شہر پوربندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۴ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالتِ غصّہ میں کہازینب طلاق طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کااندازہ معلوم نہین،اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالتِ غصّہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بحضور الشاہدین،اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شرعًا دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں،اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے،یہاں علماء نے فتوی دیا ہے کہ رجوع صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے،اب حق آپ کی جانب ہے جیساکہ حکمِ شریعت ہو،اگر آپ جواب نہ دوگے تو غریب کا حق ماراجائے گااور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیساعالم نہیں،آپ کافتوی اطراف میں جاری ہے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کااقرار کرتا ہے،گنتی میں سہو بتاتا ہے،اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہو گئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔

قال اللہ تعالٰی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۸: از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ نمبر ۱۶۲مرسلہ عزیز الرحمٰن صاحب پیش امام مسجد ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کئی آدمیوں نے مل کرایک شخص سے کہاکہ تواپنی اہلیہ کو طلاق دے دے۔پس اس کی زبان سے بلانیّتِ طلاق کے نکل پڑا"ہاں ہاں"تواس صورت میں اس کی اہلیہ پر طلاق ہوگا یا نہیں؟ جواب کُتب دینیہ سے ارشاد ہو۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ اُن اشخاص نے اس سے طلاقِ زن کی درخواست کی اوراس کے جواب میں اس نے "ہاں ہاں" کہاطلاق اصلًا نہ ہوئی اگرچہ نیت طلاق ہی کہتا کہ لفظ "ہاں"جب امر کے جواب میں واقع ہو تواس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دے دُوں گااور اس سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لئے نیت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

بے لفظ کافی نہیں، ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تُو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ کیا استخبار ہوتا اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور وقوع کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق واقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے، بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور "دے دی" بیائے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنٰی سمجھ کر "ہاں" کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائے گی، اگرچہ عنداللہ طلاق نہ ہوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کر دیا۔ تاج العروس میں ہے:

فی التهذیب قد یکون نعم تصدیقا ویکون عدۃ و حاصل مافی المغنی وشروحه انه یکون حرف تصدیق بعد الخبر ووعدہ بعد افعل ولا تفعل[1] الخ۔	تہذیب میں ہے کہ نعم (ہاں) کا لفظ تصدیق ہوتا اور وعدہ ہوتا ہے، اور مغنی اور اس کی شروح میں مذکور کا ماحصل یہ ہے کہ نعم خبر کے بعد تصدیق اور کر (امر) اور نہ کر (نہی) بعد وعدہ ہوتا ہے الخ (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدّین عن رجل قال لامرأته اذهبی الٰی بیت امّلك فقالت طلاق دہ تا بردم فقال تو برومن طلاق دادم فرستم قال لاتطلق لانه وعد کذا فی الخلاصة[2]۔	نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تو اپنی والدہ کے ہاں جا" بیوی نے جواب میں کہا "طلاق دے تاکہ میں جاؤں" خاوند نے کہا "تو جا میں نے طلاق دی ہے بھیج دی ہے" تو نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ وعدہ ہوگا۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن البزازیة والقنیة لوارادالخبر عن الماضی کذبالایقع دیانة وان اشهد قبل ذلك لایقع قضاء ایض[3] اھ واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	بحر میں بزازیہ اور قنیہ سے منقول ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر خاوند نے ماضی کے بارے میں جُھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر پہلے سے گواہ بنالئے ہوں تو قضاءً بھی طلاق نہ ہوگی اھ واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم (ت)

[1] تاج العروس فصل النون من باب المیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۸۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۸

مسئلہ ۱۴۹: از کلکتہ امرتلہ لائن نمبر ۲۶ مسئولہ رحمت اللہ آدم غنی　　　　　　۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا، ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا، اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے، بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہو کر چلی گئی تم اُن کو راضی کرکے لاؤ، بی بی نے انکار کیا، میں نے بہت سمجھایا مگر وُہ راضی نہ ہوئی، میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کروگی ہم بھی تمہارے شریک رنج ملال کے نہیں ہوں گے، اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمہاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ، میں مکان آنے لگا، بی بی نے کہا ایسے کیوں جاتے ہو صفائی کرکے چلے جاؤ ہم نے جواب دیا کہ کس کو صفائی کے لئے بلاؤں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ روزانہ جھگڑے سے اس کو طلاق دینا ہی بہتر ہے، چلے آئے، بستی والوں نے پوچھا کہ کسی کے نزدیک اس کو طلاق دیا، ہم نے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اس کو دے دیا جس کو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اس تاریخ سے آج تک ہم سے اس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیونکہ نہیں ملتے، جواب دیا کہ ہم نے اس کو طلاق دے دیا بجواب اس کے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا، ہم نے اس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اس کو ترک کردیا بجواب اس کے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے، اس پر اس نے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے، نہ ہوا، اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق یہ کہہ کر کہا اب ہوا یا نہیں؟ ان نے کہا ہوگیا۔

الجواب:

دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے،

بل بصوت یسمع نفسہ لولا منع کما ھو الصحیح لا معتمد فی کل ماھو قول کما فی الدرر وغیرہ۔	بلکہ ایسی آواز سے جس کو مانع نہ ہونے پر خود سُن سکے، جیسا کہ یہی صحیح اور قابل اعتماد قول ہے ہر قولی معاملہ میں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے (ت)

پہلے شخص کے جواب میں اگر یُوں کہتا کہ اپنے دل میں طلاق دے دی تو اس سے بھی طالق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل (کیونکہ یہ باطل کا اقرار ہے۔ت) مگر اس نے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دے دی یہ ایک طلاق رجعی ہوئی، عبارتِ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینہ بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی، اور اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگوئے شخص اول کے بعد سے اب تک عورت کی تین حیض شروع ہو کر ختم ہوچکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں **لفوات المحل**

بالبینونۃ (بائنہ طلاق کی وجہ سے اب طلاق کا محل نہ رہی۔ت) عورت اسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوئے تو اب تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۰: طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہوسکتی ہے؟

الجواب:

تین مرتبہ ہوجائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ ان سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کرسکتا ہے، اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہنچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۱تا۱۵۲: از اندور چھاؤنی ریزیڈنسی گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسئولہ عبدالکریم پسر سکندر خاں پہلواں ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی مقدمہ میں بر سر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اس کی زوجہ کا بوجہ نوع بنوع تکالیف کے اس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اس کو طلاق دے دی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز اپنی بات کو بالا رکھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچہری کے رُوبرو کیا تھا، آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اس نے کچہری کے رُبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے کیا؟

(۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعوی بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچہری مجاز میں دائر کیا، کچہری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعادی آٹھ یوم بایں مضمون بنام مدعی جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے اندر مدعی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب سے طلاق ثلاثہ ہو گئی، چنانچہ نوٹس مجریہ بعد بعد اطلاع یابی مدعی بلا کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز میں لے جائے گا موصول کچہری مجاز ہوگا، بعد اختتام میعادِ مذکور وکیل مدعاعلیہا نے ازروئے قانون مروجہ ہدایت کی کہ مدعاعلیہا اب اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے، اس صورت میں اگر خلاف مدعاعلیہا کسی قسم کا دعوی مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمّہ دار میں ہوں، لہٰذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی تحریر فرمائیں ازروئے شرع شریف طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

پہلی صورت میں ایک طلاق ہوجانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عنداللہ نہ ہو، جبکہ جُھوٹ کہا ہو **کما فی الخیریۃ فیمن اقر باً لطلاق کاذباً** (جیسا کہ خیریہ میں طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔ت)

صورت دوم میں ہرگز طلاق نہ ہوئی، نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب نہ دینا محض مہمل ہے، ہرگز اس سے عورت کو دُوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہوسکتا، حدیث میں ہے: **الطلاق لمن اخذ بالسّاق**[1] (طلاق کا حق صرف خاوند کو ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۳: از شہر رجمٹ اکاکور ۶۳ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو کو عشق ہوگیا تھا اور ہر وقت خیالِ معشوق رہتا تھا اور فکر دل رہتا تھا اور خلش بہت تھی عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دے دی، اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب:

فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں، اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہوگئی، اگر تین بار کہی تو تین بار، وُہ الفاظ جو اس نے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کئے کہ اُن کا مفصل حکم دیا جاتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میں لڑائی ہوئی، زید نے حالتِ غیظ وغضب میں ہندہ کو طلاق نامہ لکھ دیا اور اپنے مکان سے نکال دیا، اُسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزر گئی، اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدتِ غضب میں وہ طلاق نامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ طلاق نہ کہا تھا، پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو اب زید اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الادا ہوگیا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

غصّہ مانع وقوعِ طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راسًا ابطال ہے، ہاں اگر شدّتِ غیظ وجوشِ غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہوجائے، خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے، تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی، پس صورت مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصّہ ہونا اسے مفید نہیں اور

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۲

طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہین تحریر سے، پس وہ طلاق واقع ہو گئی اور بہ سبب مرور عدت کے اب رجوع بھی نہیں کرسکتا، ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالہ کے کرسکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے **کما ھوالحکم المعروف** (جیسا کہ حکم مشہور ہے۔ت) اور مہر ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے، اور اگر وہ دعوٰی کرے کہ اس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہو گئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے، تو اطمینانِ ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہانِ عادل سے دے کہ اگرچہ عنداللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اسے عورت کے پاس جانا دیانتًا روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اس کے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہوسکتا، تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دعوٰی پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اسے پہلے بھی کبھی اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵: از رامپور محلّہ پھول واڑہ مرسلہ محمد علی صاحب مورخہ ۷ ذی الحجۃالحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین بیچ اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہو گئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرصت ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے ۷ بجے ماہِ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاحق ہوا اور اس وقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصہ کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی کو ایسی حالت میں دیکھا فورًا واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وُہ جارہا تھا تو اس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کردی جس پر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کرکے کہ زید نے اس کی ہمشیرہ کو مارا ہے سخت وسُست کہنا شروع کیا جس پر زید بھی وہی کہنے کے لئے تیار ہوگیا، نوبت بانیجار سید کہ ہاتا پائی شروع ہو گئی، زید کی والدہ نے زید کے پھوپھازاد بھائی کو آواز دی اور وُہ زید کی زوجہ سے بھی یہ رشتہ رکھتے ہیں وہ فورًا آگئے اور زید کو پکڑ کرلے گئے۔ اس وقت زید کی حالت ایک دیوانے کُتّے کی تھی اس کو کسی بات کا ہوش نہ تھا، اسی رات میں اس نے یہ کہا جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزّتی مجھ کو اٹھانا پڑی میں نے اس کو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اس کے منہ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اسی وقت لے گئے جس کو اب تک دو ۲ ماہ اور کچھ دن گزرے اس پر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لئے کہا ہے۔

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا مگر جبکہ گواہانِ عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالتِ جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اسے جب غصّہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکاتِ مجنونانہ اس سے صادر ہوتی ہے اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا ایسا ہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبل کرلیں گے اور بحکمِ طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹا حلف کریگا وبال اس پر ہے **والمسئلة فی الخیریة وردالمحتار وغیرھا** (یہ مسئلہ خیریہ اور رد المحتار وغیرہما میں ہے۔ت) **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۶: ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض ناچار و مجبور ہو کر اپنی عورت کو طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

طلاق بخوشی دی جاے خواہ بجبر' واقع ہو جائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتّھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظِ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا[1] **وفی ردالمحتار عن البحر ان المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلوا کرہ علی ان کتب طلاق امرأته فتکتب لاتطلق لان الکتابه اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ھنا**[2]۔	ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائیگی اگرچہ مجبور کیا گیا یا خطاء سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہو گی، کیونکہ کتابت کو تلفّظ کے قائم مقام محض حاجت کی بناء پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۱

مگر یہ سب اس صورت میں جبکہ اکراہ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسانی کااندیشہ ہوا اور وُہ ایذاء پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کردیا اور اس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لئے کافی نہیں یُوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی کمالایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از ڈاک خانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ مفیض الرحمٰن ۱۰ جمادی الاآخر ۱۳۳۶ھ

کسی نے ایک شخص کو جبرًا نشہ پلایا وُہ حالتِ بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دے تو کیا طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب:

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دی بلاشبہہ بالاتفاق ہو گئی، ہاں اگر جبر واکراہِ شرعی ہو۔ مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اسے قادر جانتا ہو، یا یُوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا[1]۔	جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صحح فی التحفۃ وغیرھا عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انہ التحقیق[2]۔ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی تصحیح بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہی تحقیق ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۴

مسئلہ ۱۵۸: ۱۴ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک اگر طلاق جبرًا دلوائی جائے تو اگر خوفِ جان سے مجبورًا اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیوے تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں اور اگر لفظِ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہہ لیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہو جاوے گی یا نہیں مثلًا یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق (نہیں) دی یا لفظ استثنا (اِن شاء اللہ) آہستہ سے کہہ لیوے تو کیا حکم ہے، یا اور کوئی حیلہ ہو سکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہ ہو۔

الجواب:

طلاق اگر دبی زبان سے دے کیسے ہی جبر واکراہ سے دی ہو جائے گی، اور استثناء یا الحاق نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچے کے قابل بھی نہ تھی تو عنداللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہو گئی، اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اس مکرہ نے نہ سنی نہ اور حاضرین نے تو قضاءً طلاق جائے گی عنداللہ نہ ہو گی۔ حیلہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اکراہ پر کہے طلاق طلاق طلاق، اور نیّت یہ کرے کہ مہمل مطالبہ کر رہے ہو، لیکن مکرہ اگر ہوشیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹: از حافظ شمس الدّین شاہ آباد ضلع ہردوئی گگیانمی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ ہوگیا ہے اور اس کی عورت ہے اس کو اپنی عورت سے کوئی غرض واسطہ نہیں ہے، اس کا حق پورا نہیں کر سکتا کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دے سکتا ہے، عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہوا اس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، تب اس نے دو۲ مرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دے دی، تین بار اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، عورت کون ہے جس کے رُوبرو طلاق دی دیوانہ کی ماں ہے، مرد وہ کون ہیں جن کے رُوبرو طلاق دی ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا بھانجا ہے یہ شخص ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش وحواس نہ رکھتا ہو، کھاتا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اس کی کوئی جائداد ایسی نہیں جو اپنا گزر کر سکے، اس کی عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائے

الجواب:

مجنون کی طلاق باطل ہے وُہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہرگز نہ ہو گی، نہ عورت کو دوسرے سے نکاح جائز ہوگا نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الولایۃ للنظر لاللضرر (کیونکہ

ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے ضرر کے لئے نہیں۔ت) کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنوں نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰: از شہر بریلی محلّہ بہاری پور زوجہ عبدالرحمٰن صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبن کا نکاح مستری عبدالرحمٰن سے عرصہ نوسال کا ہوا جب ہوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اس کے یہاں سے چلا گیا چونکہ مکان مسماۃ محبوبن کا تھا اس واسطے وُہ اکیلی مکان میں رہی محلّہ والے اس کو سمجھا کر لائے غرضکہ اسی طرح کبھی وُہ چلا جاتا اور کبھی آجاتا یونہی عرصہ نوسال کا ہوا بعد نوسال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے ان کے سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تُو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت میں نکاح جائز رہا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سچ اور جُھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے، یہ حلال وحرام وقبر وحشر کا معاملہ ہے، بناوٹ سے حلال حرام نہ ہو جائے گا، نہ اللہ تعالٰی کے یہاں بناوٹ کام دے گی جو لوگوں کی چھپی جانتا ہے، اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وُہ تین بار اس سے یہ الفاظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو۲ گواہ حامل قبول نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱تا۱۶۳: از فتح پور ضلع شیخاواٹی درگاہ مسئولہ پیرجی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت خاوند پر حرام ہو سکتی ہے؟

(۲) جس شخص اپنی زوجہ کو دس۱۰ بار طلاق دے اور اس کے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وُہ عورت بغیر حلالہ اس کے لئے بغیر نکاح حلال ہو سکتی ہے؟

(۳) اسی مطلقہ سے اُنہیں شرطوں پر بغیر حلالہ کئے رہی، طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور اس کو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اس کا کیا حکم ہے؟ اُس کی اولاد کیسی ہے اور اس کی جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابلِ خلافت وسجادگی و خرقہ درویشی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وُہ عورت اس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی،

قال اللہ تعالٰی فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جس نے دس طلاقیں دیں، تین سے طلاق مغلظ ہو گئی اور باقی سات سے شریعت سے اس کا استہزا تھیں، بلانکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہو سکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہے گی جب تک حلالہ نہ ہو طلاق دے یا مر جائے اور بہر حال اس کی عدت گزر جائے اس کے بعد اس پہلے سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ ہر گز ورنہ ہر گز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) وُہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعًا سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولدالزناء اور ترکہ پدری سے محروم، اور ایسا شخص قابلِ خلافت وسجادہ نشینی نہیں،

وقد قال فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار انہ زنا اذاعلم بالحرمۃ [2]۔	ردالمحتار وغیرہ کتب میں فرمایا: جب حرام ہونا معلوم ہے تو یہ زنا ہے۔ (ت)

اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق۔ درمختار میں ہے:

لاحد بشبھۃ الفعل ان ظن حلہ کوطء معتدۃ الثلاث ولوجملۃ [3]۔ (ملخصًا)	جب حلال ہونے کا گمان کیا تو یہ شبہہ فعل ہوگا جس پر حد نہیں، جیسا کہ اپنی مطلقہ ثلاثہ کی عدت میں جماع کیا اگرچہ اکھٹی تین طلاقیں ہوں (ملخصًا) (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ولوکان تطلیقۃ الثلاث بلفظ واحد فلایسقط عنہ الحد الاان ادعی ظن الحل	یعنی ایک لفظ سے تینوں طلاقیں دے دی ہوں تو عدت میں وطی کرنے پر حد ساقط نہ ہوگی مگر اس نے اس صورت میں حلال ہونا گمان ہو تو پھر

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۰

[2] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۲، ۶۱۰، ۶۱۵

[3] درمختار باب العطاء الذی لایوجب الحد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۸

وکذالو وقع الثلاث متفرقة بالطریق الاولٰی اذلم یخالف فیه احد لان القراٰن ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاثة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس پر حد نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر اس نے تین متفرق دی ہوں تو بطریق اولٰی حد ساقط ہوگی کیونکہ اس میں کوئی مخالف نہیں تین طلاقوں کے بعد بیوی کا محلِ وطیئ نہ رہنا قرآن کی نص ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۴تا۱۶۶: جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ اُن کے ولی کے ہوسکتا ہے یانہیں؟

(۲) زیدنے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریبًا دس ۱۰سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس ۲۴سالہ کے ساتھ کردیا اپنی ولایت سے درست ہے یانہیں؟

(۳) اگراس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرارکے کردیا ہوتو بھی نکاح درست ہے۔ اب عمرو نے ان تینوں صورتوں میں ایسی کسی صورت کو حاصل کرکے اپنی بی بی کو طلاق دے دی اس کے باپ کے کہنے سے، اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضا مند تھی طلاق ہوگئی، لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق دی، تین دفعہ کہنے سے طلاق ہوگئی، اب بعد طلاق اس کا نکاح پھر پڑھا جاوے تو کس شرط کے بعد نکاح جائز ہوجائے گا؟ **بینوا توجروا** (بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی ہوسکتا ہے۔

(۲) باپ نے اپنی نودس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کردیا درست ہے،

وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم امّ المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی بنت ست سنین و بنی بھا وھی بنت تسع سنین[2]۔	بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح فرمایا تو وہ چھ سال کی تھیں آپ نے رخصتی حاصل کی تو وہ نوسال کی تھیں۔ (ت)

(۳) ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحت ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں، شوہر عاقل بالغ نے اگراپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی

---

[1] ردالمحتار باب الولی الذی یوجب الحد والذی لایوجبه داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۲

[2] سنن ابن ماجه باب نکاح الصغار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۶

قال اللہ تعالٰی فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ وَّالّٰٓـِٔىۡ لَمۡ يَحِضۡنَ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: نابالغہ اور جن کو حیض بند ہوگیا ہے ان کی عدت تین ماہ ہے۔ (ت)

اس کے بعد اس کا نکاح ہوسکتا ہے،

فی الدر المختار العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعًا اوکبربان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشھران وطئت فی الکل ولو احکما کالخلوۃ ولو فاسدہ مطلقا[2]۔	درمختار میں ہے: جن عورتوں کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، نابالغی سے مراد جو نوسال کو نہ پہنچی اور بڑھاپے سے مراد جن کا رِحم ناقابل ہوگیا، توان سب مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ حکمًا مدخولہ ہوں جیسا کہ خلوت مطلقًا خواہ فاسدہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المطلقۃ قبل الدخول لایلحقھا طلاق اخر اذالم تکن معتدۃ بخلاف ھٰذہ[3]۔	قبل از دخول مطلقہ کو دوسری طلاق ملحق نہ ہوگی بشرطیکہ عدت والی نہ ہو بخلاف عدت والی کے۔ (ت)

اور اگر ابھی خلوت نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور عورت پر عدّت نہیں اسی وقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: از پنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

محمد بخش نے اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ یوں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق، اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کردیا، اور طلاق دئے ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا، اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے، جیسا کہ چودھویں رکوع میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے، مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا

[1] القرآن ۶۵/۴

[2] درمختار باب العدّۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

[3] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۱

صورتِ بالا میں مطابق قرآن وحدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

اگراس نے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق، نہ یہ کہا کہ دی، نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو، نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو، تو طلاق اصلاً نہ ہوئی، وہ بدستور اس کی عورت ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، اور اگر اس کے ساتھ یا اس بات میں جس کے جواب میں یہ الفاظ تھے وُہ لفظ موجود تھے جن سے یہ مفہوم ہو کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیّت سے کہے تھے تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از ڈھاکہ مرسلہ عبدالکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لے کر آپس میں متنازع ہو رہے تھے اس گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی! میں ایک پریشانی اٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنی زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہٰذا میں شرمندہ ہوں اُس وقت اُن کی زوجہ گھر میں تھی میاں نے جو اپنی زوجہ کی شکایت کیا زوجہ نے از اول تا آخر سب سُنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمہارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دوگے اور کیا کروگے، زوج زوجہ کا کلام سُنتے ہی خفا ہو گیا اور کہا جا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق دادم، آیا اس صورت مذکورہ میں وہ عورت تین طلاق سے مغلظہ ہوئی یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کو ہوا نہ اُن کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ "جا" مقولہ طالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ وُہ اپنے کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں باوجود ان وجوہات کے کیا حکم؟

الجواب:

اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اُس کا تکیہ کلام ہے اس سے خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام مُطلّق کہ جواب زوجہ میں ہے اُس کے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداءً ہوا اتنا ہی کہتا کہ "تین طالق دادم" جب بھی بلاشبہہ حکم مغلظہ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں از انجا کہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوج الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ عورت کی طرف اضافت ہے اور "جا" احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدم طلاق ہو کر خود مذاکرہ ثابت ہو جائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوج بحلف شرعی کہہ دے کہ اُس نے

نہ لفظ-"جا" بہ نیت طلاق کہانہ "طلاق دادم" سے زوجہ کو طلاق دینے کاارادہ کیا تواس کا قول مان لیں گے اور اصلاً طلاق نہ ہونے کا حکم دیں گے اگر جُھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید وبال اس کی گردن پر ہے،اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف امر دوم پر حلف کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں،بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔اور اگر امر دوم پر حلف کرلے کہ اس طلاق دادم سے عورت کو طلاق کی نیّت نہ تھی لیکن یہ حلف نہ کرے گا کہ لفظ "جا" بہ نیت نہ کہا تو عورت اُسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کرلے گا کہ "جا" بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکمِ طلاق نہ ہوگا،اور اگر وہاں بھی اس پر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہوجانے کا حکم دیں گے۔

وذلك لان المطلوب فی اللفظ الثانی لعدم الحکم بالطلاق وجود الحلف بأنه لم ینوبه الطلاق فاذا لم یوجد حکم به قال فی الخانیة والبزازیة قال لها لا تخرجی من الدارالا باذنی فانی حلف بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکره حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له[1]اھ وفی ردالمحتار یفهم منه انه لو لم یقل ذلك(ای لم یحلف انه لم یرد به طلاقها بل طلاق غیرها)تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لابطلاق غیرها فقوله انی حلفت بطلاق ینصرف الیها مالم یردغیرها لانه یحتمل کلامه[2]اھ وتمام تحقیقه	یہ اس لئے کہ دوسرے لفظ میں طلاق نہ ہونے کا حکم،اس قسم پر کہ اس نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا،مطلوب ہے،توجب قسم نہ پائی گئی تو طلاق کا حکم دیا جائے گا،خانیہ اور بزازیہ میں فرمایا خاوند نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے تو بیوی باہر نکل گئی،اس پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کا قسم میں ذکر نہیں ہے اور اس میں کسی غیر عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے،اس لئے خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ،اور ردالمحتار میں یوں ہے کہ اس سے معلوم ہورہاہے اگر خاوند یہ بات نہ کہے،یعنی اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ کرنے اور غیر کا ارادہ کرنے کی قسم نہ کھائے،تواس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،کیونکہ عادت یہ ہے اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،کیونکہ عادت یہ ہے کہ بیوی والا اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے کسی دوسری عورت کی قسم نہیں کھاتا تو خاوند کی قسم

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰

[2] ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

فیما علقناء علیه،والمطلوب فی الفظ الاول لحکم الطلاق به نکوله عن الحلف بانی لم ینوبه الطلاق والنکول لایکون الاعند القاضی فاذا نکل عنده حکم بالطلاق به فحصلت الاضافه فی کلامه فحمل اللفظ الثانی من دون حاجة الی اقراره بالنیة لکنونه صریحا۔قال فی الدرالمختار من الکنایات والقول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی[1] قال ط ثم ش فان نکل ای عندالقاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر[2]۔واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	طلاق کے متعلق اسکی اپنی بیوی کے لئے ہی ہوگی جب تک دوسری عورت کے ارادے کو ظاہر نہ کرے، کیونکہ دوسری کا بھی احتمال ہے اھ،اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔اور پہلے لفظ یعنی"جا"میں طلاق کا حکم لگانے کے لئے،اس کا قسم سے انکار مطلوب ہے کہ میں نے بیوی کی طلاق نہیں مراد لی،جبکہ قسم سے انکار صرف قاضی کے ہاں معتبر ہوتا ہے توجب قاضی کے سامنے قسم سے انکار کردے گا تو قاضی طلاق کا حکم کردے گا،تویوں انکار کی وجہ سے اسکے کلام میں اضافت حاصل ہوجائیگی،تو دوسرے لفظ کو طلاق پر محمول کرنے کے لئے اسکے اقرار بالنیۃ کی حاجت نہیں کیونکہ وہ اس میں صریح ہے۔درمختار کے باب کنایات میں ہے کہ نیت ہونے سے متعلق خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور گھر میں ہی اس سے قسم لینا کافی ہے،اگر وہ قسم سے انکار کرے تو بیوی کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں بھی حلف سے انکار کردے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے گا،مجتبٰی اھ،طحاوی پھر شامی نے فرمایا کہ قسم سے انکار قاضی کے ہاں انکار مراد ہے کیونکہ غیر قاضی کے ہاں قسم سے انکار معتبر نہیں ہوتا،واللّٰہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۶۹: از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ کو طلاق دی،دس بارہ روز بعد نکاح کرکے اُسے پھر رکھ لیا برادری نے

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۵

زید کو دبایا تو کہا میں نے طلاق رجعی دی تھی وُہ بھی ایامِ حیض میں، جو گواہ وقتِ طلاق موجود تھے وہ حلفی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دیں اور زید بھی حلفی بیان کرتا ہے کہ ہاں طلاق دی مگر یہ نہیں کہتا کہ تین دیں یا ایک، مجھے یاد نہیں، قولِ زید ہے کہ عورت سے جو تکرار رہتی تھی اس لئے دھمکانے کو کاغذ تحریر کردیا تھا اب عورت و مرد نے کاغذ دونوں چاک کر ڈالے، زید کہتا ہے کہ حشر کا بوجھ میں اپنے ذمّہ لیتا ہوں گواہ غلط بیان کرتے ہیں۔ برادری نے اس زید کو خارج کردیا ہے اور صہ عہ ۲۵ جرمانہ کردئے تو اب برادری میں اُسے ملالیں یا عورت کو الگ کرا کر ملادیں اور جرمانہ برادری کا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

طلاق جب دی جائے واقع ہوجائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور، صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے اُن سے نیّت کرے یا نہ کرے طلاق ہوجاتی ہے، اگر وُہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مقر ہے اور عذر یہ بیان کرتا کہ دھمکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلاشک تین طلاقیں ہوگئیں اور بغیر حلالہ اُسے رکھنا زنائے محض ہے، جب تک اُس عورت کو نکال نہ دے اور علانیہ توبہ نہ کرے برادری میں ہرگز نہ ملایا جائے، یُونہی اگر وُہ مقر نہ ہو مگر دو ۲ گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اپنے سامنے تین طلاقیں دینے کی شہادت دیتے ہوں جب بھی تین طلاقیں ہوگئیں، اور حکم یہی ہے جو اُوپر گزرا، اگر نہ وُہ تین طلاقوں کا اقرار کرتا ہو نہ گواہوں میں دو ۲ شخص ثقہ قبول شرع ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(مسودہ ناقص ملا) [تاہم خلاصلہ کلام متروکہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں زید کے اقرار پر فیصلہ ہوگا۔ مترجم]

مسئلہ ۱۷۰: از لکھن ضلع بریلی مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب ۲۲صفر ۱۳۱۶ھ

مع فتوائے شخصے غیر مقلد کہ تین طلاقیں ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ فتوی صحیح ہے یا نہیں اور اس پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ والسلام

الجواب:

مکرمی کرم فرمائے قاضی محمد اشفاق صاحب اکرمکم اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فتوٰی جس کی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اس پر عمل حرام ہے، یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذہب کے خلاف ہے، اس کی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلٰی درجہ پر فرما چکے انہیں باتوں کو جن کے جواب ہزار ہزار بار دے دئے گئے پھر پیش کردینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے، لطف یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انہوں نے فتوٰی دیا اور پھر یہ کہ حکمِ خدا اور رسول کے خلاف

تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلاف نہ کرنا چاہا، حکمِ خدا اور رسول خود بھی جانتے تھے کہ وُہ یہی ہے، کیا فتوی اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہہ دینے کا نام ہے یا خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بتانا، ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صریح تبرا لکھے ہیں محمد ابن اسحٰق عــہ کی نقل کی اور دعوی یہ کہ ہم کسی کے مقلّد نہیں، اگر مقلّد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات ماننی کس آیت وحدیث نے فرض کی، امام بخاری سے پہلے جو ائمہ کرام امام مالک وامام ہشام الدین بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علمِ حدیث و علمِ فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل واعلیٰ تھے، اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحاق دجال کذّاب ہے، وہ کیوں نہ مانے۔ اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اُس کا کلام وحی قرآن وحدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلّد نہیں، والسّلام!

مسئلہ ۱۷۱تا۱۷۳: از بلرام پور ضلع گونڈہ محلّہ پور نیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۶صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی، پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی، ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منہ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کرلی تھی، ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے، ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں یا زید کی قسم معتبر ہوگی۔

(۲) اگر عورت نے شہادت پیش کرکے کچہری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کرلے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا اب تک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہے گی۔

(۳) تین طلاق یا طلاق کچہری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرفداری کرکے عورت کو لوٹانا چاہیں تو کیا حکم ہے، ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابلِ قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابلِ قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو اسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دے کر جس طرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دُور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید

عــہ: اصل میں بیاض ہے ۱۲۔

پر ہے جب تک کہ ہندہ راضی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴تا۱۸۰: از جھریا ضلع مان بھوم محلّہ گوالہ ٹولی مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۹جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہو گئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

(۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا، ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہے گا یا نہیں؟ اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا۔

(۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب وقبول کرلینا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟

(۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طالق دئے یا بغیر صحبت کئے وعدت گزارے شوہر اوّل سے ہندہ کا نکاح کرادینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور جو ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں ان کے لئے وعید اور حکم شرعی ہے؟

(۵) بالفاظِ مرقومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟

(۶) خلافِ واقع جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق بنانے اور رسمِ قدیم نہ ٹوٹنے اور اپنی مونچھ کز تار رکھنے کے لئے اور حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکمِ شرعی کیا ہے؟

(۷) لڑکی ولڑکا حدِ بلوغت کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں، اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

الجواب:

(۱) بلاشُبہہ باجماعِ ائمہ اربع تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالٰی:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

(۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکمِ الٰہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، جس نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ رجعت کی نیت تھی تو ایک رجعی ہوئی وہ گمراہ ہے۔

(۳) اگر خاوند ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اُس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لئے ننگ وعار ہو اور انہوں نے دو۲ گواہوں کے سامنے جو سُنتے اور سمجھتے تھے ایجاب وقبول کرلیا تو صحیح ہوگیا اجازتِ ولی کی کوئی حاجت نہ تھی،

اذلاولایۃ مجبرۃ علی البالغین لمانصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ۔	کیونکہ بالغ حضرات پر کسی کو جبری ولایت نہیں ہے جیسا کہ تمام کتب میں نصوص ہیں (ت)

(۴) بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی۔

قال تعالٰی وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: شادی شدہ (منکوحہ) عورت دوسروں کے لئے حرام ہیں (ت)

اور اگر خالد بے صحبت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك تذوقی عسیلتہ[2]۔	حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام نے فرمایا اے عورت تو حلال نہیں پہلے شوہر کیلئے جب تک دوسرا خاوند تیرا اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کرلو)۔(ت)

جو لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید ہندہ زانی زانی۔ اور اُن سب کے لئے عذابِ شدید نارِ جہنم کی وعید ہے، یُونہی وُہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے۔

والرضابالحرام وقدیکون کفرا والعیاذ باللہ تعالٰی۔	حرام فعل پر رضاحرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔(ت)

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے، قال تعالٰی:

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ	خبردار شیطان تجھے بُھلادیتا ہے یاد ہونے پر

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

[2] صحیح بخاری باب لم تحرم مااحل اللہ لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ [1]	ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔(ت)

اُن سے میل جول کرنے والے اگر اُس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

(۵) اگر اس نے زن وشو میں اصلاح اور اُن کی مشکل کشائی کی نیّت سے ترغیب دلائی تو اس پر الزام نہیں بلکہ باعثِ اجر ثواب ہے۔

(۶) جُھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَ لَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَ تَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: حق کو باطل سے خلط ملط نہ کرو اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔(ت)

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال وحرام کی پروانہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ط [3] (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے۔ت)

(۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وُہ بالغ ہیں اور اگر آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پُوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ درمختار اور عام کتب میں ہے۔ت) بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں یُونہی بالغہ کو جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفوٴ سے ہو تو اس کا کوئی ولی نہ ہو، ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفوٴ کو غیر کفوٴ جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا لفساد لزمان [4] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: زمانہ کے فساد کی بناء پر غیر کفوٴ میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے پر فتوٰی دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور ایک بات یہ بھی قابلِ بیان رہی کہ وُہ جس نے استہزا کہا تھا چھوٹی کتاب میں جائز لکھا وُہ بھی سخت گنہگار ہوا توبہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزا کا محل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] القرآن الکریم ۲/۴۲

[3] القرآن الکریم ۲/۱۷۰

[4] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

مسئلہ ۱۸۱: ازڈھاکہ پٹی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبدالسبحان صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیزالدّین اپنی منکوحہ سراج النساء کی حقیقی بہن پر عاشق ہو کر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب ومحمد اسرافیل بیوپاری اور تمیزالدّین بیوپاری ار عبدالغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلالے جاکر کہاکہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے، تب یہ لوگ پُوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے ہو اس وقت تمیز نے کہا تین روز قبل میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا کسی نے ان میں سے تمیزالدین کو پُوچھا تم نے کس طرح پر طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اس طرح پر طلاق دیا کہ تم کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن دیا اس وقت اس کا بیوی پسِ پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اس سے سوال کیا تجھ کو طلاق ملِا وہ صاف جواب دی کہ مجھ کو طلاق ملا اس کے بعد مولوی صاحب مذکور وغیر ہم عقد پڑھا کر چلے آئے اور تمیزالدین کی ساس نے صبح کو اپنی لڑکی جس پر تمیزالدین نے عاشق ہو کر عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیزالدین کے گھر سے اپنے گھر میں لے گئی کئی روز بعد تمیزالدین جو اپنی بیوی کو علیحدہ رکھا تھا اُس سے ہمبستر ہونا شروع کیا تب لوگوں نے پُوچھا تم اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر حاضرانِ محفل میں اقرار بھی کر چکے اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیزالدین نے جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اس کو میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وُہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں نے زبان سے طلاق نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگا یاکہ نہیں اگر واقع ہو تو کس روز طلاق واقع ہوگا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں تمیزالدین اللہ ورسول کے سخت گنہگار اور زانی حرامکاری ہے وہ صاف صاف تین طلاق کا اقرار کرچکا اب اس سے پھرنے کا اُسے کوئی اختیار نہیں، پہلی عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہو گئی جب تک حلالہ نہ ہو اُن مرد وعورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان اُن کو چھوڑدیں کہ وُہ زانی اور زانیہ ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لووطئ معتدته من الثلاث علما بحرمتها فانه زنًا یحدبه[1]۔	اگر تین طلاق کے بعد بیوی سے عدت میں جماع کیا تو زنا ہوگا اور اس کو اس پر حد لگائی جائے گی بشرطیکہ خاوند کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب العدّۃ الطاعۃ المصریہ مصر ۲/ ۶۱۲

اور دوسری سے جو نکاح کیا وُہ بھی حرام وباطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحًا وعدّۃ[1]۔	محرم عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے نکاح میں اور عدت میں۔ (ت)

وُہ لوگ کہ صرف طلاق سُن کر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہوئے سب پر توبہ فرض ہے۔

مسئلہ ۱۸۲تا۱۸۳: از لکھنؤ محلّہ چار باغ بانسمنڈی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری سہروردی ۲۹جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین فقیہ سیّد علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے جو بعینہٖ نقل کی جاتی ہے کہ:

| بداں اے فرزند چہار مذہب حق اند ودانستن آں فرض سب واختلاف درمیاں ایشاں اختلاف برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف راحت گفتہ اند وحنفی مذہب رانشاید کہ گوید مرا بشافعی چہ کارست زیرا کہ درہنگام ضرورت رانشاید کہ گوید مرا بشافعی چی کارست زیرا کہ درہنگام ضرورت ازمذہبے بمذہبے انتقال کردہ شود چنانکہ بحج رفتن پیادہ بمذہب امام ابوحنیفہ روانیست، پس عالمان حاجی ماشی رابمذہب مالک می سیر اند کہ درمذہب او رواست وچوں بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابوحنیفہ میگردد ایضا چوں کسے مطلقہ ثلثہ راحیلہ بکند باید کہ اورا از احکام وارکان ایمان بپرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند واگر ہماں را نیز میداند باید کہ اورا مذہب امام احمد آرد کہ درمذہب او حق تعالٰی را بذات وصفات شناختن فرض ست اگر آنرا نمیداند نکاح جدید کند واگر آنرا نیز میداند ایں ہنگام تحلیل باید کرد۔ عبارت ارشاد الطالبین ختم۔ | ارے بیٹے! چاروں مذہب حق ہیں، یہ عقیدہ فرض ہے۔ ان کااختلاف رحمت ہے، یہ اختلاف مخالفت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آسانی کے لئے اختلاف کرتے ہیں، کسی حنفی کو نہ چاہئے کہ وُہ کہے شافعی سے مجھے کیاکام، کیونکہ ضرورت کے وقت ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کی پیروی جائز ہے جس طرح کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں پیدل حج جائز نہیں ہے، لہٰذا علماء حاجی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر پیدل حج کا کہیں کیونکہ ان کے مذہب میں پیدل حج جائز ہے، اور جب عرفات میں پہنچ جائے تو پھر حنفی مذہب اپنالے، اور یونہی اگر کوئی شخص تین طلاق دی ہوئی بیوی کے لئے حیلہ کرنا چاہے تو چاہئے کہ اس طلاق دینے والے سے ایمان کے ارکان واحکام پوچھے جائیں اگر وہ بتادے تو پھر اس سے نماز کے احکام وارکان پوچھے جائیں اگر نہ بتاسکے تو وُہ بغیر حلالہً اپنی مطلقہ سے نکاح کرلے اگر وُہ بھی بتادے تو اس کو امام احمد کے مذہب پر پابند کریں کیونکہ ان کے مذہب |

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

	پر اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کا جاننا ضروری،اور فرض ہے،اگر ذات وصفاتِ باری تعالٰی نہ بتاسکے تو وُہ بیوی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کرلے،اور اگر وذاتِ باری تعالٰی کو جانتا ہوتو پھر اس کو حلالہ کرنا ہوگا۔ارشاد الطالبین کی عبارت ختم ہوئی۔(ت)

یہ کتاب (ارشاد الطالبین) مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلّی معلمِ مدرسہ مولوی عین القضاۃ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اُنھوں نے کہا کہ جو کچھ کہ لکھا ہے وُہ درست ہے عندالضرورۃ شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے،ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دی جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک طلاق ہوجاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی،لہٰذا عندالضرورۃ دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی،اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوجائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اس کا دوسرا عقد ہوسکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اُس کو عدت بٹھلادیا جائے اور بعد گزرنے میعاد وعدت کے اس کا دوسرا عقد کیا جاسکتا ہے پس عندالضرورۃ شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابو حنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کرکے اس طریق پر نکاح جدید کرسکتی ہے،پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اس مذہب میں فرض کرلے،اور ضرورت شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلًا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وُہ ارتکابِ زنا کرے اور اس طرح سے مبتلائے گناہ ہوجائے،یا اس طرح کی کوئی اور خرابی پیش آئے،لہٰذا ایسی صورت میں مطلع صاف مذہب امام احمد میں لاکر عقدِ جدید کرسکتا ہے۔

(۱) مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وُہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابو حنیفہ ہے اس کو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے،مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سیّد علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے۔

(۲) جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رُو سے کیا کرنا چاہئے حالانکہ وُہ اپنے آپ کو گروہِ اسلام سے سمجھتی ہے اور دعوی مذہب حنفیّہ،باوجود اس دعوی کے سماع بالمزامیر مذہب شافعیہ سے گروہِ خاصان میں سے انتخاب کرکے اپنے اُوپر روا رکھا ہم بریں بالائے طاق وُہ گانا بجانا جس میں اشتعال نفسانی ہو اوہوس شیطانی پُر ہیں اور ہر مذہب میں وہ سراسر حرام پایا گیا اس کا بھی وہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالتِ زمانہ سے رسوم گراں وکافراں برتتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیّہ ایسے پر نامزد ہوسکتی ہے،دعوی پابندی مذہب خصوصیت کا باطل،لہٰذا ایسی عورت کا مذہب امامِ احمد میں فرض کرلینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری،چونکہ یہاں خدمت میں جناب مولٰنا عبدالکافی صاحب مدظلہ العالی کے

پیش کیا گیا مولٰنا موصوف نے فرمایا: حضور میں مولٰنا احمد رضاخاں صاحب کے بھیجا جائے لہٰذا مستدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب:

یہ مہملات ہیں اور شریعت پر جراٴت اور ایک مسلمان کو خواہی نخواہی کفر میں دھکیلنا اور یہ چاہنا کہ جس طرح بنے اسے کافر کرلیں، ائمہ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات و صفات عقائدِ اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتادو نہ کہ اس سے دقیق مسائلِ ذات و صفات پوچھے جائیں کہ کسی طرح اسے کافر بنالیا جائے، ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو وہ کفر کرے یانہ کرے یہ ابھی کافر ہوگیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے واسطے یہ بلائے عظیم اوڑھنی چاہی وہ دو[۲] وجہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جُھوٹ اور شریعت پر افتراء ہے کہ تین طلاق کی مطلقہ اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کرے گی تو دوہری حُرمت ہوگئی ایک تو تین طلاق کی تھی وُہ خاص اسی کے لئے تھی اور دوسری مرتد ہونے کی ہوئی کہ اب وُہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نہ رہی، مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ مرتد کا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا کما فی العٰلمگیریۃ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ ت) اور اگر اسے کافرہ کرکے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہوس رجیم ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور بغیر حلالہ قطعاً حرام، ایک تو یہ بھاری مصیبت ہوئی دوسرے سے اس کا نکاح حلال نہ رہا، اگر اب مسلمان ہوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہوگی تو یہ وہی ہوس ملعون حلالہ اُن کی دُم سے بندھا ہوا ہے ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گا، تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا، اور کھایا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد، انّا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) سیّد علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالبین ہمیں نہیں معلوم، اور ہو بھی تو حکم، علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کی تفاصیل میں کلام کثیر ہے مگر اس کے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر خانہ عقل میں کچھ سُوجھ ہو تو اشارۃً ایک حرف بھی کافی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: از موضع گیلانی ڈاکخانہ برگھ ریلوے اسٹیشن لکھی سرائے مرسلہ ضمیر الحسن صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گزارش ہے کہ برابر بزرگان سے سنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دی جائے یا جلساتِ متفرقہ میں، طلاق مغلظہ پڑے گی، لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر جلسے میں تین طلاق دی جائے رجعی پڑے گی، جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

الجواب: عــہ

المجیب مصیب فی الواقع مذہبِ منصور ومشربِ جمہور وقول ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم یہی ہے کہ صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، ائمہ کرام وعلمائے اعلام شکراللہ تعالٰی مساعیہم بحث تمام فرماچکے، اب باتباعِ ابن قیم ظاہری المذہب فاسد المشرب سواد اعظم امّت وحق واضح کی مخالفت نہ کرے گا **الّا من سفہ نفسہ** (مگر وہ جس نے پانے آپ کو بیوقوف بنایا ہو۔ت) اور امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان اجل وارفع میں کلماتِ گستاخی بکنے اور ان کے موید کو گمراہ کہنے والا کھلا رافضی ہے **خذلھم اللہ تعالٰی،** وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾[1] (اللہ تعالٰی ان کو ذلیل کرے، اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے وہ کس طرف پلٹے ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۵: از رامپور متصل مرادآباد محلّہ ملاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خان صاحب ۴ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مسنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرور تست اگر بزدد	بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام، مسنون پریشان حال کا التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ کا اشد ضروری

عــہ: بااوجواب مولوی ابوالنصر گیلانوی بود این دوحرف در تصویبش نوشتہ شد ۱۲ (م)

یہ جواب بیعینہٖ وہی جواب ہے جو ابونصر گیلانوی نے دیا ہے یہ دوحرف اس کی درستگی سے متعلق لکھے گئے ہیں ۱۲ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷

تحریر فرمودہ عنایت فرمایند از عنایت واحسن بعید بخواہد شد ومردمان بسیار دعا سازند فیصلہ دریں باب درمیان فریقین بتحریر آنجناب قرار یافتہ است وعبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر احمدی	ہے، اگر جلدی تحریر فرماویں تو مہربانی ہوگی، یہ آپ کی مہربانی اور احسان سے بعید نہ ہوگا، اور لوگ بہت دعائیں دیں گے، اس بارے میں فریقین میں فیصلہ آپ کی تحریر طے ہوا ہے، اور تفسیر احمدی سے منقول خلاصۃ التفاسیر کی عبارت یہ ہے:

(چونکہ عدد طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جس قدر چاہتے طلاق دیتے یہاں تک کہ ایک عورت ام المومنین عائشہ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کے بار بار رجوع کرنے کی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہی اسے معلّق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حق سبحانہ، وتعالٰی نے نازل فرمایا اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الخ)

بباعث اردو قابل تسلیم فریقین دریک مسئلہ ہم قرار نیافتہ۔ اگر عبارت شیر احمدی مرقوم بودے قابل فیصلہ شدے اکنوں امید دادم کہ آنحضور بتحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرمایند، **والسّلام** زید زوجہ خودرا یک طلاق رجعی دادہ درعدت رجوع کردہ بااودو سال زندگانی کرد باز یک طلاق رجعی دادہ عدت رجوع کردہ سہ سال اورا بخانہ خود داشت بعدہ باز دیک طلاق رجعی داد اکنوں زید زوجہ مذکورہ را بلا تحلیل تئس مستعار درنکاح خود تواں آورد یانہ؟ **بینوا توجروا**	اردو کی وجہ سے فریقین ایک مسئلہ پر متفق نہ ہوسکے اگر تفسیر احمدی کی اصل عبارت ہوتی تو فیصلہ کے قابل ہوتی، اب آپ سے امید کہ جناب کتب کی عبارت تحریر فرماکر سرفراز فرمائیں گے، والسلام (ت) زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی، اور عدت میں رجوع کرلیا، اور دو سال گزارنے کے بعد پھر ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں رجوع کرلیا، تین سال گھر رکھنے کے بعد پھر ایک طلاق دی اب زید مذکورہ بیوی کو نئے شخص سے نکاح اور حلالہ کے بغیر نکاح میں دوبارہ لاسکتا ہے یا نہیں؟ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

حرام ست بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر درآید و شہد اوراذوق نماید واوطلاقش	دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہوجائے اور اس

دہد میردوعدتش فراغ پذیرد قال تعالٰی بِاِحۡسَانٍ ؕ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ[1] الٰی قوله عزوجل فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ[2] الآیۃ. قال رسول اللہ صلی تعالٰی علیه وسلم لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوق عسیلته[3]۔ وفی العالم عن عروۃ کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصرولاعدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت ھذہ الآیۃ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی الطلاق الذی یملك الرجعة عقیبه مرتان فاذا طلق ثلثا فلاتحل	کی عدت پوری ہوجانے کے بغیر دوبارہ زید کامذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے یہ حرمت نصِ قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔اللہ تعالٰی نے فرمایا دو۲ طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑدے۔ تا۔اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے،پس اگراس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الآیۃ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی حتی کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کرلے"۔اور معالم التنزیل میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لاتعداد طلاقیں دیا کرتے تھے،اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدّت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتااور یونہی بار بار کرتا اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا،تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن الآیۃ نازل ہوئی،یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے،دو طلاقیں ہیں،تو جب تیسری طلاق دے دے تواب دوسرے سے

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۰

[3] صحیح بخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۲

له الابعد نکاح زوج غیرہ[1] اھ والمسئلة اوضح من ان توضح۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	نکاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اھ، اور مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔(ت) واللّٰہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸۷: از ضلع خاندیس پچھم بھاگ تعلقہ تلودھا ڈاکخانہ لگر مندھا بسوستان کاٹھی مقام عکلکوا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کُل نہیں ادا کیا، وہاں پر قاضی نہیں ہے، اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ گواہ، جس شخص نے پہلے نکاح کیا اس نے خوشی سے طلاق دیا اور اس عورت نے خوشی سے طلاق لیا، بعد دس ۱۰ روز اسی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ رہنے لگے، اور اس شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا، پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا، حلالہ کرنے والا جو شخص تھا اس کی بی بی نے رضا نہیں دی، رضا لینے کے واسطے اپنی بی بی مارا، تو بی بی نے زبردستی سے رضا دی، اس کا حلالہ درست ہو کہ نہیں؟

(۲) ایک دوسرا آدمی ایک عورت کا لے کر بھاگ گیا، اس کی دو لڑکیا تھیں، دو ۲ برس بغیر نکاح کے اس عورت کو رکھا، بعد دو برس کے لڑکے ہوشیار ہو گئی، اس عورت کو چھوڑ کر بیٹی کو رکھنے لگا اس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوئے، سو یہاں کے پنچوں نے جماعت سے باہر کردیا سو اس لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہوا ہے، بعد بارہ ۱۲ مہینے کے جماعت کے آدھے لوگ اس کو ہمراہ لے گئے اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا منہ دیکھنا روا نہیں ہے، اب وہی لوگ اس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اس کے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے، اور یہاں اسلام کی ٹھٹھول کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اسلام کی مشکری کریں گے تو ہمارے کیا حال ہوں گے، اس پر حضرت رسولِ خدا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی شریعت کا کیا بیان ہے؟

الجواب:

(۱) شریعت کا حکم یہ ہے جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کرلی پھر دوسری دی اور رجعت کرلی اب تیسری دی دونوں صورتوں

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتان مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔ حلالہ کے یہ معنٰی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچّہ پیدا ہو لے، اس وقت اس طلاق کی عدّت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعثِ بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو یہ عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دے دے، یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے، اور ولی نے اسے غیر کفو جانکر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہو گا، یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں، لوگوں نے کسی غیر کفو سے اس کا نکاح کردیا جب بھی نکاح نہ ہوگا، غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع ہو اور وُہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اس کے بعد وُہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور حمل رہ جائے تو بچّہ پیدا ہونے کے بعد اس کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے، ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا، ہاں نکاح کے لئے چاہے وہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت ہے کہ مرد نکاح ثانی کرے تو پہلے بیوی سے اجازت لے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں، فقط اس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اس طرح پر اگر اصلًا نہ ہوا مثلًا دوسرے شوہر نے جب طلاق دی تو اس کے دس ہی دن بعد بے عدّت گزرے پہلے شوہر نے اس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح نہ ہوا نرا حرام ہوا اُس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اس سے جُدا کردیا جائے اور نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کردیا جائے۔

(۲) اسی طرح وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اُس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہو چکی، برادری والوں کو چاہئے کہ اگر وُہ مرد و عورت جُدا نہ ہوں تو اس کو برادری سے خارج کردیں، اُن سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھے اُنہیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو پہلے اُن سے

جُدا ہوگئے تھے اور اب مل گئے اور اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں اُنہیں چاہئے اس سے باز رہیں،

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝۶۸ [1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	شیطان تجھے بُھلا دیتا ہے، تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدّت گزرنے کے حلال ہوجائے جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز وگناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے، اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔

درمختار میں ہے:

(کرہ) التزوج للثانی (تحریما) لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (بشرط التحلیل) کتزوجتك علی ان احللك (اما اذا اضمرا ذٰلك لا) یکرہ (وکان) الرجل (ماجورا) لقصد الاصلاح اھ [2] مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کردوں گا دوسرے شخص کا نکاح مکروہِ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں، اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کر مستحق ہوگا اھ مختصراً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۹: ازکانپور بیگم گنج طلاق محل مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۱۲ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالتِ غصّہ میں مجبور ہو کر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی، نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مغلظ ہوگئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی، تو ایسی حالت میں جو پیرو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟ حالاتِ مقدمی یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اس نے قصداً چھوڑا

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۱

دینے کی نیّت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے عدول حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ مجھ پر طلاق ہو گی کیونکہ بجائے خود نادم تھی، مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے کہ جس سے زید کو مجبورًا غیظ آگیا اور دفعۃً تین بار طلاق دے کر ہندہ کے مکان سے اُٹھ آیا، اب زید وہندہ و سخت صدمہ ہے اور دو۲ لڑکے یعنی ایک پسر بعمر۹ سال ایک دختر بعمر۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کر سکتی ہے اور نیز بلا تعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے کہ نوبت بجان ہے۔ بر نظر حالات رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیّہ بلکہ اجماعِ مذاہبِ اربع تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلًا ہوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، اگر یُونہی رجوع کرلی بلاحلالہ نکاح جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝[1]	جو اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے اللہ تعالٰی اس کیلئے راستہ بنادیتا ہے۔ (ت)

اس نے تقوٰی نہ کیا بلکہ خلافِ خدا اور سول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں یہاں تک کہ ائمۂ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرح حاکمِ اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وُہ حکم باطل ومردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں وہ گمراہ دین ہیں، ان کی تقلید حلال نہیں، فتح القدیر میں ہے:

ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلث، وفی سُنن ابی داؤد عن مجاھد قال کنت عند عباس رضی اللہ تعالٰی	جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا مسلک ہے بیک لفظ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ امام مجاہد سے سُنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

عنهما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلثا قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ايطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عزّوجل قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك. ثم ذكر ادلته برواية لامؤطا عن ابن عباس وابی ہریرة معا ومثله عن ابن عمر قال وروى ايضا عن عبد الله بن عمرو بنن العاص واسند عبدالزاق عن علقمة عن ابن مسعود ووكيع عن امير المؤمنين علی وامير المومنين عثمان بن عفان وقد قدمه عن امير المومنين عمرو اورده برواية ابن ابی شيبة والدار قطنی عن ابن عمر عن البنی صلی الله تعالٰی عليه وسلم وذكره فی اٰخر	پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، مجاہد کہتے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ان عباس سائل کو بیوی واپس کردیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے ہوئے حماقت سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابن عباس اے ابن عباس کہتے ہیں، تو یاد رکھو اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے لئے کوئی سبیل پیدا فرمادیتا ہے، جبکہ تو نے اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی ہے تیری بیوی تجھ سے لاتعلق ہوچکی ہے۔ اسکے بعد فتح القدیر نے اس پر دلائل ذکر کئے۔ مؤطا کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت ذکر کیں جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اکھٹی روایت کی، اس طرح کی روایت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ذکر کی، اور کہا کہ عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مروی ہے، اور انہوں نے کہا کہ عبدالرزاق نے علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور وکیع عن امیر المومنین عمر فاروق عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سند ذکر کی، اور قبل ازیں فتح القدیر نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ذکر کی اور انہوں نے ابن ابی شیبہ اور دار قطنی کی روایت بھی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذریعہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے بیان کی۔ اور اسی کو انہوں نے کلام کے

الکلام بروایة عبدالرزاق فی مصنفه عن عبادة بن الصامت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین الی ان قال، فقد اثبتنا النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لم یحکم حاکم بان الثلث بفم واحد واحدة لم ینفذ حکمه لانه لایسوغ الاجتهاد فیه فهو خلاف لا اختلاف[1] (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم۔	آخر میں یُوں ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں عبادہ بن الصامت کے واسطہ سے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے روایت کیا، یہاں تک کہا کہ ہم نے اکثر حضرات سے تین طلاقوں کا نافذ ہونا صراحتًا ثابت کیا اور ان حضرات کوئی بھی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو اس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہوسکتا، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کے ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ حق کے خلاف ہوگا اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۰: از پیلی بھیت محلّہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مریض نے اپنیہ زوجہ کی نافرمانی کے سبب جو اس کی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبر گیری شوہر سے حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی، مسمّاۃ فلاں بنت فلاں کو واضح ہو کہ تم نے اپنی ماں کو اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ بکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصولِ مالیّت کا ہے اس طور سے بہت کچھ جمع ہوسکتا ہے اس وجہ سے تم میرے لائق نہیں ہو، لہٰذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں، مسمّاۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی، مسمّاۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق دی، مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اس طور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہے بمقام فلاں محلّہ

[1] فتح القدیر باب طلاق السنة نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۳۰

فلاں پاس فلاں پہنچ کر مسمّاۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا لوگ طرفین پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور طلاق نہیں ہوئی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی جو اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اس کو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل دے دو تب طلاق ہو جاتی، دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوئی، لہذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمایئے۔

الجواب:

شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں وُہ نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل نہ کرنا کچھ منافی طلاق نہیں، یہ محض جاہلانہ خیال ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۱: از بھموری ڈاک خانہ بھیکم پور ضلع علی گڑھ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلا خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہوں، مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں، امید کہ مجھ کو اظہار خیالات کی جازت دی جائے گی مگر خسر نے جواب نہیں دیا، اس پر دوسرے خط میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہارِ خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرأت کرتا ہوں کہ میری شادی آپ کی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی ورنہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آج کی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اُس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار تھا اظہار جرأت والے خط میں اقرار تھا اس کے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے، اس نے کہا میرا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تاکہ تمہارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہو جائے، چنانچہ وُہ سرائے میں آیا اور دو۲ آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر اور دوسرے کا نام حافظ فخر الدین ساکن آنوا محلّہ پٹھان، چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید نے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں، اور اب بھی طلاق مکرر سہ کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید

صاحب موصوف کے ہمرشتہ سوال یہ ہے کہ اس صورتِ بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو عدّت خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے گواہان مذکور سے؟

نقل خط اوّل

قبلہ وکعبہ مدظلہ، تسلیم بصد تعظیم، عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی تردد ہے، امید کہ مطلع فرمایا جاؤں، نیاز مند کسی قدر اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلااستخراج رائے جرأت نہیں کرسکتا، مجھے امید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گزارش کو ضرور منظور فرمائیں گے جس کی شاہدات میری نظروں میں نہایت خوش آیند ودلفریب ہیں، زیادہ نیاز۔ احقر ازلی سیّد عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلہ نعمت وکعبہ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم، نیاز مند قبل اس کے اظہار خیالات اپنے کی اجازت چاہی، قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا، نیاز مند خاموش ہورہا، اب جرأت کرتا ہوں عرض کرنے کی، جس کو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوئی محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی، نہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں، بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آج کی تاریخ سے طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، آپ جانیں والد صاحب جانیں۔

بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے پانی زوجہ کو طلاق دینے اقرار کیا۔

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یُوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصلہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں، یہ اشارہ اُن کا ہم مسافروں کی طرف تھا۔ بقلم مرزا صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر

مہر
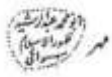
بیان حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین صاحب ساکن قصبہ آنولہ محلّہ پٹھاناں

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یُوں کہا

کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصلہ گزرا بذریعہ اپنی تحریر کارڈ رجسٹری کے طلاق شرعی دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو

اور اب مررسہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی، اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں، یہ اشارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔

العبد حافظ فخرالدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلّہ پٹھاناں بقلم خود مہر

آج تاریخ دو جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سیّد عبدالرزاق صاحب سکنہ بھموری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور اُن کے ہمراہ تھے، سید عبدالرزاق صاحب نے میر عابد اپنے داماد کا اُن کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا اُن تینوں ہمراہیوں میں سے دو ۲ صاحبوں کو میر عابد علی مذکور کے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے زبانی طلاق بدستخط اپنے اپنے بیان تحریر کئے رجسٹر تحریر موجود کا خود میر عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز زبانی طلاق مکرر سہ کردینا بخوبی ثابت ہے، بیانات مذکور ہمرشتہ تحریر ہذا ہے۔ الراقم خادم الاطبا والعلماء ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد۔ مہر ودستخط سے آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو روانہ کیا گیا۔ فہرست اوراق { تحریر راقم ایک، بیان مرزا صدیق بیگ ایک، بیان حافظ فخرالدین صاحب ایک } کُل تین اوراق۔

الجواب:

کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو، علماء فرماتے ہیں:

الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم کما فی الهندیة[1] وغیرہا۔	خط دوسرے خط اور مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے(ت)

یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار، اُن دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص وناتمام ہے وہ اپنے بیانوں میں، عابد وعبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہوں گے۔ شرطِ شہادت یہ ہے کہ اگر وُہ حاضر ہوں تو ان کی طرف اشارہ کرکے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس عبدالرزاق کی بیٹی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو اُن کا نسب پاک دادا تک بیان کرے کہ

[1] فتاوٰی ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱

عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کمافی العٰلمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے۔ت) یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہو جاتی ہو،

فان المقصود التعریف لاتکثیر الحروف کمافی جامع الفصولین والدر المختار۔	کیونکہ معرفت مقصود ہے حروف کی کثرت مقصود نہیں ہے، جیسا کہ جامع الفصولین اور در مختار میں ہے۔(ت)

اگر دو[۲] گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو[۲] ہوں اس طرح شہادت ادا کریں تو ضرور تین طلاقیں ثابت ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: ازامریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں ۳ محرم ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کردیا طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی مضمونِ طلاق میں نے محمودہ منکوحہ کو طلاق دے دی اور چھوڑ دیا اور مجھ کو اب اس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پر تحریر کردی۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں زید سخت گنہگار ہوا، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر تین طلاقیں ہوگئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی نہیں کرسکتا، زبان سے کچھ کہنا ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلاوجہ و اکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہوا، اشباہ میں ہے: **الکتاب کالخطاب**[1] (تحریر، خطاب کی طرح ہے۔ت) لفظ اوّل و دوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا لفظ اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدمِ طلاق نے اسے بھی طلاق کے لئے معین کردیا، ردالمحتار میں ہے:

دلالۃ الحال المراد بھا الحالۃ الظاہرۃ المفیدۃ للمقصود،	دلالت حال سے مراد، وُہ حالت جو ظاہر طور پر مقصود کو مفید ہو۔ اس کی ایک صورت، پہلے

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۹۶۔۵۹۷

ومنہا تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط[1]۔	طلاق کا ذکر ہونا ہے، محیط سے منقول بحر میں۔(ت)

اسی میں ہے:

فی النہر دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال فتفسر المذاکرۃ بسؤال الطلاق او تقدیم الایقاع کما فی اعتدی ثلاثا[2]۔	نہر میں ہے کہ دلالتِ حال، دلالتِ قول کو شامل ہے، لہٰذا اس کی تفسیر یُوں درست ہے کہ طلاق کے مطالبہ کے طور مذاکرہ، یا پہلے طلاق واقع کرنا، مثلاً عدّت پوری کر تین کی۔(ت) اسی طرح اور مواقع میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳: از شاہ گڈھ ڈاکخانہ شب نگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بیوہ مسمّاۃ ہندہ سے بدیں شرط انکار کیا کہ وُہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلے، اس نے منظور کیا اور نکاح ہوگیا، ہندہ مذکور نے گو اس ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلیا لیکن زید نے اس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور غصّہ میں زید نے ایک لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم مضمون لکھ دو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہوجاؤں اور وہ تحریر بذریعہ رجسٹری مسمّاۃ کے پاس بھیج دوں۔ یہ وہ الفاظ بعینہٖ تھے جو ادا کئے گئے تھے، لکھے پڑھے شخص نے ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی لہٰذا تم میری نہیں رہیں تم کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، اب مسمّاۃ ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمہاری مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے لیکن اب کوئی واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں۔ چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن زید کے ذہن میں قطعًا قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمونِ طلاق سُن لیا تھا اب مسمّاۃ پشیمانی کے ساتھ طالب معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ مسمّاۃ ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے۔ واضح رائے عالی ہو کہ مسمّاۃ ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھ کر اس کے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی بھیجی تھی اور جس روز تحریری طلاق بھیجی اسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہوکر خواہشمند بقائے نکاح

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۳

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۳

ہوئے ہیں کہ نکاح رہا یانہیں؟

الجواب

اس نے اس کی درخواست سے لکھااور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیااور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہو گی تاوقتیکہ وُہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۴: از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ عطاء اللہ خاں سوداگر جفت ۱۵صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وُہ عرصہ سے اس سے تقریر و تحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پردیس تقریری وتحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پردیس سے تحریر کیا ہے جس کی عبارت طول طویل ہے اس میں سے بقدر ضرورت عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے، یہ ثابت ہے کہ یہ خط زید کا ہے کیونکہ وُہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لے لو اور زید اپنے سالے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دے دو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان پانی ہمشیرہ کو دے دو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دے دو، اسی خط اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر کی ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زید کی بہت سے تحریریں انہیں قرائن کو ظاہر کرتی ہیں، زید کے خط کی عبارت یہ ہے: "تو نے جس قدر جُھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تو نے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں اپنے دل سے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتاہُوں طلاق دیتاہوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی، میں اس وجہ سے وہاں سے چُپ ہو کر چلا آیاہُوں کہ تُوڈر کے مارے نہیں بتاتی۔" دریافت طلب امر یہ ہوا کہ زید نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اس کی زوجہ مطلقہ ہو گئی یا نہیں اگرچہ اس کی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔

الجواب:

ثبوت خط کے لئے اُس کا اقرار ہو یا گواہانِ عادل کی شہادت، اگر وُہ انکار کرے اور گواہ نہ ہوں

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۰

تو مجرد خط ملنے یااُن قرائن سے ثبوت نہیں ہوسکتا، علماء نے فرمایا ہے: **لایعمل بالخط** (خط پر عمل نہ کیا جائے گا۔ت) اور فرمایا ہے:

الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم[1]۔	خط دوسرے خط اور مُہر دوسری مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت)

پھر وُہ لفظ کہ اس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول، اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وُہ انکار نہ کرے اس پر کاربندی کرسکتی ہے، اگر یائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی، اور یائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وُہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دے گا۔

مسئلہ ۱۹۵: از محمود آباد ضلع سیتاپور مرسلہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سُنی حنفی محمود آبادی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

حضرات علمائے دین ومفیتان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصّہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغ خطی تحریر کیااور لکھاکہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہااور نہ عورت نہ کسی اوراس کو بابت کچھ معلوم ہوا محض لکھ کراپنے پاس رکھ لیامگر عورت نے کسی طرح معلوم کرلیالہٰذاایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر فارغ خطی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں مَیں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغ خطی سے بھی ظاہر ہے۔ فارغ خطی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں تو بلاشبہ تین طلاقیں ہوگئیں، عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی عورت کو یا کسی کو خبر نہ ہونا شرطِ طلاق نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۶: از شہر محلّہ کوہاڑاپیر مسئولہ قمرالدین صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہندکے ساتھ، مگر بعدہ، حسب شرائط ذیل بوجوہ خانگی ومصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاقنامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج دستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور جلسہ عالم میں طلقت کہاوقوع میں نہیں آئی بلکہ

[1] فتاوٰی ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

سرپرستِ منکوحہ نے حکمتِ عملی سے زبرستی دستاویز حاصل کرلیااور اس نے اس کو روک لیانیز مخفی نہ رہے کہ بعد ہنوز رخصتی کے رسم عمل میں نہیں آئی ہے، آیا بعد ملاحظہ بالا ولحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

(۱) کھنڈوہ طلائی وزنی ۴۰ تولہ بوقتِ عقد منجانب ناکح چڑھائے گئے تھے واپس ہوں گی اور نیز مبلغ معہ / روپیہ لڑکی والا بابت خرچ ناکح کو ادا کرے گا۔

(۲) کل پارچہ پوشیدہ لڑکی والا ناکح کو واپس کرے گا جو کہ بوقتِ عقد چڑھایا تھا۔

(۳) شرائط نمبر ۱ و ۲ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد ناکح بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دے گا جلسہ عام میں اس کا اعلان کرے گا۔

(۴) شرط نمبر ۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب:

ایسے معاہدوں میں معرف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ تنفیذ اُنہیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے قرار پائے، تو یہاں اگرچہ لفظًا تعلیق ہو عرفاً تعلیق ہوتی ہے **والمشروط عرفًا کالمشروط لفظًا** (عرف میں مشروط چیز، لفظوں میں مذکور مشروط کی طرح ہے۔ت) ولہٰذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کردے تو یں تجھے طلاق دے دُوں گا، عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا، شوہر نے طلاق نہ دی، مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اس نے بلاشرط الفاظ معافی کہے، لفظوں، میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنیً شرط موجود تھی اور وُہ نہ پائی گئی لہٰذا معافی نہ ہوئی، اسی طرح یہاں طلاق معنیً اُن شرائط سے مشروط ہے اور وُہ نہ پائی گئی لہٰذا طلاق نہ ہوئی، عالمگیریہ میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجھا کابین تُرا بخشیدم چنگ ازمن بدار ان لم یطلقھا لمیبرأ عن المھر کذافی الظھیریۃ[1] **۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**	بیوی نے خاوند کو کہا میں تجھے مہر بخشتی ہوں تو مجھے پر سے قبضہ ختم کردے یعنی طلاق دے دے، اگر خاوند نے طلاق نہ دی تو مہر معاف نہ ہوگا ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل الخلع بالفارسیہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵۸

مسئلہ ۱۹۷: از شہر کہنہ ۱۲صفر ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جس کو عرصہ قریب تین سال کے ہوا طلاق دے دی، طلاق ہو جانے کا اقرار بکر نے زبانی عورت مطلّقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سُنا ہے، اب بکر مذکور اپنا نکاح اس عورت سے کیا چاہتا ہے، لہٰذا شرع کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اس کے بھائی تین طلاقیں اُتنی مدّت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اب زید سال بھر غائب ہے اس صورت میں بکر کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے، اگر عورت اور اس کے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اس میں سچّے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے جبکہ وہ اس طلاق کے بعد عدّت بھی گزر جانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گزرا ضرور وضعِ حمل ہو کر عدّت، گزر گئی، اور اگر حمل نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اسے حیض تین بار شروع ہو کر ختم ہو چکا ہے، اور اگر بکر کے دل پر اُن کا سچ نہ جمے فریب معلوم ہوتا ہو تو ہر گز نکاح نہ کرے،

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ لوان امراۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجھا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ علیہ[1]۔	ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، اگر ایک عورت نے کسی مرد کو کہا کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور عدّت بھی گزر چکی ہے، تو اگر عورت عادلہ ہے تو اس شخص کو اس پر اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، اور اگر وُہ عورت فاسقہ ہے تو پھر وُہ شخص غور فکر کرے اور غور و فکر کے نتیجہ پر عمل کرے۔ (ت)

اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہو تو اس کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہو گئی اور عدّت گزر گئی جواز کے لئے کافی ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۸: قاضی عبدالغنی صاحب از ڈیڈوانہ مارواڑ محلّہ قاضیان

کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے بہ رُوبرو دو تین شخص کے حرفِ طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا، ہندہ کے پاس ایک طفلِ شیر خوار تھا اس وجہ سے

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۱۳

اُس نے اس کی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ ۴/ماہوار دودھ خرچ کے دیا کرے گا، چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہروز ہوئی، اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکاری ہوگیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ تو کسی دوسرے سے نکاح کرسکے گی اور نہ گھر سے خرچ ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا نہ جائز، طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے؟

الجواب:

طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے، حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہُوا کہ اس نے کیا الفاظ کہے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہوجاتی ہے، اس کے پُورے الفاظ لکھے جائیں جن پر اصلاً کم وبیش تغیر نہ ہو اور یہ بھی کہ اس کے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اُس نے یہ لفظ کہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۹: از ٹانڈہ ضلع فیض آباد مسئولہ حکیم سیّد حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت وطریقت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دے کر طلاق پر انگھوٹھے کا نشان ثبت کردیا۔ اس طلاق نامہ کے وصول پر مسمّاۃ صغرٰی بی بی بالغ کے باپ نے اس کا عقد چھ ماہ ہوا ایک متمول خوبصورت شخص سے کردیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے، مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاق نامہ یہ ہے: "۱۲/ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۸ہجری بروز شنبہ منکہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ، رُوبرو پنچوں کے لکھوادیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اس وقت طبیعت بہت ٹھیک ہے اس لئے میں چار گواہی دے کر کے میری منکوحہ مسمّاۃ صغرٰی بنت حیدر اس کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے دور کردیا اگر مجھ کو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اس وقت دیوانہ نہیں ہُوں اور مسمّاۃ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہوکر مہر وعدّت معاف کردیا جب میں طلاق دیا ہوں"۔

ٹکٹ ا۔ (نشان انگوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہے تو بیشک صغرٰی پر تین طلاقیں ہوگئیں اس کا نکاح اگر عدّت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے

اور اگر عدّت کے اندر کردیا کہ سوال میں انقضائے عدّت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاق نامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ لکھا ہے تو یہ دوسرا نکاح بھی باطل ہوا مگر سلیمان کو اب بھی صغرٰی پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا نہ وہ صغرٰی سے نکاح کرسکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

لاینکح مطلقة بالثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف[1]۔(ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم۔	تین طلاقوں سے مطلقہ عورت سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا جب تک دوسرا خاوند صحیح اور نافذ نکاح کے ساتھ اس عورت سے جماع نہ کرلے، صحیح اور نافذ نکاح کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہوگیا (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۰: از انبالہ چھاؤنی صدر بازار محلّہ پلیداران مرسلہ ننّے خاں نبیت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی نہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عنداللہ عورت اُس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالٰی:

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ[2]۔	مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

اور اس کا انکار اللہ عزّوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا ان گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اُن میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہوجائے گی اور اس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سُنا جائے گا اور اگر ان میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اس سے حلف لے اگر وہ حلف دے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اس کی زوجہ سمجھے اگر اُس نے حلف اُٹھا جھوٹا کیا تو وبال اس پر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اُسے تین طلاقیں

---

[1] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

[2] القرآن ۲/۲۳۰

دیں اور منکر ہوگیا اور گواہ عادل نہیں ملت تو عورت جس طرح جانے اس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر، یا اور مال دے کر، اور اگر وُہ یُوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بَن پڑے اس کے پاس سے بھاگے اور اُسے اپنے اُوپر قابو نہ دے۔ اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن و شو کا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال اس پر ہے، لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] (اللہ تعالٰی وسعت کے مطابق ہی کسی جان کو تکلیف دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: از گنج مراد آباد ضلع اوناؤ مرسلہ شیخ حرمت علی صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دوسال کہ ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں ہندہ کو طلاق دی اُس کو اب اختیار حاصل ہے، ل اب زید آیا اور وُہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وُہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھ دئے تھے اب گم ہوگئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تم نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی فقط۔ بینوا توجروا باحسن الثواب۔

الجواب:

ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے واقعی میں نے یہ خط لکھا تھا یا دو ۲ مرد خواہ ایک مرد دو ۲ ثقہ شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا، اشباہ وغیرہا ہے:

ان کتب علی وجه الرسالة مصدار معنویا وثبت ذلك باقرارہ او بالبیّنة فکالخطاب[2]۔	اگر خاوند نے تحریری طلاق کو طلاق نامہ کے انداز سے معنون کرکے ارسال کیا اور اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہوجائے کہ طلاق دی ہے تو زبانی طلاق کی طرح نافذ ہوگی۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورہ سوال ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھنے کا ثبوت تابقائے عدت ہو اسی قدر طلاقیں وقتِ تحریر سے پڑنے کا

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۰

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابة ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۸۔۵۹۷، ردالمحتار کتاب القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۵۳

حکم دیا جائے گا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط ایک ثبوت ہُوا تو جس وقت اُس نے یہ خط لکھا اُس وقت س ایک طلاق مانیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدّت کے اندر اُنہیں الفاظ یا اُن کے مثل سے بکر یا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو دو اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھے ثابت ہوں تو تین کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا۔

لما نصوا علیہ من ان التاسیس خیر من التاکید وان الصریح یلحق غیرہ۔	کیونکہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ کلام سے نیا فائدہ اخذ کرنا پہلے ذکر شدہ فائدہ سے بہتر ہے اور یہ کہ صریح طلاق پہلی طلاق و لاحق ہو سکتی ہے۔(ت)

ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکور اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہُوں یا میں نے پہلے ہی لکھ دیا ہے،

وامثال ذلك مما یتعین الاخبار عن ذاك السابق لا یصلح للانشاء۔	اس کی مثل وُہ الفاظ جو پہلے خبر کے لئے متعین ہوں چکے تو وُہ الفاظ دوبارہ استعمال پر انشاء کی صلاحیت نہیں رکھتے۔(ت)

تو ان باقی خطوط کی تحریر اُسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائے گی جُدا طلاق نہ ٹھہرے گی،

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ لو طلقھا ثم قال لھا طلاق دادمت یقع اخری ولوقال طلاق دادہ است لایقع اخری،[1]	ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اگر خاوند نے طلاق دینے کے بعد کہا تجھے میں نے طلاق دی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہو گی، اور اگر کہا طلاق دی گئی ہے، تو یہ دوسری نہ ہو گی۔(ت)

اور اگر شہادت کافیہ نہ ہو تو ازانجا کہ زید منکر ہے اصلاً ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اس کے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں،

لما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب ان الخط یشبہ الخط فلایعتبر[2]۔	کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ عام کتب میں ہے، لہٰذا خط کا اعتبار نہ ہوگا۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق بالصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱، الہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۹

بکر و عمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وُہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگر چہ بکر پر اُس اظہارِ خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض و تہمت بھی نہ ہو اصلا قابلِ التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اسکے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہر حال اُن کا یہ اظہار اسی مشابہت خط یا بیان ایلچی پر مبنی ہوگا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں **کما لایخفی علی ادنی خادم للفقه وقد بیناہ فی رسالتنا الازکی الاھلال** (جیسا کہ یہ بات علم کے ادنٰی خادم پر مخفی نہیں ہے اور اس کو ہم نے اپنے رسالہ ازکی الاھلال میں بیان کیا ہے۔ت) یہ جو کچھ گزرادر بارہ حکم قضا ہے یعنی جب تک اُن دو وجوہ شہادت واقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہ ہو حکمِ طلاق نہ دیا جائے گا، عورت کو حرام ہے کہ باوصت انکار شوہر ایسی مہمل خبر پر، اپنے آپ کو مطلّقہ سمجھ کر کوئی کاروائی آزادی کرے، مردوں کا حرام ہے کہ اسے مطلّقہ ٹھہرا کر قصدِ تزوّج کریں، مگر فی الواقع اگر زید اس انکر میں جھوٹا ہے تو اس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت اس وبال سے پاک وجد ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔**

مسئلہ ۲۰۲: مرسلہ حکیم حسین خاں از بریلی محلّہ فراشی ٹولہ ۲۰رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کرلیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیّت و تکلیف دیتا رہا حتی کہ ایک روز سال گزشتہ ۱۴ مئی ۱۹۱۶ء کو بمواجہہ دو شخص عاقل و بالغ مسلم عمرو بکر جو کہ اس کے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے [۱] دو [۲] عورت کی استطاعت نہیں، میں [۱] اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو [۳] میرے مطلب کی نہیں، میں [۴] تجھ کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں، تجھ [۵] کو میں نے طلاق دی، تو [۶] میرے پاس سے چلی جا، تجھ [۷] کو اختیار اپنا ہے جو چاہ سو کر، مجھ [۸] کو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کرلیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وُہ دونوں شخص مقر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا، اور ہندہ صبر و تحمل سے عاجز ہو کر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس بحکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں، اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوئے اور ہندہ بعد عدّت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں، شمارِ عدّت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جاہلوں سے فتوٰی لینا حرام ہے، مخالفانِ دین کو طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے، اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہ، اور عدّت اس وقت سے شروع نہ جاننا اگر یہ طلاق بحالت حیض ہو بلکہ جب یہ حیض ختم ہو اس کے بعد کا طُہر ختم ہو جدید حیض شروع ہو اس وقت سے عدّت کا آغاز لینا دوسری جہالت ہے

بلکہ حکم شرعی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر بیانِ مذکور صحیح ہے عورت پر دو[2] طلاقیں بائن پڑ گئی، عورت سے نکل گئی، شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا،

فان اللفظ الخامس طلاق صریح ولاسادس لکنه یحتمل الردان توقف علی النیة حتی فی المذاکرة فالسابع لایحتمله وقد صارت الحالة بالطلاق حالة المذاکرة فوقع بلانیة لان البائن یلحق الصریح ولکونه بائنا عاد الاول ایضا مثله لاستحالة الرجعة بعد البینونة فطلقت تطلیقتین بائنتین۔	کیونکہ پانچواں لفظ صریح طلاق ہے اور چھٹا لفظ جواب کا احتمال رکھتا ہے اس لئے اس میں نیّت کی ضرورت ہے حتی کہ مذاکرہ طلاق میں نیت پر موقوف ہے، اور ساتواں لفظ رَد کا احتمال نہیں رکھتا پہلے طلاق کہنے کی بناپر مذاکرہ طلاق ہو جانے کی وجہ سے یہ طلاق بھی بغیر نیّت واقع ہو گئی، کیونکہ یہ بائنہ طلاق ہے، اور بائنہ، رجعی طلاق کو لاحق ہو جاتی ہے اور بائنہ پہلی کو بھی جیسی بنادیتی ہے اس لئے کہ بائنہ کے بعد رجوع ناممکن ہو جاتا ہے، لہٰذا مذکورہ سوال میں دو[2] بائنہ طلاقیں ہو گئی ہیں۔ (ت)

عدّت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالتِ حیض میں دی ہو تمام احکامِ عدّت مثلاً عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت ثابت ہو جائیں گی نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد آغاز ہوں، ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئے گا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے، جس وقت سے یہ طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہو گیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۳: از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں وکیل سر شتہ ۲۳رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جس کی عمر ۱۵سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواجہہ میں طلاق بائن مغلظ دے دیا اس طلاق کے اندازاً ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کہلادیا کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیسا اختیار حاصل ہے، کیا عمرو قاضی کے سامنے دعوٰی پیش کرکے استقرارِ طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور پانی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب زید وہندہ دونوں منکر ہو گئے ہیں تو اُن کا انکار کچھ مسموع نہیں، اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جُدا ہو جائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں کو عذابِ جہنّم وغضبِ جبّار کا استحقاق ہے، اگر وُہ جُدا نہ ہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے

یہاں دعوی طلاق کرکے فوراً جدائی کرالے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ دعوی کرکے اُن میں جدائی کرادے اس میں ہر مسلمان کو دعوی اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوی نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اُن پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر اُن میں دو ۲ گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے ان کے شہادت سُن لے اور اُن مردوعورت کر جبراً جُدا کردے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

تسمع الشهادة بدون الدعوی فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء والظهار[1]۔	خالص حد، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعوی بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولا بخلاف حقوق اللہ تعالٰی لوجوج اقامتها علی کل واحد فکل احد خصم فکان الدعوی موجوده[2]۔(ملخصًا)	حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لئے پہلے دعوی پایا جانا شرط ہے، بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لئے حقوق اللہ معاملہ میں ہر ایک فریق ہو سکتا ہے، گویا کہ دعوی موجود قرار پائے گا۔(ت)

ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جُھوٹا دعوی طلاق کرکے جُدا کرانا چاہتا ہے تو ہو سخت عذات کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از بلرامپور ڈاک خانہ خاص ضلع گونڈہ محلّہ پھاٹک جانب اوتر سرائے بختہ مرسلہ نور محمد آتشباز ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ وجوہ طلاق واحد تنبیہًا دی اور بعد گزرنے گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بیوی نے رجعت کرلی اور آج تک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقًا بعد سولہ برس کے دونوں میں نااتفاقی بوجہ ورغلانے ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہو گئی اور زدی کے مکان سے فرار ہو گئی بعد چند س روز کے واپس آئی اور

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الشہادات والدعادی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۸

[2] درمختار باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۸

سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقوں کی مقر ہوئی، چونکہ زید برادری والا آدمی ہے، پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا، مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا طلاق ثلاثہ، اس وقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاقِ واحد کی قسم کھالی، ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی، بعد ازاں ہندہ پھر فرار ہو کر اور دو گواہ بے نمازی دائمی وار شراب خوار و زانی ایک برادری و دیگرے قوم دیگر کچہری دیوانی میں پیش کرکے مقدمہ دائر کرکے ڈگری حاصل کرلی اور اس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا، پس صورتِ مسئولہ میں ہندہ کے گواہ مذکورہ کچہری کا قول معتبر ہوگا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادرانِ زید کا قسم معتبر ہوگا اور اہلِ برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اسی کے ورغلانے کا تمام اہلِ برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہًا خاندان ترک کردینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ہندہ زوجہ زید ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ حق تھا اس کے بعد ہندہ کا چند روز اس پر کاربند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اٹھانا اور دو ۲ فاسق گواہ پیش کرکے کچہری سے ڈگری لینا اسے شرعًا کچھ مفید نہیں، ہندہ بدستور زوجہ زید ہے، اور شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہلِ برادری ضرور اسے برادری سے خارج کریں اُس سے میل جول چھوڑدیں اس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ [1] ۔	اگر تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا [2] رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمرو	ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے (اس کو ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے صغیر اور اس کی مثل اوسط میں ابن عمر رضی اللہ

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶، المستدرك للحاکم باب لیس منّا من خبب امرأۃ علی زوجھا الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۶

فی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تعالٰی عنہ سے، اور اوسط میں ابویعلٰی کی طرح صحیح سند سے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵: از پکھریر ضلع مظفر پور محلّہ نورالعین شاہ شریف آباد رائے پور مظفر پور مرسلہ شریف الرحمٰن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمٰعیل نے یکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک ماں اور ایک بھاوج اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اس کی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق دی ہے اور بھاوج کہتی ہے کہ پانچ طلاقی دی ہے، غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو۲ دی ہے، لڑکا کہتا ہے کہ تین ۳ دی ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مسمّاۃ مورن بھی تھی مسمّاۃ مورن کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے، اور پڑوس موجودہ لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے، اور اسمٰعیل شوہرِ ہندہ کہتا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دُوں گا، ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھاوج باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تنبیہ و مجبور کرتا تھا اس لئے مجھ سے ناراض ہو کر جُھوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وُہ لڑکا بالغ ہو یا وُہ خواہ بھاوج خواہ وُہ دوسری عورت کہ دو۲ طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہوں جب تو ظاہر یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور بھاوج سب ثقہ عادل ہوں فقط وُہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صورت میں اس لئے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہ مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اس لئے کہ عدالت نہیں اور تیسری صورت میں اس لئے کہ ماں گواہی بیٹی کے حق میں نہیں۔ درمختار میں ہے:

لاتقبل شھادۃ الفرع لاصلہ وبالعکس[1]۔ (ملخصًا)	فرع (اولاد) کی شہادت اصلا (والدین اور اوپر) کے حق میں اور اس کا عکس ہو تو بھی مقبول نہیں (ملخصًا)۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

فی الولوالجیۃ تجوز شھادۃ الابن علی	ولوالجیہ میں ہے کہ باپ نے اگر اپنی بیوی کو طلاق

[1] درمختار کتاب الشھادت باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۴

ابیه بطلاق امرأته اذالم تکن لامه أولضرتها لانها شهادة علی ابیه وان کان لامه اولضرتهالاتجوز لانها شهادةلامه[1]۔	دی تو بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ جس کو طلاق دی گئی ہو وہ اس بیٹے کی ماں یاماں کی سہیلی نہ ہو، یہ شہادت باپ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مقبول ہوگی اور اگر بیٹے کی ماں یااس کی سہیلی ہوتو پھر بیٹے کی یہ شہادت مقبول نہیں کیونکہ اگرچہ باپ کے خلاف ہے لیکن ماں کے حق میں ہے۔(ت)

اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھاوج اور وُہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں بھی تو دو طلاقیں ثابت ہوسکتیں کہ اسی قدر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو۲ اور تین۳ میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب رَدِّ شہادت۔ ہدایہ میں ہے:

یعتبر اتفاق الشاهدین فی اللفظ والمعنی عندابی حنیفة فاذاشهد احدهمابالف والاٰخربالفین لم تقبل الشهادة عنده وعندهما تقبل علی الالف اذاکان المدعی یدعی الفین وعلی هذاالطلقة والطلقتان والطلقة والثلث[2]۔	امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنٰی میں اتفاق معتبر ہے لہٰذا اگرایک گواہ نے ایک ہزار کہا اور دوسرے نے دوہزار کہا تو یہ شہادت امام صاحب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایک ہزار پر دونوں گواہوں کی شہادت قبول کرلی جائے گی بشرطیکہ مدعی نے دوہزار کا دعوی کیا ہو، یُوں ہی ایک طلاق اور دوطلاق کا یا ایک اور تین طلاقوں میں (گواہوں کا اختلاف ہوتو امام صاحب کے نزدیک اس اختلاف میں کوئی طلاق ثابت نہ ہوگی)۔(ت) توثابت ہوا کہ صورت مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶: از گلاوٹھی ضلع بلند شہر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ک ایک عورت کا باین ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو

---

[1] بحرالرائق باب من تقبل شهادة ومن لاتقبل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۰/۷

[2] ہدایہ باب الاختلاف فی الشهادة مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۵/۳

طلاق دے دی ہے قطعی جس کو عرصہ ۷ مہینے کا ہوا اور اپنے بیان کی تائید میں پنے دو۲ بھائی حقیقی اور دو شخص غیر کو پیش کرتی ہے، چنانچہ وُہ چاروں قطعی طلاق دینا مسمّاۃ کو بیان کرتے ہیں اور شوہر سے جو دریافت کیا گیا تو وہ انکار کرتا ہے اس صورت میں عورت مطلقہ سمجھی جائے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ان چاروں میں اگر عورت کے دونوں بھائی یا دونوں غیر یا ایک بھائی ایک غیر فرض کوئی سے دو۲ شخص ثقہ عادل شرعی قابل قبول شہادت ہوں تو عورت ضرور مطلقہ سمجھی جائے گی شوہر کا انکار گواہان ثقہ کے حضور اصلاً مسموع نہ ہوگا، بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔ درمختار میں ہے:

نصابہا لنکاحٍ وطلاقٍ رجلان اورجل وامرأتان[1] اھ ملخصًاملتقطا۔	نکاح وطلاق میں شہادت کا نصاب دو۲ مرد یا ایک مرد اور دو۲ عورتیں ہے ___ اھ ملخصًاملتقطا (ت)

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

تجوز شھادہ الاخ لاختہ کذافی محیط السرخسی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بھائی کی شہادت بہن کے حق میں مقبول ہے، جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۷: ازریاست رامپور مسئولہ امراؤ دلہا مفتی غلام حیدر صاحب محلّہ زاخ دوارہ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جاکر بآوازِ بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانی کو طلاق دی، اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصّہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو۲ بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی دی دی کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اسی آواز کو سُنا کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سُنا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاق ہوئیں یا ایک طلاق رجعی۔ **بینوا توجروا۔**

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲

[2] الفتاوی الھندیۃ الفصل الثالث فیمن لاتقبل شھادتہ للتھمۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۷۰/۳

الجواب:

عورت کے دونوں بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو۲ ثقہ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اسے آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کے قول مذکور کو کان سے سُنا اور اگر وُہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی پھر اگر واقع میں تین بار "دی" کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑدے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید، واللہ علٰی کل شیئ شھید، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: تحصیل کچھانینی تال مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۷رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو۲ منکوحہ ہیں ہندہ، زینت۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہوجائے زید کو اہلِ دِہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویانِ دہ نے پٹواری دِہ سے کہ از قوم ہنود تھا ساز کرکے طرح طرح کے نقصان مالی وجانی منجان کچہری کے اندیشہ پیدا کردیا اور کہا تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاز دے دو اور یہ کلمات اُس پٹواری سے پُورا مخوف ہوکر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہُوا کہ کون سی بی بی کو زید سے مرد ہنود پٹواری نے طلاق دلوائی، بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہوگیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

جبکہ زید نے تین بار جُدا جُدا یہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر واکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اس کی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہوگئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کردئے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی، تو اب اس کے اختیار میں ہے جس کی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اس پر تین طلاقیں ہوجائیں گی اور ہندہ کو تو اس پر تنویر میں ہے:

لوقال امرأتی طالق ولہ امرأتان اوثلاث تطلق واحدۃ منھن ولہ	اگر خاوند نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے جبکہ سا کی بیویاں دو تھیں یا تین تو ان میں سے ایک کو طلاق

خیار التعیین[1]۔	ہوگی ان میں سے طلاق کے لئے ایک معین کرنے کا اختیار خاوند کو حاصل ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لافرق فی ذلك بین المعلق والمنجز وکذا لافرق بین حلفه مرة او اکثرفله صرف الاکثرالی واحدة ففی البزازیة عن فوائد شیخ الاسلام قال حلال الله علیه حرام ان فعل کذاوفعله وحلف بطلاق امرأته ان فعل کذاوفعله وله امرأتان فاراد ان یصرف ھذین الطلاقین فی واحدة منھا اشارفی الزیادات الی انه یملك ذلک[2]۔	مذکورہ صورت میں طلاق معلّق ہو یا غیر معلّق ہو اور یونہی یا متعدد بار کہنے میں کوئی فرق نہیں،ایک سے زائد طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے مراد لینے کا بھی خاوند کواختیار ہے،تو بزازیہ میں شیخ الاسلام کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے کہاکہ اللہ تعالٰی کی حلال کی ہوئی چیز مجھ پر حرام ہے اگر میں فلاں کام کروں،اور پھر اس نے وہ کام کرلیااور اس کے بعد پھر اس نے کہااگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق،پھراس نے وُہ کام کرلیا،تو ان دونوں قسموں کے بعد خاوند کو دو۲ بیویوں کی صورت میں اختیار ہے ان دونوں طلاقوں کوایک بیوی کے لئے قرار دے،زیادات میں خاوند کو اس اختیار کامالک قرار دینے کااشارہ دیا ہے۔(ت)

اور جبکہ وُہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ تھی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع اسے تعیین کااختیار دیتی ہے توظاہر اس پر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو۲ ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہئے جبکہ اسے سے پہلے دو۲ والی کو ایک اور ایک والی کو دو۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو،پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدّت کے اندر رجعت کرلے دونوں بدستور اس کی زوجہ رہیں گی،ہاں آئندہ کبھی اگر دو۲ والی ایک یا ایک والی کو دو۲ طلاقیں دے گا تو تین ہوجائیں گی اور پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہ کرسکوں گا۔

اقول: والدلیل علی جواز التفریق مامر عن البزازیة عن	**اقول:**(میں کہتا ہوں)مذکورہ صورتوں میں طلاقوں کو بیویوں پر متفرق کرسکتا ہے اور اس کے جواز کے

---

[1] درمختار باب طلاق غیرالمدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

[2] ردالمحتار باب طلاق غیر مدخول بہا داراحیاء التراث العربی ۲/۴۵۹

شیخ الاسلام عن اشارۃ محمد انہ یملك الصرف الی واحدۃ ان اراد فقط افادانہ یملك التفریق ان شاء والثلاث والاربع والاثنان فی ذلك سواء ولیس قولہ طلقت طلقت طلقت أوامرأتہ طالق امرأتہ طالق امرأتہ طالق کقولہ طلقت امرأتی ثلاثا،او امرأتی طالق ثلاثا فان ھنا قد افھم المغلظۃ فلایملك التخفیف بالتفریق مع ان المروی عن الامام فیہ ایضا خیار التفریق غیر انہ تقع علی کل منھن واحدۃ بائنۃ لئلایلغٰی وصف الاصل فی ردالمحتار رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عن المنیۃلوکان الرجل ثلاث نساء فقال امرأتی ثلاث تطلیقات یقع ثلاث لکل واحدۃ وعندابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لکل واحدۃ منھن طلاق بائن وھو الاصح[1] اھ**اقول**: ای الا اذا بین وعین احدٰھن فعلیھا الثلاث	دلیل بزازیہ کی گزشتہ عبارت شیخ الاسلام سے منقول کہ امام محمد نے اس میں اشارہ فرمایا کہ خاوند کو ایک ہی بیوی پر دونوں طلاقوں کو صرف کرنیکا اختیار ہے اگر چاہے تو واضح ہُوا کہ انہوں نے افادہ کیا کہ خاوند اگر چاہے تو ان طلاقوں کو اپنی متعدد بیویوں پر متفرق کرسکتا ہے اس میں بیویوں کی تعداد دو[۲] یا تین چار ہونے میں کوئی فرق نہیں،اور خاوند کا "میں نے طلاق دی" "میں نے طلاق دی" یایوں" میری بیوی طلاق والی ہے" تین بار کہنا،اس کا حکم وُہ نہیں جو "میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں" یا" میری بیوی تین طلاق والی ہے"کا حکم ہے کیونکہ آخری دونوں الفاظ میں طلاق مغلظ مفہوم ہوتا ہے،تواب اس مغلظ کو متعدد بیویوں پر تقسیم کرکے مخفف نہیں بناسکتا(لہٰذا یہ تین ایک ہی بیوی کے لئے قرار پائیں گی)حالانکہ امام سے اس مسئلہ میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے یہاں بھی تفریق کا اختیار خاوند کو دیا ہے صرف اس میں یہ بات فرمائی کہ ہر ایک بیوی کو ایک طلاق بائنہ ہوگی تاکہ اصل طلاق کا وصف لغو نہ جائے۔ردالمحتار میں ہے کہ میں کہ میں نے شیخ المشائخ سائحانی کے خط میں دیکھا انہوں نے منیۃ الفقہاء سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص کی تین بیویاں ہوں اور وُہ کہے" میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں"تو اس کی تینوں بیویوں میں سے ہر ایک کو تین تین طلاقیں واقع ہونگی،اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہر ایک

[1] ردالمحتار باب طلاق غیرالمدخول بھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۹

فلامخالفة فیه لمسألة خیار التعیین خلافا لما فهم العلامة الشامی اما ههنا فکل کلمة علی واحدة وکل تحتمل کل امرأته ولاترجیح فالیه البیان فان شاء جمع الکل علی کل رجعیة اذلا اصل ھٰہنا موصوفا بالبینونة وبه انحل مافی ردالمحتار، وباللّٰه التوفیق، واللّٰه تعالٰی اعلم۔	بیوی کو ایک ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور یہی زیادہ صحیح ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) مگر یہ اس صُورت میں ہے جب خاوند نے بیویوں میں کسی کو معیّن نہ کیا ہو اور اگر اس نے تینوں بیویوں سے ایک کو واضح طور معیّن کرلیا تو پھر ایک کو ہی تین طلاقیں ہوں گی، لہٰذا یہ صورت، تعین کے اختیار والے مسئلہ کے مخالف نہیں، یہ ابت علّامہ شامی کے فہم کے خلاف ہے، لیکن یہاں زیر بحث مسئلہ میں تو ہر طلاق علیحدہ ذکر کی گئی ہے جو کہ ہر بیوی کے لئے ہوسکتی ہے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لہٰذا خاوند کو ہی بیان کا حق ہوگا، وُہ چاہے تو سب کو طلاقیں ایک کے لئے بیان کرے اگر چاہے تو ان طلاقوں کو متعدد بیویوں پر متفرق کردے، اگر اس نے متفرق کردیں تو پھر ہر ایک کو طلاق رجعی ہوگی کیونکہ یہاں طلاق کو بائنہ سے موصوف نہیں کیا گیا، اواس تقریر سے ردالمحتار میں ذکر کردہ اشکال حل ہوگیا، اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو۲ زوجہ ہیں چھمی اور بشیرن، اور اس نے دو۲ بار یا تین بار کہا میری عورت پر طلاق، اور کسی کا نام نہ لیا تواُن میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑیں گی، **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں یا تو وُہ دونوں عورتیں مدخولہ ہوں گی یادونوں غیر مدخولہ یاایک مدخولہ ایک غیر مدخولہ، اور ہر صورت میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں کو دینا بتائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوئیں اور بہر تقدیر مذکور دو بار کہا یا تین بار تو مجموع بارہ۱۲ ہیں جن میں یہ جگہ مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اسے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے یا دو۲ یانہیں چالیس۴۰ عـــہ بلکہ

عـــہ: دونوں مدخولہ ہونے میں چھ۶ صورتیں ہیں کہ دونوں۱ سادہ ہوں یعنی اس سے پہلے کسی کو کوئی طلاق نہ دی تھی (باقی اگلے صفحہ پر)

اٹھاون عـــہ ہو جائیں گی،

ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے:

اوّل زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یُوں کہے کہ اس پر دو[۲] طلاقیں یا اس پر تین طلاق، جب تو اس پر دو[۲] یا تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق، تو ایک ہی طلاق ہو کر نکاح سے نکل جائے گی باقی لغو جائیں گی۔

دوم مدخولہ جمعًا و تفریقًا ہر طرح تین طلاق رک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین[۳] سے آگے طلاق ہی نہیں، تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دے چکا تھا اب اُسے دو[۲] سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے وُہ دو[۲] دے چکا اس پر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا، اگر زیادہ دے گا باقی لغو ہو جائیں گی۔

سوم کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے، اور ایسا دعوی جس میں کوئی حصّہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یا دونوں کو ایک ایک دے چکا تھا یا دو[۳] دو یا ایک[۴] سادہ دوسری کو ایک یا ایک[۵] سادہ دوسری کو دو یا ایک[۶] کو ایک دوسری کو دو[۲]، اور ایک مدخولہ دوسری غیر مدخولہ میں تین[۳] صُورتیں ہیں کہ وہ امدخولہ سادہ ہو یا ایک[۲] پا چکی ہو یا دو[۳]، تو یہ نو ہوئیں اور دسویں[۱۰] وُہ کہ دونوں غیر مدخولہ، ان دسوں پر محتمل ہے کہ ایک کی تخصیص کرے یا دونوں کو دینی کہے بیس[۲۰] ہوئیں ان بیسوں[۲۰] پر احتمال ہے کہ لفظ دو[۲] بار کہا یا تین[۳] بار، چالیس[۴۰] ہوئیں الخ

عـــہ: اس لئے کہ ان دس[۱۰] صورتوں میں چھ[۶] صورتیں اختلاف حال زوجہ کی ہیں یعنی چوتھی سے جس میں ایک سادہ اور دوسری کو ایک ہو چکی ہے نویں ایک مدخولہ اور دوسری غیر مدخولہ ہے اور چار[۴] صورتیں دسوں[۱۰] سے متعلق ہونے والی ہیں، دو۲ کی تخصیص دو کی تقسیم، تین کی تخصیص تین کی تقسیم، ان صورتوں سے ان چار شکلوں میں جن میں حال زوجتین متفق ہے کوئی اختلاف نہ پڑے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چار ہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چاہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا، لہٰذا یہ چاروں[۴] چار[۴] سے مل کر سولہ[۱۶] ہی ہُوئیں، اور اسی طرح ان چھ[۶] صور اختلاف حالین میں تقسیم دو سے کوئی فرق نہ آئے گا ہر ایک پر ایک پڑے گی اور بیشک وُہ دونوں ایک حال کی ہوں ایک پڑنے کی ضرور صالحہ ہیں ورنہ اس کے نکاح ہی میں نہ ہوتیں، یہ چھ[۶] طلاق چھ[۶] ہی رہیں، سولہ[۱۶] اور چھ[۶] بائیس[۲۲]، مگر بحالتِ تخصیص دو[۲] یا سہ[۳]، یہ چھ[۶] مختلف الحکم ہوں گی کہ تخصیص[۲] یا[۳] اس عورت سے کی یا اس سے تقسیم، تین[۳] میں دو[۲] اس پر مانیں اور ایک اس پر، بالعکس تو یہ چھ[۶] یہاں آکر بارہ[۱۲] ہوئیں اور تین[۳] صور تخصیص دو[۲] و سہ[۲] و تقسیم سہ[۳] سے ضرب کھا کر چھتیس[۳۶] بائیس[۲۲] اٹھاون[۵۸]، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ

نہ کریں گے۔

چہارم جس کے پاس دو۲ زوجہ ہوں اور وُہ بلا تعیین اپنی عورت کو طلاق دے تو اسے اختیار ہے کہ وہ طلاق اُن میں سے جس کی طرف چاہے پھیرے تعیین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔

یہ چاروں اصول جابجا کُتب فقہ میں مصرح ہیں، پس اگر چھمّی بشیرن دونوں **مدخولہ** ہیں تو اب ان میں سے جس کی تخصیص کرے گا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اسی پر پڑیں گی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقوں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً دو بار لفظ مذکور کہا تو اب جس کی تخصیص کرتا ہے اُسے دو۲ طلاقیں کبھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلًا نہ دیں ہو ورنہ جس قدر اس کی صلاحیت ہے اُتنی اس پر باقی دوسری پر پڑیں گی جبکہ اس میں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بنا چاری لغو ٹھہرے گی مثلاً دو بار کہا اور چھمّی کی تخصیص کی اور اسے پہلے دو۲ بار دے چُکا تو اس بار پر ایک ہی پڑ کر وہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر تین اور اس سے پہلے ایک دے چکا تھا تو اب اس پر دو۲ ہی پڑ کر تین ہو جائیں گی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشیرن پر پڑے گی، اور اگر چھمّی کو دو دے چکا تھا تو اب تین بار کہا تو اس پر ایک پڑ کر تین ہو گئیں اور باقی دو۲ بشیرن پر پڑیں گی جبکہ بشیرن پر پڑیں گی جبکہ بشیرن کو پہلے دو۲ نہ دے چکا ہو ورنہ ان دو۲ باقیماندہ سے ایک ہی بشیرن پر پڑ کر اس کی بھی تین ہو جائیں گی اور ایک مجبورًا لغو ہو جائے گی اس کے لئے کوئی محل نہیں، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑے گی، رہی تیسری، اگر اس کی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائے گی اور خاص ایک میں ہے تو اُسی پر ضرور پڑے گی اور دونوں میں ہیں تو وُہ جسے بتائے گا اس پر ہو گی مثلاً چھمی بشیرن دونوں پہلے دو۲ دو۲ طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑ کر تین تین ہو گئیں تیسری بیکار، اور اگر مثلاً چھمّی کو دو۲ ہو چکی تھی اور بشیرن کو ایک، تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو۲ خاص بشیرن پر پڑیں گی اور چھمّی پر ایک، اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھمّی پر دو۲ ڈالیں اور بشیرن پر ایک۔ اور اگر دونوں ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوئی تھی یا ایک کو ایک، دوسری کو اصلًا نہ ہوئی تھی تو دونوں ان تینوں میں سے دو۲ کی قابل ہیں جس پر دو۲ بتائے گا اس پر ان کی دو۲ پڑیں گی، اور جس پر ایک اس پر ایک۔ اور اگر دونوں **غیر مدخولہ** ہیں تو ایک کی تخصیص اصلًا قبول نہ ہو گی کہ باقی کو لغویت لازم آتی ہے بنلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑے گی، اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائے گی۔ اور اگر **مدخولہ وغیر مدخولہ** ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہو گی بنلکہ دو۲ کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہو گی بلکہ دو۲ کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اسے پہلے دو۲ نہ دے چکا ہو ورنہ اس پر بھی ایک ہی، اور تیسری بیکار۔ اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول

ہو گی جبکہ دو۲ کی صورت میں اسے پہلے دو۲ اور تین۳ کی صورت میں پہلے ایک یا دو۲ نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو۲ مدخولہ پر پڑ کر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑ جائیں گی، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑے گی اگرچہ اس ر تین میں سے دو۲ بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشیرن تین کی صورت میں اُسے پہلے دو۲ نہ دی ہوں ورنہ اس پر بھی ایک پڑیگی اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق و تخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہوں گے۔ خانیہ میں ہے:

لوکان لہ امرأتان لم یدخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانتاوان قال اردت واحدۃ منھما لایصدق وکذالو قال امرأتی طالق وامرأتی طالق وکذا العتق ولوکان دخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق کان لہ ان یوقع الطاقین علٰی احدٰھما[1]۔	ایک شخص کی دو۲ بیویاں ہیں دونوں سے دخول ابھی نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہ کی جائیگی، اور یُونہی اگر اس نے کہا میری بیوی کو طلاق اور میری بیوی کو طلاق یعنی عطف کے ساتھ دونوں جُملے کہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اپنے دو۲ غلاموں کے بارے میں عتق کے لئے ایسے کہا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے، اور اگر دونوں بیویوں کو دخول کرچکا ہو تو ان کو "میری بیوی کو طلاق، میری بیوی کو طلاق" کہا تو خاوند کو اس صورت میں یہ اختیار ہوگا وُہ دونوں طلاقوں کو ایک بیوی کے لئے قرار دے۔ (ت)

جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وُہ اس مسئلہ کے تمام باقی صدہا صور کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو۲ زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار۴ یا پانچ۵ یا چھ۶ بار کہا تین کی حالت میں دو۲ سے نو تک یا چار۴ کی صورت میں دو۲ سے بارہ۱۲ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وُہ مطلّقاً فضول ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)۔ رہا ایک ہی بار کہنا اس کا حکم سب صور میں یہی ہے کہ جس پر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از بھیکم پور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی فلاں رشتہ دار میرا تیرا دشمن ہے لہٰذا تو اس سے مراسم اتحاد ترک کر، زوجہ نے نہ مانا، زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہو چکی ہے، اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو۲ بار اس موقع پر جہاں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۰۷

طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی تھی تین مرتبہ نہیں کہا تھا، اشخاص موجود دین موقعوزوجہ مطلقہ بیانِ زد کی تصدیق کرتے ہیں مگر عمرو ہندہ وصفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمرو وغیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمرو وغیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغلظہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہ رہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمرو وغیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورت واقعہ ظاہر کی، اس صورت میں زید بتجدید نکاح پانی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقامپر عمرو وغیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکور کہنا تسلیم کیا جائے تو وُہ جملہ متصور ہوگا یا واقع کرن والا طلاق مغلظہ کا، مترصدکہ بحوالہ کتاب وحدیث سے ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورتِ واقعہ اگر یُونہی ہے تو طلاق مغلظہ ہر گز ثابت نہیں، زید حرہ سے بے حاجت تحلیلِ نکاح کر سکتا ہے، عمرو وہندہ وصفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو بروجہ کمال عدالۃ شرعیہ رکھتے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالۃ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدّین کہ اُن میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیّنّاہ فی کتاب الشہادۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب الشادت میں بیان کیا ہے۔ت) اسی طرح اگر اُن میں کوئی شخص زید سے عدالت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جس کے باعث باوصف عدالت اس کے حق میں متہم ہو جب بھی حسبِ فتوٰی ائمہ متاخرین اس کی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

تقبل من عدو بسبب الدین لانھا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایامن من التقول علیہ[1]۔	دینی دشمن کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ شہادت دینداری ہے بخلاف دنیوی دشمن کے کہ وُہ جُھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ (ت)

اسی طرح اگر زید نے مکانِ عمرو پر وُہ جملہ اس وقت کہا ہو کہ حرہ کی عدّت گزر چکی ہو،

[1] درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

فان انقضاء العدۃ یجعلھا اجنبیۃ خارجۃ عن محلیۃ الطلاق۔	کیونکہ عدّت کا گزرنا جانا بیوی اجنبی بنادیتا ہے اور اسکو طلاقِ کے محل سے خارج کردیتا ہے(ت)

اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایّامِ عدّت کے اندر ہی کہا اور اس قدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے، نہ زمان ماضی، تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظ اسی قدر ہیں کہ "میں طلاق دیتا ہوں" اور اس میں کچھ نام وذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ دالّہ ارادہ تطلیق حرہ کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے:

سکران ھربت منه امرأته فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیة بسه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا۔[1]	نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے بیوی کا پیچھا کیا اور ناکام رہا تو اس نے کہا: تین طلاق سے، اگر اس پر خاوند نے کہا میں نے بیوی مراد لی ہے تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی اور اگر کچھ بھی وضاحت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی(ت)

بزازیہ وانقرویہ میں ہے:

فرت ولم یظفر بھا فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا۔[2]	عورت بھاگی تو شوہر پکڑنے میں کامیا نہ ہوا، تو کہا تین طلاق، اگر وصاحت کی اور کہا بیوی کو دی ہے تو طلاق ہوجائے گی ورنہ نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلاقت امرأتره اھ[3] فقد علق الوقوع علی اقراره انه عنی امرأته۔	اگر کہا طلاق والی، تو پُوچھا گیا کس کو طلاق کہا ہے، تو خاوند نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی طلاق ہوجائے گی۔ تو انہوں نے وقوعِ طلاق کو خاوند کے اس اقرار پر معلق رکھا کہ اس سے اس نے اپنی بیوی مراد لی ہے۔(ت)

اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کرلیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلاً اضافت نہیں تو زید کا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[2] فتاوٰی انقرویہ الفصل مایقع بہ الطلاق ومالایقع بہ دارالاشاعت قندھار افغانستان ۱/۴۷

[3] بحرالرائق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

قول کہ میں نے طلاق حرہ کی نیّت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق مغلّظ کا حکم نہ ہوگا۔ محیط وخانیہ وہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیه ابونصر عن سکران قال لامرأته اتریدون ان اطلقك قالت نعم فقال اگرزن منی یک طلاق دوطلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی وھو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله۔[1]	شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی سے کہا کیا تُو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں، تو بیوی نے کہا ہاں۔ اس پر خاوند نے کہا تُو میری بیوی ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اُٹھ میرے پاس سے دُور ہوجا۔ اس کے بعد خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کو طلاق کی نیّت سے نہیں کہا، تو اس کی بات مان لی جائیگی (ت)

نیز عالمگیری میں ہے:

فی الفتاوی رجل قال لامرأته اگر زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا[2]۔	فتاوٰی میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر تُو میری بیوی ہے تین طلاق، اضافت کی یاء کو حذف کرکے کہا، تو اگر وضاحت کرتے ہوئے خاوند نے کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یائے اضافت کو حذف کرنے پر بیوی کی طرف نسبت نہ ہوئی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوقال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیھا[3]۔	اگر خاوند نے کہا! گو تو نکلے گی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا میری اجازت کے بغیر باہر نہ جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھا رکھی ہے، بیوی نکل گئی، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا۔ (ت)

بزازیہ وخانیہ میں ہے:

لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقھا	مذکورہ صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوگی کہ اس نے

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ لافاسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ لافاسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ[1]۔	قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں کیا تو احتمال ہوسکتا ہے کہ غیر عورت کی طلاق کی قسم ہو، لہٰذا خاوند کی وضاحت قابلِ قبول ہوگی۔(ت)

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں اگر عمرو وہندہ وصفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت نہیں البتّہ اگر واقع میں زید نے ایّامِ عدّت کے اندر انشائے طلاق حرہ کی نیّت سے دوبار بھی جملہ مذکورہ کہا یا اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیتِ ایقاع طلاق کہا ہو تو عنداللہ حرہ پر طلاق مغلظ ہوگئی اگر زید غلط انکار کرے گا مفتی کا فتوٰی نفع نہ دے گا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہو اس پر عمل کرے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱: از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور بیوی کہتی ہے کہ دی، اور دونوں قسم کھاتے ہیں، اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مرد کی قسم معتبر ہے، عورت کی قسم فضول جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وُہ اپنا لکھا مانتا نہیں، تو طلاق ہر گز ثابت نہ ہوگی، ہاں اگر واقع میں طلاق دے دی ہے اور جُھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب اس پر ہے، عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی، تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں اور اگر بائن تھی تو عورت کو اس سے کہنا چاہئے کہ تُو نے طلاق نہیں دی سہی از سرِ نو نکاح میں کیا حرج ہے، اور مرد کو چاہئے کہ تجدید نکاح کرلے، اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اس سے طلاق مل سکے تو یُوں لے، نہ ہو تو عذاب اس پر رہے گا جب تک یہ خود اس کے پاس جانے کی رغبت نہ کرے گی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲: از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ماقولکم ایھاالعلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء کرام، اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے،

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الھندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰

آپ کا کیاارشاد ہے۔ت) زید کہتا ہے کہ میں نے دو۲ طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں، اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے، اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں۔ آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا؟ مع تصحیح نقل بیان فرمایئے فقط۔

الجواب:

اگر دو۲ مرد یا ایک مرد دو۲ عورتیں نمازپرہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دیں گے تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی، زید کا انکار نہ سُنا جائے گا، اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائے گی، اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گے، اور اگر قسم کھالے گا کہ میں نے صرف دو۲ ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو دو ہی ثابت ہوں گی، پر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اس کا وبال زید پر ہوگا عورت الزام نہیں، گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہوگا۔

والمسائل کلھا منصوص علیھا فی کتب المذھب کالدرالمختار وغیرہا۔ واللّٰہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یہ تمام مسائل مذہب کی تمام کتب میں واضح مذکور ہیں، جیسا کہ درمختار وغیرہا میں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۱۳: محمد ارشاد علی صاحب معلّم درجہ اوّل عربی مدرسہ عالیہ ریاست رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے رُوبرو صرف یہ کہا کہ فلاں و طلاق۔ زوجہ وغیرہ کس کا نام نہیں لیا پھر کہا "عزیزالرحمٰن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق" بلا ذکر نام زوجہ کے اور اس کے اور اس شخص کے، علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں، بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے، تب کہا "آمنہ خاتون کو طلاق"، اور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے، غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اس کو اقرارِ ثالث میں بالکل متعین کرکے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اسکی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہو گئیں؟ جواب مدلّل کتبِ فقہ سے مرحمت ہو۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں **وقد فسر المبھم فنصّہ بعض السوال** (اس نے مبہم کی تفسیر اپنے سوال کے ایک حصّہ میں کر دی ہے۔ت) **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۴: از شاہ جہان پور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہ جہان پوری ۱۳ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اس نے طلاق تحریر کرکے اور رجسٹری بھی حسبِ قانون انگریزی اس پر کراکے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی، تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق حالانکہ اس کاغذ پر شہادر بھی گواہوں کی لکھی، یہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور بحالتِ عدمِ اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص سے کرنا یا ولی ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کرادینا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ایسی مرسوم معہودہ تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوعِ طلاق ہے جبکہ بلااکراہ ہو **نص علٰی ذلك فی الاشباہ والبحر والدر والخانیۃ والھندیۃ وسائر الاسفار الغر** (اشباہ، بحر، دُر، خانیہ، ہندیہ اور باقی مشہور کتب میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ت) تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے برضائے خود لکھی دیانۃً ضرور طلاق واقع ہو گئی۔ رہا یہ کہ زن واولیائے زن اس پر کہاتک کاربند ہوسکتے ہیں، اسکی تین صورتیں ہیں:

اگر شوہر اس تحریر کااقرار کرتا ہے تو ثبوتِ طلاق ظاہر، اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جب تک حجّت شرعیہ قائم نہ ہو۔

فان الخط یشبہ الخط فلایعتبر والقاضی انّما یقضی بالحجۃ لابمجرد الخط وقد حققناہ فی کتاب الصوم من فتاوٰنا واکثرنافیہ من النقول عن الائمۃ الفحول۔	خط، خط کے مشابہ ہوتاہ لہٰذا معتبر نہ ہوگا، اور قاضی دلیل کی بناء پر فیصلہ کرتا ہے صرف خط کی بناء پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس کی تحقیق ہم اپنے فتاوٰی کی کتاب الصوم میں کرچکے ہیں اور وہاں ہم نے جلیل القدر ائمہ کرام کے اقوال خوب نقل کئے ہیں (ت)

اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلاً ہنوز اس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے وغلبہ ظن ان کے لئے حجت کاربندی ہے، اگر اس خط کی صحت میں شبہہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ عمل کرسکتے ہیں، شرعاً کافی لرخصّۃ العمل و مغنی حاجت الاثبات ہیں فرق زمین وآسمان کا ہے، ولہٰذا اگر شوہر انکار واعتراض سے پیش آئے ان کی اکبر رائے کام نہ دے گی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑے گی، خانیہ میں ہے:

لوان امرأة غاب عنهازوجها فاخبرها مسلم ثقه ان زوجها طلاقها ثلثا اومات عنها اوكان غيرثقة فأتاهابكتاب من زوجها بالطلاق وهی لاتدری ان الكتاب كتاب زوجها ام لا'ان اكبر رأيها انه حق لا باس بان تعتدو تتزوج[1]۔	اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہوچکا ہے تو ایک ثقہ مسلمان نے آکر کہا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں، یا کہا اس کا خاوند فوت ہوگیا ہے، یا کوئی غیر ثقہ مسلمان آکر اس عورت کے خاوند کا طلاق نامہ دکھادے، عورت کو معلوم نہیں کہ یہ اس کے خاوند کا خط ہے یا نہیں، لیکن عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ حق ودرست ہے تو عورت کو عدّت گزار کر نکاح کرلینا میں کوئی حرج نہیں۔(ت)

ہندیہ میں ہے:

ذكر فی كتاب قضية انكتب الخليفة الی قضاته'اذاكان الكتاب فی الحكم بشهادة شاهدين شهد عنده بمنزلة كتاب القاضی الی القاضی لايقبل الابالشرائط التی ذكرناها واما كتابه انه ولی فلانا اوعزل فلانا فيقبل عنه بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه اذوقع قلبه انه حق ويمضی عليه وهو نظير كتاب ساء الرعايابشيئ من لامعاملات فانه يقبل بدون تلك الشرائط ويعمل به المكتوب اليه وقع فی قلبه انه حق كذاهنا[2]اھ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	انہوں نے کتاب الاقضیہ میں ذکر کیا کہ ااگر خلیفہ نے قاضیوں کے جام کوئی حکم نامہ بذریعہ خط جاری کیا ہو اور دو ۲ گواہوں کی موجودگی میں خلیفہ نے فیصلہ اور حکم دیا، تو خلیفہ کا یہ حکم نامہ کتاب القاضی الی القاضی کی طرح ہوگا لہٰذا خلیفہ کاوُہ خط ان شرائط کے بغیر قابل قبول نہ ہوگا جن کو ہم نے کتاب القاضی میں ذکر کیا ہے، لیکن اگر خلیفہ کا وُہ خط کسی کی تقرری یا معزولی کے بارے میں ہو تو ان مذکورہ شرائط کے بغیر بھی قبول کرلیا جائے گا اور مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا بشرطیکہ مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا کو دلی اطمینان ہو کہ یہ درست ہے لہٰذا وہ عمل پیرا ہوگا،اور یہ خط،عام رعایا کی آپس کے معاملات میں خط وکتابت کی طرح ہوگا کہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان پر عمل جائز ہے، یہ بھی ایسے ہی ہوگا اھ۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الخطر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۷۹۱/۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۶/۳

مسئلہ ۲۱۵: از بڑودہ ملک گجرات موتی باغ بریا مرسلہ سیّد غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

شرع محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص نے اجمیر شریف سے جا کر اپنی عورت کو بڑودہ میں بذریعہ خط ایک طلاق بنام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہہ دینا میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، جماعت نے عورت کو خط سُنا دیا، دو[۲] مہینے کے بعد بڑودہ میں آیا، عورت نکاح میں رہی یا نکل گئی؟ سوال کے جواب عطا فرمائیے ثواب آپ کو خداوند تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

الجواب:

اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارۃ مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسی وقت سے عورت ایک طلاق پڑ گئی اور اسی وقت سے عدّت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑودہ نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتائے جب ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے اس وقت طلاق ہو تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہوگیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر ازانجا کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلے گی جب تک عدّت نہ گزر جائے۔ ایامِ عدت میں بے تجدید نکاح عورت سے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہہ دے میں نے اسے اپنے نکاح میں پھر لیا، بدستور اس کی زوجیت میں باقی رہے گی جس میں عورت کی رضامندی بھی ضرور نہیں، اور اگر عدّت گزر گئی تو برضائے عورت اس سے از سر نو نکاح کرسکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو[۲] طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ اس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطورِ خود اس کے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہوئی کہ دوسرے کے نزدیک طلاق اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہان عادل شرعی گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کاروائی کی، بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اس کے ہاتھ کا لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں، ہاں اگر واقع میں یہ کاروائی اسکی تھی اور منکر ہوگیا اور گواہ نہیں تو اس کا وبال اسی پر ہے، عورت پر گناہ نہیں۔ [۱]مبسوط امام محمد و [۲]خلاصہ و [۳]بزازیہ و [۴]اشباہ و [۵]شافی و [۶]کفایہ و [۷]ردالمحتار میں ہے:

ان کتب علی وجه الرسالة مصدرا معنونا وثبت ذٰلك باقرارہ او بالبینة	اگر طلاق نامہ تحریر کیا ہو تو باقاعدہ سرنامہ کے ساتھ بھیجنے کے انداز میں لکھا گیا ہو اور لکھنے والے کے اقرار سے یا گواہوں سے اس کا ثبوت ہو تو وُہ زبانی

فکالخطاب[1]۔	طلاق کی طرح نافذ العمل ہوگا۔(ت)

فتاوٰی قاضی خاں وعالمگیری میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب یقع وتلزمها العدة من وقت الکتابة وان علق بمجیئ الکتاب فمالم یجیئ الیھالا[2] اھ ملخصًا۔	اگر تحریری طلاق بھیجی ہو تو جو کچھ اس میں لکھا ہے اتنی طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور تحریر کے وقت سے عدّت شمار ہوجائے گی اور اگر طلاق کو خط ملنے پر معلّق کیا ہو تو آنے سے پہلے طلاق نہ ہوگی اھ ملخصًا۔(ت)

خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطالقھا اوقل لھا انھا طالق طلقت للحال کما لوقال اکتب الی امرأتی انھا طالق[3] اھ ملخصًا۔	ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو طلاق کی اطلاع دے دو، یا کہا کہ میری بیوی کو کہو کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت سے طلاق ہوگی، جیسے کسی نے کہا تُو میری بیوی کو لکھ کر وُہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت طلاق ہوجائے گی اھ ملخصًا(ت)

ہدایہ میں ہے:

لان الکتاب یشبہ الکتاب فلایثبت[4]۔	تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہٰذا معتبر نہ ہوگی۔(ت)

اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶: از ملک چھتیس گڈھ شہر رائپور محلّہ بیجناتھ باڑہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سراپا برکت جناب فیض مآب علوم سبحانی ومعدن یزدانی جامع فروع واصول مولٰنا صاحب

[1] ردالمحتار باب کتاب القاضی الی القاضی داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۵۳/۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۱، فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الطلاق بالکتابۃ نولکشور لکھنؤ ۲۱۸/۲

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق الفصل الاول فی صریح الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲۱۰/۲

[4] ہدایہ کتاب القاضی الی لقاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۹/۳

سلّمہ اللہ تعالٰی بعد ازآداب کے بندہ محمد اسحٰق عرض رساں ہے کہ حضور پُر نور کا فتوٰی پہنچا کمال درجہ کی خوشی حاصل ہوئی، اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم بفحوائے **خیر الناس من ینفع الناس** (لوگوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ت) عطا فرمائے گا، التماس خدمتِ بابرکت میں یہ ہے کہ طالعور خاں اقرار کرتا ہے ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ اقرار کرچکا ہے فقط اس کا مقولہ یہ ہے کہ بیشک یہ خط تو میں نے تحریر کیا ہے اب اس کے موافق مجھے شرع سے کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ خط آیا تو سرمست خاں صاحب نے طالعور خاں کی زوجہ عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو حرف بحرف پڑھ کر سُنا بھی دیا، اس صورت میں یہ معلوم کرنا منظورہ کہ ازروئے شرع عمدہ کے حق میں کیا حکم ہے، طالعور خاں اس پر اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا جبر کرسکتا ہے یا نہیں اور عمدہ کو بوجہ اس کے کہ عدت گزرچکی جس سے چاہے نکاح کرلینے کا اختیار ہے یا نہیں اور حکم وقوع طلاق میں کیا صرف پہلے خط کو دخل ہے یا اوروں کو بھی؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

جبکہ طالعور خاں اسی خط کے لکھنے کا مقرہ اور سرمست خاں نے حسبِ درخواست طالعور خاں یہ خط اُن دونوں کو حرف بحرف سُنا بھی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو مستفسرہ میں عمدہ کے حق میں حکم شرع یہ ہے کہ اس پر دو۲ طاقیں بائن ہوگئیں ایک تو اسی وت جبکہ طالعور خاں نے یہ لفظ لکھے تھے کہ آپ کو اجازت دیتا ہون کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کہ دوسرے سے نکاح زن اجازت دیتا ہوں کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کہ دوسرے سے نکاح زن کی اجازت دینی بیشک کنایاتِ طلاق سے ہے اور اس خط کی عبارت اوّل تا آخر نیت ازالہ نکاح میں ظاہر **کما لایخفی علی کل ماہر وقد بیناہ فی ماسبق** (جیساکہ کسی ماہر پر مخفی نہیں ہے اور ہم نے اس کو پہلے بیان کردیا ہے۔ت) اوان کنایوں سے طلاق بائن ہی پڑتی ہے۔

کنزالدقائق میں ہے:

فی غیرھا بائنۃ وھی بائن، حرام، ابتغی الازواج[1] اھ ملخصًا۔	مذکورہ الفاظ ثلثہ کے غیر میں طلاق بائنہ ہوگی اور طلاق بائنہ کے الفاظ یہ ہیں: بائن، حرام، تُو شوہر تلاش کر اھ ملخصاً (ت)

توبغور تحریر خط طلاق ہوگئی اور اسی وقت سے عدت کا شمار لیا جائے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب وتلزمھا	اگر طلاق لکھ کر بھیجی تو جو لکھا وہ طلاق واقع ہوگی،

[1] کنزالدقائق باب لکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

العدۃ من وقت الکتابۃ الخ[1] (ملخصًا)	اور بیوی کو لکھائی کے وقت سے عدت لازم ہوگی الخ (ملخصًا)۔ (ت)

اور دوسری اس وقت جبکہ یہ خط بحرف عمدہ اور اس کے والد کو سرمست خاں نے سُنایا کہ طالعور خاں کا لکھنا سرمست خان سُنادیں تاکہ اس پر طلاق شرعًا واجب ہوجائے طلاق معلّق تھی تو جب شرط ایامِ عدّت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور ازانجاکہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی نخواہی بائن ہوگئی۔ ردالمحتار میں ہے:

اذ الحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ تمنع الرجعۃ کمافی الخلاصۃ[2]۔	اگر بائنہ طلاق کے بعد رجعی طلاق دی تو وہ رجعی بھی بائنہ ہوجائے گی، کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد رجوع ممنوع ہوجاتا ہے جیساکہ خلاصہ میں ہے (ت)

بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعور خاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعور خاں کو اس پر ہرگز جبر نہیں پہنچتا، عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہوجاتی ہے۔ درمختار میں ہے:

لانہا لاتملك نفسہا الا البائن[3]۔	بیوی بائنہ طلاق کے بعد اپنے آپ کی مالک ہوجاتی ہے۔ (ت)

اور جبکہ پہلے ہی خط بائن طلاق پڑی اور عدّت گزرچکی تو بعد کے خطوط کو وقوعِ طلاق میں کچھ دخل نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

شرطہ قیام القید فی المرأۃ نکاح او عدۃ کذافی المحیط السرخسی[4] اھ ملخصًا۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔	وقوعِ طلاق کے لئے شرط ہے کہ بیوی ابھی تک نکاح یا عدّت میں مقید ہو۔ جیساکہ محیط سرخسی میں ہے اھ ملخصًا۔ واﷲ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۷: بریلی محلّہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعہ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الطلاق بالکتابۃ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۸

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۹

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق باب الاول نورانی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۸

اپنی زوجہ کو علیحدہ کردیا جس پر خالد نے یہ تحریر کردیا کہ مہربانی کرکے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کردیا جی ہاں اور بعد اس کے اپنے دستخط کردئے زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقعہ ہوگئی اور زید کو رجوع کا موقعہ نہ رہا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر زید مقر ہو یا گواہانِ شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اُس کی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کرسکتا، ہاں بے حلالہ دوبارہ برضائے زوجہ کرسکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اسے دو ۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۸: از ہاشی ضلع حصار ڈاک خانہ خاص مسئولہ محمد ظہیر الدّین و محمد نظیر الدین عطاران ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین وارباب با تمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسمّاۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا پس مسمّاۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کرکے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا، پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسمّٰی زید اپنی بیوی مسمّاۃ ہندہ کو مبلغ معہ ۸/ دیا کرے جس کا ایک کاغذ بھی لکھا گیا بایں مضمون کہ "اگر زید مذکور اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ کو رقم مجوزہ نہ دے گا تو ہندہ کو طلاق واقع ہوجاوے گی" جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیّت سے زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دوسرے شخص نے کاغذ لکھا بوجودیکہ خود شخص زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کئے ہیں راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ بعد دو ۲ ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر اس کو نان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وُہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہوگئی یا **بمصداق الاعمال بالنیات** (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ت) نہیں ہوئی کیونکہ نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی **بینوا توجروا مع عبارۃ الکتب وبحوالہ الفصل والباب** (عبارت کتب اور فصل اور باب کے حوالہ کے ساتھ بیان کیجئے اور اجر پائیے۔ت) **فقط۔**

الجواب:

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور خود لکھنا اور دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اس پر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں، اگر تحریر میں یہ تھا کہ

آج سے اس قدر ماہوار یعنی ماہ بماہ دیا کرے، اور مہینہ گزر گیا کہ اس نے نہ دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی عدّت کے اندر اُسے رجوع کا اختیار ہے اگر پہلے کبھی دو۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہوسکے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۹: از موضع بھرتول ضلع بریلی مسئولہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی بدلو کا نکاح مسماۃ کامنی سے عرصہ تین برس کا ہُوا تھا کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں چلا گیا، خبر گیری نان نفقہ کی چھوڑ دی، جب اُس کی بیوی کے ورثا نے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنابر خبر گیری نان نفقہ کے روانہ کئے تو اُس نے اُس کے جواب میں خط روانہ کیا کہ میں نے مسمّٰی کو طلاق دی اور اُسے زوجیت سے چھوڑ دیا، چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو مسماۃ کامنی نے تھانے میں رپٹ لکھالی اور خط دکھلادیا اور ایک تار معرفت تھانہ دار روانہ کیا، تار کا جواب بذریعہ خط بیرنگ کے دیا کہ میں نے مسماۃ کو طلاق دے دی، پھر تیسرا خط آیا اس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے مسماۃ کامنی کو طلاق دے دی، اب یہ طلاق شرعی ہُوئی یا نہیں؟ تیسرے خط میں ہی لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجنا اب تار پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب:

اگر کامنی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلو ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وُہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلّقہ سمجھے اور بعد عدّت نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر وُہ آیا اور اُن خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہانِ عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاح ثانی رَد کر دیا جائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۰: از رنگپور مسئولہ محمد یونس ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور بی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ؟

(۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلّقہ کے شاہد کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلّقہ نے بعد طلاق اُن سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کون سی بات قابلِ سماعت ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بحالتِ اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور دو۲ گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا

کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہو جائے گی، پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا یا اس بات کے کہ مطلّقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلاً مسموع نہ ہوگا، ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہہ دے گا کہ اُس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت مانی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲: از کوٹہ راجپوتانہ محلّہ روزپورہ فراش پاٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زرِ مہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھ کو میری والدہ یہ وصیّت کرکے مری ہے کہ اگر تُو اپنی زوجہ کو پانی زوجیت میں رکھے گا تو میں قیامت میں دامنگیر ہوں گی گھر سے نکال دیا زید نے زرمہر اپنے ذمّہ واجب سمجھ کر دعوی زرمہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ قبول کرکے سپردگی خواہش کی کچہری نے زرمہر کی ڈگری دے دی ہندہ نے ایک سال دس ماہ بعد نالش زرمہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کرکے یعنی وصیّت والفاظ مذکورہ بالا کی بنا پر نالش نان ونفقہ ایّام عدّت دائر کی، زید اس بیانِ ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچہری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہو سکتی ہے اور کیا نالش زرمہر کی بنا پر تصوّر ہو سکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں نان ونفقہ ایامِ عدّت پا سکتی ہے؟

الجواب:

محض بیانِ ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیّت بیان کرکے اسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہو سکتی جبکہ زید اُس بیانِ ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیانِ زید سے ثابت ہوں جب بھی مثبت طلاق نہ تھے، ماں کی وصیّت بیان کرنا طلاق نہیں، عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بہ نیتِ طلاق نہ کہے کہ "نکل جا"، اور نیتِ طلاق کا حل اس کے اقرار سے ثابت ہوگا وُہ کہے میں نے نیت طلاق نہ کہا اور قسم کھالے معتبر ہوگی۔

وذٰلك لان اخرجی یحتمل ردافیتوقف علی النیة لکل حال ویکفی تحلیفها فی منزلة[1] کما فی الدرالمختار۔	یہ اسلئے کہ "نکل جا" میں جواب کا احتمال ہے لہٰذا ہر صورت میں اس سے طلاق مراد لینا نیت پر موقوف ہوگا، اور نیت کے لئے خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے(ت)

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں طلاق ثابت نہیں زید اُسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، ہندہ کی نالش

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

باطل ہے، اور جب طلاق نہیں عدت کہا کہ اس کا نفقہ ہو، نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از شہر کہنہ بریلی محلّہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسئولہ نصر اللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالتِ غصّہ میں اپنی زوجہ کو مارنے گیااور کہاکہ اگر تُو لڑنے اور منہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دُوں گا، وہ نہ مانی، شوہر نے کہا کہ "تجھ کو طلاق دی میں نے، جا تجھ کو طلاق دی میں نے"۔ اس کا نتیجہ یہ ہے جا فقط، اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے، بموجب شرع کے کیا حکم ہے؟

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

لان (جا) وان کان یحتمل رداو غایتہ تقدم الطلاق ان الحال صال حال المذاکرۃ لکن مایحتمل الردینوی فیہ مطلقا غیران ایقاعہ الطلاق یرد ارادۃ فیہ مطلقا غیران ایقاعہ الطلاق یرد ارادۃ الردوکذا قولہ (اس کا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من نشوزھا تطلیقھا لاردہ فکان خلاف الظاہر فلایصدق فیہ قضاء، والقرینۃ کالقاضی[1] کما فی الفتح والبحر قال فی الدرالمختار ذھبی وتزوجی تقع واحدۃ بلانیۃ[2] قال الشامی لان تزوجی قرینۃ فان نوی الثلاث فثلاث بزازیۃ[3] ثم نازعہ بان تزوجی	اس لئے کہ "جا" کا لفظ اگرچہ جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے اور اگر پہلے طلاق دی ہو تو اس کی غایت بننے کا بھی احتمال رکھتا ہے، چونکہ حال مذاکرہ طلاق ہے لیکن جواب کے احتمال والے لفظ میں طلاق کے لئے نیت ضروری ہے، مگر یہاں خاوند کا طلاق کو واقع کرنا جواب کے احتمال کو رَد کردیتا ہے اور یُوں ہی خاوند کا کہنا "اس کا نتیجہ یہ ہے" بھی جواب کے احتمال کو ختم کرتا ہے کیونکہ بیوی کی نافرمانی کا نتیجہ طلاق کو قرار دیا گیا جواب کو نہیں، لہٰذا جواب کا احتمال خلافِ ظاہر ہے اس لئے قضاءً بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی، اور قرینہ قاضی کی

[1] بحر الرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۵۷

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۶

[3] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۴

ایضا کنایة فکیف یکون قرینة وان القرینة لابدلها من التقدم وھو ھٰھنا متاخر[1] اھ محصله، ولاورد لشئی منھما فیما نحن فیه لتقدم الصریح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	طرح فیصل ہوتا ہے جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے، درمختار میں کہا کہ خاوند نے کہا "تو چلی جا اور نکاح کرلے" تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بغیر نیت بھی ہوجائے گی۔ علّامہ شامی نے فرمایا: یہ اس لئے کہ "نکاح کرلے" کا لفظ قرینہ ہے اور مذکورہ صورت میں تین کی نیّت کی تو تین طلاقیں ہوں گی، بزازیہ اھ۔ پھر علّامہ شامی نے اس پر سوال اٹھایا کہ "نکاح کرلے" خود کنایہ ہے تو یہ کیسے قرینہ ہوگا، نیز قرینہ پہلے ہوتا ہے جبکہ "نکاح کرلے" "تو چلی جا" کے بعد ہے، اھ، محصلہ، جبکہ ہمارے زیر بحث مسئلہ میں یہ دونوں اعتراض نہیں ہیں کیونکہ یہاں صریح طلاق پہلے ہے اور "جا" کا لفظ بعد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۴: از بڑودہ محلّہ فتح پورہ پانی گرہ مکان رحمٰن مہاوت مرسلہ زینب بی بی بنت پیر خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، میرے شوہر نے رُوبرو چار گواہ کے عرصہ دو ۲ برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہوگیا یا نہیں؟ اس اس کا اجر اللہ جل شانہ، دے گا۔

الجواب:

طلاق بائن دیتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اس پر کچھ اختیار نہیں رہتا۔ عالمگیری میں ہے:

اما حکمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدونه فی البائن کذافی فتح القدیر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی طلاق میں عدّت گزرتے ہی بیوی اور خاوند میں جُدائی ہوگی اور بائنہ طلاق میں طلاق کے بعد ہی فُرقت ہوجائے گی عدّت گزرنے کا انتظار نہیں ہوگا کذافی فتح القدیر واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت /

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق الباب الاوّل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۴۸

مسئلہ ۲۲۵: از بمبئی محلّہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمان صاحب حنفی سُنّی قادری ۱۴جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" بعینہٖ یہی زید کی زوجہ اور خواشدامن کا کہنا ہے، بعدہ، ایک طلاق نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کہہ دیا اور زید کا والد حلفًا کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے "طلاق دیتا ہوں" کہا تھا اور اس کے والد کی نسبت دو۲ آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی بی کے والد کا نام نہ لیا جو بھولٹی تھا بلکہ زہرہ لعل محمد کو طلاق دیتاہُوں۔اور طلاق نامہ پانچ آدمیوں کے رُوبرو تحریر کیا گیا اُن میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا کہ طلاق دے تو زید نے کہا "ہُوں دیتاہُوں" اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یاں نہیں؟

الجواب:

سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے، اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کو وُہ مقر ہے ویسی ہو گئ رجعی یا بائن یا مغلظہ، اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی ہیں اصلًا کوئی طلاق ثابت نہیں، اُس کا یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دیتاہوں" اس کا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت اور وُہ بھی اس کی عورت کی ماں، اور طلاق نامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ "اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا" اس سے طلاق نہیں ہوتی، اس کا تو اتنا حاصل ہے کہ اسے طلاق دینے کے لئے کسی کو سپرد اور کیا اور اس باپ کا جو بیان ہے وُہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہو جائے، جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اس کو طلاق نہیں۔ پچھلے بیان میں اس کی طرف اضافت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں، اور طلاق نامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر حمل واضح ہے، غایت یہ کہ اگر وُہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے، اگر حلفًا کہہ دے کہ میرا ارادہ طلاق کا نہ تھا تو ہر گز طلاق ثابت نہیں، ہاں اگر نقل طلاق نامہ میں دوسرا لفظ "کو" قلمِ سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اس میں یہ لکھا ہے کہ "زہرہ کو تلاخ دیا" اور اس طلاق نامہ کے لکھنے کا وہ مقر ہو یا دو۲ گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی ثابت ہو گی۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: از شہر بریلی محلّہ باغ احمد علی خاں ۳۰ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصّہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا

یعنی کہا حرامزادی تجھ کو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جامیں تجھ کو نہیں رکھوں گا۔ تواب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دوطلاق دی یا تین طلاق دیا اس وقت میری یاد نہیں ہے مگر اس جگہ میں اُس وقت دو عورت تھی ایک زید کی میادوسری بہن یہ دونوں عورتیں کہتی ہیں زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور حرامزادی میرے گھر سے نکل جامیں تجھ کو نہیں رکھوں گااور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے۔ شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں تو رجعی یا بائن یا طلاق مغلظ؟ **بینوا توجروا** زیادہ والسلام فقط۔

الجواب:

جب طلاق میں شک ہو کہ دو۲ تھی یا تین، تو دو سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو،

فی الاشباہ والدرالمختار والعقود الدریۃ وغیرھا لوشك اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل[1]۔	اشباہ، درمختار، عقود دریہ وغیرہا میں ہے کہ ایک طلاق یا زیادہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی۔ (ت)

زید نے اس لفظ سے کہ "تُو میرے گھر سے نکل جا" اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو۲ طلاقیں بائن پڑیں **فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر بائنا بلحوق البائن** (بائن طلاق، رجعی طلاق کو لاحق ہوسکتی ہے تو بائنہ کے لاحق پر رجعی بھی بائنہ ہو جاتی ہے۔ت) ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی،

لان اخرجی ممایحتمل ردا فلایقع بہ بلانیۃ وان کانت الحال حال المذاکرۃ لتقدم التطلیق یقع کما نصوا علیہ۔	کیونکہ "نکل جا" یہ لفظ رَد کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا نیت کے بغیر اس سے طلاق نہ ہوگی، اور اگر مذاکرہ طلاق کا حال جیسے پہلے طلاق دے دی ہو تو "نکل جا" سے طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ "میں نے تجھ کو طلاق دی، میرے گھر سے نکل جا" دوبارہ کہا اُن میں ایک بار بھی "میرے گھر سے نکل جا" سے نیّت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہو گئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

مسئلہ ۲۲۷: محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیک میں کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے، آیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر تُو مجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہُوئی یا نہیں؟

الجواب:

نِرے سمجھنے سے کُچھ نہیں ہوتا جب تک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ تُو مجھ پر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی بعد عدّت اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے، اور اگر اُس شوہر سے نکاح چاہے تو عدّت میں بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی۔

فی ردالمحتار تحت قولہ خلیۃ، بریۃ حرام بائن الخ قولہ حرام سیأتی وقوع حرام بائن بہ بلانیۃ فی زماننا للتعارف سواء قال علیّ اولا[1] الخ وتمام تحقیقۃ فیما علقناہ علیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ماتن کے "تُو اکیلی ہے، تو بری ہے، تو حرام ہے طلاق بائن" کے تحت لکھا ہے کہ ماتن کا قول "حرام ہے" عنقریب بیان آئے گا کہ اس ہمارے زمانے میں بغیر نیّت بھی بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے یہ لفظ عرف بن چکا ہے حرام کے ساتھ عَلَیَّ (مجھ پر) کہے یا نہ کہے الخ، اسکی مکمل تحقیق اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۸تا۲۲۹: از ڈاک خانہ سنواہ قادریہ ضلع چاٹگام جونیر مدرسہ مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) اگر کسے زنے خود را دو یا یک طلاق بائن دہد بعد ازاں تجدید عقد نماید پش ثانیًا مالک سہ طلاق گردد یا نہ؟ **(۲)** درآن واحد سہ طالق معادادن وایقاعش نمودن از کدامی آیت وحدیث ثابت نگردد حضرت	**(۱)** اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں اور دوبارہ نکاح کرلیا ہو تو کیا وُہ دوبارہ تین طلاقون کا مالک قرار پائے گا یا نہیں **(۲)** ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کسی آیت یا حدیث سے ثابت

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۴

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایں حکم از کجا آوردند واجماع بروئے چرانمودند واگر خلافش کند وحکم یک طلاق دہد مواخذہ خواہد شد یانہ چرا؟	نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہُوا، اگر کوئی ان مذکورہ تین کو ایک طلاق قرار دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں تو کیوں؟

الجواب:

(۱) مالک سہ طلاق نہ شود ہرچہ باقی ماندہ است ہموں بدست اوست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ **(۲)** خلافش نہ کند مگر مخالف سواد اعظم وحکمِ عمر حکمِ خداست قال اللہ تعالٰی مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ [1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخفاء الراشدین وعضوا علیھا بالنواجذ [2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر [3] امّا آنکہ از کجا آورد ازانجا آوردہ کہ حق سبحٰنہ ہم در حق عمر فرمودہ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ [4]۔ واللہ تعالٰی اعلم	**(۱)** تین طلاقوں کا مالک نہ ہوگا بلکہ باقیماندہ طلاق کا مالک رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ **(۲)** حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سواد اعظم کی مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سواد اعظم کا مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالٰی کی ترجمانی ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا: "جو کچھ سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔" اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کرو۔" لیکن یہ کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالٰی نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق فرمایا ہے حکم کو معلوم کرلیں گے وُہ لوگ جو استنباط کریں تم سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷
[2] سُنن ابن ماجہ باب اتباعِ سنت الخفاء الراشدین المھدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیروت ۵/۳۸۲
[4] القرآن ۴/۸۳

مسئلہ ۲۳۰: از قصبہ کوردر کوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور وُہ اس کے گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی، اندر ایک ہفتہ کے پھر اس نے اُس کو اپنے گھر میں رکھ لیا او وہ اس کے گھر میں مثل زوجہ موجود ہے، اس کے واسطے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر عورت کو طلاق دے کر ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا، اگر تین طلاقیں دی تھی فاسق وزانی ہوا، یونہی اگر طلاق بائن دی تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرامکاری ہوا، اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کرکے رکھا یا طلاق رجعی تھی اور بلا نکاح واپس کرلیا تو گناہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۱: ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثا بہ نیّت اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جائداد شوہر کی ہے اس کو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھڑا کر بجائے دیگر اس کا عقد کریں اور زر شوہر سے نفع اُٹھاویں، بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر واقع میں اس نے طلاق نہ دی یہ لوگ دانستہ جُھوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اس کے شوہر سے چُھڑالیں تو سخت عذاب ولعنتِ الٰہی کے مستحق ہیں **والعیاذ باللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت) **قال اللہ تعالٰی:**

فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ[1]۔	اور سیکھتے ہیں ان دونوں سے وُہ جس سے مرد اور اسکی بیوی میں جدائی کرسکیں۔(ت)

رسول اللہ صلی تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا او عبدًا علی سیّدہ[2]۔ **رواہ**	وُہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی کی بیوی کو اس کے خلاف بنائے، یا کسی غلام کو اپنے آقا کے خلاف

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۰۲

[2] المستدرك للحاکم باب لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا الخ دار الفکر بیروت ۲/۱۹۶، سنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

ابوداؤد والنسائی والحاکم بسند صحیح وابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه وهو عند احمد بسند صحیح والحاکم وقال صحیح واقره والبزار وابن حبان عن بریدة وعن الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلی والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	کرے۔اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے بسند صحیح اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور یہ امام احمد کے ہاں صحیح سند اور امام حاکم نے کہا صحیح ہے اور اس کو انہوں نے ثابت قرار دیا، اور بزار اور ابن حبان نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابویعلی کے ہاں اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔(ت)

مسئلہ ۲۳۲: از بیجناتھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بیجناتھ باڑہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتی کہ اوس کے کپڑے وغیرہ بھی دے دئے اور اپنے یہاں سے اُس کی ماں کے گھر پہنچادیا بعض بعض باشندگان رائے پور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اس جلسہ میں بھی مکرر سہ کرر ان الفاظ سے بیان کی کہ میں اُنہوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا، تقریبًا چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعوی کیاجب نوبت وارنٹ کی پہنچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جن کی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس اس میں میل ہوجائے کسی دوسری عورت کے ذریعہ اس عورت مطلّقہ کو ملادیا کچہری کا جھگڑا تو عورت کے آنے پر طے ہُوا اب عدالت شرعی کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہُوئی یا نہیں درصورت طلاق ہونے کے یہ کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضاءت کرسکتا ہے یا نہیں، اور دُوسرا شخص اس کے حکم سے نیابت کرسکتا ہے یا نہیں، اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور بلانے میں مدد کی اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہوگئی، اس میں تو اصلاً شُبہہ نہیں، پھر اگر طلاق

بائن دی تھی یا عدّت گزر کر بائن ہو گئی تو بے نکاح جدید اُسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا، اور اگر تین طلاقیں دے چکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصّہ میں مطلقاً طلاق نہیں ہوتی محض جاہلانہ خیال ہے، طلاق اکثر غصّہ ہی میں ہوتی ہے رضامندی میں کون چھوڑتا ہے، پس دو[۲] صورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صورت اخیرہ میں بے حلالہ و نکاح اُس عورت سے میل کرلیا تو وُہ اور اس کے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک و مددگار تھے سب مرتکب حرام و فاسق ہُوئے، فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہاں تک کہ جو اُسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا **کما نص علیہ فی ردالمحتار عن الغنیۃ عن الحجۃ** (جیسا کہ ردالمحتار میں غنیہ کے حوالے سے حجّہ سے صراحتاً نقل کیا۔ت) یُونہی وُہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (کرم خردہ ہونے کی وجہ سے عبارت ختم ہو گئی ہے ۱۲)

فی الدرالمختار الفاسق لایقلد وجوبا ویأثم مقلدہ بہ یفتی اھ[1] ملخصًا۔	دُرمختار میں ہے ضروری ہے کہ فاسق کو قاضی کا عہدہ نہ سونپا جائے اس کو قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے، اسی پر فتوٰی ہے اھ ملخصًا (ت)

اور وُہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے، دوسرے کو نائب کیا کرے گا اور یہ قضائے عرف عینی نکاح خوانی جسے عہدہ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صدہا احکامِ دینیہ اُس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان، ولہٰذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا[2] الاٰیۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خُوب چھان بین کرلے الآیۃ (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از بھدرک ضلع بالسیر ملک اوڑیسہ مسئولہ ضمیر خاں نگھا ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہُوا، اُسکے شوہر نے ضمیر پر کچہری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اس کی سالی کو اُسکے شوہر نے باقاعدہ طلاق دے دی لیکن جس وقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ کے ضمیر کو سخت سُست کہنے سے غصّہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دے چکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اُس نے اپنی سالی سے

---

[1] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷

[2] القرآن الکریم ۴۹/۶

وعدہ کیا تھا، اگر میں مقدمہ سے خلاص ہُوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہٰذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو اپنے مکاں میں لے آیا اُوپر کے بیان کے مطابق ضمیر کو کاروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کرکے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کرلے، اُس وقت ضمیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق ثلٰثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کرلیا، ایسی حالت میں کیا حکمِ شرع شریف ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس کی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہو گئیں، اسکی عدّت گزرنے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو اس کے شوہر نے جو طلاق دی اس کی عدّت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور اگر دونوں عدّتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہُوا اس پر فرض ہے کہ اُس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گزر جائیں اس دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۲۳۴: از دلیل گنج ڈاک خانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر یار خان صاحب وحافظ سیّد میر صاحب ۱۴ جمادی الاآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اُس کی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اُس کی ماں بیمار ہُوئی تو اُس کے دیکھنے کی غرض وُہ عورت یعنی اُس کی لڑکی دلیل گنج آئی اُس کی ماں اس عرصہ میں مرگئی اسکی دو ۲ بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جن کی شادی بھی یہیں ہوئے بعد انتقال اُس کی ماں کے اس کے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وُہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اُس کے خاوند کو بُلوایا اور چودہ ۱۴ روپے دے کر اُس کے خاوند سے طلاق دلوائی اب وُہ بدستور اُس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن پنچوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنہوں نے یہ پنچایت کی اور اس کی نسبت جس کے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اس کا نکاح بعد عدّت کرنے کا ارادہ ہے آیا وُہ نکاح صحیح ہوگا یا غلط؟

الجواب:

طلاق ہو گئی بعد عدّت نکاح صحیح ہوگا اور یہ جس نے بلا نکاح اُسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امرِ ناجائز کا اُس کے ساتھ مرتکب ہوا ہے اگرچہ اسی قدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لئے ساتھ ہونا تو فاسق ہے مستحقِ عذاب ہ اور چودہ ۱۴ روپے اگرچہ بطور مالکانہ نہ دئے گئے جیسا بعض رذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وُہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام، اور اگر مرد وزن میں اتفاق

کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دے کر طلاق لی یا اس کی طرف سے کسی اور نے دئے تو یہ صورت خلع میں آجائے اور جس کی طرف سے زیادتی ہے اس پر الزام رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: از موضع آواں ڈاکخانہ بیگووال ریاست کپور تھلہ ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید اپنی منکوحہ سے نو یا دس ۱۰ سال سے جُدا ہوگیا البتہ خط ارسال کرتا رہا اس کی منکوحہ روزِ نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے خودزا اپنا دوسرے خاوند بکر سے نکاح کرلیا اس کے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کے پہلے خاوند مسمّی زید کی خبر اور خط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طریقہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے؟ اور بکر امام مسجد بھی ہے اور اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وُہ درست ہیں؟ اور اگر درست نہیں تو انہیں کیا تعزیر ہونی چاہئے؟

الجواب:

بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اُسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اس کے حق میں گناہ نہ ہُوا اور اس نکاح سے اگرچہ ۶ مہینے یا زیادہ کے بعد بچّہ پیدا ہُوا تو اسے ولد الزنا نہ کہیں گے اور وُہ اسی بکر کا ہے،

علی مارجع الیه الامام وعلیه الفتوی تجنیس، خانیه، سراجیة، هندیة وغیرہا۔	امام صاحب نے جس طرف رجوع فرمایا اس کی بناء پر اور اسی پر فتوٰی ہے۔ تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہ۔ (ت)

پھر اگر اسے اب تک نہیں معلوم تو اس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج، اور اگر بعد کو معلوم ہوگیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر وقت نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زنائے محض ہُوا بہ یفتی، ذخیرة، بزازیة، فتح، بحر (اسی پر فتوٰی ہے ذخیرہ، بزازیہ، فتح، بحر۔ ت) اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاهر الحجر[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بچّہ شوہر کا اور زانی کو پتھر، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث بن عفان دار الفکر بیروت ۱/ ۵۹، کنز العمال حدیث تراث الاسلامی حلب بیروت ۵/ ۲۹۳

مسئلہ ۲۳۶: ازرائے پور ممالک متوسط محلّہ بیجناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۲۹جمادی الاآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلظہ ہے تو اس کانکاح بعد عدّت اس کے زوج سے تو ہوسکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ وُہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے عندالشرع یانہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرواجر پاؤ۔ت)

الجواب:

شوہر سے تواسی وقت نکاح ہوسکتا ہے کچھ عدّت گزرنے کی حاجت نہیں، ہاں دوسرے شخص سے بعد عدّت گزرنے کے کرسکتی ہے، جس عورت پر طلاق بائن ہو وُہ فوراً اطلاق پڑتے ہیں خود مختار ہوجاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، شوہر اوّل سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہوسکتی،

فی الھندیۃ عن الھدایۃ اذاکان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدّۃ وبعد انقضائھا [1] الخ وفیھا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقۃ بانقضاء العدّۃ فی الرجعی وبدونہ فی البائن [2] اھ وفی الدرالمختار لانھا لاتملك نفسھا الا بالبائن [3] اھ وفی العقود الدریۃ وقع علیہ طلقۃ بائنۃ ملکت بھا نفسھا وحیث انقضت عدتھا صارت اجنبیۃ [4] اھ ملخصًا والمسائل کلھا واضحۃ شھیرۃ معلومۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہندیہ میں ہدایہ سے منقول ہے کہ جب طلاق بائنہ ہو اور تین سے کم ہوں تو خاوند کو عدت کے اندر اور ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا الخ اور ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی ہو تو عدّت ختم ہوجانے پر اور بائنہ ہو تو عدّت ختم ہُوئے بغیر بھی جُدائی ہوجائے گی اھ، درمختار میں ہے کہ بائنہ طلاق سے بیوی نکاح کے لئے خود مختار ہوجاتی ہے اھ، عقوددریہ میں ہے کہ بائنہ طلاق واقع ہوجانے پر اپنے آپ کی مالک ہوجاتی ہے اور عدّت ختم ہوجانے پر وہ خاوند کیلئے اجنبی بن جاتی ہے، ملخصًا، یہ تمام مسائل مشہور اور واضح طور پر معلوم ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ ومایتصل بہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۷۳۔۴۷۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۸

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوی الحامدیۃ کتاب الطلاق تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۵

مسئلہ ۲۳۷: از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور بنگال مرسلہ منیر الدین احمد لاپوری کمرلوی ۸ شوال ۱۳۳۳ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور بتخانے میں سجدہ وغیرہ کرنے سے اپنی بی بی کے نکاح سے خارج ہوگیا وُہ اگر توبہ کرکے مسلمان ہوجائے بی بی مذکورہ سے نکاح کرے تو حلالہ کرے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے؟

الجواب:
جو تین طلاق دے چکا ہو وُہ یا جورو یا دونوں اگر قہار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد، مشرک، بت پرست کُچھ بھی ہوجائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہوجانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہر گز ہر گز درست نہ ہوگا۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو ۲ مہینے بعد بکر سے نکاح کرلیا ۱۸ سال تک اس کے یہاں رہی اس مدّت میں چار بیٹے ہوئے زید قید ہوگیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دعوٰی دار نہ ہُوا اب اس قدر مدّتِ کثیر کے بعد ہندہ بے رضائے بکر خانہ بکر سے نکل کر خالد کے ہیں چلی گئی اس صورت میں ہندہ منکوحہ بکر ہے اور اس پر بکر کا دعوٰی اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:
صُورت مسئولہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض عــــہ کامل گزر چکے تھے اس کے بعد نکاح ہُوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہُوئے ہوں اور قبل نکاح ثانی ختم ہوچکے ہوں یا وقتِ طلاق زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضعِ حمل ہوگیا اگرچہ اُس دن ہُوا ہو اُس کے بعد اس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر صحیح تھا اور بکر اسے لینے کا دعوٰی کرسکتا ہے عورت جبراً اُسے دلائی جائے گی،

قال اللہ تعالٰی اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر غلبہ حاصل ہے۔ (ت)

اور اگر ان دو مہینے میں تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہُوا کہ بکر سے نکاح کرلیا تو وُہ

عــــہ: امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہوسکتے ہیں ۱۲۔

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴

نکاح ہر گز صحیح نہ ہوا،

قال تعالٰی وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍؕ[1] وقال تعالٰی وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗؕ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلّقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک پابند رکھیں۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا عدّت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں نئے نکاح کا عزم نہ کریں۔ (ت)

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جُدا ہوجائیں اور ترک تعلق کریں،اور بکر نہ مانے تو عورت بطورِ خود جُدا ہوسکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جُدائی کرادے،

فی الدر المختار یثبت لکل واحد منہا فسخه ولو بغیر محضر صاحبه دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما[3]۔واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	دُرمختار میں ہے: دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی یا غیر موجودگی میں فسخ کا اختیار ہے دخول کرچکا ہو یانہ کیا ہو،اصح قول یہی ہے تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے،لہٰذا یہ بات وجوبِ فسخ کے منافی نہیں بلکہ اس کے باوجود قاضی پر واجب ہے کہ دونوں میں تفریق کرے۔واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۹: از کانپور محلّہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان مولوی سیّد محمد اشرف صاحب وکیل مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فتاوٰی شمس الدین وفتاوٰی تمرتاشی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کیا لیکن نیّت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دُوں تو یہ نکاح درست ہے پس جو شخص دوچار روز یا دوچار مہینے میں طلاق دے دیا کرے اور اس قسم نکاح پر مداومت کرے اور لوگوں کو بھی اس جانب مائل کرے تاکہ وُہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں توآیا ایسے شخص کو ثواب ملے گا یانہیں،اور مداومت کی صورت میں متعہ تونہ ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

متعہ توہرگز نہ ہوگا جب تک نفسِ عقد میں مدّت معیّنہ خواہ غیر معیّنہ کی حد نہ مقرر کی جائیگی،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۵

[3] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

فی الدرالمختار بطل نکاح متعة مؤقت وان جھلت المدة اوطالت فی الاصح ولیس منه مالو نکحھا علٰی ان یطلقھا بعد شھر اونوی مکثه معھا مدة معینة[1]۔	درمختار میں ہے: متعہ اور مقررہ مدت تک کا نکاح باطل ہے اگر ہو مدّتِ مقررہ مجہول ہو یا دراز ہو اصح قول میں، اور اگر ایک ماہ بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح کیا یا صرف نیت میں معیّنہ مدّت تک پاس رکھنا مقصود ہو تو یہ دونوں صُورتیں از قبیل باطل نہ ہوں گے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

التوقیت انمایکون باللفظ[2]۔	مدّتِ مقررہ تک نکاح کے لئے زبانی مدّت کا تعیّن ضروری ہے (جو کہ باطل ہے)۔(ت)

مگر ایسے کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہئے جب تک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجتِ شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرعًا ممنوع،

علی ماصححه فی الفتح وحققه فی ردالمحتار وفیه وعنه عن مشائخ المذھب ان الاصل فیه الحظر لمافیه من کفران نعمة النکاح والاباحة للحاجة الی الخلاص[3]۔	شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے جس کی تصحیح فتح میں ہے اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں فتح سے منقول کہ مشائخ سے مروی ہے کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے کیونکہ اس میں نکاح جیسی نعمت کی ناشکری ہے، اور طلاق کا مباح ہونا خلاصی کے لئے حاجت کی وجہ سے ہے۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تزوجوا ولاتطلقوا[4] فان الله لا یحب الذواقین ولا الذواقات[5] وفی لفظ لاتطلقو النّساء	نکاح کرو اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنی بے حاجت صحیحہ) طلاق نہ دو

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰

[2] بحرالرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۸

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۶

[4] تاریخ بغداد ترجمہ نمبر دارالکتاب العربی بیروت ۱۲/۱۹۱

[5] مجمع الزوائد باب فیمن یکثر الطلاق دارالکتاب العربی بیروت ۴/۳۳۵

الّامن ریبة فان اللہ تعالٰی لا یحب الذاوقین ولا الذواقات[1]۔رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو چکھ چکھ کر چھوڑ دینے کے لئے نکاح کرتے ہیں (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

غور کیجئے تو آیہ کریمہ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ[2] میں بھی اسی سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کرو عورتوں کو قید میں رکھنے، نہ مستی نکالنے، پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیّدنا امام حسن مجتبٰی و مغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جو کثرتِ نکاح وطلاق منقول ہے اسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے،

فی ردالمحتار اذا وجدت الحاجة المذکورة ابیح وعلیھا یحمل ماوقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اصحابہ وغیرہم من الائمة صونالھم عن العبث والایذاء بلاسبب[3]۔	ردالمحتار میں ہے کہ جب حاجت مذکورہ پائی جائے تو طلاق مباح ہے، اور اسی معنٰی پر محمول ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور دیگر ائمہ کرام سے متعدد نکاح کے واقعات ہُوئے، تاکہ ان حضرات کی طرف عبث اور ایذاء رسانی کی نسبت نہ ہونے پائے۔(ت)

محفوظ زنا کاعذر بے معنی ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، اور عقل و نقل و تجربہ شاہد ہیں کہ نفسِ امّارہ کی باگ جتنی کھینچئے دبتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیجئے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔

والنفس کالطفل ان تمھلہ شبّ علی حب الرّضاع وان تفطمہ ینفطم

(نفس بچّے کی طرح ہے اگر آپ اسے موقعہ دیں گے تو وہ ماں کا دودھ پینے میں دلیر رہے گا، اور آپ دُودھ چھڑادیں تو وُہ چھوڑ دے گا۔ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث نمبر المکتبة المعارف الریاض ۸/ ۴۱۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۶

جب ہمیشہ خواہشِ نو کی عادت ڈالی گئی اور پُرظاہر کہ چند روز رکھ کر چھوڑنے کے لئے دولتا تازہ عورت کاملنا خصوصًا ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اس میں کمی ہوگی نفس بدخو جسے صبر کا خوگر کیا ہی نہ تھا وُہ رنگ لائے گا کہ ایک پر قناعت کرنے والے اس کی ہوا سے آگاہ نہیں۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی. واللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۰تا۲۴۱: مرسلہ محمد عبدالرحمٰن جاشانی شافعی از بنارس محلّہ مدنپورہ مدرسہ امدادالعلوم مسجد کلاں ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں ازرُوئے مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے:

(۱) ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہوگیا جس کے خوف کی وجہ سے اُس کی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی، شوہر اس کو بُلاتا رہا مگر اس کے لاحقہ عارضہ کے خوف سے اس کی زوجہ نہ آئی یہاں تک کہ شوہر اُس کا اُسی عارضہ میں فوت ہُوا، اس صورت میں مہرو ورثہ ونان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ ازرُوئے شرع الطیف بحوالہ کتبِ معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔

(۲) بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثہ ونان نفقہ دینے میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کُچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت یا نہیں اور منکر اُس کا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں فقط، **بینوا توجروا**

الجواب:

زوجہ متوفی کو صورت مستفسرہ میں باتفاق ائمہ حنفیہ وشافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی مہر ورترکہ قطعًا ملے گا، ائمہ حنفیہ کے نزدیک توجَبّ وعِنّت یعنی آلت بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر مطلقًا سببِ فسخِ نکاح نہیں، درمختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخرولو فاحشا کجنون وجذام وبرص[1] الخ۔	خاوند بیوی میں کسی کو دوسرے کے عیب جسمانی مثلًا جنون، جذام اور برص کے امراض کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہے الخ (ت)

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون وجذام مستحکم وبرص مستحکم سے خیارِ فسخ حاصل ہوتا ہے مگراس کے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطورِ خود فسخِ نکاح کااختیار حاصل ہوجائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلاتاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے، جب وُہ حکمِ فسخ دے اس وقت نکاح فسخ ہوتا ہے، بغیر اس کے وُہ بدستور زوج وزوجہ ہیں۔ امام علامہ یوسف اردبیلی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کہ اجلّہ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

لایثبت بالبرص والجذام قبل الاستحکام خیار العیب علی الفور ولاینفردان بالفسخ بل لابدمن الرفع الی القاضی[1] اھ ملتقطا۔	برص اور جذام کے مستحکم ہونے سے قبل فوری طور پر خیار عیب ثابت نہیں ہوتا، اور خاوند بیوی خود فسخ نہیں کرسکتے بلکہ قاضی کے ہاں مرافعت ضروری ہے اھ ملتقطا (ت)

یہاں جبکہ نہ حاکمِ شرع کی طرف مرافعہ ہُوا، نہ اس نے فسخِ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تو باتفاقِ ائمہ نکاح قائم رہا پس بنص قطعی قرآن عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصّہ، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصّہ ملے گا، یہ تقسیمِ وراثت تمہاری وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے۔ (ت)

وراثتِ زوجہ بلاشبہہ ضروریات دین سے ہے جس پر تمام فرقِ اسلام کا اجماع اور ہر خاص وعام کو اس کی اطلاع، تو مطلقًا اس کا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے، ہاں اگر براہِ ناواقفی عروضِ جذام کو خود مزیلِ نکاح سمجھ کر اس عورت کے استحقاقِ وراثت سے انکار کیا تو جہل وسفاہت باتفاق اور شرع مطہر پر بےباکانہ جرأت ہے کُفر نہیں، بالجملہ صورتِ مسئولہ میں عورت یقینا مستحق ترکہ ہے، یونہی باتفاق مہر مسمّی تمام وکمال واجب الادا ہے، حنفیّہ کے طور پر تو ظاہر ہے، شافعیہ کے نزدیک یُوں کہ شوہر قبل انفساخ نکاح مرگیا، انوار میں ہے:

---

[1] الانوار لاعمال الابرار الطرف العاشر فی العیوب مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۷۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

لومات المعیب قبل الفسخ تقرر المھر ولافسخ[1]۔	عیب والا خاوند اگر فسخ سے قبل فوت ہوجائے تو مہر لازم ہوگا، فسخ نہ ہوگا۔(ت)

بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کردیا جاتا جب بھی مہر مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہوا تو بحالتِ فسخ بھی پورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے:

اذافسخ فان کان قبل الدخول سقط المھر ولامتعۃ، فسخ ھو اوھی وان کان بعدہ فان کان بعیب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مھر المثل وان کان بحادث بعدہ وجب المسمی[2]۔	مرد یا عورت نے نکاح فسخ کیا تو اگر یہ فسخ دخول سے قبل ہُوا تو مہر ساقط ہوجائے گا، اور جوڑا ساقط نہ ہوگا، اور اگر فسخِ نکاح دخول کے بعد ہُوا تو اگر دخول کے ساتھ یا دخول سے قبل، عیب پیدا ہُوا تو مہر مثل واجب ہوگا، اور دخول کے بعد عیب پیدا ہوا تو پھر مقررہ مہر واجب ہوگا۔(ت)

رہا نان ونفقہ وُہ بعد موتِ شوہر زمانہ عدّت یا اس کے بعد کا باتفاقِ مذہب صحیح حنفی وشافعی اصلاً واجب نہیں، اس کے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجا ہے۔ درمختار میں ہے:

لاتجب النفقۃ بانواعھا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا[3]۔	کسی قسم کا نفقہ موت کی عدّت والی کے لئے مطلقاً واجب نہ ہوگا اگرچہ حاملہ ہو۔(ت)

انوارِ شافعی میں ہے:

المعتدۃ عن النکاح الفاسد لانفقۃ لھا حاملا کانت او حائلا وکذا المعتدۃ عن الوفاۃ[4]۔	نکاح فاسد کی عدّت والی کے لئے کوئی نفقہ نہیں، حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اور یہی حکم موت کی عدت والی کا ہے۔(ت)

حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے:

المعتدۃ عن الوفاۃ لاتستحق النفقۃ والمؤنۃ	موت کی عدت والی نفقہ اور خرچہ کی مستحق نہیں ہے،

---

[1] الانوار الاعمال الابرار الطرف العاشر فی العیوب مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۷۳

[2] الانوار الاعمال الابرار الطرف العاشر فی العیوب مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۷۳

[3] درمختار باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۳

[4] الانوار لاعمال الابرار کتاب النفقات الطرف الثالث فی موانع النفقۃ مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۲۲۸

لصحة الخبر بذلک[1]۔	کیونکہ اس معاملہ میں صحیح حدیث ہے۔(ت)

اسی طرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جن میں وُہ بے اجازتِ شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر بلاتا رہا، نہ آئی، تو ان ایّام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائے گی کہ اس چلے جانے سے وُہ ناشزہ ونافرمان ہے اور ناشزہ کے لئے جب تک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں۔ قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے:

تسقط بنشوزولو ساعة کامتناع من تمتع لالعذر وخروج من مسکن بلااذن[2]۔	بیوی کی نافرمانی اگرچہ ایک دفعہ ہو جیسا کہ بلاعذر جماع سے انکار، یا بغیر اجازت گھر سے نکلنا نفقہ کو ساقط کردیتا ہے۔(ت)

انوار میں ہے:

لانفقة للناشزة وان قدر علی ردھا الی الطاعة قھراولوھربت منه او خرجت بلااذنه من بیته فناشزة[3] اھملخصًا۔	نافرمان بیوی کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں اگرچہ جبراً خاوند اسے اطاعت پر مجبور کرسکتا ہو، اور اگر بیوی بھاگ جائے یا گھر سے بلااجازت نکل جائے تو وُہ نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصًا(ت)

ہاں اس سے پہلے ایّام تسلیم نفس وعدمِ نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اس کا بھی دعوٰی نہیں کرسکتی کہ نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو موتِ احدالزّوجین سے ساقط ہوجاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پاکر موت سے ساقط نہیں ہوتا، تنویر حنفی میں ہے:

بموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض الااذا استدانت بامر القاضی[4]۔	بیوی اور خاوند میں سے کسی ایک کے فوت ہوجانے یا طلاق ہوجانے سابقہ مقررہ نفقہ ساقط ہوجائے گا لیکن اگر قاضی کے حکم پر بیوی قرض لے کر خرچ کرتی رہی تو وُہ قرض ساقط نہ ہوگا۔(ت)

البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقًا دین ہے کہ کسی کی موت سے

---

[1] الکمثری علی الانوار الطرف الثالث فی موانع النفقة مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۲۲۸

[2] قرۃ العین فی شرح فتح المعین فصل فی النفقة عامر الاسلام پور پریس اتروانگاری کیرص ۲۲۰تا ۲۲۲

[3] الانوار لاعمال الابرار الطرف الثالث فی موانع النفقه مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/ ۲۲۸

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

ساقط نہ ہوگا اتنے دعوی کے نزدیک کر سکتی ہے۔ ہدایہ حنفیّہ میں ہے:

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی تصیر دینا قبل القضاء ولاتسقط بالموت لانہ عوض عندہ فصار کسائر الدیون[1]۔	امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: قاضی کے حکم کے بغیر بھی بیوی کا لیا ہُوا قرض برائے نفقہ، موت کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک نفقہ معاوضہ ہے لہٰذا دوسرے واجب الادا امور کی طرح ہوگا۔ (ت)

انوارِ شافعیہ میں ہے:

لولم یکسہا مدۃ صارۃ علیہ دینا[2]۔	اگر کچھ مدّت بیوی کو لباس نہ دیا تو وُہ خاوند کے ذمّہ قرض ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوماتت فی اثنائہ بلاقبض فدین فی ذمتہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر بیوی اسی اثناء میں فوت ہوجائے تب بھی خاوند کے ذمّہ واجب الادا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۲: از گکھڑ مرسلہ شیخ احمد بخش　　　　۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ساتھ بکر کے تیرہ ۱۳ ہوئے جب بطور زوجہ اور شوہر بہ تعین مہر صہ عہ ہزار روپے اور دس ۱۰ دینار سُرخ کے اس کے مکان میں رہی آٹھ برس تک برابر رہی ہندہ کے جانے سے مکان میں بکر کے دو ۲ برس کے بعد بکر کو بیماری جذام کی شروع ہوئی جب چھ ۶ برس تک ہندہ سے اور بکر سے صحبت مثل زن وشوہر کے نہیں ہوئی اسکے بعد آٹھ برس کے ہندہ کو بکر نے اپنے گھر سے نکال دیا ہندہ اپنی گزراوقات جس طرح ممکن ہُوا کرتی رہی مکان سے نکال دینے سے چھ ۶ ماہ بعد ہندہ پر بکر نے دعوی فراری فوجداری میں دائر کیا اس میں ہندہ نے زوجیت سے انکار کیا اور بکر نے بجائے صہ عہ ہزار روپے سَو روپے کے مہر کا اقرار کیا کچہری فوجداری نے زوجہ ہونا قائم رکھا بعد اُس کے سال بھر بعد دلا پانے زوجہ کا دعوی دیوانی میں دائر کیا اس وقت حسبِ تصفیہ باہمی یہ طے ہُوا کہ ہندہ جہاں چاہے رہے اس عرصہ پانچ برس نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور عرصہ تیرہ برس سے بوجہ بیماری صحبت نہیں ہوئی اور بکر نے واقعی

---

[1] الہدایۃ باب النفقۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۴۲۰

[2] الانوار لاعمال الابرار کتاب النفقات الطرف الثانی فی کیفیۃ الانفاق مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۲۲۵

[3] الانوار لاعمال الابرار کتاب النفقات الطرف الثانی فی کیفیۃ الانفاق مطبعۃ جمالیۃ مصر ۲/۲۲۵

مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابل صحبت نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہونا چاہئے ہندہ خُلا یا طلاق پاسکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ بکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

بکر پر نان ونفقہ ومسکنِ ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپ کو اس کی قید میں رکھے، آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا، اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات سقط نان ونفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے، یا بکر راضی ہو تو ہندہ اس سے مہر وغیرہ مال پر خُلع کرلے بغیر اس کے جب تک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابلِ صحبت ہوگیا ہندہ خود مختار نہیں ہوسکتی، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۴۳: از سنگ پور مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہوکر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود علیحدگی بھی طلاق نہیں دیتا، عورت مذکوراز حد خواہشِ نکاح رکھتی ہے، دیگر ایک شخص مسمّٰی رستم نے اسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا مقر ہے زیادہ ثبوت کا حاجت نہیں، برادرانِ اسلام نے اس جُرم پر اس کا حقّہ پانی سلام وکلام ترک کردیا ہے اب وُہ نادم اور توبہ کار ہے لہٰذا اس کو ملانا چاہتے تو آیا وُہ اس طریقہ سے شامل برادرن اسلام ہوسکتا ہے؟ **فقط والسّلام**۔

الجواب:

اگر وُہ شخص عورت سے صحبت کرسکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قادر ہے تو اس پر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اس سے جدائی نہیں کرسکتی، اور اگر اُس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار ہوگا، اس صورت میں کہ صورت اس پر واجب ہو اور نہ دی، اگر جبراً اس سے طلاق لے لی جائے تو ہوجائے گی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علی زوجھا[1]۔ **رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ہریرۃ**	ہمارے گروہ سے نہیں جس کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے (اس کو ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ

[1] سُنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶، المستدرك للحاکم باب لیس منّا من جب امرأۃ علی زوجھا الخ دارالفکر بیروت ۲/۱۹۶

والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ابُوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور طبرانی نے صغیر میں اور ایسے ہی اوسط میں عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اوسط میں ابویعلی کی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۴: از بلرام پور ضلع گونڈہ متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیر سالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز کے ہندہ اور زید میں طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہُوئیں اور بوجہ بد کرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا اس شرط پر کہ میں مہر معاف کردوں اور تم طلاق دے دو زید نے نہ مانا مجبور ہو کر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل کی کچہری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دے دی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اگر عورت جوان طاقتور ہے اور شوہر بڈھا فرتوت ہے عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی ہے شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب:

لاالٰہ الاّ اللہ بے شوہر کے طلاق دئے طلاق تحصیلدار کے دئے نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔ت) دوسری جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی وزنا ہوگا قال اللہ تعالٰی وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں۔ت) ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اسے اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے، اگر وُہ اس پر قادر نہیں تو اُس پر فرض ہے کہ اسے طلاق دے دے،

قال اللہ تعالٰی فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْفَارِقُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو حُسنِ سلوک سے پاس رکھو یا اُن کو بھلائی کے ساتھ فارغ کردو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۵: از بلرامپور محلّہ پورنیا تالاب ضلع گونڈہ مرسلہ تیغ بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالتِ نزاع

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

کچہری دیوانی میں دعوی طلاق دائر کیا۔شہادت وغیرہ پیش کرکے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کرلی اب یہ عورت ازرُوئے شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یانہیں،اور اگر بعد طلاق حاصل کردو شوہر اوّل اس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچّا دعوی رکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدّت مطلقًا اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدّت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کرسکتی ہ،اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جُھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدّت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دُوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہوگا **قال اللہ تعالٰی** وَّ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) حیض والی عورت کی عدّت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہو کر ختم ہوں،

وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ ؕ [2]۔	طلاق دی ہوئی عورت اپنے آپ کو تین حیض تک پابند کریں(ت)

اگر اس چار پانچ مہینے یں تین حیض شروع ہو کر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۶: از بریلی محلّہ بہاری پور مرسلہ غلام مرتضٰی صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ

ہندہ صالحہ ہے اور اس کا شوہر فاسق فاجر موذی معلن سود خوارہ اور شرابی وعیاش ہے،ہندہ کو مار پیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقُو مارا کہ جس سے گھائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی،دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس بائی ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جس کے ہر نشان اب تک موجود ہیں،اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا،چنانچہ ایک بار اس کے جبر پر ہندہ نے شراب سے نفرت ظاہر کی تو اس کے وہی گلاس مارا جس سے اس کو چوٹ لگ گئی اور آنکھوں میں شراچ پڑی جس سے آنکھیں دکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتیں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کرلیا تھا چند روز بعد اُسے مارپیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکاتِ ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی ار ان بدچلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

مجبورًا ہندہ کے والدین نے عرصہ سات ۴ سال کا ہُوا بٹھالیا اس مدّت میں شوہر ہندہ نے نان ونفقہ کی کُچھ خبر نہ لی اور بدچلنی اس کی اب تک برابر اسی روش پر ہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہُوا کہ ایک عورت اور کرلی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالش دلاپانے زوجہ کے دائر کی کہ وُہ بوجہ ثبوت بدچلنی کے خارج ہوگئی پر شوہر نے اپیل بھی کی وُہ بھی خارج ہوگئی ہندہ کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ میں اس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشہ ٔجان بھی غالب ہے اس لئے کہ نالش مذکور خارج ہوجانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صُورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہوسکتی ہے یا نہیں، اور شرعًا فسخ نکاح بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

صُورتِ مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دُنیوی وجانی وجسمانی اُس کا ہر طرح کا ضرر ہے، جان جانے کا اندیشہ باقی وموجود اور ضرر شرعًا واجب الدفع ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَلَاتُضَآرُّوْهُنَّ[1] عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار فی السلام[2]۔	اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا۔

پس اگر کچھ لوگ صالحین واہلِ دین میسر ہوسکتے جن کی حمایت میں عورت کا رہنا شرعًا بھی جائز ہو اور وہ اس کی نگہداشت کافی طور پر کرسکیں اور شوہر کو اس کے دین جسم وجاں پر تعدّی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپردِ شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لوقالت انه بضربنی ویوذینی فمرو ان یسکننی بین قوم صالحین فان علم القاضی ذٰلك زجره ومنعه عن التعدی فی حقها والایسأل عن صنیعه فان صدقوها منعه عن التعدی فی حقها ولا یترکهاثمه	بحر میں ہے اگر بیوی نے قاضی کو درخواست دی کہ خاوند مجھے مارتا اور اذیّت دیتا ہے تو اس حکم دیجئے کہ مجھے نیک لوگوں میں سکونت دے، اگر قاضی خود اس معاملہ سے آگاہ ہو تو خاوند کو ڈانٹے اور مارنے اور زیادتی سے منع کرے، ورنہ پڑوسیوں سے خاوند کے رویے کے متعلق معلوم کرے اگر وہ بیوی کی تصدیق کریں تو قاضی خاوند کو زیادتی سے منع

[1] القرآن الکریم ۶/۶۵

[2] معجم اوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

وان لم یکن فی جوارھا من یوثق بہ او کانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانھا بین قوم صالحین[1]۔	کرے ورنہ اسی مسکن میں رہنے دے، اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی ثقہ آدمی نہ ہو یا پڑوسی خاوند کی طرفداری کریں تو خاوند کو پابند کرے کہ وہ بیوی کو نیک لوگوں میں رہائش دے۔ (ت)

مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی اُمید نہ ایسے لوگ ملیں گے پر نان نفقہ لازم کای جائے لانھا لیست بناشزۃ لان امتناعھا بحق (کیونکہ وُہ نافرمان نہیں کیونکہ اپنے حق کے لئے وُہ خاوند کو جماع سے روکتی ہے۔ت) پھر اگر اُس کے ساتھ خولت میں اندیشہ ہو تو اس سے منع کریں اور یہی صورت معتبر ہے، اور اگر اب اندیشہ صحیحہ ہو اور بندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡسَرِّحُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ[2]	ان کو پاس روکے رکھو بھلائی کے ساتھ، یا ان کو فارغ کردو بھلائی کے ساتھ۔ (ت)

عورتوں کو تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑدو، جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہُوا اور ترک واجب گناہ ہے اس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے،

کمافی البحر والدر وغیرھما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیھا فیھا التعزیر[3]۔	جیسا کہ بحر میں ہے کہ وُہ گناہ جس پر حد نہ ہو اس پر تعزیر ہوتی ہے۔ (ت)

بغیر اس کے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷: از موضع گھورنی ڈاک خانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۳جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

فسخ نکاح بہر وجہیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع وبشرط بنودن قاضی شرع بلاحکم حاکم وقت میتواند شد یانہ، ودریں بلادِما	نکاح کا فسخ جیسے بھی ہو، قاضی کو تفریق کے بغیر اور قاضیِ شرع نہ ہونے کی وجہ سے وقت کے حاکم کے بغیر ہوسکے گا یا نہیں، اور ہمارے ملک

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[3] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

که قاضی شرع عدیم الوجودست حکم حاکم غیر مسلم مناسب تفرقه قاضی میواند شد یانه بتقدیر جواز نیابت اذن اولا بدیست یانه؟	میں شرعی قاضی موجود نہیں تو کیا غیر مسلم حکمران قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر یہ فسخ کر سکتے ہیں تو کیا نیابت کیلئے ان کو اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب:

| فسخ نکاح بر دو گونه است یکے آنکه حقا للشرع باشد مقارن ہمچو نکاح زنے بر خواہرش یا اصول وفروع ممسوسه یا آنکه حرمت رضاعت داشته باشد الی غیر ذٰلك خواہ طاری چوں آنکه رضاع یا مصاہرت بعد نکاح حرمت آرد یا شوہر مرتد شود والعیاذ باللّٰه تعالٰی درہمچو صور ہیچ حاجت قضانیست بر ہریک زن وشوہر واجب ست فسخ کردنش اعظاما للشریعة واعداما للمعصیة نص علیه فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار، دوم آنکه برائے حق زن باشد چوں خیار بلوغ وعنین وغیرہما اینجا قضائے قاضی شرط ست تنہا زن یا ولی او باد مستبد نتواں شد اگر ولی بے تفریق قاضی جُدا کردہ بزنے دیگر دہد حرام باشد زیرا که حق زوج باد متعلق ست وشرع حکم بتفریق نه فرمودہ است واصل ایں منصب شرع مطہر راست که کارکارِ دین ست پس ایں تفریق نه رسد مگر قاضی را که نائب | نکاح کا فسخ دو ۲ قسم ہے، ایک شرع کی پاسداری کے لئے، اور یہ شرعی حق کو ابتداء سے عارض ہو، جیسے بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح، یا بیوی کے اصول (ماں، دادی) وغیرہ یا فروع (بیوی کی پہلی بیٹی) کو شہوت سے چُھوا ہو، یا بیوی رضاعت کی وجہ سے حرام ہو وغیرہ ذالک، یا شرعی حق نکاح کے بعد لاحق ہُوا، مثلاً رضاعت یا مصاہرت کی حرمت نکاح کے بعد عارض ہوئی ہو یا والعیاذ باللہ تعالٰی، خاوند مرتد ہوگیا ہو تو ان تمام صورتوں میں فسخ نکاح کے لئے قاضی کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ مرد وعورت دونوں پر لازم ہے کہ وُہ فسخ قرار دے کر جدائی اختیار کریں تاکہ شریعت کی تعظیم اور گناہ سے اجتناب کیا جاسکے، اس پر درمختار وغیرہ معتبر کتب میں تصریح کی گئی ہے، فسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بیوی کے حق کی وجہ سے فسخ کیا جائے مثلاً بیوی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار حاصل ہو یا خاوند نامرد ہو وغیرہ، تو اس قسم میں فسخ کے لئے قاضی شرط ہے، بیوی یا اس کے ولی کو مستقل اختیار نہیں کہ وُہ قاضی کے بغیر جُدائی کا فیصلہ کریں، اگر اس صورت میں ولی نے قاضی کے بغیرہ عورت کا دوسرے سے نکاح کردیا تو یہ نکاح حرام ہوگا کیونکہ ابھی پہلے |

شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام ست فاما شرط اسلام ست، واللہ تعالٰی اعلم۔	خاوند کا حق اس عورت پر باقی ہے، اور شرعًا یہ تفریق نہ ہوگی کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے جس میں شرع کو ہی حق ہے، لہٰذا یہ کاروائی قاضی کے بغیر نہ ہوسکے گی۔ کیونکہ وہی شرع کا نائب ہے، جیسا کہ نماز میں حقِ امامت حاکم کو ہی حاصل ہے، ہاں مسلمان ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۸: سائل مذکور الصدر (سائل وہی پہلے مذکور ہے۔ ت)

زنے راکہ شوہرش دیوانہ شدہ از سہ چہار سال بہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلا تفرقہ قاضی شرعی یا بلا حکم حاکم فسخِ نکاح خود کند یانہ و بلا انقضائے عدّت فسخ بادیگرے نکاح خود میتواند کردیانہ یا ولی اورا میرسد کہ بطلب اویا بلاطلب او تفریق را و بلا تفرقہ قاضی محج بجہت مجنون شدن شوہر نکاح اوبدیگرے کردہ بدہد یانہ وبوقتِ ضرورت مثلًا خوفِ زناواحتیاج نفقہ وغیرہ عمل بمذہب دیگر یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال کے از ائمہ حنفیّہ روا باشد یانہ وبشرطِ جواز قول کسے دربارہ جواز فسخ نکاح آں مجنون الزوج رابلا تفرقہ قاضی ہست یانہ، ودر صورت عدم فسخ نکاح حکم ناکح ومنکوحہ و منکح چیست۔	جس عورت کاخاوند دیوانہ ہونے کی وجہ سے تین چار سال ہسپتال میں پابند ہے ایسی عورت کو یہ اختیار ہے کہ وُہ قاضی کی تفریق کے بغیر یا حکمِ حاکم کے بغیر نکاح فسخ کرلے یانہیں ؟اور فسخ کی عدت پوری کئے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یانہیں ؟ یا کیا اس کے ولی کو یہ اختیار ہے عورت کے مطالبہ پر یابغیر مطالبہ خود ہی قاضی تفریق کے بغیر صرف خاوند کے مجنون ہونے کی بناپر دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح کردے یانہ ؟ اور کیا بوقت ضرورت مثلًا زنا یا نفقہ کی محتاجی کے خطرہ پر غیر مفتٰی بہ قول کے مطابق حنفی مذہب کے علاوہ دوسرے کسی مذہب پر عمل جائز ہوگا یانہیں ؟ اگر جائز ہے تو دوسرے کسی امام کے مذہب پر خاوند کے مجنون ہونے پر قاضی کے بغیر فسخِ نکاح کا اختیار ہے یانہیں ؟ قاضی کے فسخ کے بغیر عدمِ جواز کی صورت میں نکاح کرانے والے اور نکاح کرنے والے مرد اور عورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

شوہر اگر مجنون گردد نزد ماہیچ گاہ فسخِ نکاح نتواں شد واگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند نیز باطل ست اذلیس للمقدان	خاوند اگر مجنون ہوجائے تو کسی طرح بھی ہمارے مذہب حنفی میں نکاح کا فسخ جائز نہیں ہے۔ اگر قاضی حنفی مذہب کا مقلد ہو تو اگر وُہ فسخ کرے گا تو اس کا

یخالف مذہبہ در تصحیح القدوری علامہ قاسم باز ودر مختار ست الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[1] (ومجتہد خود از صدہا سال مفقود است،آرے اگر قاضی شرعی شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ اورابر قضاداشتہ است اذن دادہ باشد مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضاکنی آں گاہ قضائے او صحیح ونافذ باشد وپیداست کہ ایں تفریق اگر باشد بخاطر جااگرہے تفریق قاضی شرع ولی بزنے دیگر دہد یازن خودش بدگرے نکاح کند زنہار جائز نیست ناکح ومنکوحہ ہر دوبزہ کار ومنکح نیز اگر بریں حال مطلع باشد بوقتِ ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر درآں خاص مسئلہ مبتلابرائے نفس خودش عمل میتواں کرد فامامفتی رانمی رسد کہ باوفتوی دہد یا قاضی مقلد مقید بالقضا بالمذہب باوحکم تواں کرد واگر کند باطل شد کما قد مناوکل ذلك مصرح بہ فی الکتب المعتمدۃ و آنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند واجب ست کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفریق زن مجنون شرط تفریق قاضی کہ بے روبراں قول مرجوح ہم عمل بناشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ	فسخ باطل ہوگا کیونکہ مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا،قدوری کی تصحیح میں علامہ قاسم نے اور پھر درمختار میں فرمایا کہ فتوٰی اور فیصلہ قولِ مرجوح پر جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے،اور مستقل مجتہد صدیوں سے مفقود ہے،ہاں اگر شافعی یا حنفی قاضی کو سلطان نے عہدہ پر مقرر کرتے ہوئے یہ اجازت دی ہو کہ وُہ ضرورت کی بناپر اپنے مذہب کے مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر فیصلہ کرسکتا ہے تو اس قاضی کا فیصلہ صحیح ہوگا اور نافذ بھی ہوگا۔اور یہ واضح ہے کہ اگر یہ تفریق ہوگی تو عورت کی خاطر ہوگی،شریعت کے حق کے لئے نہ ہوگی جبکہ ہم اُوپر بیان کرچکے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر ولی نے یاخود عورت نے قاضی کی تفریق کے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کیا تو ہر گز جائز نہ ہوگا،نکاح کے دونوں فریق اور نکاح کرکے دینے والے زناکاری میں مبتلا ہوں گے بشرطیکہ نکاح پڑھانے والے کو صورتِ حال کا علم ہو،ضرورت اگر صحیح اور واقعی ہوتو پھر مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر مبتلا شخص کو چاہئے کہ وُہ خود عمل کرے لیکن مفتی ہر گز فتوٰی نہیں دے سکتا،اور وُہ قاضی بھی جو اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند ہو،وہ بھی ایسا فیصلہ نہیں کرسکتا اگر فیصلہ کرے گا تو وُہ بھی باطل ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کرآئے ہیں اور قابلِ اعتماد کُتب میں اس کی تصریح موجود ہے،اور اگر مبتلا شخص خود دوسرے

[1] درمختار مقدمہ کتاب رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵

باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مذہب یا مرجوح قول پر عمل کرے تو ضروری ہے کہ وہ ان تمام شرائط کی رعایت کرے، مثلاً امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مجنون کی بیوی کے متعلق تفریق کے جواز کو قاضی سے مشروط کیا ہے اس کے بغیر مرجوح قول پر بھی تفریق جائز نہ ہوگی بلکہ یہ نفسانی خواہش کی پیروی ہوگی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹: از اعظم گڈھ ڈاکخانہ مبارکپور محلّہ پرانی بستی متصل مکان ناظر جی مرسلہ حبیب اللہ ولد بابو ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہُوا اور وُہ بی بی میکے سے اب تک رخصت ہو کر سسرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہوا کہ شوہر بیمار ہوگیا ہے اور برابر علاج بھی ہورہا ہے مگر کوئی دوا فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتائے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے، نہ چل سکتا ہے نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وُہ باولے کی شکل ہوگیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ خیال نہیں کرتا ننگا مادر زاد بھی ہوجاتا ہے اپنا خرچ بھی نہیں چلا سکتا اور نہ عورت کا چلا سکتا اور نہ شوہر کے والدین نے اس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا، لڑکی کے والدین عاجز ہو کر کے آپ کے پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے، ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ سب حالت اور واقعہ سچّا تحریر ہے۔

الجواب:

ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن[1]۔	خاوند بیوی سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا پر فسخ کا اختیار نہیں ہے اگر وہ عیب واضح ہو مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا اس میں ہڈی یا غدود پیدا ہوگئی ہو۔ (ت)

اس میں ہے:

[1] دُرمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۴

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا ای عن النفقۃ ولوقضی بہ حنفی لم ینفذ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	خاوند اگر نفقہ دینے سے عاجز ہوتو بھی تفریق جائز نہیں، اگر حنفی قاضی نے ایسا فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۰تا۲۵۴: از مبمبئی پوسٹ ۹ پیرولین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب مینیجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ۷ سال ہوئے اور اس تمام زمانہ کا خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار ڈالے ہوئے ہے اسی وجہ سے زید کے والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود ان کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام نہیں چاہتا، ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اس کی خوشدامن نے بُلا کر سمجھایا مگر وُہ نہ مانا اور اپنے مکان جاکر یہ خط بھیج دیا بعدہ ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ دار بھائی نے خط کتابت کی اس لئے کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر فسخ نکاح یا تفویض طلاق کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں اور بفتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

(۱) خط خوشدامن کے نام، ماسوا اس کے میں تمہارا کوئی مزاحم نہیں اور نہ میں تمہارے کسی کام میں دخل دے سکتاہُوں مجھے تمہاری خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمہارے ہر کام کا تم کو اختیار ہے ہم کوئی نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمہارے لوگوں کے مزاج میں آوے وہ کرو، بعد انتقال والدین عمرو رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا کہ اب تو خبر گیری کرو اب نہایت نازک وقت ہے، اس کا جواب ذیل ہے۔

(۲) ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھئے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کون سی عورت کا حق ہے اور کس وجوہات سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے کہ اگر مرد ان عادات کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہوجائے وہ میری نیک بخت بیوی میں سب موجود ہیں، بعدہ یہ لکھنے پر کہ خبر گیری کرو اور خبر گیری اپنے ذمّہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف صاف علیحدگی کے الفاظ لکھ دو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو میں یہ رعایت کروں گا کہ بحالت یکجائی اب تک کے حقوق ہندہ سے معاف کرادوں گا اور بحالت علیحدگی مہر بھی، تاکہ عنداللہ بھی آپ ماخوذ نہ ہیں۔

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

(۳) جواب: آپ کا تواب یہ خیال ہے جناب قبلہ خواشد امن صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھ کو یہاں سے بُلایا اور مُجھ سے بجائے اسکے کہ وُہ رکھنے پر مجبور کرتیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش ہو رہا اگر میں طرح نہ دے دیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خالوتوں سے واقفیت ہو گئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہو جائے مگر ماشاء اللہ اُس مزاج مبارک نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوار نگرد کھلایا اور خیر مجھے شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اس واسطے کہ میں خود بد طینت ہُوں اس وجہ سے بہتر ہے کہ وُہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھ دیجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہوگا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کردیں اگر زہرہ کو بھی دے دیں تو آپ کو مرضی، میں تیار ہوں، اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہوں، بہر حال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھ دُوں گا (بعدہ، دوسرا خط آیا)

(۴) برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمائیے تاکہ جو رائے ہو اس پر عمل درآمد کیا جائے، اس پر عمرو کے یہ کہنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سِن ہے اور تم لوگوں کی صورت سے ناآشنا ایسی حالت میں اس کو علیحدہ کرنا گویا زندہ درگور کرنا ہے، لہٰذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دو چار دستخط کرکے بھیج دو تمہارے اطمینان کو یہ لکھے دیتے ہیں کو ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیجدو معاف ہیں (اس کو جواب یہ آیا)

(۵) میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال، زہرہ آپ لوگوں سے علیحدگی کی جائے کیونکہ ابھی وُہ صغیرہ ہے جب تک وہ ہوشیار نہ ہو جائے تب تک میں اس کو وہاں رکھنا پسند رکتا ہوں جس وقت وہ مجھ تک نہ آجائیگی جب تک یہ امر دشوار ہے، فقط۔

الجواب:

پہلا خط خوشدامن کے نام ہے اُس میں نہ زوجہ سے خطاب نہ اس کا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تم کو اختیار ہے اور تفویضِ طلاق چاہتا تو اختیار بھی اُسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ اب تک مستمر۔ درمختار میں ہے:

قال لہا اختاری او امرك بیدك ینوی تفویض الطلاق فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مالم تقم او تعمل مایقطعہ۔[1]	خاوند نے بیوی کو کہا تجھے اختیارہ، یا ترا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ الفاظ بیوی کو طلاق کا اختیار دینے کی نیت سے کہے تو بیوی کو اسی مجلس میں جس میں اس کو اس اختیار کے ملنے کی اطلاع ملی اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ وہ سُن کر وہاں سے

[1] درمختار تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

اٹھ نہ گئی ہو یا ایسا عمل نہ کیا ہو جس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہو۔(ت)

اور "اگر ہم کوئی نہیں" کی جگہ خود زوجہ سے کہتا "نہ تُو میری زوجہ میں نہ میں تیرا شوہر" جب بھی طلاق صاحبین کے نزدیک مطلقًا نہ ہوتی،

وفی جواہر الاخلاطی والخلاصۃ وخزانۃ المفتین ھوالمختار وان نوی[1]۔	جواہر اخلاطی، خلاصہ، خزانۃ المفتین میں ہے کہ اگرچہ نیت کی ہو یہی مختار قول ہے(ت)

اور امام کے نزدیک کی نیت پر موقوف رہتی،

قدمه فی الخانیة واقتصر علیه فی البدائع والکنز والملتقی وکان ھوالاوجه۔	خانیہ میں اس کو پہلے ذکر کیا۔ بدائع اور کنز اور ملتقٰی میں اسی پر اکتفاء کیا، لہٰذا یہی راجح ہے(ت)

درمختار میں ہے:

لست لك بزوج ولست لی بامرأة طلاق ان نواہ خلافا لھما[2]۔(ملخصًا)	خاوند نے اگر بیوی کو کہا "میں تیرا خاوند نہیں تُو میری بیوی نہیں" طلاق کی نیت سے کہا تو ہوگی۔ اس میں صاحبین کا قول مخالف ہے(ملخصًا)۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قید بالنیة لانه لایقع بدونها اتفاقا لکونه من الکنایات واشار الی انه لایقوم مقامها دلالة الحال لان ذٰلك فیما یصلح جوابا فقط وھو الفاظ لیس ھذا منها[3]۔	نیّت سے مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نیت طلاق نہ ہوگی بالاتفاق، کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔ اس میں یہ اشارہ دیا کہ دلالتِ حال نیت کے قائم مقام نہیں بن سکتا کیونکہ دلالتِ حال وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں وہ فقط جواب بن سکے اور وُہ خاص الفاظ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے۔(ت)

خط دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجوہ سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اسے انشائے طلاق سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اس کے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجوہ ایسی ہوئیں جن کے سبب وہ نکاح سے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۹۷

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[3] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۳

باہر ہوگئی کہ طلاق لفظ سے ہوئی ہے دل کا تصور کچھ نہیں، اسی خط میں اس میں اس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ
خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھ دوں گا، یہ ایک وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وُہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں یہ کہ اُسے آزاد کیا۔
خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔
خط پنجم میں جب تک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔
غرض ان خطوط میں کوئی حرف صورتِ طلاق کا نہیں چارہ کار معززین کے دباؤ خواہ نالش سے مجبور کرتا ہے کہ نان نفقہ دے یا طلاق، بغیر اس کے کوئی صورتِ خالص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادائے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا اتباع واجب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۵: از رامپور محلّہ گھیر یُوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگوری باغ متصل مسجد پاکھر مطب نمبر ۳۴ مسئولہ سید مختار احمد یتیمی ڈاکٹر ۷ جمادی الاولٰی
ایک مرد مسلمان کا پاک عورت مسلمان کے ساتھ عقدِ شرعی ہُوا، لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور کوئی تعلق ظاہری و باطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح منکوحہ سے بے پرواہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہُوا معلوم ہوا کہ شوہر دائرہ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہٰذا اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ نکاح جائز ہے یا ناجائز، اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے، اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے؟

الجواب:

نکاح صحیح ہوگیا، عورت بے موت یا طلاق جُدا نہیں ہو سکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکمِ شرعی کے یہاں دعوی ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اس پر قادر نہ ہوا، مرد کو ایک سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے، اس سال میں عورت مرد سے جُدا نہ رہے اگر سال گزر جائے، اور اب بھی قادر نہ ہو عورت پھر دعوی کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت پُوچھے کہ تُو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے، اگر عورت فورًا بلاتاخیر کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا، تو حاکم اُن میں تفریق وجُدائی کردے، یہ تفریق طلاق ہوئی، اور اب بعد عدّت عورت دوسرے سے نکاح کرسکے گی ورنہ نہیں، یہ حکم عورت کی جانب ہے، رہا مرد، اُسے حکمِ شریعت ہے کہ جب وُہ عورت کا حق ادا نہیں کرسکتا تو اُس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے نہ دے گا تو گنہگار و مستحق عذاب

ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیر کوٹ تاجر الموڑہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

یہاں کوہِ الموڑہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سیّد فضل حسین شاہ باشندہ ٹھاکر دوارہ سے دیا، رخصت ہوگئی، سال بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہم بستری ہوئی، پھر باپ کے یہاں آئی، امان اللہ وسیّد فضل حسین میں کوئی رنجش پیدا ہُوئی، فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دوارہ لے جانا چاہا، امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہوگئے یہاں تک کہ نوبت نالش کی آئی۔ امان اللہ نے جُھوٹا طلاق کا دعوی کیا کہ بوجہ ظہورِ دروغ حاکم نے خارج کردیا۔
ثانیًا مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا وُہ بھی خارج ہُوا، بعد ازاں سیّد فضل حسین اپنے مکان پر تھا، یہاں کے تھانہ دار سے کچھ مخاصمت تھی تھانہ دار نے عنادًا سیّد مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیج دیا، اس اثناء میاں امان اللہ موقع پاکر بربناءِ پاگل ہونے کے مقدمہ دائر کرکے حاکم سے اجازت نکاح ثانی کی چاہی، حاکم ہندو نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کرکے نکاح ثانی کی اجازت دے دی، امان اللہ نے اجازت سے دس ۱۰ دن بعد نکاح ثانی کردیا جسے اب کئی سال گزرے، جب سیّد فضل حسین رہائی یاب ہُوا تو آکر داد خواہ ہُوا اور مقدمہ دائر کردیا۔ لہٰذا علمائے دین ومفتیانِ شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب ہے کہ نکاح ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہُوا یا نہیں، اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرورِ مدّت چند سال فضل حسین کا دعوی ساقط ہُوا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاح ثانی کہ اس نے زندگیِ شوہر میں بے وقوع طلاق دوسرے شخص سے کرلیا بالاتفاق محض ناجائز مردود ہے اور حاکم کی اجازت باطل ومطرود۔ ہمارے امام مذہب سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جن کے ہم پیرو ہیں اور اُن کے اعظم اصحاب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدمِ جواز اور عورت کا اب تک بدستور زوجیّت شوہر اوّل میں ہونا آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنون شوہر کے باعث عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور یہی مذہب اعظم ارکان مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور اسی کو بوجوہِ کثیرہ ترجیح حاصل، اسی کو تمام متونِ مذہب مثل کنز و وافی و وقایہ ونقایہ ومختار واصلاح وتنویر وملتقی وغیرہا میں اختیار فرمایا، اسی دلیل کو عامہ شروح معتمدہ مثل ہدایہ وکافی وتبیین واختیار وفتح القدیر وغیرہ میں مرجح کیا، اسی پر اکثر فتاوٰی کا اطباق ہُوا، اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں

مقدم رکھا اور وُہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو، اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں تقدیم دی اور وُہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو، اسی کو خانیہ پھر خزانۃ المفتین میں ہمارا مذہب کہا امام علامہ فخر الدین زیلعی نے شرح کنزالدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اس عظیم و جلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے اس مذہب کی تائید و توصیف اور قول خلاف کی تضعیف و تزییف فرمائی کہ اصلاً گنجائش کلام باقی نہ رکھی **من شاء فلیشرف بمطالعتہما** (جو چاہے ان کے مطالعہ مشرف ہو۔ت) اور اکثر کتبِ مذہب میں تو اس پر ایسا جزمِ قطعی فرمایا کہ قولِ خلاف کا نام تک نہ لیا، میں یہاں صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہُوں، ۱وقایہ و ۲نقایہ ۳اصلاح تینوں کتابوں میں ہے :

لایتخیر احدھما بعیب الاٰخر[1]۔	دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔(ت)

۴کنز میں ہے :

لم یتخیر احدھما بعیب[2]۔	ایک کے عیب کی وجہ سے دُوسرا فسخ کو اختیار نہیں کرسکتا۔(ت)

۵ملتقی الابحر اور اس کی ۶شرح مجمع الانہر میں ہے :

لاخیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنوبا[3] الخ۔	بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وُہ خاوند میں جنون پائے الخ(ت)

اختیار ۷شرح مختار میں ہے :

الحاصل اذا کان باحد الزوجین عیب فلاخیار للاٰخر الافی الجب والعنۃ والخصی[4]۔	اگر زوجین میں سے کسی میں عیب ہوتو دوسرے کے اختیار نہ ہوگا مگر جب شوہر مقطوع الذکر یا نامرد یا خصی ہوتو عورت کا اختیار ہوگا۔(ت)

۸خزانۃ المفتین و ۹فتاوی امام قاضی میں ہے :

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الهدایۃ کتاب الطلاق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۷۱۔۷۰

[2] کنز الدقائق باب العنین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۷

[3] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر باب العنین داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۶۳

[4] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی العیوب التی یثبت بہ الخیار الخ دار فراس للنشر والتوزیع ۳/ ۱۱۵

حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلاترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ زوجھا جنوبا وجذاما وبرصا لیس لھا حق الفرقۃ.[1] ملخصًا۔	ہمارے نزدیک عیب کی وجہ سے نکاح کے فسخ کا حق نہ ہوگا، لہٰذا بیوی کسی عیب کی وجہ سے رَد نہیں کیا جاسکے گا، اور عورت اگر خاوند میں جنون، جذام یا برص کا مرض پائے تو اس کو جدائی کا حق نہ ہوگا، ملخصًا۔ (ت)

تنویرالابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

لایتخیر احدالزوجین بعیب الاٰخرولو فاحشا کجنون[2] الخ۔	خاوند اور بیوی سے کسی کے عیب اگرچہ فحش ہو، پر دوسرے کو اختیارِ فسخ نہیں مثلاً جنون الخ (ت)

فقیر کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہِ کثیر سے ترجیح رکھتا ہے:

اوّلاً خود یہی کہ وُہ مذہبِ امام ہے اور مذہبِ امام، امامِ مذاہب جس سے عدول ہرگز جائز نہیں۔

الّالضرورۃ ضعف دلیلہ اوتعامل بخلافہ کما نصوا علیہ وقد اوضحناہ فی فتاوٰنا۔	مگر ضعفِ دلیل یا تعامل کے خلاف ہونے پر، جیسا کہ فقہا نے اس پر تصریح کی ہے جس کی وضاحت ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ (ت)

ثانیاً یہی امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد امام اعظم قول امام ابویوسف مرجح ومقدم ہے۔ درمختار میں ہے:

یأخذالقاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقولِ محمد[3] الخ	قاضی بھی مفتی کی طرح مطلّقاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کو اپنائے گا، پھر امام ابویوسف پھر امام محمد کے قول کو الخ۔ (ت)

ثالثاً اس پر اجماع متون جن کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی کما نصو علیہ قاطبۃ وحققناہ فی کتاب النکاح من فتاوٰنا (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں کی ہے۔ ت)

[1] قاضی خاں فصل الخیارات التی تتعلق بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۷
[2] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۴
[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

رابعًا تطافر شروحکہ بتصریح علماء فتاوٰی پر مقدم ہیں و سیأتی عن الغمز (غمز سے عنقریب منقول ہوگا۔ت)

خامسًا اس پر جزم واعتماد کرنے والوں کی کثرت۔امداد الفتاح وردالمحتار وعقوالدریہ میں ہے: **القاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر**[1] (قاعدہ یہ ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل ہوگا۔ت)

سادسًا اس کر مرجح ومختار رکھنے والوں کی جلالت وعظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ وامام قاضی خاں وامام محقق علی الاطلاق وغیرہم اجلئ ائمہ اعلامہ ہیں، علماء فرماتے ہیں امام قاضی خان کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں اُس سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں **کما فی ردالمحتار** وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت)

سابعًا قوّتِ دلیل کہ بعد ملاحظہ تبیین الحقائق وفتح القدیر آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

اقول: فثبت بحمد اللہ نقول الحاوی القدسی بقول محمد ھنا بہ ناخذ کما نقلہ عنہ فی الھندیۃ انما ھو کقولہ ایضالروایۃ شاذۃ عن ابی یوسف مخالفۃ للمذہب المعتمدالمجمع علیہ بین المتون والشروح والفتاوی وھی عدم کراھیۃ النفل یوم الجمعۃ عند الاستواء لان النار لاتسعرفیہ ان علیہ الفتوی کما نقلہ فی الاشباہ عن الحلیۃ عن الحاوی **قلت** والمراد ھوھذا اعنی حاوی القدسی فقد رأیت التصریح بہ فی الحلیۃ قال العلامۃ السید الحموی فی غمزالعیون مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لایقتضی انہ المصحح	**اقول:** (میں کہتا ہوں) الحمد للہ یہ ثابت ہوگیا کہ حاوی قدسی کا یہاں کہنا کہ امام محمد کے قول کو ہم لیں گے، جیسا کہ ہندیہ میں ان سے منقول ہے، تو یہ ایسے ہے جیسے انہوں نے امام ابو یوسف سے ایک شاذ روایت جو کہ معتمد مذہب اور تمام متون وشروح وفتاوٰی کے خلاف ہے کہ جمعہ کے روز استواء شمس کے وقت نفل پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس دن آگ شعلہ زن نہیں ہوتی، کے متعلق علیہ الفتوی (اس پر فتوی ہے) کہہ دیا، جیسا کہ اس کو اشباہ میں حلیہ سے انہوں نے حاوی سے نقل کیا ہے **قلت** (میں کہتاہوں) وہاں حاوی سے یہی حاوی قدسی مراد ہے کیونکہ میں نے اس کی تصریح حلیہ میں دیکھی ہے، علامہ سید حموی نے غمز العیون میں فرمایا کہ حاوی کا صرف یہ دعوی کرنا کہ "اس پر فتوی ہے" سے لازم نہیں آتا کہ یہ تصحیح شدہ

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحادیۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۲/۲۵۶

المعتمد فی المذہب کیف واصحاب المتون قاطبة والشروح ماشون علی قولھما(یعنی الطرفین رضی اللہعنہما)ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان مافی المنون والشروح مقدم علی مافی الفتاوی[1]اھ۔	ہو اور مذہب معتمد علیہ ہو یہ کیونکر ہوسکتا جبکہ تمام اصحاب متون وشروح، طرفین کے قول پر قائم ہیں،اور اصحابِ متون کی طرف سے یہ التزامی تصریح موجود ہے کہ متون وشروح کا بیان فتوٰی کے بیان پر مقدم ہے اھ (ت)

خیر یہاں تک ہمارے اصلامذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو روایت خلاف سے بھی اصلاً تعلق نہیں بلکہ وُہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہُوا۔ میں اگرچہ اسے متعدد دلائل سے ثابت کرسکتا ہوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتضاد کافی،روایت خلاف کاہر گز یہ حکم نہیں کہ جنونِ شوہر میں مطلقاً حاکم فوراً اجازتِ نکاح ثانی دے بلکہ جب جنون پیدا ہوتو لازم کہ روز مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس میں اچھا ہوگیا تو اب ہر گز تفریق جائز نہیں،اور نہ اچھاہُوا تو عورت جب تک پھر دعوی نہ کرے حاکم ہر گز حکم نہ دے وُہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے ہاں اگر اب عورت پھر دوبارہ خواستگاری تفریق کو آئے تو قاضی اسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کریا شوہر کو،اگر اس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کُچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا قاضی سپاہیوں نے اسے اُٹھادیا قاضی فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا تو اب اسے اصلاً اختیار نہ رہاہمیشہ کے لئے اس کی زوجہ ہے کہ کبھی دعوی تفریق نہیں کرسکتی،اور اگر اسی جلسہ میں اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے،یہ تفریق طلاقِ بائن گنی جائے گی،اس کے بعد عورت ایّامِ عدّت پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے،اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصر یامدینہ کے حضور پیش کرے وُہ سال بھر کی مدّت دے،اس کے سواد ُنیا میں کسی کی تاجیل کی معتبر نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قال محمد ان کان الجنون حادثایؤجلہ سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذالم یبرأ۔اھ[2]	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند کو جنون نیا عارض ہوا تو اس کو نامردی کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی،پھر سال کے بعد بیوی کو فسخ کا اختیار دیاجائیگا بشرطیکہ تندرست ہوا ہو اھ (ت)

[1] غمزعیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر القول احکام الجمعة ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۲۳۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۶

اسی میں ہے:

جاءت المرأۃ الی القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیھا خیرھا القاضی فی الفرقۃ کذا فی شرح الجامع الصغیرلقاضی خان فان اختارت زوجھا اوقامت عن مجلسھا اواقامھا اعوان القاضی اوقام القاضی قبل ان تختار بطل خیارھا کذافی المحیط، و ھکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی عنہ وعلیہ الفتوی کذافی التاتارخانیہ ناقلا عن الواقعات، ان اختارات الفرقۃ امر القاضی ان یطلقھا بائنۃ،فان ابی فرق بینھما ھکذا ذکر محمد فی الاصل کذافی التبیین[1] اھملخصا۔	مذکورہ صورت میں عورت سال کے بعد آکر کہے میرا خاوند تندرست نہیں ہُوا،خاوند اس دوران جماع نہ کرسکا ہو تو قاضی بیوی کو اس وقت اختیار دے گا،شرح جامع صغیرہ قاضی خاں میں ایسے ہی ذکر کیا ہے تو قاضی کے اس اختیار پر عورت نے اپنے خاوند کو ترجیح دی یا اس مجلس اختیار سے اُٹھ گئی، یا قاضی کے اہلکاروں نے اسے وہاں سے اٹھادیا یا قاضی عورت کے فیصلہ بتانے سے قبل چلاگیا،تو عورت کا اختیار ختم ہوجائے گا،محیط میں ایسے ہی بیان ہے،اور یونہی امام محمد امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے اور اسی پر فتوی ہے۔تاتارخانیہ میں واقعات سے یونہی منقول ہے،اور اگر مذکور صورتوں کو خلاف عورت نے خاوند سے فرقت کو ترجیح دی تو قاضی خاوند کو بائنہ طلاق دینے کا حکم صادر کرے گا،اگر خاوند نے طلاق سے انکار کردیا تو پھر قاضی خود دونوں میں تفریق کردے گا،امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں یُوں ذکر فرمایا،جیساکہ تبیین میں ہے اھ ملخصًا (ت)

اُسی میں ہے:

لایکون ھذاالتاجیل الاعند قاضی مصر اومدینۃ فان اجلتہ المرأۃ اواجلہ غیر القاضی لایعتبر ذٰلك کذافی فتاوٰی قاضی خاں۔[2]	یہ مہلت کا حکم قاضیِ شہر کی موجودگی میں دیا جائیگا،اگر خود عورت نے خاوند کو یہ مہلت دی یا کسی غیر قاضی نے دی ہو تو یہ معتبر نہ ہوگی،جیساکہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے (ت)

اُسی میں ہے:

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۳

لاتصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشھادۃ کذافی الھدایۃ من الاسلام والحریۃ و التکلیف[1] الخ۔	قاضی کی دی ہُوئی مہلت بھی تب معتبر ہو گی جب اس قاضی میں تقرری کے تمام شرائط موجود ہوں، وہ شہادت والے شرائط ہیں یعنی اسلام، آزاد ہونا اور مکلّف ہونا الخ (ت)

ظاہر ہے صورت مظہرہ سوال میں شوہر کا جنون نَو پیدا تھا کہ بغرضِ ثبوت ہنوز چار ہی مہینے گزرے تھے تو جوز نکاح ثانی و تحصیل فرقت کا یہ طریقہ ہر گز نہ تھا کہ حاکم اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دیتا بلکہ اُس پر فرض تھا کہ ثبوتِ کامل کے کر سال بھی کی مہلت دیتا اُس کے بعد کاروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال[1] کی مہلت دی گئی، نہ بعد[2] مہلت عورت نے دوبارہ دعوی کیا، نہ بعد[3] تخییر عورت نے اُسی جلسہ میں اپنے نفس کر اختیار کرنا ظاہر کیا، طرفہ[4] یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں، ایسی کاروائی اصلاً قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی، نہ اس کے سبب وُہ زوجیّت شوہر اوّل سے باہر آسکتی ہے، نکاح وطلاق ہم مسلمانوں کے دینی ومذہبی معاملات ہیں جن میں ہماری شریعت تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں، اگر کوئی زنِ شوہر دار کو بے وقوع طلاق وافتراق اجازت نکاح دے دے تو کیا اُسے جائز ہو جائے گا کہ وُہ جس سے چاہے نکاح کرلے، حاشا ہر گز روانہ ہوگا نہ وہ عصمت شوہر سے باہر آئے گی۔ یہاں بعینہٖ یہی صورت واقع ہُوئی، طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی اجازت سے دس ۱۰ ہی دن بعد نکاح ثانی کرلیا، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہہ ہے، ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق بائن ہوتی ہے، اور طلاق میں تین حیض کی عدّت فرض۔

قال اللہ تعالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍؕ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدّت والی عورتیں اپنے آپ تین حیض کامل ہونے تک پابند رکھیں (ت)

بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز، اور ہمارے سب ائمہ کے نزدیک یہ وہی چیز قانون حال میں ازدواج مکرر کہتے ہیں، اور کوئی سفیہ سافیہ گمان نہیں کر سکتا کہ مرورِ مدّت سے زوجیّت زوجل ہو گئی اور ہو گئی اب شوہر کس بناپر دعوی کر سکتا ہے **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**، پس عورت پر واجب حتمی ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے کنارہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول فی تفسیر معنی الادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۰۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

مسئلہ ۲۵۷: ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدائشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اس کا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دے دی دریں صورت نکاح اس کا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جزء مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں، زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق شوہر سے جُدائی کا اختیار نہیں رکھتی، خلوتِ صحیحہ اگر ہولی تو مہر تمام و کمال پائے گی،

فی التنویر الخلوۃ بلامانع کا لوطء ولومجبوبا او عنینا اوخصیا فی ثبوت النسب وتاکد المہر[1] اھ ملتقطا۔	تنویر میں ہے: خلوت میں مانع نہ ہوتو وہ وطی کے حکم میں ہوگی اگرچہ خاوند کا ذکر کٹاہواہو، یانامرد یا خصی ہو، تو یہ خلوت نسب کے ثبوت اور مہر کو لازم کرنے میں وطی کی طرح ہوگی، اھ، ملتقطا(ت)

سندِ ڈاکٹری محض ناکافی ونامعتبر ہے،

قال اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا[2] الاٰیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی وضاحت کولو الآیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۸: از شہر بریلی محلّہ کوہاڑا پیر مسئولہ نصیر اللہ صاحب ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ۶ برس کا عرصہ شادی کو ہوا اب تک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اس کے ورثاء کو بھی معلوم ہے مرد خود علاج کراتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہُوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرا شخص کے ساتھ ہوجائے مرد کو اس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہوا یا نہیں، اور اپنا ارادہ کس طرح پُورا کرے، آیا طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں؟

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

الجواب:

نکاح مذکور جائز و صحیح ہے، عورت کو ہر گز روا نہیں کہ بے طلاق یا فُرقتِ شرعیہ کے دُوسرے سے نکاح کرلے، اگر کرے محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالٰی فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ ۖ[1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت)

بعد طلاق عورت عدّت بیٹھے اگر مرد خلوت کرچکا ہوا گرچہ اس پر قادر نہ ہُوا ہو۔ اُس کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر اب تک خلوت نہ ہُوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلابھا وان لم یخل بھا فلاعدۃ علیھا[2] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہندیہ میں "نامرد کے احکام" کے باب میں ہے کہ عورت پر بالاجماع عدّت ہوگی جب خاوند نے خلوت کرلی ہو، اور اگر خلوت نہ پائی ہو تو پھر عورت پر عدّت نہیں ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۹: از محکمہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد اہلکار پیشی کرنیل ۹ ربیع الاوّل ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس ۱۰ برس کی تھی اور زید پندرہ ۱۵ برس کا کہ ان کے والدین نے برضا و رغبت خود ان کا نکاح کردیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اسے ظاہر ہوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وُہ نکاح ہوا یا نہیں، اور مریم بے طلاقِ زید کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، اور شوہر طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص کیا ہے، دعوی مہر پہنچتا ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورھا عن اھلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو اس کی زوجہ ہے، اور دوسرے سے نکاح ہر گز جائز نہیں، قال اللہ تعالٰی وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۴

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

عورتوں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) عقود الدریہ میں ہے:

سئل فی بکر صغیرۃ زوّجھا ابوھا من رجل ودخل بھا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم، الجواب لایفرق بینھما بمجرد دعواھا انہ عنین[1] الخ	ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ نابالغہ بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا اور خاوند نے جماع کرلیا اس کے بعدہ وہ بیٹی بالغ ہوئی تو اس نے عقل وفہم کے باوجود خاوند کے نامرد ہونے کا دعوٰی کیا جس میں اس نے تفریق (فسخِ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے، توجواب دیا کہ لڑکی کے محض اس دعوٰی پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)

البتہ جب زید نے غیر قادر اور اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔

قال تعالٰی فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت)

پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم وزید کسی عالم دین فقیہ متین کو پنچ کریں،

فی الفتاوٰی الخیریۃ للعلامۃ خیرالدین الرملی، سئل فی العنین اذاجعل بینہ وبین زوجۃ محکمین فاجلوہ سنۃ ومضت، ھل لھم ان یفرقوا بینھما اذاطلبت ام لااجاب نعم یصح التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس یحدو لقود ولایۃ علی العاقلۃ ولھم ان یفرقو بطلب الزوجۃ، واللہ اعلم[3] اھ قلت وھذا نص یقدم علی استظھار	فتاوٰی خیریہ میں ہے مصنف خیرالدین رملی سے سوال کیا گیا نامرد ہونے کے دعوٰی پر خاوند اور بیوی کے معاملہ میں ثالث بنایا جائے اور وُہ ثالثی والے حضرات خاوند کو ایک سال کی مہلت دیں اور مہلت ختم ہوجائے تو کیا ثالث حضرات اس پر تفریق کا فیصلہ کرسکتے ہیں یا نہیں، تواُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں کرسکتے ہیں کیونکہ یہ نامرد ہے، حد یا قصاص یا عاقلہ پر دیت کا معاملہ نہیں ہے اس لئے ثالث حضرات کو بیوی کے

---

[1] عقود الدریہ باب العنین حاجی الغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/۳۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

[3] فتاوٰی خیریہ باب التحکیم دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶

مطالبہ پر یہ تفریق جائز ہے، واللہ اعلم اھ العلامۃ امین الدین ابن عابدین اما بالتامل مع ان ما استظہر بہ لایفیدہ کما اوضحنا فیما علقناہ علیہ فتبصر۔	قلت (میں کہتا ہوں) ی فقہی نص ہے جو علامہ ابن عابدین کی رائے پر مقدم ہے لیکن بغور معلوم ہورہا ہے کہ ان کی رائے ان کو خود مفید نہیں ہے جیسا کہ ہم نے وہاں حاشیہ میں واضح کیا ہے، تو غور چاہئے۔ (ت)

ہندہ اگر اس کے حضور دعوی کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقر ہو اسے آج سے سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثقہ نمازی پرہیز گار مریم کو دیکھے جب وُہ شہادت دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے اگر وُہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ [12] مہینے تیرہ [13] ہلالوں سے لئے جائیں ورنہ تین سوساٹھ [360] دن شمار کرلیں اور اس مدّت میں جتنے دنوں مریم باختیارِ خود زید کے مسکن میں نہ رہے یا اُسے خواہ زید کو ایسا مرض ہو جس میں مجامعت نہ ہوسکے وُہ دن شمار میں نہ آئیں گے اور اگر زید ہی اُسے نہ رکھے یا اُس کے پاس نہ آئے تو کُچھ مجرانہ پائے گا یُونہی ایامِ حیض بھی مجرانہ ہونگے، جب اس طرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق وازالہ نکاح کا دعوی کر حکم پھر زید سے وجاب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت معائنیہ سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو اگر کہے زید کو یا بغیر کُچھ کہے چلی جائے یا کھڑی ہوجائے یا اٹھادی جائے یا حکم اٹھ کھڑا ہو تو اب اس کا دعوی باطل اور نکاح لازم ہوگیا اور اگر اسی جلسہ میں کہہ دے میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے کہ اُسے طلاق دے کہ بحکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب ہے اگر دیدے فبہا ورنہ حکم کہہ دے میں تم دونوں میں تفریق کردی فوراً مریم اس کے نکاح سے نکل جائے گی جس سے چاہے نکاح کرلے، پس اگر زید و مریم میں خلوت ہوچکی تو مریم پر عدّت اور زید کے ذمّہ پُورا مہر ورنہ عدّت نہیں اور آدھا مہر،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لو وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب ولو اجل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا (کل شہر ثلثون یوما) ورمضان وایّام	تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو نامرد پائے تو خاوند کو ایک سال کی قمری مہینوں کے حساب سے مہلت دی جائے گی، جیسا کہ مذہب میں ہے، اور اگر مہینہ کے درمیان مہلت دی گئی تو پھر بالاجماع دنوں کی گنتی بحساب ہر ماہ تیس دن مہلت شمار ہوگی، اور ماہِ رمضان اور

حیضها منها وکذاحجه وغیبته لامدة حجها وغیبتها ومرضه ومرضا ویوجل من وقت الخصومة فان وطئ مرة فبها والابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها یتعلق بالجمیع(ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت)ولوادعی وانکرته فقالت امرأة ثقة والثنتان احوط ھی بکر خیرت فی مجلسها(ای یخیرها القاضی)وان اختارته بطل حقها کما لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسها واقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا به یفتی لامکانه مع القیام[1] اھ ملتقطا۔	عورت کے حیض کے دن مہلت میں شمار ہوں گے، اور یُونہی خاوند کے حج اور غیر حاضری کے ایّام مہلت میں شمار نہ ہوں گے، اور مہلت کا شمار دعوی پیش ہونے کے وقت سے ہوگا، اس دورانِ مہلت اگر خاوندی نے بیوی سے ایک مرتبہ جماع کرلیا تو بہتر ہے ورنہ قاضی کی تفریق سے بیوی بائنہ ہوجائے گی اگرچہ خاوند طلاق دینے سے انکار کردے یہ کاروائی بیوی کے مطالبہ پر ہوگی، عورت کے مطالبہ کا تعلق، تفریق، مہلت اور اس کے بائنہ ہونے تمام امور سے ہے، اگر مہلت کے دوران خاوند وطئ کرنے کا مدعی ہو اور بیوی انکار کرتی ہو تو پھر ثقہ ایک عورت یا دو ۲ عورتوں نے کہہ دیا کہ بیوی تا حال باکرہ ہے تو بیوی کو اسی مجلس میں اختیار ہوگا، اور یہ اختیار قاضی دے گا، اگر بیوی نے اس موقعہ پر خاوند کو اپنایا تو بیوی کا اختیار ختم ہوجائیگا جس طرح مجلسِ اختیار میں بیوی خاوند سے جدائی کو ناپسند کرتے ہوئے اٹھ جائے یا قاضی کے عملہ نے بیوی کو اٹھادیا، یا قاضی خود اٹھ کر چلا گیا اور بیوی نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کیا تھا تو ان تمام صورتوں میں بیوی کا اختیار باطل ہوجائے گا، اسی پر فتوی ہے کیونکہ بیوی کے اُٹھ جانے میں یہ امکان موجود ہے اھ ملتقطا (ت)

عالمگیری میں ہے:

ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها بائنة فان ابی فرق بینهما ھکذا ذکر محمد رحمه اللہ تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین	اگر بیوی نے فرقت کو پسند کیا تو قاضی خاوند کو بائنہ طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر خاوند انکار کردے تو قاضی خود تفریق کردے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل (مبسوط) میں یونہی فرمایا ہے، جیسا

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴، ردالمحتار باب العنین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۵

والفرقة تطلیقه بائنة کذافی الکافی ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج قدخلابها وان لم یدخل بها فلاعدة علیها ولها نصف المهر ان کان مسمّی والمتعة ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ[1]۔	کہ تبیین میں مذکور ہے، اور قاضی کی تفریق بائنہ طلاق قرار پائے گی جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ بیوی کے لئے کامل مہر ہوگا اور اس پر بالاجماع عدت لازم ہوگی بشرطیکہ خاوند نے خلوت پالی ہو، اور اگر اس نے خلوت بیوی سے نہ کی ہو تو عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف ہوگا، اور اگر مہر مقررہ نہ تھا تو اس صورت میں صرف (متعہ) جوڑا دیا جائے گا، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے اھ (ت)

اصل حکم یہ ہے پھر زید براہِ شرارت واضرار زوجہ کسی کو پنچ کرنے پر راضی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے کہ اس شہر میں جو عالمِ دین وہاں کے سب اہلِ علم فقہ وعلوم دینیہ میں زائد ہو مریم اُس کے یہاں بطورِ خود دعوٰی مذکور کرے عالم موصوف زید کو بلا کرکاروائی بروجہ مذکور کرے۔

فان اعلم البلد لایحتاج فی زماننا فی امثال هذاالی التحکیم کما نص علیه المولی الفاضل سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقة الندیة عن الامام العتابی وعن السید السمهودی ثم عن المناوی رحمهم اللّٰه تعالٰی علیهم اجمعین۔	کیونکہ علاقہ کا بڑا عالم ہمارے زمانہ میں کسی پنچایت کا پابند نہیں یعنی ثالثی کا محتاج نہیں، جیسا کہ فاضل محترم مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اس پر تصریح فرماتے ہوئے امام عتابی اور سیّد سمہودی اور پھر علّامہ مناوی رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم ممدوح خود اس کے پاس تکلیف کرے،

فی الهندیة یذهب بنفسه اویبعث من یحضره ورسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیهم فعل کلاالنوعین[2] اھ ملخصًا۔	ہندیہ میں ہے خود جائے یا کسی کو بھیج کر طلب کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں طریقے اپنائے ہیں اھ ملخصًا (ت)

اور غالبًا ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں باک نہ ہوگا بس صرف اتنا اس سے دریافت کرلے کہ مریم تیری نامردی کی شاکی ہے آیا واقعی ایسا ہی نہیں اگر اقرار

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۳۵

کرے سال بھر کی مہلت دے اور بحالتِ انکار زنانِ ثقات کو دکھا کر بقائے بکارت کا ثبوت لے کر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کو دے جب بعد مرورمدّت عورت پھر جُدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے، بن پڑے توکاروائی مذکور کرے مگر جب زید کو خواہی نخواہی ایذاوضرر مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبر شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں، اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کاروائی میں اپنے آپ کو اعانت عالم سے غنی سمجھے اور صرف اُس قدر امداد پر جو اوّل بار بحکم عالم نامردیِ زید ثابت ہو کر مہلت یکساں دی گئی تھی قناعت کرے اب کہ زید عالم سے نہ ملے اور کاروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہبِ صاحبین پراس قدر بھی کافی ہوجائے گااور مریم اس کے ظلم سے نجات پائے گی،

فی ردالمحتار تحت قوله والابانت بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارھا نفسھا ولایحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل وھو الاصح کذا فی غایة البیان وجعل فی المجمع الاوّل قول الامام والثانی قولھما نھر .وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاہر الروایة ثم قال وذکر فی بعض المواضع ان ماذکر فی ظاہر الروایة قولھما [1] انتھی۔	ردالمحتار میں ماتن کے قول (ورنہ قاضی کی تفریق سے بائنہ ہوجائے گا) کے تحت بیان کیا کہ بعض نے کہا قاضی کی تفریق کے بجائے بیوی خود اپنے کو علیحدہ قرار دے تو کافی ہے اور قاضی کی ضرورت نہیں، جیسا کہ عتق میں خیار کی صورت میں عورت کو خودکاروائی کا اختیار ہے، بعض نے اس قول کو اصح قرار دیا، جیساکہ غایۃ البیان میں ہے۔اور مجمع میں پہلے قول (قاضی کی تفریق) کو امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول اور دوسرے کو صاحبین کا قول قرار دیا ہے، نہر۔اور بدائع میں مختصر الطحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ دُوسرا قول ظاہر روایۃ ہے،اور پھر کہا کہ بعض مواقع میں ظاہر روایۃ صاحبین کا قول ہے،اھ۔(ت)
اقول: وقد نص علمائنا ان تقلید الغیر یجوز فی	**اقول:** (میں کہتا ہوں) ہمارے علماء نے نص فرمائی ہے کہ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] ردالمحتار باب العنین داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۹۵

مواقع الضرورۃ قال اللہ تعالٰی مَاجَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ[1] فماظنك بالعمل بقول صاحبی الامام المثبت فی ظاہر الروایۃ المذیل بترجیح مافقد صرحوا انه لیس فی المذہب قول لاحد غیر الامام الھمام رضی اللہ تعالٰی عنه، واما ماینسب الی الصاحبین او الی احدھما فما ھو الاروایۃ عنه مال الیھا بعض الاصحاب، فنسبت الیه کما اقسم علیه الاصحاب بایمان غلاظ شداد کما ذکرہ فی ردالمحتار و غیرہا من الاسفار واللہ یحب التیسر ولایرضی بالظلم ولاضرر ولاضرار فی الاسلام[2] والیه المشتکی من احوال الزمان، واللہ تعالٰی اعلم۔	کے علاوہ کی تقلید بوقتِ ضرورت جائز ہے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں فرمائی۔" توامام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے دونوں شاگردوں (صاحبین) کے قول پر عمل کے بارے میں تجھے کیا تردّد ہوسکتا جبکہ وُہ قول ظاہر الروایۃ کے ضمن میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے ہوئے ہے، فقہاء میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے ہوئے ہے، فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ مذہب میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے ماسواکوئی قول نہیں اور جو صاحبین یا ان میں کسی ایک کی طرف منسوب ہے تو وُہ بھی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہی قول ہے جوان سے مروی ہوتا ہے اور بعض شاگرد اس قول کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ اس کو آپ کے شاگردوں نے شدید قسموں کے ذریعے ذکر فرمایا ہے کہ جیسا کہ اس کو ردالمحتار وغیرہ کتب میں بیان کیا ہے، اور اللہ تعالٰی آسانی پیدا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور ظلم اور ضرر کو اسلام میں پسند نہیں فرماتا، اور اس کے دربار میں ہی زمانہ کے احوال کی شکایت ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۰: ۱۱جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اب وہ مقدمہ جُھوٹا بنا کر کچہری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچہری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے اس کا ملاحظہ بھی ہُوا وہ نامرد ہے دوچار شخصوں نے اس کو چڑھا کر نالش کردی ہے، اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

جب طلاق دے دی اور عدّت گزر گئی طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وُہ جُھوٹی

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[2] المعجم الکبیر حدیث مکتبہ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

نالش کرنے سے سخت گنہگار ہُوا، اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدّت کے اندر رجعت کرلی تو عورت اُس کے نکاح میں ہے اور نالش میں وُہ گنہگار نہ ہُوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہئے تھا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع بلارعایت کسی کے مسائل مفصلہ ذیل میں، ایک عورت جوان تیس ۳۰ سالہ کہ جس کا خاوند مدّت دراز سے مجنون ہے اور اس کاعلاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہُوا، م اور اس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو فقہ والے جنون مطبق کہتے ہیں، اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال واسباب بھی نہیں ہے جس سے اس عورت کے نان ونفقہ کاانتظام ہوسکے، ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلٰثہ سے کسی امام کے نزدیک خیارِ تفریق ہے یا نہیں اور مسئلہ میں خیار تفریق کس امام کے قول پر فتوی ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دوسرے امام کے قول پر فتوی دیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ وہدایہ وشامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح، امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں، اور کتب فتاوٰی مثلاً عالمگیریہ وقاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتوی دیتے ہیں، آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی وحاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آج کل عملداری نصارٰی کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتوی قائم مقام ہوسکتا ہے یا نہیں، جواب مسئلہ صاف صاف معہ حوالہ کتب کے مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے:

لایتخیر احدالزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون[1] الخ	خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر اگرچہ وہ عیب جنون کی طرح واضح ہو، فسخ کا اختیار نہیں الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وقد تکفل فی الفتح بردمااستدل بہ الائمۃ الثلثۃ و محمد بمالامزید علیہ[2]۔	فتح میں ائمہ ثلثہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کے مؤقف کاخوب رَد کیا جس سے زائد کی گنجائش نہیں ہے (ت)

---

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

[2] ردالمحتار باب العنین داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۹۷

ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانبِ خیار گئے اور حاوی قدسی میں حسبِ عادت برخلاف عامہ متون وشروح وفتاوٰی اس کی نسبت "بہ ناخذ" (ہمارا اخذ مختار ہے۔ت) بھی لکھ دیا جیسا کہ اُس سے عالمگیریہ میں منقول ہُوا۔ فقیر کے فتاوٰی میں بتفصیل تام واضح کردیا گیا ہے کہ ماخوذ ومختار، معتمد وواجب التعویل مذہبِ مہذّب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

وان قول الحاوی لخلافه،به ناخذ،قدخالف فیه المذہب وجمہورائمة المذہب والدلیل ایضافان الدلیل مع الامام فلایلتفت الیٰ خلافه۔	حاوی کا امام صاحب کے قول کے خلاف پر بہ ناخذ (ہماری یہی مختار ہے) کہنا، یہ مذہب اور جمہور ائمہ مذہب کے خلاف ہے جبکہ دلیل بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی قوی ہے اس لئے اس اس کے خلاف کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔(ت)

بانیہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہُوا اور حالتِ ضرورت بلامکر وفریب وپیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔

فقد اجاز والتحقق الضرورة الصحیحة تقلید الغیر بشرائط فہذا اولی بالجواز اذلیس بحمد اللہ فی المذہب قول خارج عن اقوال الامام کما نص علیه العلماء الکرام وذکرہ اصحاب امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنه وعنہم بغلاظ الایمان وشد ادالاقسام لاسیما وقد ذیل لما ھو اکد الفاظ الافتاء۔	فقہاء کرام نے صحیح ضرورت کی بناء پر دیگر ائمہ کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے تو یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی بطریقِ اُولیٰ اتباع جائز ہوگی کیونکہ بحمدہٖ تعالیٰ مذہب کا کوئی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے خارج نہیں ہے جیسا کہ اس پر علماء کرام نے نص کی ہے اور ا اس چیز کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں نے غلیظ حلفوں اور شدید قسموں کے ذریعہ بیان کیا ہے خصوصًا جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے ذیل میں فتوٰی کے پُرتاکید الفاظ کو ذکر کیا گیا ہو۔(ت)

مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہوجائے تو عورت بطورِ خود اس سے فرقت کرکے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں،

لان فیه خلافا عظیما شدیدا قویا بل اجل واقوی فلایترجح ہذا الجانب الا بالقضاء کمافی العنة بل	کیونکہ اس میں عظیم، قوی اور شدید بلکہ بہت بڑا قوی خلاف ہے،اس لئے اس پہلو کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر ترجیح نہیں ہوسکتی، جیسا کہ مسئلہ

اولٰی کمالایخفی۔	عنین (نامرد) بلکہ اس سے بھی اولٰی تر، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم شرعی کے حضور دعوٰی کرے وہ ثبوتِ جنون لے کر روزِ نالش ایک سال کامل کی مہلت دے، اگر اس مدّت میں شوہر اچھا ہوگیا فبہا، اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعوٰی نہ کیا تو وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے، اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وُہ عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو، اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا کسی نے اسے اٹھادیا یا حاکم خود اٹھ کھڑا ہوا تو اب عورت کو اصلاً اختیار نہ رہا وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہے گی، اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب حاکم تفریق کردے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدّت بیٹھے بعدہ، جس سے چاہے نکاح کرے، یہ اس صورت میں ہے کہ جنون ثابت ہُوا اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہُوا، اور اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی مدتہائے دراز گزر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم وممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کا اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو (عــہ بیان ہُوئے) ہندیہ میں ہے:

اذاکان بالزوج جنون او برص او جذام فلاخیار لھا کذا فی الکافی قال محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذالم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ کذافی الحاوی القدسی [1]۔	جب خاوند میں جنون، برص یا جذام جیسی امراض کا عیب ہو تو بھی بیوی کو فسخ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ کافی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند کو نکاح کے بعد جنون لاحق ہُوا تو نامرد کی طرح اس کو بھی قاضی ایک سال کی مہلت دے گا، پھر سال کے بعد تندرست نہ ہونے پر عورت کو نکاح کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا، اور اگر جنون شروع سے چلا آرہا ہو تو اس کا حکم ذکر کٹے کی طرح ہوگا، اور اسی پر ہمارا عمل ہے جیسا کہ حاوی قدسی میں بیان کیا ہے۔ (ت)

عــہ: یہاں اصل میں بیاض ہے۔

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

بہر حال یہ تفریق بے حکم شرع نہیں، جہاں قاضیِ شرع نہ ہو وہاں جو عالمِ دین سچا تمام اہلِ شہر میں فقہ کا اعلم ہو ایسے امور میں حاکمِ شرعی ہے:

کما نص علیه فی الحدیقة الندیة عن فتاوی الامام العتابی رحمة الله تعالٰی علیه۔	جیسا کہ اس پر فتاوٰی امام عتابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے حدیقۃ الندیہ میں نص کی گئی ہے(ت)

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ ایسا فیصلہ اس کے لئے کسی قانونی دقّت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۲: از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے زید کے ساتھ کیا اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہو گئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اس کے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی، ہر چند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اس وقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعًا فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار رہے گا۔

قال الله تعالٰی فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو۲ طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دی۔(ت)

اگر زید خدا ناترسی کرکے طلاق نہیں دیتا تو اس کی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکمِ شرع کے حضور دعوٰی کرے، حاکم زید سے جواب لے، اگر وُہ ہندہ پر اپنے قادر نہ ہونے کا اقرار کرلے فبہا ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پارسا ثقہ معتمدہ ہوشیار کو دکھا کر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے، بعدہ، زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے، اس سال میں زید ہندہ پر قاسر ہو جائے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعوٰی کرے اور تفریق چاہے، اب پھر اگر زید خواہ شہادتِ یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو، اگر عورت شوہر کو اختیار کرے، یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اس کا دعوٰی بالکل ساقط ہو جائے گا، لہٰذا اسی جلسہ میں

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

فوراً اپنے نفس کو اختیار کرلے اس وقت حاکم زید کو حکم دے وُہ اگر مان لے بہتر ورنہ حاکم خود اُن میں تفریق کا حکم کردے، یہ تفریق طلاق بائن ہوجائے گی، بعد مرور عدّت ہندہ کو اختیار ملے گا جس سے چاہے نکاح کرلے،

فی الدر المختار لو وجدته عنینا اجل سنة قمریة فان وطئ مرة فبها والابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها[1] اھ ملخصًا۔	درمختار میں ہے اگر بیوی خاوند کو نامرد پائے تو قمری مہینوں کے حساب سے سال بھر کی خاوند کو مہلت دی جائے گی، اگر اس دوران میں ایک مرتبہ وطی کرلے تو بہتر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر قاضی کی تفریق سے بیوی کو بائنہ طلاق ہوگی، اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے اھ ملخصًا۔ (ت)

یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور جسے حاکمِ اسلام نے فصلِ مقدمات پر مقرر کیا ہو، فی الدر لاعبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة[2] (درمختار میں ہے کہ شہر کے قاضی کے علاوہ کسی اور کی مہلت کا اعتبار نہیں ہے۔ت) اگر اُن کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید وہندہ کسی ذی علم کو پنچ مقرر کریں اس کے یہاں یہ کاروائیاں ہوں،

فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولا قود ولادیة علی العاقلة ولهم ان یفرقوا بطلب الزوجة[3]۔	فتاوٰی خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں ثالثی فیصلہ جائز ہے کیونکہ یہ حد، قصاص یا عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، تو ثالث حضرات کو بیوی کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے۔ (ت)

اگر زید کسی کو پنچ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ رامپور وغیرہ بلاد اسلامیہ میں جاکر قاضی شرع کے یہاں دعوٰی کرے جس کی قضاء کو والیٔ اسلام نے اس کے خاص اس شہر والوں سے مخصوص نہ کردیا ہو،

فان القضاء یقبل التخصیص بالزمان والمکان کمافی الاشباہ وغیرہا۔	کیونکہ قضاء زمانہ اور مکان کے لئے مخصوص ہوسکتی ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

وہ احکام مذکورہ پر عملدرآمد کرے۔

فی بحر الرائق ورد المحتار وغیرہما من	بحرالرائق، ردالمحتار وغیرہما کتب میں ہے کہ

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

[2] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

[3] فتاوٰی خیریہ باب التحکم دارالمعرفة بیروت ۲/۱۶

الاسفار ولایشترط ان یکون المتداعیان عن بلد القاضی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	دعوٰی کرنے والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضی کے شہر کے ہوں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳: از بریلی محلّہ باغ احمد علی خاں متصل بانس منڈی مسئولہ اسحٰق احمد صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبن کا نکاح زید کے ساتھ ہُوا، زید نامرد ہے اور نصیبن خانہ زوج میں بخوشی اپنی موجود تھی مگر والدین نصیبن مذکور چاہتے ہیں کہ مسمّاۃ مذکور اس سے علیحدہ کرلی جائے، زید سے طلاق لینا واجب ہے یانہیں، نصیبن کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہُوا ازاں بعد نامرد ہوگیا اب نصیبن مذکور ناخوش ہے بنائے ناخوشی یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقتِ نکاح اس کے نام کردیا تھا اب جبراً واپس لے لیا اور رجسٹری کرالی۔

الجواب:

طلاق لیناواجب نہیں، نہ اب بربنائے نامردی دعوٰی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کرچکا ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وُہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عنداللہ اُس پر لازم ہے کہ اُسے طلاق دے دے جبکہ وُہ اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو،

قال تعالٰی فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ روک رکھو یا اسے نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۴: از بریلی محلّہ ملوکپور مسئولہ امانت علی صاحب ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو ۲ جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں کو تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دے کر ایک لڑکی سے عقد کرلیا اور نامرد ثابت ہوا، پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب:

ہاں نکاح ہوگیا، عورت دعوٰی کرے گی کہ تو بعد ثبوتِ نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائیگی،

---

[1] بحرالرائق کتاب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

اگر اس مدت میں اس عورت پر قادر ہوگیا **فبہا**، ورنہ پھر عورت کے دعوی کرے اور اب بھی نامردی ثابت ہوجانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جُدائی، اگر وُہ فورًا کہے گی کہ جُدائی چاہتی ہُوں تو دونوں میں تفریق کردے گا، اُس وقت عورت بعد عدّت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۵: از پرتاب گڑھ محلّہ سیّدامین مسئولہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس عورت کا مرد پانچ سال سے زیادہ تک نامعلوم وبے نشان ہے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہے کہ دوسرا شوہر کرلیوے۔ امام مالک شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی بیچ ایک قول کے فرماتے ہیں کہ "جب گزر جائیں چار برس تو تفریق کرادے درمیان میں ان دونوں کے قاضی، بعد اس کے نکاح کریں زوج ثانی سے۔" اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ برتقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیوں کر قاضی سے کرادی جائے، اس زمانہ پُرآشوب میں بباعث حکام غیرمذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہوگئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اُس کے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائے گی۔ دوسرے[۲] یہ کہ بعد فسخ کرادینے نکاح قاضی کے، آیا اس کے لئے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہئے یا کہ بدون عدت کے نکاح ثانی کرلے۔ تیسرے[۳] یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی وامام مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اس شخص کو ہمیشہ کے لئے کل مسئلوں میں اس امام کی تقلید لازم ہوتی ہے یا نہیں؟ چوتھے[۴] یہ کہ حنفیّہ بھی اس فتوے کے موافق فتوٰی دے سکتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہمارے مذہب میں وُہ نکاح نہیں کرسکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر ۷۰ سال گزر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدّتِ وفات نکاح کرسکے گی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی، امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کی دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن دے سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس ۲۰ برس گزر چکے ہوں اُن کا اعتبار نہیں، ادعائے ضرورت کا علاج تو اُن کے یہاں بھی نہ نکلا، آج تک تو جتنا زمانہ گزرا بیکار ہے اب قاضیِ شرع اگر ہو بھی اور اسکے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وُہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرے اُس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اُس کے بعد تفریق کرے اور عورت عدّت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزرے گا، مذہب بھی چھوڑا اور کال بھی نہ کٹا، لہٰذا وُہ کرے جو امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی نے فرمایا:

هی امرأة ابتليت فلتصبر	یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالٰی نے بلا میں مبتلا

حتی یأیتھا موت او طلاق [1]۔	فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی موت یا طلاق ظاہر ہو۔

ضرورت صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمہ ثلٰثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اس مسئلہ میں اس کے مذہب کی رعایت امورِ واجبہ میں ضرور ہوگی، دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائے گی۔ **واﷲتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کے قتل کی نیت سے چاقومارے اور اپنی دانست میں اس کا کام تمام کردیا تھا مگر قضائے الٰہی سے وُہ زندہ بچ گئی، شوہر بعد میں سزائے جُرم میں دس برس کے لئے دریائے شور بھیجا گیا، شوہر نے لفظ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں، دُوسرے شخص سے وُہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ وقتِ مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اُس کو بالکل مارڈالا تھا، وارثانِ زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوادو، تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علماء سے دریافت کرو، باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کر ڈالا تھا، طلاق کے استفسار وطلب کی حاجت کیا ہے، اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کر باہر آگئی تھیں فی الجملہ صورتِ مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یا نہیں اور دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہوگیا وُہ نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

بے افتراق بموت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، ہمارے نزدیک، غیبت خواہ عسرت کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعثِ تفریق نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک بھی جواز تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لے کر تفریق کردے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کرلے، یہ ہرگز ائمہ اربعہ میں

[1] مصنّفِ عبدالرزاق باب التی تعلم مھلك زوجھا المکتبۃ الاسلامی بیروت ۷/ ۹۱۔۹۰ حدیث نمبر ۱۲۳۳۴، ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۰

سے کسی کامذہب نہیں، اسی طرح شوہر کا بقصد قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اس کاکام تمام کر دینا کسی کے نزدیک موجب افتراق نہیں، کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۷: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جس کی عمر تخمیناً صہ صہ سال کی تھی فوت ہو گئی وُہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور ہے اندامِ نہانی قابلِ ادخال نہ تھا قدرۃً اس میں قابلیت مباشرت نہ تھی زن و شوہر میں کبھی مجامعت نہ ہُوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی بس اس زوجہ کے شوہر پر کیا کیا حقوق عائد ہو سکتے ہیں اور شوہر متروکہ منقولہ وغیر منقولہ زوجہ میں حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اس قدر کہتا ہے اور فلاں اس قدر یا فلاں اس قدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مسئولہ میں زن و شوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زنِ قابلِ جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدرِ حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کرچکا ہوتا کہ وُہ خلوت بوجہ مانع، خلوت صحیح نہ تھی اور عدّت جب بھی لازم آتی اور عورت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہو گیا اس کا کل مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہو گیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو وراثۃً پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعوی فسخ نہیں کرسکتا، درمختار میں ہے:

لایتخیر احدالزوجین بعیب الاٰخرولو فاحشا کجنون وجذام ورتق وقرن۔[1]	فحش عیب ہو تو بھی خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر فسخِ نکاح کا اختیار نہیں، مثلاً جنون، جذام، بیوی کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی ہو۔(ت)

اُسی میں ہے:

الخلوۃ بلامانع کرتق وقرن وعقل کالوطء فی تاکد المہر وتجب العدۃ فی الکل ولو فاسدۃ و	خلوت جس میں مانع جماع نہ پایا جائے مثلاً عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی وغیرہ ہو تو ایسی خلوت وطی کے حکم میں ہو گی جس سے مہر لازم ہو جائے گا

[1] درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

الموت ایضاً کالوطی فی حق العدۃ والمھر[1] اھ ملتقطاً۔	عدّت واجب ہوگی اگرچہ نکاح فاسد ہو، اور موت بھی وطی کی طرح ہے اس سے بھی مہر اور عدّت لازم ہوگی اھ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ بنکاح صحیح ولو رتقاء اوقرناء اوکبیرۃ لاتوطأ[2] (ملخصًا)	بیوی کے لئے نفقہ واجب ہے نکاح صحیح ہو خواہ بیوی کی شرمگاہ میں ہڈی یا غدود کی وجہ سے تنگی ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو (ملخصًا) (ت)

اسی میں ہے:

یستحق الارث بنکاح صحیح لافاسد ولاباطل[3] (ملخصًا)۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	صحیح نکاح میں وراثت کا استحقاق ہوتا ہے فاسد یا باطل میں نہیں (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷-۲۶۶

[3] درمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۲

بابُ الکنایۃ

(طلاق کنایہ کا بیان)

رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ۱۳۱۱ھ

(طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۲۶۸: از بڑودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ پائیگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، چند روز بعد اُس کے خاوند نے طلاق بائن دی جائز یا نہیں؟ عورت فاحشہ ہے خاوند نے طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں؟ طلاق بائن کسے کہتے ہیں؟ طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے؟ طلاق بائن کس طور سے دیتے ہیں؟ جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں؟ مع مہر و نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو، خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کرے گا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بائن وُہ طلاق جس کے سبب عورت فورًا نکاح سے نکل جائے، اگر بعد نکاح ابھی وطی و جماع کی نوبت نہ پہنچی اگرچہ خلوت ہوچکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہوگی۔

فی التنویر والدرورد المحتار الخلوۃ لاتکون کالوطی فی حق الرجعۃ لارجعۃ لہ بعد الطلاق الصریح بعد الخلوۃ بحر ای لوقوع الطلاق بائنا[1] اھ بالالتقاط۔	تنویر، در، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی سے رجوع کے معاملہ میں خلوت، وطی کی طرح نہیں، یعنی خلوت کے بعد اور جماع سے پہلے طلاق دی ہو تو اس صریح طلاق کے بعد بیوی سے رجوع نہیں ہوسکتا ہے، بحر ___ کیونکہ صریح طلاق قبل از جماع بائنہ ہوتی ہے اھ ملتقطا (ت)

یونہی جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں، تو وُہ بھی بائن ہوجاتی ہیں بلکہ وُہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ بائن کی تیسری صورت وہ طلاق کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں بعوض ہزار روپیہ تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق دی، اور عورت نے قبول کرلیا، یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر کہ تُو مجھے طلاق دے دے، مرد نے دے دی، یا مرد نے کہا جتنے حق عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں اُن سب سے مجھے بری کر، اس نے کہا بری کیا، اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی، کہ اس میں اگرچہ صراحۃً ذکرِ عوض نہ تھا مگر صورتِ حال دلیل معاوضہ ہے،

فی التنویر الواقع بالطلاق علی مال طلاق بائن[2] اھ وفی ردالمحتار ارادبالمال مایشمل الابراء منہ حتی لو قالت ابرأتك عمالی علیك علی طلاقی ففعل برئ و بانت، بحر عن البزازیۃ وفی الفتح اٰخر الباب قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتك وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض[3]۔	تنویر میں ہے کہ مال کے عوض طلاق، بائنہ طلاق ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں ہے کہ مال سے مراد عام ہے نقد ہو یا خاوند کے ذمہ اگر بیوی کا مال ہو مثلاً مہر وغیرہ تو طلاق کے عوض بیوی کا خاوند کو اپنے حق سے بَری کرنا حتی کہ اگر بیوی نے کہہ دیا کہ طلاق کے عوض میں تجھے اپنے حق سے بری کرتی ہوں، اور اس نے طلاق دے دی تو یہ طلاق بائنہ ہوگی، بحر نے اس کو بزازیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور فتح میں اس باب کے آخر میں ہے خاوند نے کہا تو مجھے ہر ایسے حق سے بَری کردے جو عورتوں کا مردوں کے ذمّہ ہوتا ہے، اور بیوی نے ایسے کردیا تو خاوند نے فوری طور پر کہہ دیا میں نے تجھے طلاق دی، اگر بیوی مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ

[1] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۴۲

[2] درمختار باب الخلع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۵

[3] ردالمحتار باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶۰

ہو گی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے۔(ت)

چوتھی جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہُوئے عدّت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہو گی۔ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔

پانچواں یہ کہ عورت سے جماع ہولے اس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہنچے،نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدّت گزرے،باایں ہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہوجائے اس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہو گی اور ان سے کہا تو رجعی کہ عدّت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نکلنے نہ پائے گی بدستور زوجہ رہے گی اور حکمِ طلاق زائل نہ ہوگا۔

بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں:

[1] جا،[2] نکل،[3] چل،[4] روانہ ہو،[5] اٹھ،[6] کھڑی ہو،[7] پردہ کر،[8] دوپٹہ اوڑھ،[9] نقاب ڈال،[10] ہٹ،[11] سرک،[12] جگہ چھوڑ،[13] گھر خالی کر،[14] دور ہو،[15] چل دور،[16] اے خالی،[17] اے بَرِی بفتح با،[18] اے جدا،[19] تو مجھ سے جدا ہے،[20] میں نے تجھ بے قید کیا،[21] میں نے تجھ سے مفارقت کی،[22] تو جدا ہے،

فی الدرفنحواخرجی واذھبی وقومی تقنعی،تخمری، استتری،انتقلی انطلقی،اغربی، اعزبی،من الغربۃ اومن العزوبۃ یحتمل ردا، ونحو خلیۃ،بریۃ،حرام بائن،ومراد فھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا، انت حرۃ،سرحتک،فارقتك لایحتمل السب والرد، ففی حالۃ الرضی تتوقف الاقسام علی نیۃ[1] (ملتقطا)۔	دُر میں ہے،نکل جا،چلی جا،کھڑی ہو جا،پردہ کر،دوپٹہ اوڑھ،ہٹ جا،جگہ چھوڑ،دُور ہو،خالی ہو۔اغربی یا اعزبی غربت یا عزوبت سے ہے،یہ الفاظ جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں،اور اکیلی،اے بَری یا حرام یا بائنہ،یہ الفاظ اور ان کے ہم معنٰی جیسے،تو مجھ سے جدا ہے،میں نے تجھے آزادی دی،ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں،اور،تو مجھ سے آزاد ہے، میں نے تجھے بے قید کیا،میں نے تجھ سے مفارقت کی،یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتے،یہ تمام اقسام رضا کی حالت میں کہے ہوں تو نیت پر موقوف ہوں گے۔(ت)

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

۲۳رستہ ناپ، ۲۴اپنی راہ لے کنّایتان عن الذھابیہ دونوں کنایہ ہیں، جانے، سے۔(ت) ۲۵کالامنہ کر، ۲۶چال دکھا، ۲۷چلتی بن، ۲۸چلتی نظر آ، ۲۹دفع ہو، ۳۰دال فے عین ہو، ۳۱رفوچکر ہو، ۳۲پنجرا خالی کر، ۳۳ہٹ کے سڑ، ۳۴اپنی صورت گما، ۳۵بستر اٹھا، ۳۶اپنا سُوجھتا دیکھ، ۳۷اپنی گٹھڑی باندھ، ۳۸اپنی نجاست الگ پھیلا، ۳۹تشریف لے جایئے، ۴۰تشریف کا ٹوکرا لے جایئے، ۴۱جہاں سینگ سمائے جا، ۴۲اپنا مانگ کھا، ۴۳بہت ہوچکی اب مہربانی فرمایئے، **کلھا کنایۃ عن البعد والذھابیہ** سب دُور ہونے، اور جانے سے، کنایہ ہیں۔(ت) ۴۴اے بے علاقہ ہو **کقولہ بتۃ بتلۃ** "بے علاقہ ہو" کہا توبتۃ اور بتلۃ کی طرح ہے۔(ت) ۴۵منہ چھپاؤ، **کقولہ تقنعی تخمری استتری** پردہ کر، اوڑھنی لے، نقاب ڈال، کی طرح ہیں۔(ت) ۴۶جہنم میں جا، ۴۷چولھے میں جا، ۴۸بھاڑ میں جاپڑ،

فی فروع الدر اذھبی الٰی جھنم یقع ان نوی خلاصۃ[1]۔	دُر کے فروعی مسائل میں ہے: جہنم میں جا، کہا، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، خلاصہ۔ت

۴۹میرے پاس سے چل، ۵۰اپنی مراد پر فتح مند ہو، ۵۱میں نے نکاح فسخ کیا، ۵۲تو مجھ پر مثل مردار یا ۵۳سوئر یا ۵۴شراب کے ہے

فیھا ایضاً وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر اوحرام کالماء[2]۔	اسی میں ہے اور یُوں ہی اگر کہا میرے پاس سے چلی جا، اپنی مراد پر کامیاب ہو، میں نے نکاح فسخ کیا، تو مجھ پر مردار کی طرح ہے، تُو مجھ پر خنزیر کی طرح یا شراب کی طرح ہے۔ت

نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے،

فی ردالمحتار تحت قول الدر انت علی کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما ھو محرم العین کالخمر والخنزیر و المیتۃ فالحکم فیہ کالحکم فی انت علی حرام بخلاف مالوقال انت علی کمتاع فلاں فلایقع وان نوی افادہ فی الذخیرۃ[3]۔	ردالمحتار میں درمختار کے قول "تو مجھ پر مردار کی طرح ہے" سے مراد وہ چیز ہے جو قطعی حرام ہے جیسے شراب، خنزیر اور مردار۔ ان کا حکم وہی ہے جو "تو مجھ پر حرام ہے" کا ہے، اس کے بخلاف اگر اس نے کہا "تو مجھ پر فلاں کے مال کی طرح ہے" اس میں نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، ذخیرہ میں یہ افادہ کیا۔(ت)

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

[3] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۷۴

۵۵تو مثل میری ماں یا ۵۶بہن یا ۵۷بیٹی کے ہے اور یُوں کہا کہ تُو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں،

فی الدروان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذالو حذف علی، خانیه برااوظهارااو طلاقا، صحت نیته ووقع مانواه لانه کنایة والاینوشیئا او حذف الکاف لغاوتعین الادنی اے البریعنی الکرامة ویکره قوله انت امی ویابنتی ویااختی ونحوه[1]۔	دُر میں ہے اگر بیوی کو کہا "تُو مجھ پر میری ماں کی طرح" لفظ مثل یا کاف کو تشبیہ کے لیے ذکر کیا، اور یوں ہی اگر لفظ عَلَیَّ (مجھ پر) کو حذف کردیا ہو اور خدمت یا ظہار یا طلاق جو بھی نیت کرے گا وہی حکم ہوگا، ہر ایک کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ لفظ کنایہ ہے، اور کچھ بھی نیت نہ تھی یا تشبیہ کے لفظ کو حذف کردیا ہو تو یہ لغو کلام ہوگا، اور صرف ادنٰی معنی یعنی خدمت وکرامت مراد ہوگا، اور "تُو میری ماں ہے اور اے میری بیٹی اے میری بہن" جیسے الفاظ مکروہ ہیں۔ (ت)

۵۹تیری گلوخلاصی ہُوئی، ۶۰تو خالص ہوئی فی ردالمحتار انت خالصة[2] (ردالمحتار میں ہے: تُوخالص ہوئی۔ت) ۶۱حلالِ خدا، یا ۶۲حلالِ مسلمانان ۶۳یا ہر حلال مجھ پر حرام، ۶۴تو میرے ساتھ حرام میں ہے،

الکل فی الشامی کما یأتی صریحا وخالف فیها المتاخرون ائمتنا المتقدمین فقالوا لاحاجة الی النیة لانه المتعارف قلت وفی بلادنا قدانعدم التعارف فاٰل الامر الی ماکان علیه قال الشامی ان المتاخرین خالفوا العرف الحادث فیتوقف الاٰن وقوع البائن به علی وجود العرف۔	یہ تمام فتاوٰی شامی میں ہے جیسا کہ آئندہ صراحتًا آئے گا، ان میں متاخرین فقہاء نے ہمارے متقدمین ائمہ کی مخالفت کی ہے اور کہا ان الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق میں عُرف بن چکے ہیں، **قلت** (میں کہتا ہوں) ہمارے علاقہ میں یہ عُرف نہیں ہے تو یہ الفاظ اپنے اصل پر لوٹ آئیں گے، علامہ شامی نے فرمایا: متاخرین نے جدید عُرف کی بناپر خلاف کیا تو اس کے ساتھ وقوع بائن وجود عرف پر موقوف ہوگا۔ (ت)

۶۵میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے،

فی ردالمحتار عن الخانیة ولو قال بعت نفسك منك فقالت اشتریت یقع	ردالمحتار میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "میں نے تجھے تیرے پاس فروخت کیا" تو

---

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۲

طلاق بائن لان بیع نفسها تملیك النفس من المرأة وملك النفس لایحصل الا بالبائن فیکون بائنا[1] اھ۔	بیوی نے کہا میں نے خریدا، تو بائنہ طلاق ہوجائیگی، کیونکہ بیوی کو اس کے پاس فروخت کرنا بیوی کو اپنے نفس کا مالک بنانا ہے نفس کی ملکیت بیوی کو بغیر بائنہ طلاق کے حاصل نہیں ہوسکتی، لہٰذا بائنہ طلاق ہوگی اھ۔(ت)

اقول: (میں کہتاہوں) یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا،

لانه تملیك نفسها منها وهی لاتملك نفسها الابالبائن بخلاف ماسیجئی من قوله بعت منك طلاقك فانه تملیك الطلاق منها فکان تفویضا فاشترط قبولها۔	کیونکہ یہ بیوی کو اپنے نفس کا مالک قرار دینا ہے تو بیوی اپنے نفس کی مالک بائنہ طلاق کے بغیر نہیں بن سکتی، اسکے بخلاف جو آئندہ عنقریب آئے گا کہ خاوند اگریُوں کہے "میں نے تجھے تیری طلاق فروخت کی" تو اسے یہ طلاق کا مالک بنانا ہُوا لہٰذا یہ خاوند کا بیوی کو طلاق تفویض کرنا ہے جس میں بیوی کا قبول کرنا شرط ہے۔(ت)

۶۶میں تجھ سے باز آیا، ۶۷میں تجھ سے در گزرا فی ردالمحتار عدّیت عنها[2] (ردالمحتار میں ہے: میں تجھ سے در گزرا۔ ت) ۶۸تُو میرے کام کی نہیں، ۶۹میرے مطلب کی نہیں، ۷۰مصرف کی نہیں کما حققناه علی هامش ردالمحتار (جیساکہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس تحقیق کی ہے۔ت) ۷۱مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں، ۷۲کچھ قابو نہیں، ۷۳ملک نہیں، ۷۴میں نے تیری راہ خالی کردی، ۷۵تو میری ملک سے نکل گئی، ۷۶میں نے تجھ سے خلع کیا، ۷۷اپنے میکے بیٹھ، ۷۸تیری باگ ڈھیلی کی، ۷۹تیری رسّی چھوڑدی، ۸۰تیری لگام اتارلی، ۸۱اپنے رفیقوں سے جامل،

فی الهندیة وألحق ابویوسف رحمه الله تعالٰی بخلیة وبریّة وبتّة وبائن وحرام اربعة اخری ذکرها السرخسی فی المبسوط وقاضی خان فی شرح الجامع الصغیر واخرون وهی لاسبیل لی علیک، لاملك لی علیک، خلیت سبیلک، فارقتک، ولاروایة فی خرجت من ملکی قالوا هو	ہندیہ میں ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ نے خلیۃ، بریۃ، بتۃ، بائن اور حرام کے الفاظ کے ساتھ دیگر چار الفاظ کو ملحق کیا ہے ان دیگر چاروں کو امام سرخسی نے مبسوط میں اور قاضیخاں نے شرح جامع صغیر میں اور دوسرے حضرات نے ذکر کیا ہے وہ لاسبیل لی علیک (مجھے تجھ پر چارہ نہیں)، لاملك لی علیک (تجھ پر میری ملکیت نہیں)، خلیت سبیلک (میں نے تیرا راستہ آزاد کیا)، فارقتک (میں نے تجھ سے مفارقت کی)،

[1] ردالمحتار باب الخلع قوله کبعت نفسک مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۵۹

[2] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۲

بمنزلۃ خلیت سبیلک، وفی الینا بیع الحق ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی بالخمسۃ ستّۃ اخری وھی الابعۃ المتقدمۃ وزاد خالعتک والحقی باھلک ھکذا فی غایۃ السرجی[1]اھ،قلت وھو فی حدیث المستعیذۃ وفیھا ایضا، وفی قولہ حبلک علی غاربک لایقع الطلاق الّا بالنّیّۃ کذافی فتاوٰی قاضی خان وانتقلی وانطلقی کالحقی وفی البزازیۃ وفی الحقی برفقتك یقع اذا نوی کذافی البحر الرائق[2]۔	اورخرجت من ملکی(تُو میری ملکیت سے نکل گئ)میں کوئی روایت نہیں ہے،اور فقہاء نے فرمایا یہ بمنزلہ "خلیت سبیلک"کے ہے،اور ینابیع میں ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے پانچ الفاظ کے ساتھ مزید چھ الفاظ ملحق فرمائے ہیں،اور وُہ چار پہلے ذکر شدہ اور دو[۲] مزید،وہ خالعتک(میں نے تجھ سے خلع کیا)الحقی باھلک(اپنے خاندان میں چلی جا)غایۃ السروجی میں یُونہی مذکور ہے اھ،قلت(میں کہتا ہوں)یہ بات پناہ طلب کرنے والی میں ہے۔اور اسی غایۃ السروجی میں یہ بھی ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا"تیری ڈوری تیرے کندھے پر ہے"توبیّت کے بغیر طلاق نہ ہوگی،جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے تُو منتقل ہو،تو جا،الحقی کی طرح ہے__اور بزازیہ میں ہے اگریُوں کہا"اپنے دوستوں سے مل جا"نیت کی تو طلاق ہوجائے گی،بحرالرائق میں یونہی ہے۔(ت)

[۸۲] مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں ھو کقولہ لاسبیل لی علیک(جیسا کہ اس کا قول"مجھے تجھ پر چارہ نہیں۔ت)[۸۳] خاوند تلاش کر۔

فی الھندیۃ ویاتبغی الازواج تقع واحدۃ بائنۃ ان نواھا عـــہ واثنتین وثلث ان نواھا ھکذا فی شرح الوقایۃ[3]۔	اور ہندیہ میں ہے اگریُوں کہا"تو خاوند تلاش کر"ایک بائنہ طلاق ہوگی اگر نیّت کی ہو،یادو[۲] اور تین ہونگی اگر ان کی نیت کی ہو،شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے۔(ت)

عـــہ: قابلت عبارۃ عن اصل الھندیۃ فوجدتھا ھکذا او ثنتان وثلث حامدرضاغفرلہ۔	میں نے ہندیہ کے اصل قلمی نسخہ سے مقابلہ کیا تو میں نے وہاں یُوں عبارت پائی اور دو اور تین ۱۲حامدرضاغفرلہ(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

۸۴ مجھے تیری حاجت نہیں، ۲ مجھے تجھ سے سروکار نہیں، ۳ تجھ سے مجھے کام نہیں، ۴ غرض نہیں، ۵ مطلب نہیں، ۶ تو مجھے درکار نہیں، ۷ تجھ سے مجھے رغبت نہیں، ۸ میں تجھے نہیں چاہتا، یہ محض مہمل ہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الهندیة ولو قال لاحاجة لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذافی السراج الوهاج واذاقال لااریدك اولااحبك اولااشتهیك اولارغبة لی فیك فانه لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی کذافی بحر الرائق۔[1]	ہندیہ میں ہے اگر کہا "مجھے تجھ میں حاجت نہیں ہے، طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج وہاج میں مذکور ہے، اور جب یُوں کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" یا "میں تجھے پسند نہیں کرتا" یا "میں تجھ میں خواہش نہیں رکھتا" یا "مجھے تجھ میں دلچسپی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو، یہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے، بحرالرائق نے ایسے ہی بیان کیا۔(ت)

۸۵ میں تجھ سے جُدا ہُوں یا ہوا (فقط میں جُدا ہُوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بنیت طلاق کہے)

فی الهندیة ولو قال انا منك بائن ونوی الطلاق یقع ولو قال انا بائن ولم یقل منك لایقع وان نوی کذافی محیط السرخسی[2]۔	ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا، میں تجھ سے بائن ہوں اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی، اور اگر صرف میں بائن ہوں اور "تجھ سے" نہ کہا تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، محیط سرخسی میں ایسے ہی مذکور ہے۔(ت)

۸۶ میں نے تجھے جُدا کردیا، میں نے تجھ سے جُدائی کی، ۸۷ تو خود مختار ہے، ۸۸ تو آزاد ہے،

فی الهندیة ولوقال فی حال مذاکرة الطلاق باینتك او ابنتك اوکابنت منك اوانت سائبة اوانت حرة یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق لایصدق قضاء[3]۔	ہندیہ میں ہے اگر حالت مذاکرہ طلاق میں، میں تجھ سے جُدا ہوں، میں نے تجھ کو جدا کیا، میں تجھ سے جُدا ہوا، تو سائبہ ہے یا تو آزاد ہے، تو طلاق ہوجائے گی اور اگر وُہ کہے کہ میں نے طلاق کی نیّت نہیں کی تو قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جائے گی(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

۸۹مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں، ۹۰مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا،

فی الھندیۃ ولوقال لھا لانکاح بینی وبینك اوقال لم یبق بینی وبینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی کذافی فتاوٰی قاضی خاں[1]۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا، تجھ میں مجھ میں نکاح نہیں، یا کہا، مجھ میں اور تجھ میں نکاح باقی نہیں ہے، تو نیتِ طلاق سے طلاق ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی قاضیخاں میں ہے۔(ت)

۹۱میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا ۹۲باپ یا ۹۳ماں یا ۹۴خاوندوں کو دیا یا ۹۵خود تجھ کو دے ڈالا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں)

فی الھندیۃ روی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ اذا قال وھبتك لاخیك اولخالك اولعمك اولفلان الاجنبی لم یکن طلاق کذافی السراج الوھاج ولوقال لھا وھبت نفسك منك فھو من جملۃ الکنایات ان نوی بہ الطلاق یقع والافلا[2]۔	ہندیہ میں ہے: امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا کہ اگر یُوں کہا، میں نے تجھے تیرے بھائی، خالو، چچے یا فلاں اجنبی کو ہبہ کیا طلاق نہ ہوگی جیسا کہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر یُوں کہا، میں نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا تو کنایہ کے الفاظ میں سے ہے اگر نیّت کی تو طلاق ہوجائے گی، ورنہ نہیں۔(ت)

۹۶مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا تجھ میں مجھ میں کچھ شئی نہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الھندیۃ ولوقال لم یبق بینی وبینك شئی ونوی بہ الطلاق لایقع وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینك عمل ونوی یقع کذافی العتابیۃ[3]۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی شئی باقی نہیں، اور اس سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور فتاوٰی میں مذکور ہے اگر یُوں کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی معاملہ باقی نہیں رہا، نیت کی ہو تو طلاق ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں مذکور ہے۔(ت)

۹۷میں تیرے نکاح سے بری ہُوں، ۹۸بیزار ہوں،

فیھا عن الخانیۃ ولوقال انا بریئ من	ہندیہ میں ہے خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا میں تیرے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

نکاحك یقع الطلاق اذا نوی[1]۔	نکاح سے بری ہُوں، طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی۔(ت)

۹۹ مجھ سے دُور ہو جا،

فیھا عنھا ولوقال ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع[2]۔	ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا تُو مجھ سے دُور ہو جا، طلاق کی نیّت سے طلاق ہو جائے گی(ت)

۱۰۰ مجھے صورت نہ دکھا،

وھذا بمعنی ابعدی عنی، وفیه ینوی کما مرانفا بخلاف استتری منی فانه بزیادۃ منی خرج عن کونه کما فی الخانیة ایضًا قال الشامی یکون قوله منی قرینة لفظیة علٰی ارادۃ الطلاق بمنزلة المذاکرۃ تأمل[3] اھ، ورأیتنی کتبت علی ھامشه مانصه، اقول وذٰلك بخلاف ان یقول لاترنی وجھك فانه یکون عبارۃ عن البغض والتنفر فلایزول الاحتمال اھ فافھم[4]۔	اور یہ "مجھ سے دُور ہو جا" کے معنٰی میں ہے، اور اس میں نیت کرے گا، جیسا کہ ابھی گزرا، اس کے بر خلاف "مجھ سے پردہ کر" "منّی (مجھ سے) کا لفظ زائد ہونے کی وجہ سے کنایہ سے خارج ہے، جیسا کہ خانیہ میں بھی ہے، نیز علّامہ شامی نے فرمایا کہ یہاں منّی (مجھ سے) کا لفظ قرینہ لفظیہ ہے کہ اس نے طلاق مراد لی ہے یہ بمنزلہ مذاکرہ طلاق ہے، غور چاہیئے اھ مجھے اس کے حاشیے پر لکھنا یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے، **اقول:** (میں کہتاہوں) کہ اس کے بر خلاف ہے یہ کہنا، تو اپنا چہرہ مجھے نہ دکھا، کیونکہ یہ لفظ بغض اور نفرت کے اظہار کے لئے ہے لہٰذا دوسرا احتمال ختم نہ ہوگا، اھ، غور کرو۔(ت)

۱۰۱ کنارے ہو، ۱۰۲ تُو نے مجھ سے نجات پائی،

فی الھندیة ومن الکنایات تنحی عنی ونجوت منّی کذا فی فتح القدیر[5]۔	ہندیہ میں ہے: الفاظ کنایہ میں سے، کنارے ہو، مجھ سے تو نے نجات پائی، ایسے ہی فتح القدیر میں ہے۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[3] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۳

[4] جدالممتار باب الکنایات حاشیة . المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/ ۵۱۵

[5] فتاوی ہندیه الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

ومثلھا (اور اسی کی مثال ہے۔ت) ۱۰۳الگ ہو، ۱۰۴میں نے تیرا پاؤں کھول دیا

لعدم التعارف فی بلادنا ومافی الخلاصة پای کشادہ کردم ترا تفسیر قولہ طلقتك عرفا حتی یکون رجعیا وتقع بدون النیة [1] اھ فمبنی کما تری علی العرف فی الھندیة عن الذخیرة عن الامام ظھیر الدین یفتی فیما سواھا باشتراط النیة ویکون الواقع بائنا [2]۔	ہمارے علاقہ کا عرف نہ ہونے کی بناپر، اور جو خلاصہ میں ہے کہ "میں نے تیرے پاؤں کھول دئے، عرف میں "میں نے تجھے طلاق دی" کے ہم معنٰی ہے، لہٰذا اس سے طلاق رجعی ہوگی، اور بغیر نیت طلاق ہوجائے گی اھ تو یہ عرف پر مبنی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہاہے، ہندیہ میں ذخیرہ سے امام ظہیر الدین سے منقول ہے کہ مذکورہ الفاظ کے علاوہ میں نیت شرط ہونے پر فتوٰی دیا جائے گا اور اس سے بائنہ طلاق ہوگی۔(ت)

۱۰۵میں نے تجھے آزاد کیا، ۱۰۶آزاد ہوجا،

فیھا ولوقال اعتقتك طلقت بالنیة کذا فی معراج الدرایة وکونی حرة اواعتقی مثل انت حرة کذافی بحرالرائق [3]۔	ہندیہ میں ہے: اور اگر خاوند کہے "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیّت سے طلاق ہوگی، جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے، اور "تُو آزاد ہوجا" یا "تُو آزاد ہے" انت حرۃ کی طرح ہے، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔(ت)

۱۰۷تیری بند کٹی، ۱۰۸تُو بے قید ہے،

فیھا ولوقال انت السراح فھو کما قال لھا انت خلیة کذافی فتاوٰی قاضی خان [4]۔	ہندیہ میں ہے: اگر کہا "تُو بے قید ہے" یہ ایسے ہی ہے جیسے یُوں کہے "تُو جدا ہے" جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ (ت)

۱۰۹میں تجھ سے بری ہُوں،

فیھا فی مجموع النوازل امرأة قالت لزوجھا انا بریئة منك فقال الزوج	ہندیہ میں ہے کہ مجموع النوازل میں ہے، بیوی نے کہا "میں تجھ سے بَری ہوں" تو خاوند نے جواب میں

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۹۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۹

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[4] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

انابرئ منك ایضاً فقالت ماذا تقول فقال مانویت الطلاق لایقع الطلاق لعدم النیة کذافی المحیط[1]۔	کہا "میں بھی تجھ سے بری ہوں" پھر بیوی نے کہا خیال کرو کیا کہہ رہے ہو، تو خاوند نے کہا میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔(ت)

"اپنا نکاح کر،" "جس سے چاہے نکاح کر،

فیہا ولو قال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلث صح وان لم ینوشیئًالم یقع کذافی العتابیة[2]۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا "تُو نکاح کرلے" اور طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق، اور تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور کوئی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں ہے (ت)

"میں تجھ سے بیزار ہُوا،

فیہا عن الخلاصة ولوقال لہا ازتو بیزار شدم لایقع بدون النیة[3] **قلت** وظاهران لیس کقولہ انامنك طالق فافهم عـــہ وثبت۔	ہندیہ میں خلاصہ سے ہے، اگر کہا "میں تجھ سے بیزار ہوں" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ **قلت** (میں کہتاہُوں) ظاہر یہ ہے مذکور لفظ خاوند کے قول "میں تجھ سے طلاق والاہوں" کی طرح نہیں ہے، غور کرو اور ثابت رہو۔(ت)

"میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں،

فی الخانیة وفی قولك لانکاح لی علیك لایقع الطلاق الابالنیة[4]۔(ملخصًا)	خانیہ میں ہے: خاوند کے اس قول سے کہ "میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں ہے" نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔(ت)

"میں نے تیرا نکاح فسخ کیا،

فیہا ولوقال لہا فسخت نکاحك یقع الطلاق	خانیہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "میں نے تیرا نکاح

عـــہ: اشارة الی ان مافی الدر سہو ۱۲منہ	یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو درمختار میں ہے وہ سہو ہے ۱۲منہ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۶

[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۶

اذا نوی[1]۔	فسخ کیا، نیّت سے طلاق ہو جائے گی۔(ت)

[۵]"تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں (اور اگریُوں کہا کہ "تجھ پر چاروں کھلی ہیں" تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے، [۶]"جو راستہ چاہے اختیار کر

فھا ولو قال لھا"اربع طرق علیك مفتوحة ونوی الطلاق لایقع الطلاق الاان یقول اربع طرق علیك مفتوحة فخذی فی ای طریق شئت فحینئذ یقع الطلاق اذا نوی ولاقال (چہار راہ برتو کشادم) لایقع الطلاق مالم ینو[2] وفی الھندیة اذاقال لھا چھار راہ برتو کشادہ است لایقع الطلاق وان نوی مالم یقل خذی ایما شئت عند اکثر المشائخ وانه منقول عن محمد رحمه اللّٰه تعالٰی واذاقال لھا چھار راہ برتو کشادم یقع الطلاق اذا نوی وان لم یقل خذی ایما شئت[3]۔	خانیہ میں ہے: اگرخاوند نے کہا"چاروں راہ تجھ پر کھلے ہیں"اور طلاق کی نیّت کی تو طلاق نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے جس راستے کو تُو چاہے اختیار کرلے، اگر طلاق کی نیّت سے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر کہا تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں، تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور ہندیہ میں بھی ہے کہ اگر خاوند نے صرف یہ کہا" تجھ پر چار راہیں کھلی ہیں تو نیت کے باوجود نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے"تو جس کو چاہے"اختیار کرلے۔"اکثر مشائخ کے ہاں یہ ہے۔اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یہی منقول ہے۔اور اگر کہا" تجھ پر چاروں راہیں کھولتا ہوں"تو نیّت کی تو طلاق ہو جائیگی، اگرچہ اس نے"جس کو تُو چاہے اختیار کرے"نہ کہا ہو۔(ت)

[۷]"میں تجھ سے دست بردار ہُوا

فی الخانیة (چنگ باز داشتم) از تو قال الفقیة ابو جعفر واحدۃ بائنة وغیرہ یقع رجعیة والاول اصح[4]۔	خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا"میں تجھ سے دستبردار ہوا"تو ابو جعفر فقیہ نے کہا ایک طلاق بائنہ ہوگی، اور دوسروں نے کہا کہ ایک طلاق رجعی ہوگی، پہلا قول اصح ہے (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۱

[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۷

۱۸"میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا ۱۹"باپ یا ۲۰"ماں کو واپس دیا،

فی الطحطاوی عن الدر المنتقی رددتك الیهم ولا یشترط قبولهم [1]۔	طحطاوی میں درمنتقٰی سے منقول ہے، خاوند نے کہا "میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو واپس کردیا" تو گھر والوں کا قبول کرنا شرط نہیں ہے (ت)

۲۱"تو میری عصمت سے نکل گئی،

فی العقود صرح فی الوجیز لبرهان الائمة انه لو قال فسخت النکاح بینی وبینك ولم یبق بینی وبینك لایقع الابالنیة، ولایخفی ان قوله انت خارجة عن عصمتی مثله فی المعنی من الفتاوٰی المزبورة **قلت** فان الخروج عن العصمة یکون بطلاق وفسخ کطریق حرمة مصاهرة ولومن قبله فلم یتعین للطلاق وکذا الخروج عن الملك کما مر [2]۔	عقود دریہ میں ہے کہ علامہ برہان الائمہ نے وجیز میں تصریح کی ہے اگر خاوند نے کہا "میرے اور تیرے درمیاں نکاح فسخ ہوگیا ہے اور ہمارے درمیان نکاح باقی نہ رہا" تو نیّت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور یہ مخفی نہیں کہ خاوند کا کہنا کہ "تو میری عصمت سے خارج ہے" معنٰی میں اسی کی مثل ہے جو فتاوٰی مذکورہ سے مروی ہے **قلت** (میں کہتاہوں) عصمت سے خارج ہونا طلاق اور فسخ کے ساتھ ہوتا ہے __ مثلاً حرمتِ مصاہرۃ کی بناپر جو کہ خاوند کی طرف سے بھی طاری ہوسکتی ہے لہٰذا فسخ کے لئے طلاق متعین نہیں ہے، اور اسی طرح ملکیت سے خارج ہونا بھی ہے جیسا کہ گزرا۔ (ت)

۲۲"میں نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا،

فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجته نزلت عنها نزولا شرعیا هل تبین بذلك ام لا (اجاب) لم ار من تعرض لهذا فی کلامهم لکن رأیت فروعا متعددة فی الکنایات تقتضی انه	خیریہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو غصہ میں اور طلاق کے مطالبہ پر کہا "میں نے اس سے شرعی نام اتار دیا" تو کیا اس شخص کی بیوی بائنہ ہوجائے گی یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں نے فقہاء کے کلام میں اس مسئلہ کے بیان کو نہیں پایا، لیکن میں نے کنایہ کے بہت سے مسائل

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الکنایات دار المعرفة بیروت ۱۳۸/۲

[2] عقود الدریه فی تنقیح الحامدیة کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۴۳/۱

یقع بمثله الطلاق البائن اذاوجدت النیة اودلالة الحال فتعین الافتاء بالوقوع فی الحادثة واذاعلمت ان هذایصلح جوابا لاردا وشتیمة وتأملت فی فروع ذکرهاصاحب البحر والتتارخانیة وغیرها قطعت بما ذکرنا[1]۔	دیکھے ہیں جن کی روشنی میں اس صورتِ مذکورہ میں طلاق بائنہ ہوگی جب نیّت پائی جائے یا حال کی دلالت پائی جائے، لہٰذا اس مذکورہ حادثہ میں طلاق کا فتوٰی متعین ہوگا، جب معلوم ہوگیا کہ مسئلہ مذکور میں خاوند کا قول جواب ہی ہوسکتا ہے اور میں نے بحر اور تاتارخانیہ وغیرہما میں مذکور فروعات میں غور کیا، تو مجھے یقین ہوگیا کہ طلاق کے وقوع کا حکم ایسے ہی ہے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔(ت)

۲۳"تو میرے لائق نہیں قیامت یا ۲۴"عمر بھر،

فی الخلاصة ولوقال لامرأته.تومرا نه شائی تاقیامت اوہمہ عمر .لایقع الطلاق بدون النیة۔[2]	خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا"تُو میرے لائق نہیں ہے قیامت تک یا عمر بھر، تونیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔(ت)

۲۵"تو مجھ سے ایسی دُور ہے جیسے مکہ معظّمہ مدینہ طیبہ سے یا دلّی لکھنؤ سے،

فی الخلاصة ولوقال لھاتواز چناں دُوری کہ مکہ ازمدینہ لایقع الطلاق بدون النیة[3]۔	خلاصہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا"تُو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ"تو بغیر نیّت طلاق نہ ہوگی۔(ت)

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی، تو ۱مطلقہ بائنہ ہے(بے حرف عطف) یا تو ۲مطلقہ پس بائنہ ہے تجھ پر ۳سب سے فحش تر طلاق، ۴شیطانی طلاق، ۵بدعت کی طلاق، ۶بدتر طلاق، ۷پہاڑ کی مثل، ۸ہزار کے مثل، ۹کوٹھری بھر کے ۱۰سخت یا ۱۱لمبی یا ۱۲چوڑی طلاق، ۱۳سب سے بُری، ۱۴سب سے کرّی، ۱۵سب سے گندی، ۱۶سب سے ناپاک، ۱۷سب سے کڑی، ۱۸سب سے بڑی، ۱۹سب سے چوڑی، ۲۰سب سے لمبی، ۲۱سب سے موٹی طلاق، ۲۲کلاں تر طلاق،

---

[1] الفتاوٰی الخیریه کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۰

[2] خلاصة الفتاوٰی الفصل الثان فی الکنایات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۱۰۰

[3] خلاصة الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۹۹

فی الدر ویقع بقوله انت طالق بائن اوافحش الطلاق اوطلاق الشیطان والبدعة او اشر الطلاق اوکالجبل اوکالف اوملئ البیت او تطلیقة شدیدة او طویلة او عریضة اواسوأه او اشده او اخبثه او اکبره اواعرضه او اطوله او اغلظه او اعظمه واحدة بائنة ان لم ینو ثلاثا.فیه ایضا ولو بالفاء(ای فی قوله انت طالق فبائن)فبائنة ذخیرة[1]۔(ملخصًا)	دُر میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تجھے بائن طلاق، فحش تر طلاق، شیطانی طلاق، بدتر طلاق، بدعت طلاق، یا پہاڑ برابر، یا ہزار برابر، کوٹھری بھر طلاق، شدید طلاق، طویل، عریض، سب سے بری، سب سے شدید، سب بڑی، سب سے عریض سب سے طویل، سب سے غلیظ، سب سے عظیم طلاق۔ تو ان تمام صورتوں میں ایک بائنہ طلاق ہوگی جبکہ یہاں بھی تین کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر بائن کو ف کے ساتھ ذکر کرے مثلاً تو طلاق والی "فبائنه" کہا تو بائنہ ہوگی۔ ذخیرہ۔ (ت)

۲۳ تجھ پر ایسی طلاق جس سے تُو اپنے اختیار میں ہو جائے،

فی الدر کما یقع البائن لوقالت انت طالق طلقة تملکی بها نفسك لانها لاتملك نفسها الا بالبائن[2]۔	دُر میں ہے: اگر کہا" تجھ پر ایسی طلاق جس سے تُو اپنے اختیار میں ہو جائے" تو بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ بیوی بائنہ طلاق کے بغیر اپنی مالک نہیں ہو سکتی (ت)

۲۴ تجھ پر بائن طلاق،

فی ردالمحتار تحت قوله لانه لاتملك نفسها صرح به فی البدائع وقال اذاوصف الطلاق بصفة تدل علی البینونة کان بائنًااھ وهذه الصفة بمعنی قوله انت طالق طلقة بائنة[3] الخ۔	ردالمحتار میں ماتن کے قول کہ "اپنے نفس کی مالک نہ ہوگی" کے تحت ہے اس کی تصریح بدائع میں کی ہے، اور کہا کہ جب طلاق ایسے وصف سے موصوف ہو جو بائنہ ہونے پر دلالت کرے تو وُہ طلاق بائنہ ہوگی اھ، اور یہ صفت "تو بائنہ طلاق والی ہے" کے معنی میں ہوگی الخ (ت)

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[3] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۰

^۲۵^ تجھ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، اس میں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی۔ اور اگر یہ کہا" تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں، جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی، اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدیر میں فرمایا کہ اوّل تو ہمیں رجعی ہونا مسلّم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اصلاً مذہب ہمارے ائمہ کا اس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحر الرائق میں اسی بحث کی بناء پر جزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے،

فی البحر عن الجوھرۃ ان قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیك یلغوویملك الرجعة وقیل تقع واحدۃ بائنة وان نوی الثلث فثلاث اھ وظاھر مافی الھدایۃ ان المذھب الثانی فانه قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا[1] اھ	بحر میں جوہرہ سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا تجھے طلاق اس شرط پر جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، تو یہ رجعی ہوگی، اور بعض نے کہا ایک بائنہ واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور ہدایہ کے بیان سے ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مختارِ مذہب ہے کیونکہ اس نے کہا کہ اگر طلاق کو کسی شدّت اور زیادتی کے ساتھ موصوف کیا جائے تو وُہ بائنہ ہوگی اھ (ت)

اس کے سوا تیسری صورت ایک اور ہے وُہ یہ کہ تجھے طلاق ہے اور مجھے رجعت کا اختیار نہیں، اس میں بلاشبہ رجعی ہوگی کمافی الشامی ویاتی (جیسا کہ شامی میں ہے اور آگے آئے گا۔ت) یُونہی اگر کہا تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ اس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یُوں کہا تجھ پر وُہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یُوں کہا کہ تجھ پر وُہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی، تو ان سب صورتوں میں بلاخلاف رجعی ہونا چاہئے،

والسر فیه ان الصور ھھنا ثلث العطف والشرط و الوصف کقوله انت طالق ولارجعة لی علیك اوانت طالق علی ان لارجعة لی علیك اوانت طالق طلقة	اس میں رازیہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں، ایک عطف، دوسری شرط، تیسری وصف، پہلی، جیسے کہے" تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق تجھ پر نہیں۔" دوسری، جیسے کہے" تجھے طلاق اس شرط پر کہ مجھے

[1] بحر الرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹۱/۳

لارجعۃ لی فیھا علیک، الاول کلام مستقل لایغیر ماقبلہ فلایتغیرعن حکمہ الشرعی والثانی مغیر ویختلف النظرفیہ فمن نظر الی انہ تغیر لحکم الشرع، الغاہ و اوقع الرجعی لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط مالیس فی کتاب اللہ فشرطہ باطل وان شرط مائۃ شرط[1] کماارشد الیہ الحدیث الصحیح ومن ارجعہ الی معنی الوصف اوقع بہ البائن فلم یجعلہ تغیرا بل تعبیرا کانہ یقول ان مرادی طلاق لارجعۃ لی فیہ وانت تعلم ان الاول اظہر لکن ربما یؤید ھذالان الاعمال اولی من الاھمال واماالثالث فلاشبھۃ فیہ عندنا لما مرانہ اذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا، اماما ذکرت انہ ینبغی وقوع الرجعی بلاخلاف فیما اذاقال انت طالق طلقۃ لااراجعك بعدھا فالوجہ فیہ ان الطلاق الرجعی لایستلزم الرجعۃ فلاینافی عدمھا انما ینافی عدم اختیارھا، فحل محل ابعاد وبھذا القدر لایسلب منہ خیار الرجعۃ فمن جھتہ احتمال ھذاالمعنی لم یکن نصافی ارادۃ

رجوع کا حق نہیں"۔ تیسری، جیسے کہے "تجھے وہ طلاق جس میں مجھے تجھ پر رجوع کا حق نہیں" پہلی صورت میں عطف کی وجہ سے مستقل کلام ہے ماقبل کو تبدیل نہیں کرے گا اور ماقبل اپنے شرعی حکم سے متغیر نہ ہوگا، اور دوسری صورت میں شرط کی وجہ سے ماقبل متغیر کرے گا، اور اس میں وجہ مختلف ہے، جس نے یہ وجہ بنائی کہ ماقبل کے لئے مغیّر ہے اور شرعی حکم متغیر کررہا ہے، تو اس شرط کو لغو قرار دیا اور ماقبل کو رجعی قرار دیا، کیونکہ اس کو رجعی کی شرط بنانا زیادہ وزنی ہے اور یہ کہا کہ اللہ کے حکم کے خلاف شرط باطل ہے، اگرچہ ایسی سَو شرطیں بھی ہوں تو وُہ باطل ہوں گی جیسا کہ حدیثِ صحیح میں ارشاد ہے۔ اور تیسری صورت وصف تو جس نے یہاں وصف قرار دیا انہوں نے کہا اس وصف کی وجہ سے طلاق بائنہ ہوگی، لہٰذا ان کے نزدیک یہ وصف پہلے بیان کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ اس کی تعبیر ہے گویا اس نے کہا "طلاق سے میری مراد ایسی طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو"۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلی صورت واضح ہے، اور دوسری صورت میں شرط کو مؤثر ماننے کو ترجیح ہوگی کیونکہ کسی کلام کو عمل میں لانا اسے مہمل قرار دینے سے بہتر ہے، اور تیسری صورت میں کوئی شُبہہ نہیں ہے کیونکہ جب طلاق کو کسی شدید اور زیادتی والے وصف سے موصوف کیا جائے تو وُہ طلاق بائنہ ہوجاتی ہے، لیکن خاوند کے اس قول میں "تجھے طلاق وُہ کہ میں تجھ سے رجوع نہ کروں گا" کے متعلق جو میں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں بالاتفاق رجعی

[1] صحیح البخاری باب اذاالشرط فی شروطالاتحمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

البینونة فلم یکن بائنا بالشک.فاذا کان ھذا فی الوصف ففی الشرط اولی ھذاماظھر لی فلیراجع ولیحرر،واللہ تعالٰی اعلم۔	طلاق ہونی چاہئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی کو رجوع لازم نہیں ہے بلکہ خاوند کی مرضی پر ہے،ہاں خاوند کا کہنا "میں رجوع نہ کروں گا" رجوع کے عمل کے خلاف ہے تو اس کا یہ کہنا رجوع سے بعید ہے منافی نہیں،لہٰذا صرف اس وجہ سے خاوند کو عملاً رجوع سے نہیں روکا جاسکتا،تو اس احتمال کی بناپر مذکورہ الفاظ "بائنہ طلاق کے لئے نص نہ بن سکیں گے" تو اس شک کی وجہ سے طلاق بائنہ نہ ہوگی۔جب وصف میں یہ گنجائش ہے تو شرط میں بطریق اولی گنجائش ہوگی،یہ وُہ ہے جو مجھ پر عیاں ہُوا،تاہم تحقیق کی طرف رجوع اور وضاحت کو اختیار کرنا چاہئے

[۲۷] مجھ سے پردہ کر،

کماتقدم عن الشامی وھو قولہ استتری منی۔	جیسا کہ شامی کا بیان گزرا اور وہ،تو مجھ سے پردہ کر۔(ت)

[۲۸] اے حرام،[۲۹] تو حرام ہے،[۳۰] تو مجھ پر حرام ہے،[۳۱] میں نے تجھے حرام کیا،[۳۲] میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا،[۳۳] میں تجھ پر حرام ہوں،[۳۴] میں نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا،یہاں فقط حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جب تک تجھ پر نہ کہے۔

فی ردالمحتار قولہ حرام سیاتی وقوع البائن بہ بلانیة فی زماننا للتعارف لافرق فی ذلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علی اولا،اوحلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی الحرام وفی قولہ حرمت نفسی لابدان یقول علیک[1] اھ **قلت** وھو کذٰلك بھذہ الالفاظ متعارف عندنا بخلاف مامر من قولہ حلال اللہ او المسلمین اوکل حلال فبھذہ الثلثة لایقع الطلاق	ردالمحتار میں ہے:خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" عنقریب آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانہ میں طلاق کے لیے عرف بن جانے کی وجہ سے بغیر نیت طلاق ہوجائے گی۔اس میں محرّمۃ یا حرمتک(حرام شدہ یا تجھے حرام کرتا ہوں)میں کوئی فرق نہیں،اور پھر "مجھ پر" کالفظ کہے یا نہ کہے تو بھی کوئی فرق نہ ہوگا،اور خاوند کا کہنا،مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام،اور ہر حلال مجھ پر حرام،تُو میرے ساتھ حرام میں ہے،ان میں کوئی فرق نہیں،تاہم حرمت نفسی(میں نے اپنے نفس حرام کیا)کے

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۴۹

الابالنیة لعدم العرف فی زماننا۔	ساتھ علیک (تجھ پر) کہنا ضروری ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس لفظ میں ہمارے زمانے میں بھی یہی حکم ہے کہ بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، لیکن "اللہ کا حلال یا مسلمانوں کا حلال اور ہر حلال مجھ پر حرام ہے" اس کے برخلاف ہے، ان تین الفاظ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی کیونکہ ہمارے زمانے میں یہ طلاق کے لئے معروف نہیں ہیں۔ (ت)

(۳۵) ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق،

شامی عن البحر وفی واحدۃ کالف واحدۃ اتفاقا وان نوی الثلث[1]۔	شامی نے بحر سے نقل کیا "ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق" میں اتفاق ہے کہ ایک ہی ہوگی اگرچہ وُہ تین کی نیت کرے۔ (ت)

ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔

رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں:

[۱] میں نے تجھے طلاق دی، [۲] اے مطلّقہ بتشدید لام، [۳] اے طلاق گرفتہ، [۴] اے طلاق دی گئی، [۵] اے طلاقن، [۶] اے طلاق شدہ، [۷] اے طلاق یافتہ، [۸] اے طلاق کردہ،

فی الدر وانت طالق ومطلّقۃ بالتشدید[2]۔	دُر میں ہے "تو طلاق والی ہے یا طلاق دی ہُوئی" بالتشدید۔ (ت)

[۹] اے طلاق دادہ،

فی الخزانۃ ولو قال لہا ای طلاق دادہ یقع واحدۃ[3]۔	خزانہ میں ہے کہ اگر کہا "اے طلاق دی ہوئی" تو ایک طلاق واقع ہوگی (ت)

مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی بایں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی،

فی الخانیۃ رجل قال لامرأتہ یا مطلقۃ وکان لہا زوج قبلہ وقد کان طلقہا ذلک	خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اے طلاق دی ہُوئی" جبکہ اس بیوی کو پہلے کسی خاوند نے طلاق

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۴

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۸

[3] خزانۃ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۰

الزوج ان لم ینوبکلامہ الاخبار طلقت،وان قال عنیت بہ الاخبار دین فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی وھل یدین فی القضاء اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یدین[1]۔	دی تھی،تو اگر خاوند نے پہلے واقعہ کی حکایت کی نیت نہ کی تو طلاق ہو جائے گی،اور اگر اس نے کہا کہ میں نے پہلے واقعہ کی حکایت اور خبر دی ہے تو دیانۃً یعنی اللہ تعالٰی کے ہاں اس بات کو تسلیم کیا جائے گا،لیکن کیا قضاءً بھی اس کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں،اس میں روایات کا اختلاف ہے،اور صحیح یہ ہے کہ تصدیق کیجائے اور طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔(ت)

"امیں نے تجھے چھوڑدیا،

فی الھندیۃ ترا بھشتم فھذا تفسیر قولہ طلقتك عرفاحتی یکون رجعیا[2]۔	ہندیہ میں ہے،اگر کہا"میں نے تجھے چھوڑدیا"تو عرف میں یہ"میں نے تجھے طلاق دی"کے معنی میں ہے حتی کہ اس سے رجعی طلاق ہوگی(ت)

"امیں نے تجھے فارغخطی یا۲"فارکھتی دی،

فانہ بلسان کثیر من اھل الحرف الدنیۃ کالحائکین وغیرہم صریح فی الطلاق بل کثیر منھم لایعرف للطلاق لفظاغیرھذا ومعلوم ان کلام کل حالف یحمل علی عرف عـــہ خاصۃ ولایجب شیوع ذلك العرف فی الناس عامۃ کما صرح بہ المحقق حیث اطلق۔	تو یہ لفظ کسبی لوگوں کی زبان میں صریح کے معنٰی میں ہے بلکہ بہت سے لوگ اس کے علاوہ کوئی لفظ طلاق کے لئے سمجھتے ہی نہیں،اور یہ بات مسلّمہ ہے حلف والے کی کلام کو اس کے خاص عرف پر محمول کیا جائے گا،اور اس عرف کا تمام لوگوں میں معروف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس پر محقق ابن ہمام نے تصریح کی ہے(ت)

"۳تجھے تیرے شوہر نے طلاق دی،اس کا بھی وہی حکم ہے،

عـــہ:ھکذا فی الاصل بقلم الناسخ والصواب عندی علی عرفہ۔حامد رضا غفرلہ۔	اصل میں ناقل کے قلم سے اسی طرح ہے جبکہ میرے نزدیک علی عرفہ درست ہے۔حامد رضا غفرلہ(ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۰۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ ۱/۳۸۹

فی الھندیۃ سئل بعضھم عن سکران قال لامرأتہ ای سرخ لبک بماہ ماند رویت کہ بانوی من طلاق دادہ شویت قال ینظر ان کانت المرأۃ ثیبا وکان قبل ھٰذا لھا زوج طلقھا ثم تزوجھا ھذا فانہ لایقع الطلاق بھٰذا اللفظ ان لم تکن لہ نیۃ الطلاق وان لم یکن لہ قبل ھذا زوج یقع الطلاق نوی اولم ینو کذا فی التتارخانیۃ[1]۔	ہندیہ میں ہے کہ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ جب کوئی شخص نشے میں اپنی بیوی کو یُوں کہے: "اے سرخ رخسار چاند جیسے چہرے والی میری بانو! تجھے طلاق دی گئی" توانہوں نے جواب دیا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی پہلے کسی خاوند سے مطلّقہ اور مدخولہ ہے اور بعد میں اس سے نکاح کیا، تو پھر اس لفظ سے طلاق نہ ہوگی بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور اگر وُہ بیوی کسی سے مطلّقہ نہ ہُوئی تھی تونیت کی یا نہ کی ہر طرح طلاق ہوجائے گی، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔(ت)

۱۵تجھ پر طلاق،

فانہ من اصرح صریح فی زماننا وعرفنا فلایرد مافی البحر و ذٰلك مثل قول الدر علیّ الطلاق،یقع بلانیۃ للعرف قال الشامی ولاینافی ذٰلك مایاتی من انہ لوقال طلاقك علی لم یقع،لان ذاك عند عدم غلبۃ العرف[2]۔الخ۔	تو یہ صریح طلاق سے بھی زیادہ واضح طلاق ہے ہمارے زمانہ اور عرف میں، لہٰذا بحر کا بیان یہاں اعتراض کے طور پر وارد نہ ہوگا اور جیسا کہ دُر کا قول کہ "مجھ پر طلاق ہے" کہا تو بغیر نیّت بھی طلاق ہوجائے گی کیونکہ یہ عرف میں طلاق ہے،تو اس پر علامہ شامی نے فرمایا: دُر کی یہ بات آئندہ آنے والی اس بات کے منافی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "مجھ پر طلاق" کہنے پر طلاق نہ ہوگی،یہ اس لئے کہ یہ وہاں ہے جہاں یہ لفظ طلاق کے لئے عُرفِ غالب نہ ہو الخ(ت)

۱۶طلاق ہوجا،

فی الدرویدخل طلاق باش بلافرق بین	در میں ہے کہ اگر کہا "طلاق ہو" یہ بھی صریح طلاق

[1] فتاوی ہندیہ فصل فیمن یقع طلاقہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۴

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۲

عالم وجاہل[1]۔	کے حکم میں داخل ہے خواہ عالم کہے یاجاہل کہے کوئی فرق نہیں۔(ت)

۱۷"توطلاق ہے، ۱۸"توطلاق ہو گئی،

فی الدروفی انت الطلاق او طلاق،یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینوشیئا اونوی واحدۃ او ثنتین فان نوی ثلاثا فثلث[2]۔	در میں ہے: اگر کہا"توطلاق ہے"توایک رجعی طلاق ہو گی خواہ کوئی نیت نہ ہو یا ایک یادو کی نیت کی ہو،اور اگر تین طلاق کی نیت سے یہ لفظ کہاتو تین طلاقیں ہوں گی۔(ت)

۱۹"طلاق لے،

فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع بہ بلااشتراط نیۃ کما فی الفتح وکذا یشترط قولھا اخذت کما فی البحر[3]۔	ردالمحتار میں ہے: اگر کہا"اپنی طلاق لے"جواب میں بیوی نے کہا"میں نے لی"تونیت کے بغیر بھی طلاق ہو گی، صحیح یہی ہے، جیسا کہ فتح میں ہے،اور اس میں عورت کا جواب میں"میں نے لی"کہنا بھی شرط نہیں ہے، جیساکہ بحر میں ہے(ت)

وُہ باہر جاتی تھی کہ کہا ۲۰"طلاق لئے جا،

فی الخانیۃ واذاجرت الخصومۃ بینھا وبین زوجھا فقامت لتخرج فقال(الزوج سہ طلاق باخویشتن طلاق ببر)فقال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالٰی ان نوی الایقاء یقع فان لم تکن لہ نیۃ فکذلك لانہ ایقاء ظاھرا[4]۔	خانیہ میں ہے: اگر خاوند بیوی میں جھگڑاہُوا اور بیوی اٹھ کر باہر جانے لگی تو خاوند نے کہا"اپنے ہمراہ تین طلاقیں لے جا"اس پر شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند نے طلاق واقع کرنے کی نیّت سے کہا تو طلاق ہو جائے گی اور نیت نہ ہو تو بھی طلاق ہو جائیگی کیونکہ اس کلام کاظاہر طلاق ہے۔(ت)

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

[3] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۰

[4] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۲

۲۱ اپنی طلاق اٹھااور روانہ ہو،

فی الھندیة عن الخلاصة ولو قال لھاسه طلاق خود بردار ورفتی یقع بدون النیة[1]۔	ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا"تو اپنی طلاق اٹھااور جا"تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی۔(ت)

۲۲ میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی،

فی الخزانة عن الخلاصة ولو قال سه طلاق بکرانه چادر تو بر بستم برو تطلق[2]۔	خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا "میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی جا"تو طلاق ہوگی(ت)

۲۳ جا تجھ پر طلاق (اور اگر صرف جا بنیّتِ طلاق کہتا تو بائن تھی)

فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته روحی طالق ھل تطلق طلاقا رجعیا ام بائنا واذاقلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینه وبین ماذا اقتصر علی قوله روحی ناویا به طلاقا حیث افتیتم بانه بائن اجاب بانه فی قوله روحی طالق معناہ روحی بصفة الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعه بلفظ الکنایة[3]۔	خیریہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا" جا تجھ پر طلاق رجعی ہوگی یا بائنہ ہوگی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رجعی ہے تو پھر صرف "جا" کہنے میں اور اس میں کیا فرق ہوگا جبکہ طلاق کی نیّت سے صرف "جا" کہا تو آپ کا فتوٰی ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا "جا تجھ پر طلاق"کا مطلب یہ ہے کہ تو طلاق کی صفت سے موصوف ہو کر جا، تو یہ صریح طلاق ہے اس لئے رجعی ہوگی، اس کے برخلاف اگر صرف "جا" کہا تو صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اس لئے یہ بائنہ ہوگی۔(ت)

۲۴ تجھے طلاق یا طلاق تجھ کو،

فی الھندیة خزانة المفتین ولو قال	ہندیہ میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے" تجھے طلاق

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[2] خزانہ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱/۱۰۸

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق بولاق مصر ۱/۵۱

لھا ترا طلاق او طلاق ترا فھی طلاق ولافرق بین التقدیم والتاخیر[1]۔	یا طلاق تجھے" تو اس تقدیم وتاخیر میں کوئی فرق نہیں ہر طرح یہ طلاق ہوجائے گی (ت)

یُوں ہی وہ الفاظ جو کچّی زبان والے کہتے ہیں، مثلاً ۲۶تلاق، ۲۷تلاک، ۲۸تلاغ، ۲۹تلاکہ، ۳۰تلاخ، ۳۱تلّاکہ، ۳۲تلّاخ ھٰذان بتشدید اللام (یہ دونوں الفاظ لام مشدّد کے ساتھ بھی ہیں۔ت) بلکہ توتلے کی زبان سے ۳۳تلات

وعلٰی ھٰذاالقیاس، وکلہ ظاھر، فی الطحطاوی ذکر فی البحران الفاظ المصحفۃ خمسۃ وھی تلاق وتلاغ وطلاك وطلاغ، تلاك زادفی النھر تلاع وتلال و ینبغی ان یقال ان الفاء اماطاء اوتاء واللام اماقاف اوعین اوغین اوکاف اولام واثنان فی خمسۃ بعشرۃ الصریح منھا الطاء مع القاف وماعداذٰلك مصحف[2] اھ اقول: وذکر فی الخلاصۃ رجل قال لامرأتہ ترا تلاق ھٰھنا خمسۃ الفاظ (وعد منھا) طلاغ وتلاك عن الامام ابی بکر محمد بن الفضل انہ یقع وان تعمد وقصدان لایقع عہ قضاء ویصدق دیانۃ[3]۔	اسی پر قیاس ہے اور سب ظاہر ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ بحر میں ہے کہ تبدیل شدہ الفاظ پانچ ہیں: تلاق، تلاغ، طلاک، طلاغ، تلاک،۔ اور نہر میں تلاع اور تلال کو بھی شامل کیا ہے۔ تو یہاں یہ بیان مناسب ہوگا، ان الفاظ میں پہلا حرف (فاء کلمہ) ت یا ط ہے اور آخری حرف (لام کلمہ) ق، ع، غ، ک، یا ل ہے تو یوں پہلے حرف کے دو ۲ احتمال کو آخری حرف کے پانچ احتمالات میں ضرب سے کل دس ۱۰ صورتیں (الفاظ) ہُوئیں ان میں سے ط اور ق کے ساتھ لفظ طلاق میں صریح ہے، اور اس کے علاوہ باقی تمام تبدیل شدہ ہیں اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) خلاصہ میں یُوں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی کو کہا تجھے تلاق ہے، یہاں پانچ الفاظ ہیں، ان میں انہوں نے طلاغ اور تلاک کو شمار کیا ہے، اور کہا کہ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرمایا کہ ان

عہ: ھٰھنا سقط والعبارۃ فی الخلاصۃ ھکذا ولایصدق قضاء حامد رضاغفرلہ۔	یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے خلاصہ میں عبارت اس طرح ہے قضاءً تصدیق نہ کی جائے ۱۲ حامد رضا غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب الصریح دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۱۲

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق جنس آخر فی الفاظ الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۸۳

الفاظ سے طلاق واقع ہوگی، اور اگر وُہ قاضی کے ہاں کہے میں نے ان الفاظ سے یہ قصد کیا ہے کہ طلاق واقع نہ تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، لیکن دیانۃً تصدیق کی جائے گی۔(ت)

کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا ۳۳ ہاں یا ۳۴ کیوں نہیں،

فی الدرولوقیل له طلقت امرأتك فقال نعم اوبلیٰ بالھجاء طلقت بحر[1]۔	در میں ہے: اگر کسی نے خاوند سے پُوچھا "تُونے بیوی کو طلاق دی ہے" تواس نے جواب میں کہا "ہاں" یا "کیوں نہیں" کے ہجے کرتے ہُوئے، توطلاق ہوجائے گی، بحر۔(ت)

مگرجب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکا وعدمِ اقرار سمجھا جائے، یہ فائدہ اکثر جگہ قابلِ لحاظ ہے فی الخانیة والخزانة وغیرہما (خانیہ اور خزانہ وغیرہما میں ہے۔ت) یا کہا تیری عورت پر طلاق نہیں، کہا کیوں نہیں (اور اگر کہے نہ یا ہاں توطلاق نہ ہوگی)

اما الاول فانه صریح فی الانکار اما الاٰخر ففیه احتمالان اثبات النفی واثبات المنفی ای الطلاق فلایقع بالشک، اقول ولایردمافی الفتح من عدم الفرق بین نعم وبلیٰ لان مبناہ علی العرف کما قال صاحب الفتح والذی ینبغی عدم الفرق فان اھل العرف لایفرقون بل یفھمون منھما ایجاب المنفی اھ[2] امافی عرفنا فمعناہ کما قلت فی ردالمحتار عن البحر ان موجب نعم تصدیق	ان میں پہلا لفظ (نہ) صریح انکار ہے، اور دوسرا (ہاں) تو اس میں کئی احتمالات ہیں، نفی کا اثبات یا منفی یعنی طلاق کا اثبات، تو ایسی صورت میں شک ہو تو طلاق نہ ہوگی۔اقول (میں کہتا ہوں) فتح میں یہاں "ہاں" اور "کیوں نہیں" میں عدم فرق کوذکر کرنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ ان کے اس بیان کا مبنٰی عرف پر ہے جیسا کہ صاحبِ فتح نے خود بیان کیا ہے کہ مناسب یہی ہے کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو کیونکہ عرف والے ان میں فرق نہیں کرتے بلکہ وُہ دونوں میں منفی کا اثبات سمجھتے ہیں اھ، لیکن ہمارے عُرف میں ان دونوں میں فرق ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ نعم (ہاں) کا

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

[2] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۵۳

ماقبلها من کلام منفی او مثبت استفهامًا کان اوخبرا، وموجب بلی ایجاب مابعد النفی استفهامًا کان اوخبرا، الاان المعتبر فی احکام الشرع العرف حتی یقام کل واحد منهما مقام الاٰخر[1] اھ	استعمال پہلی کلام کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے خواہ وُہ مثبت ہو منفی استفہامی ہو یا خبر ہو، اور بلٰی (کیوں نہیں) کا استعمال پہلی کلام میں نفی کا اثبات کرنے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نفی استفہام میں ہو یا خبر میں، مگر احکامِ شرع میں بہر حال عرف کا اعتبار ہے، حتی کہ عرف میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال مراد لیا جاتا ہے اھ (ت)

۳۷ تجھے طلاق ہے اور مجھے اختیار رجعت نہیں،

فی الشامی عن الخیریة عن الصیرفیة انت طالق ولا رجعة لی علیك فرجعیة[2]۔	فتاوٰی شامی میں خیریہ سے اور انہوں نے صیرفیہ سے نقل کیا کہ اگر خاوند نے کہا "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق نہیں ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی (ت)

۳۸ تجھ پر طلاق ہے نہ پھیرے تجھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم،

فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته انت طالق لا یردك قاضی ولاوال ولاعالم هل یکون بائنا ام رجعیا اجاب هو رجعی ولایملك اخراجه عن موضوعه الشرعی بذٰلك[3]۔	خیریہ میں ہے: سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تجھے طلاق ہے تجھے کوئی قاضی، کوئی حاکم یا عالم واپس نہ کرسکے، تو کیا اس صورت میں طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟ توانہوں نے جواب دیا کہ رجعی ہوگی، اور اس کے کہنے سے شرعی ضابطہ ختم نہ ہوگا۔(ت)

تو ۳۹ مذہب یہود یا نصارٰی یا چاروں مذہب یا سب ۴۱ مذاہب مسلمین پر مطلقہ،

فی الخیریة قال فی منح الغفار اقول وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاهب یرید بذٰلك ان الطلاق یقع علیها	خیریہ میں ہے: منح الغفار میں کہا "میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں خاوند کا قول تجھے چاروں مذہب طلاق" تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام مذاہب پر متفقہ طلاق ہے، تو ایسی صورت میں یقینا طلاق

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۳

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۱

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفة بیروت ۱/ ۴۶

باتفاقھم وینبغی الجزم بوقوعه قضاء ودیانة کما لا یخفی اھ اقول: ولاشبھة فی کونه رجعیا لابائنا لما قدمنا[1]۔سئل عن رجل قال لزوجته انت طالق علی مذھب الیھود والنصاری،وعن رجل قال لزوجته انت طالق علی سائر مذاھب المسلمین اجاب فیھما بانه طلاق رجعی[2]۔	ہوجائے گی قضاءً بھی اور دیانۃً بھی،جیسا کہ واضح ہے اھ،**اقول**:(میں کہتاہوں) یہ طلاق بلاشبہہ رجعی ہوگی بائنہ نہ ہوگی،جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے،نیز ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے یہودی اور نصرانی مذہب پر طلاق،دوسرے نے کہا تجھے مسلمانوں کے تمام مذاہب پر طلاق،توانہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی۔(ت)

"۴۲جا تجھے طلاق ہے،"۴۳سوئروں یا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو،

فی الخیریة سئل فی رجل قال لزوجته روحی طالق تحلی للیھودی وتحرّمی علیّ وعمن قال روحی طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علی،اجاب بانه رجعی لان قوله روحی طالق صریح فیه،وقوله تحلی للیھود او للخنازیر لغولانه خلاف المشروع وھو لایملکه، وقوله وتحرمی ای حرمة تحصل بانقضاء العدة اذھو ثابت شرعا بصریح الطلاق بعد الدخول[3]۔	خیریہ میں ہے ان سے سوال ہُوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا"جا طلاق ہے تُو یہودیوں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام"اور یوں ایک دوسرے نے بیوی کو کہا"جا طلاق ہے تُو خنزیروں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام ہے"تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی،کیونکہ"جا طلاق ہے"صریح طلاق ہے،اور اس کا یہ کہنا تو یہودیوں یا خنزیروں کے لئے حلال ہے،لغوبات ہے اور خلافِ شرع ہے جس کا اسے اختیار نہیں،اور اس کا یہ کہنا کہ"تُو مجھ پر حرام ہے"سے مراد وہ حرمت ہے جو عدّت گزرنے کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ شریعت میں مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد حرمت ہوتی ہے(ت)

مگر یہ اس وقت جبکہ اس لفظ سے کہ "مجھ پر حرام ہو"طلاق کی نیت نہ کی ورنہ دو بائن پڑیں گی،

فی الشامی نعم لو قصد بقوله وتحرّمی	فتاوٰی شامی میں ہے ہاں اگر اس نے "تُو مجھ پر

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۷

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۰

علیٰ ایقاع الطلاق وقع بہ اخری بائنۃ [1] اھ **اقول:** ولایردان تحریما اوتحریم نفسہ علیھا طلاق بلانیۃ کما تقدم لان ھذا مضارع ظاہرہ الاستقبال کقولہ طلاق کنم اوتکونین مطلّقۃ فافھم۔	حرام ہے" سے نئی طلاق واقع کرنے کاارادہ کیا ہو تو یہ دوسری طلاق بائنہ ہوگی اھ، **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہاں یہ اعتراض ہوگا کہ پہلے گزرا ہے کہ بیوی کو اپنے لئے یا اپنے آپ کو بیوی پر حرام کرنا، بغیر نیت بھی طلاق ہوگی جبکہ یہاں یہ کہنا کہ "نئی طلاق کی نیت سے مجھ پر حرام ہے" کہا تو نیت سے طلاق، تو دونوں بیان آپس میں مختلف ہیں، تو جواب یہ کہ یہاں "**تحرمی**" (تو مجھ پر حرام ہوگی) ظاہر طور پر یہ استقبال ہے، جیسا کہ میں طلاق دُوں گا یا تو طلاق والی ہوگی، کا حکم ہے، غور کرو۔ (ت)

۴۴ تو مطلقہ اور بائنہ یا ۴۵ مطلقہ پھر بائنہ ہے،

فی الدرلو عطف فقال وبائن اوثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ [2]۔	در میں ہے: اگر عطف کیا تو یُوں کہا انت طالق وبائن، یا یوں کہا انت طالق ثم بائن، اور لفظ بائن سے کوئی نئی طلاق مراد نہ لی تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی (ت)

مگر جبکہ ہر لفظ سے جُدا طلاق کی نیت کی ہو تو دو ۲ بائنہ ہیں،

فی ردالمحتار ومفھوم التقیید بعدم النیۃ انہ لو نوی تکریر الایقاع مع الحروف الثلثۃ اونوی بالبائن الثلاث انہ یقع مانوی [3]۔	ردالمحتار میں ہے: نیت نہ ہونے کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر اس نے نئی طلاق کی نیت سے تینوں حروف کہے ہوں اور تین طلاقوں کی نیت سے یہ تکرار کیا یا بائن سے تین کی نیت کی ہو، جو بھی نیت کی ہوگی وہ واقع ہوگی۔ (ت)

۴۶ عورت کے بیٹے کو دیکھ کر کہ اے طلاقن کے جنے، ۴۷ اے مادر طلاقہ عـــہ،

عـــہ: ھکذا فی الاصل ولعلہ نسخہ الناسخ وعندی صوابہ ای مادرت شش طلاقہ کما یجیئ عن الھندیۃ فقیر حامد رضا قادری	اصل (قلمی نسخہ) میں ایسے ہی ہے اور ممکن ہے یہ ناقل کی غلطی ہو، میرے خیال میں درست یوں ہے اے مادرت شش طلاقہ، جیسا کہ ہندیہ سے آئیگا ۱۲ فقیر حامد رضا قادری

---

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۱

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[3] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۰

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ رجل من عادتہ ان یقول اذا رأی صبیا ای مادرت شش طلاقہ فسکر من الخمر فاتاہ ابنہ فظنہ صبیا اجنبیًا فقال روائے مادرت شش طلاقہ ولم یعلم انہ ابنہ طلقت امرأتہ ثلثا اھ۔[1]	ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ ایک شخص کی عادت ہے کہ وُہ جب کسی بچّے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے "اے تیری ماں چھ طلاق والی" تو اس کو شراب کا نشہ تھا اس حالت میں اس کا اپنا بیٹا آیا تو اس نے نشے میں سمجھا کہ کوئی اجنبی بچّہ ہے تو اس نے اس کو بھی "جا اے تیری ماں چھ طلاق والی" کہہ دیا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اھ (ت)

اقول: (اس میں بھی وہی تفصیل چاہئے جو لفظ مطلقہ وغیرہ میں گزری **کما لایخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) ۴۸تجھ پر پوری یا ۴۹آدھی یا ۵۰تہائی وغیرہ ۵۱تجھ پر طلاق کا ہزارواں حصہ،

فی الدر وجزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی[2]۔	در میں ہے: طلاق کی جزء خواہ ہزارویں جُزء، ایک ہی طلاق ہوگی، کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہو سکتے۔ (ت)

۵۲تجھ پر کم درجہ کی طلاق،

فی الخانیۃ ولو قال اقل الطلاق یقع واحدۃ۔[3]	خانیہ میں ہے اگر کہا کم از کم طلاق تو ایک ہی ہوگی۔ (ت)

۵۳تیرے پر نصف، ۵۴تیرے چوتھائی پر طلاق، ۵۵تیرے ہزارویں ٹکڑے پر طلاق، ۵۶تیری روح پر طلاق، ۵۷تیری جان پر طلاق، ۵۸تیری ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں **انفك طالق**، **بر بینی تو طلاق** (تیری ناک پر طلاق۔ ت) کہے تو کچھ نہیں، بر عکس اس کے عربی میں **عنقك طالق یا فرجك طالق** (تیری گردن کو طلاق یا تیری شرمگاہ کو طلاق۔ت) کہے، طلاق ہو جائے گی، اور اُردو میں تیری عنق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے عرف ہند میں کل عورت مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اردو ہی کا لفظ ہو، وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وُہ لفظ ہونا چاہئے جس سے اُس زبان میں انسان کی ذات کو تعبیر ہوں، عربی میں **عنق وفرج** ایسے ہی ہیں اور ہماری زبان میں عنق و گردن وخاص لفظ وبنی وغیرہ ایسے نہیں، اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۵
[2] درمختار باب السابع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۹
[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۰۸

کہ فلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان کی ناک ہے، عورت موم کی ناک ہے، تو ظاہر اس میں طلاق ہو جانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وُہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں۔

فی الدر واذااضاف الطلاق الیھا اوالٰی مایعبربہ عنھا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد(الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن)والفرج والوجہ والراس وکذاالاست بخلاف البضع والدم علی المختار خلاصۃ او اضافہ الٰی جزء شائع منھا کنصفھا وثلثھا الٰی عشرھا(وکذالواضافہ الٰی جزء من الف جزء منھا کما فی الخانیۃ)وقع لعدم تجزیہ[1]اھ مزیدا من ردالمحتار وفیہ ایضا کمالایقع لواضافہ الی الانف[2]۔	در مختار میں ہے کہ جب طلاق کو بیوی کی طرف یا اس کے ایسے حصے کی طرف منسوب کرے جس سے بیوی کی شخصیت مراد لی جاتی ہو، مثلاً گردن، رقبہ، روح، بدن، جسم (ہاتھ اور پاؤں جسد کا حصّہ ہیں بدن کا حصہ نہیں ہیں) شرمگاہ، چہرہ، سَر اور اسی طرح سرین، تو بیوی کو طلاق ہو گی، مگر بضع، دُبر اور خُون کی طرف نسبت کی طلاق نہ ہو گی۔ خلاصہ میں اس کو مختار قرار دیا ہے، اور یُونہی اگر طلاق کو بیوی کے غیر معیّن حصّہ مثلاً نصف، ثلث تا دسویں حصّہ کی طرف منسوب کیا اور اگر معیّن حصہ خواہ کتنا مثلاً ہزارواں حصّہ تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہیں جیسا کہ خانیہ میں اضافہ ہے اھ ردالمحتار میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ناک کی طرف طلاق کی نسبت، مثلاً تیری ناک کو طلاق، تو طلاق نہ ہو گی۔ (ت)

کسی سے اپنی عورت کی نسبت کہا اُسے اس کی طلاق کی خبر دے یا[۶۱] مژدہ دے یا[۶۲] اس کی طلاق کی خبر اس کے پاس لے جا یا[۶۳] اسے خبر دے یا[۶۴] اس لکھ بھیج یا اس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا[۶۶] اس کے لئے اس کی طلاق کی سند یا[۶۷] یادداشت لکھ دے ابھی طلاق ہو گئی اگرچہ یہ اس سے نہ کہے نہ لکھے، اور یُوں کہا کہ اس سے کہہ کہ تُو مطلقہ ہے تو جب جا کر کہے گا اس وقت پڑے گی ورنہ نہیں،

فی الخانیۃ رجل قال لغیرہ اخبرامرأتی بطلاقھا او احمل الیھا طلاقھا اواخبرھا انھا طالق	خانیہ میں ہے، اگر دُوسرے شخص کو کہا، میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے، یا، اس کی طلاق اس کی طرف لے جا، اسکو خبر دے دو یا کہہ دو کہ وُہ طلاق والی ہے،

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۹/۱، ردالمحتار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۴۳۶/۲

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۹/۱

اوقل لھا انھا طالق طلقت للحال ولایتوقف علی وصول الخبر الیھا ولاعلی قول المامور ذٰلک، ولوقال قل لھا انت طالق لایقع الطلاق مالم یقل لھا المامور ذٰلک، ولو قال اکتب لھا طلاقھا ینبغی ان یقع الطلاق للحال کما لوقال احمل الیھا طلاقھا، وکما لو قال اکتب الٰی امرأتی انھا طالق[1]، وخالف العقود فی مسئلۃ قل لھا ھی کذا فجعلہ توکیلا فراجع عـــہ۔	تو ان صورتوں میں اسی وقت طلاق ہوجائے گی اور بیوی کو خبر پہنچنے یا اس شخص کے بیوی کو کہہ دینے پر موقوف نہ ہوگی، اور اگر یُوں کہا کہ تُو اس کو کہہ دے کہ تُو طلاق والی ہے تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک وُہ شخص بیوی کو یہ بات کہہ نہ دے، اور اگر دوسرے کو کہا کہ تُو میری بیوی کو طلاق لکھ دے، تو اسی وقت طلاق ہوگی جس طرح کہ کہا "اس کو طلاق پہنچادے" یا جس طرح کہا "تو میری بیوی کی طرف لکھ دے کہ اس کو طلاق ہے۔" اور عقوددریہ نے "بیوی کو کہہ دے کہ اس کو طلاق ہے" کے مسئلہ میں مخالف قول کیا ہے اور کہا کہ یہ خاوند کی طرف سے یہ دوسرے شخص کو وکیل بنانا ہے، تو عقوددریہ کی طرف تحقیق کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔ (ت)

عـــہ: عبارۃ العقود ھکذا سئل فی رجل قال لآخر قل لامرأتی تکون طالقۃ بالثلث ولم یقل لھا الاٰخر شیئا فھل لاتطلق مالم یقل لھا الجواب نعم لانہ توکیل کما صرح بہ فی البزازیۃ فی نوع الفاظہ[2] اھ وکنت کتبت علی ھامشہ مانصہ، **اقول**: المضارع

عقود کی عبارت یُوں ہے: اس شخص کے متعلق سوال ہُوا جس نے دُوسرے کو کہا "تُو میری بیوی سے کہہ دے کہ تُو تین طلاق والی ہے" اور جبکہ دوسرے شخص نے یہ بات اس کی بیوی کو نہ کہی ہو تو کیا طلاق نہ ہوگی جب تک وُہ شخص بیوی کو یہ بات نہ کہہ دے، اس سوال کے جواب میں فرمایا ہاں (نہ ہوگی) کیونکہ وکالت ہے جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح "طلاق کے الفاظ کے اقسام" میں ہے اھ۔ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا، جو یہ ہے، **اقول**: (میں کہتا ہوں) مضارع (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۰

[2] العقود الدریۃ کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/۴۱

[68] میں تجھے طلاق دیتاہُوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) انما یعمل اذا غلب للحال ح.هو کقوله قل لها هی طالق وصرح فی الخانیه انها تطلق بذٰلك فی الحال بخلاف قوله قل لها انت طالق فلاتطلق مالم یقل.راجع و حرر وان كانت المسئلة(اعنی مسئلة العقود)قل لامرأتی تكوی طالقة(بزیادة الیاء وحذف النون كما هو لغة شائعة لاسیمافی العوام حتی تكون الصیغة للخطاب)فالجواب صحیح بلاریب وموافق لما فی الخانیة فلتراجع البزازیة اهثم من المولی سبحٰنه وتعالٰی بالبزازیة فاتضح ان الامر كما فهمت وان (تكون)تصحیف من(تكوی)فان عبارة البزازیة هكذا قال لها قولی اناطالق فقالت وقع وان لم یقل لا،بخلاف مالو قال لاٰخر قل لامرأتی	کا صیغہ طلاق میں تب عمل کرے گاجب اس سے غالب طور پر حال مراد ہو،توایسی صورت میں اس کا حکم ایسا ہوگا جیسے خاوند دوسرے کو کہے کہ بیوی کو کہہ دواس کو طلاق ہے،اور خانیہ میں تصریح ہے کہ اس سے اسی وقت طلاق ہوگی،بخلاف جب کہے"بیوی کو تُو کہہ دے کہ تجھے طلاق ہے"توطلاق نہ ہوگی جب تک وہ نہ کہہ دے اس کی طرف رجوع کرکے دیکھو،اور اگر یہ عقود کا مسئلہ،یوں ہو کہ،دوسرے کو خاوند کہے،کہ،تُومیری بیوی سے کہہ دے"تو طلاق والی ہوجا"(تکون میں نون کا حذف اور یاء کا اضافہ کرکے کہے جیسا کہ یہ عام طور پر خصوصًا عوام میں مشہور ہے،تو یہ بصیغہ امر خطاب ہوگا)تو عقود کا یہ جواب بلاشک وشبہہ درست ہوگا،اور خانیہ کے بیان کے موافق ہوگا،تو بزازیہ کی عبارت پر غور کرواھ،پھر اللہ تعالٰی نے احسان فرماکر بزازیہ کا مسئلہ واضح کردیا کہ معاملہ وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور سمجھا کہ"تکونی"کی تبدیلی میں"تکون"ہوگیا،کیونکہ بزازیہ کی عبارت یُوں ہے خاوند نے یہ کہہ دیا تو طلاق ہوجائے گی ورنہ اگر خاوند نے نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی،اس کے برخلاف جب خاوند نے دُوسرے شخص کو کہا کہ تُو میری بیوی سے (باقی برصفحہ آئندہ)

فی الھندیۃ وفی المحیط لوقال بالعربیۃ اطلق لایکون طلاقا الااذا غلب استعمالہ للحال فیکون طلاقا[1]، وفیھا عن الخلاصۃ قالت طلاق بدست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم وکرر ثلثا طلاقت ثلثا بخلاف قولہ کنم لانہ استقبال فلم یکن تحقیقا بالتشکیک۔[2]	ہندیہ میں ہے: اور محیط میں ہے اگر عربی میں مضارع (اطلق) کہا تو طلاق نہ ہوگی، مگر جب یہ لفظ غالب طور پر حال کے لئے استعمال ہوتا ہو تو طلاق ہوجائے گی، اور ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ بیوی نے خاوند کو کہا "طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق کردے" تو خاوند نے اگر جواب میں یہ کہا "میں طلاق کررہا ہُوں طلاق کررہا ہوں" تین مرتبہ تکرار کیا تو تین طلاقیں ہوں گی، اس کے برخلاف اگر یُوں کہے "میں کروں گا" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ استقبال ہے لہٰذا شک ہوگا اور طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

۲۹میں تجھے طلاق چھوڑتا ہوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انھا طالق حیث تطلق قال الرجل ام لا، اصلہ ماذکر فی الاصل قال لاٰخر اخبرھا بطلاقھا او بشرھا او احمل الیھا طلاقھا یقع اخبر ام لا، ولو قال لاٰخر قل لھا انت طالق لاتطلق مالم یقل لانہ توکیل[3] اھ فھو کما تری مطابق لما فی الخانیۃ ومختص بصورۃ الخطاب۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب منہ۔

کہہ دے کہ "وہ طلاق والی ہے" تو طلاق ہوجائے گی وہ شخص بیوی سے کہے یا نہ کہے، اس کا اصل مبسوط میں مذکور ہے کہ خاوند نے دوسرے کو کہا کہ تُو میری بیوی کو طلاق کہہ دے یا اس کو خوشخبری طلاق کی دے یا تو اس کی طلاق اس کو لیجادے، ان صورتوں میں خبر دے یا نہ دے ہر طرح طلاق ہوگی اور خاوند نے دوسرے کو یُوں کہا کہ تُو میری کو کہہ کہ تجھے طلاق ہے، تو جب تک وُہ شخص بیوی کو کہہ نہ دے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ اس شخص کو وکیل بنانا ہوا اھ، تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ خانیہ کے مطابق ہے اور خطاب کے صیغہ سے مختص صورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

[3] فتاوٰی ہندیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷۵۔۱۷۴

فی ردالمحتار عن البحر من الصریح المضارع اذاغلب فی الحال[1] اھ **قلت** فکیف اذا تمحض له وچھوڑنا من الصریح بلساننا۔	ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ مضارع کا صیغہ جب حال کے لئے غالب الاستعمال ہوتو یہ طلاق صریح میں شمار ہوگا،**قلت** (میں کہتا ہوں) اور اگر خالص حال کے لئے ہوتو پھر طریق اولٰی صریح ہوگا جبکہ "چھوڑنا" کالفظ ہماری زبان میں طلاق میں صریح ہے(ت)

ہاں اگر عزم وارادہ کی نیت پر کہے گا بایں معنٰی کہ تجھے طلاق دیا چاہتا ہوں تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی،

فی الخیریة یدین علی کل حال أی ولو غلط فی الحال[2]۔	فتاوٰی خیریہ میں ہے: مضارع میں خاوند کی بات پر دیانۃً تصدیق بہرحال ہوگی اگرچہ وہ مضارع،حال کے معنٰی میں غالب ہو۔(ت)

"تجھ پر دو۲ مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہ دی تھی ابھی پڑ گئی بشرطیکہ نکاح کو دو۲ مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں،اور اگر جُھوٹی خبر کی نیت تھی تو عنداللہ کچھ نہیں یہ ہر صیغہ میں جاری ہے،

کمافی الخیریة وغیرھا وفیه ایضاقال لھا انت مطلقة من شھرین ویقول نویت الاخبار فی الماضی کاذباھل یقع علیه الطلاق ام لاواذا قلتم یقع ھل له ان یردھا ام لا، اجاب یقع قضاء لادیانة وعلی حکم القضاء له مراجعتھا فی العدة بغیرعقد وبعدھا بعقدجدید حیث لم یصدر منه سوٰی ماذکر،[3] وفی الدروکذاانت طالق امس وقد نکحھا الیوم ولونکحھا قبل امس وقع الأن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال[4]۔(ملخصًا)	خیریہ وغیرہ میں جیسے ہے کہ اگر کہا "تُو دو۲ ماہ سے مطلقہ ہے،اور اس کے بعد کہا کہ میں نے یہ ماضی کی خبر کاذب کے طور پر کہا ہے،توکیااس پر طلاق ہوگی یانہیں اور اگرآپ فرمائیں کہ طلاق ہوگی تواس کو رجوع کا حق ہوگا یا نہیں،اس کا جواب دیا کہ قضاءً طلاق ہوگی دیانۃً نہ ہوگی،اور قاضی کے فیصلہ پر اس کو عدت میں بغیر نکاح اور عدّت کے بعد جدید نکاح سے رجوع کا حق ہوگا،جبکہ مذکورہ کارروائی کے علاوہ خاوند نے کچھ اور نہ کہا ہو،اور دُر میں ہے کہ یُونہی اگر خاوند نے کہا "تو گزشتہ روز سے طلاق والی ہے" تو اگر نکاح آج کیا ہوتو یہ بات لغو ہوگی اور گزشتہ روز سے قبل نکاح کیا ہوتو ابھی سے طلاق ہوجائیگی کیونکہ ماضی کا انشاء حال کا انشاء متصور ہوگا(ت)

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۹

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۵۰

[4] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۰

۱؎ تجھ پر دو برس تک طلاق ہے، اس میں دو برس بعد پڑے گی،

فی الخیریة قال لها انت طالق الی سنتین ولانیة له فما الحکم. اجاب یقع علیها بعد السنتین طلقة واحدة رجعیة صرح به صاحب البحر والبزازیة والولو الجیة وغیرهم من کتب الحنفیة۔[1]	خیریہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا" تجھے دو۲سال پر طلاق "اور کوئی خاص نیّت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے، تو جواب دیا کہ دو۲سال بعد رجعی طلاق ہو گی اس کی تصریح بحر، بزازیہ اور ولوالجیہ وغیرہ کتبِ حنفیّہ میں موجود ہے۔(ت)

۲؎ تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق، اور اگر یُوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہو گی،

فی الدر وبقوله من هنا الی الشام واحدة رجعیة مالم یصفها بطول او کبر فبائنة۔[2]	در میں ہے: خاوند نے کہا" تجھے یہاں سے ملک شام تک طلاق ہے تو ایک رجعی طلاق ہو گی بشرطیکہ اس نے طلاق کو کسی طوالت یا بڑائی سے موصوف نہ کیا ہو، اور اگر ایسی صفت سے موصوف کیا تو بائنہ ہو گی (ت)

۳؎ توفلاں عورت سے زیادہ مطلّقہ ہے، طلاق ہو جائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو،

بخلاف مالوقال بالعربیة انت اطلق من فلانة فلاتطلق الابالنیة بشرط ان تکون فلانة مطلقة فقد عد فی الدر قوله انت اطلق من امرأة فلان وهی مطلقة[3]. من الکنایات التی یقع بها الرجعی. قال الشامی عثلله فی الفتح بان افعل التفضیل لیس صریحا فافهم[4] اھ بخلاف مانحن فیه فانه مطلقة صریحة ولایعتریه الاحتمال بزیادة فما فیه الاثبات الطلاق	بخلاف اس کے جب بزبان یُوں کہا"انت اطلق من فلانۃ"تو نیّت کے بغیر طلاق نہ ہو گی، نیت سے بھی تب ہو گی جب وُہ فلاں عورت مطلقہ ہو، خاوند کے اس قول کہ" تجھے فلاں کی عورت سے بڑی طلاق بشرطیکہ وُہ فلاں کی عورت مطلقہ ہو تو در میں اس کو ان کنایات میں شمار کیا ہے جن سے ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے اس پر فرمایا کہ فتح میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صیغہ تفضیل طلاق میں صریح نہیں ہے، غور کرو اھ، اس کے برخلاف وُہ

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۱

[2] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۹

[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

[4] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۶

والزیادۃ وقد حققناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔	صورت جو ہم نے ذکر کی ہے کیونکہ وُہ صریح مطلقہ ہے اس میں زیادتی وغیرہ کا احتمال رکاوٹ نہ ہوگا یہ طلاق اور زیادتی کا اثبات ہےاور اس کو ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں محقق کیا ہے۔(ت)

ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے،۱ اے مطلقہ بسکون طاء،فی الدر انت مطلقۃ بالتخفیف (در میں ہے خاوند نے مُطْلَقہ یعنی ط پر جزم کے ساتھ،بیوی کو کہا"تُو مُطْلَقہ ہے"۔ت) ۲میں نے تیری طلاق چھوڑدی، ۳میں نے تیری طلاق روانہ کردی، ۴میں نے تیری طلاق کاراستہ چھوڑدیا،

فی ردالمحتار قولہ خلیت سبیل طلاقك وکذا خلیت طلاقك او ترکت طلاقك ان نوی وقع والا فلا خانیۃ۔[1]	ردالمحتار میں ہے: خاوند نے کہا"میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑدیا،میں نے تیری طلاق روانہ کردی،میں نے تیری طلاق چھوڑدی"تو اگرنیّت کی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، خانیہ۔(ت)

۵تجھ پر ط،ل،ا،ق۔ ۶تجھ پر طا،لام الف،قاف۔

فی ردالمحتار قولہ او ط ل اق ظاھر ماھنا مثلہ فی الفتح والبحران یاتی بمسمّی احرف الھجاء والظاھر عدم الفرق بینھا وبین اسمائھا ففی الذخیرۃ قال لامرأتہ الف نون تاء طاء الف لام قاف انہ ان نوی الطلاق تطلق المرأۃ[2]۔(ملخصًا)	ردالمحتار میں ہے: یا خاوند کا قول ط،ل،ا،ق تو یہ طلاق میں ظاہر ہے،اسی کی مثل فتح اور بحر میں ہے کہ حروف ہجاء اور اس کے مسمّٰی کو ذکر کرے تو ظاہر میں کوئی فرق نہیں،ہم نے حروف کے اسماء کو بیان کردیا ہے توذخیرہ میں ہے کہ اگر بیوی کو کہا الف،نون،تاء،طاء،الف،لام،قاف،اور طلاق کی نیت کیا تو طلاق ہوگی (ملخصًا)۔(ت)

۷میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کی، ۸قرض دی، ۹تیرے پاس گرو کی، ۱۰امانت رکھی، ۱۱میں نے تیری طلاق چاہی، ۱۲تیرے لئے طلاق ہے،اللہ نے تیری طلاق چاہی، ۱۳اللہ تعالٰی نے تیری طلاق مقدر کی،

فی ردالمحتار وغیرذٰلك مثل الطلاق	ردالمحتار میں ماتن کے قول وغیرہ ذٰلک کے تحت

[1] ردالمحتار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۶۶

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۰

علیك وھبتك طلاقك، بعتك طلاقك اذا قالت اشتریت من غیر بدل، خذی طلاقك اقرضتك طلاقك شاء اللہ طلاقك او قضاء او شئت ففی الکل یقع بالنیة رجعی کما فی الفتح، زاد فی البحر الطلاق لك الخ[1] وفیه اما ما فی البحر ایضا من ان منه اودعتك طلاقك ورھنتك طلاقك فسیذکر الشارح تصحیح عدم الوقوع به[2] **اقول:** ای ان لم ینولان المقصود به الرد علی البحر فی جعله صریحا۔	بیان کیا، مثلاً میں نے تجھے تیری طلاق ہبہ کی، میں نے تیری طلاق تجھ کو فروخت کی جب جواب میں عورت یہ کہے کہ میں نے بدلہ کے بغیر خریدی، میں نے تیری طلاق تجھے قرض دی، اللہ نے تیری طلاق چاہی، یا اللہ نے تیری طلاق مقدر فرمائی، کیا تُو چاہتی ہے، ان مذکورہ صورتوں میں نیت کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی جیسا کہ فتح میں ہے، بحر میں اس پر زائد ہے تیرے لئے طلاق ہے الخ اور اسی ردالمحتار میں ہے لیکن جو بحر نے افادہ فرمایا وُہ بھی کہ، میں نے تیرے پاس تیری طلاق امانت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے، اس پر شارح طلاق نے واقع ہونے کی تصحیح ذکر کررہے ہیں، **اقول:** (میں کہتاہوں) یعنی اگر نیت نہ کی ہوتو یہ مسئلہ ہے کیونکہ اس سے مقصد بحر پر رَد کرنا ہے کیونکہ وُہ اس کو صریح قراد دیتے ہیں۔ (ت)

۱۵میں نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی، عورت نے کہا میں نے خریدی، اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہوا ورنہ بائن ہوگی)

فی ردّالمحتار عن البحر ولو قال بعت منك تطلیقة فقالت اشتریت یقع رجعیا مجانا لانه صریح[3] اھ وفی الدر وحکم الواقع بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن[4]۔	ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا میں تجھے ایک طلاق فروخت کرتا ہوں، تو بیوی نے جواب میں کہا میں نے خریدا، تو بلامعاوضہ ایک طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اھ اور دُر میں ہے کہ مال کے بدلے صریح طلاق واقع ہوتو وُہ بائنہ کے حکم میں ہوگی (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۷

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[3] ردالمحتار باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۵۹

[4] درمختار باب الخلع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۵

(۱۶) میں نے تجھے اس عورت پر طلاق دی کہ تُو اتنے دنوں کے لئے فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹادے۔

فان العوض غیرمال ففی ردالمحتار بعد ذکر الطلاق علی مال بخلاف طلقنی علی ان اؤخر مالی علیک، فان التاخیر لیس بمال وصح التاخیر لوله غایة معلومة والا فلا، والطلاق رجعی مطلقا بحر عن البزازیة[1]، کمامر۔	کیونکہ یہ عوض مال نہیں تو ردالمحتار میں طلاق بعوض مال کے بعد ذکر کیا، بخلاف اس کے کہ جب بیوی کہے میرا جو مال تیرے ذمّہ ہے اسے میں تجھ پر مؤخر کرتی ہوں اس کے عوض تُو مجھے طلاق دے۔ خاوند نے اس پر طلاق دے دی تو وُہ رجعی ہوگی کیونکہ یہ عوض یعنی تاخیر مال نہیں ہے۔ اگر مال کی کوئی مدّت مقرر تھی یہ تاخیر درست ہوگی ورنہ نہیں، بزازیہ سے بحر نے گزشتہ کی طرح نقل کیا۔ (ت)

۱۷میں نے طلاق تیرے دامن میں رکھ دی عـــہ۱

فی الخزانة عن الخلاصة ولو قال ہزار طلاق دردامنت کردم ان نوی اوکان فی حال مذاکرة الطلاق یقع والافلا[2]۔	خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند نے کہا "میں نے تیرے دامن میں ہزار طلاق رکھ دی ہے" اگر نیت کی تو طلاق ہوگی، یونہی اگر یہ بات طلاق کے مذاکرہ کے بعد کہی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

۱۸عدت بیٹھ فی ردالمحتار عـــہ۲، ۱۹تجھ پر ایک،

عـــہ۱: **اقول**: شاید مسئلہ دامن ومسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت وعدمِ اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی، لہٰذا بے نیّت پڑ گئی، یہاں صرف طلاق کہا، تیری طلاق نہ کہا لہٰذا نیّت پر رہی، ولیحرر، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲منہ

عـــہ۲: ھٰھنا فی الاصل بیاض ولعل العبارة المطلوبة منھا ھی مانقل ھھنا فی الذیل قوله اعتدی امر بالاعتداد الذی ھومن العدة اومن العد، ای اعتدی نعمی علیك بدائع ۱۲ الفقیر حامدرضا قادری غفرله۔	یہاں قلمی نسخہ میں بیاض ہے ہوسکتا ہے اس سے مطلوب وُہ عبارت ہو جس کی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے کہ اعتدی، اعتداد سے امر ہے جو عدت سے ہے یا عد سے ہے یعنی میرے نکاح کو اپنے اُوپر خدا کو نعمت شمار کر، بدائع اھ ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار باب الخلع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۶۰

[2] خزانۃ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱/ ۱۰۸

فی المتون انت واحدۃ ویعرف ماترجمنا من یعرف الدلیل۔	متون میں ہے: تو ایک ہے، تو ہمارے قائم کردہ عنوان سے دلیل جاننے والے کو معلوم ہے۔ (ت)

[10] تجھ پر دو، اس میں دو[2] طلاقیں رجعی بحالتِ نیّت پڑیں گی،

فانه مثله بعین الوجه لان الوقوع بطلاق مضمر فکان رجعیا ویحتمل غیره فتوقف علی النیّة وعد فی البحر من هذا القسم لست لی بامرأۃ وما انالك بزوج[1]، حیث یقع رجعی ان نوی **قلت** والوقوع به مذهب الامام وعندهما لاوان نوی کما فی الخانیة و قد قدم قول الامام لکن فی الخلاصة وخزانة المفتین وجواهر الاخلاطی والهندیة فی قوله توزن من نیی لایقع وان نوی هوالمختار[2]، والله تعالٰی اعلم۔	کیونکہ یہ بھی پہلی ہی وجہ کی طرح معلوم ہے کہ یہاں لفظ طلاق پوشیدہ ہے جس سے یہ طلاق رجعی ہوگی، اور غیر طلاق کا احتمال ہونے کی وجہ سے نیت پر موقوف ہوگی، اور بحر میں اسی قسم سے شمار کیا ہے جب یہ کہے کہ "تُو میری بیوی نہیں اور میں تیرا خاوند نہیں" نیت کی تو ایک رجعی طلاق ہوگی، **قلت** (میں کہتا ہوں) اس کلام سے طلاق کا وقوع امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک نیّت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، اور بحر میں امام کے قول کو پہلے ذکر کیا ہے، لیکن خلاصہ، خزانۃ المفتین، جواھر الاخلاطی اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ خاوند نے کہا "تو میری بیوی نہیں ہے" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی مختار ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

ان سب میں نیت کی حاجت ہے اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی عـــہ۔ [1] بے وجہ بے سبب طلاق

عـــہ: اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دوسوبیس [220] الفاظِ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس [130] سے بائن پڑتی ہے، نوے [90] سے رجعی۔ دونوں میں ننانوے [99] سے بے نیّت باقی سے منوی، اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہٰذا منوی ایک سوپینتالیس [145]، غیر منوی ایک سوآٹھ [108]، یہ کل دوسوترپن الفاظ ہیں ۲۵۳، ایک سوساٹھ [160] سے بائن اور ترانوے [93] رجعی ۱۲ حامد رضا غفرلہ

[1] بحر الرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۰۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۶

دینا فی نفسہٖ ناپسندیدہ بلکہ شرعًا مذموم ہے، ۲ خصوصًا بائن کے بے ضرورت محض بدعت و ممنوع ہے۔ عورت کا معاذاللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھ کر اجازتِ طلاق کی وجہ، مگر بائن کی بھی کاربرآری ممکن کہ طلاق رجعی بطور مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی، وقت طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو ۳ حیض یا ۴ نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے، ۵ عورت کی عمر اگر نو۹ برس سے کم ہے، ۶ یا پچپن تک پہنچ چکی ہو، ۷ یا جوان تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا، ۸ یا حاملہ ہے تو ایس عورت کو ایک مہینے میں دو طلاق نہ دے، اور ۹ جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اسے ایسی پاکی نہ دے کہ اس میں یا ۱۰ اس سے پہلے کے حیض میں یہ اسے طلاق دے چکا، یا ۱۱ ان میں، یا ۱۲ دھوکے سے دُوسرا شخص اس سے جماع کرچکا ہے، طلاق میں یہ بارہ ۱۲ صورتیں منع ہیں، پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنٰی کہ مرد اُن کے خلاف سے گنہگار ہوگا ورنہ طلاق تو بہر حال پڑ جاتی ہے جب تک عورت پر قیدِ نکاح یا عدّت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے،

فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح حظرہ الالحاجة غیران الحاجة لاتقتصر علی الکبر والریبة [1] اھ ملخصًا. فی ردالمحتار ان الضعیف ھو عدم اباحتہ الا کبر او ریبة والذی صححہ فی الفتح عدم التقیید بذٰلك کماھو مقتضی اطلاقھم الحاجة وبما قررناہ ظھران لامخالفة بین ماادعاہ انہ المذھب وما صححہ فی الفتح [2] اھ وفیہ عن البحر عن الفتح الواحدة البائنة بدعیة فی ظاھر الروایة [3] الخ	فتح القدیر میں کتاب الطلاق کے شروع میں ہے، اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو ممنوع نہیں ہے، مگر حاجت صرف بڑھاپے اور شکوک میں منحصر نہیں ہے اھ ملخصًا۔ ردالمحتار میں ہے کہ طلاق کا صرف بڑھاپے یا شکوک کی بناء پر مباح ہونا ضعیف ہے اور جس کو فتح میں صحیح قرار دیا ہے اُس میں اِس کی قید نہیں بیان کی، جیسا کہ فقہاءِ کرام نے مطلق حاجت کو بیان کیا ہے، اور ہماری تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ جس کے متعلق مذہب ہونے کا دعوی کیا اور جس کی تصحیح فتح میں کی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اھ اور اسی میں بحر اور اس نے فتح سے نقل کیا کہ ایک بائنہ طلاق، ظاہر روایت میں بدعی طلاق

---

[1] فتح القدیر کتاب الطلاق نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۲۷

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۶

[3] کتاب الطلاق ۲/ ۴۱۸

فی الدر طلقة رجعیة فقط فی طهر لاوطی فیه احسن، وطلقة لغیر موطؤة ولو فی حیض، ولموطوئة تفریق الثلث فی ثلاثة اطهار لاوطی فیها ولافی حیض قبلها ولاطلاق فیه فیمن تحیض وفی ثلثة اشهر فی حق غیرها حسن وسنی، وحل طلاق الأیسة والصغیرة و الحامل عقب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل، والبدعی ماخالفهما والخلع فی الحیض لایکره والنفاس کالحیض [1] اھ ملخصا. قال الشامی قوله لاوطء فیه لم یقل، منه، لیدخل فی کلامه مالو وطئت بشبهة، فان طلاقها فیه حینئذ بدعی نص علیه الاسبیجابی، وبهٰذا عرف ان کلام المصنف اولی من قول غیرہ لم یجامعها فیه لکن لابد ان	ہے الخ، اور دُر میں ہے کہ ایک رجعی طلاق ایسے طُہر میں جس میں وطی نہ کی ہو فقط وہی احسن طلاق ہے اور غیر موطؤہ بیوی کو اگرچہ حیض کے دوران ایک طلاق اور وطی شدہ کو تین طُہروں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی اور نہ ایسے طُہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو، حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جس کو حیض نہ آتا ہو، تو ایسی طلاقیں حسن اور سنی ہوں گی۔ اور بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ کو وطی کے بعد طلاق دینا حلال ہے کیونکہ وطی کے بعد طلاق دینا اسلئے مکروہ ہے کہ حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ جوان حیض والی میں ہو سکتا ہے، اور بدعی طلاق وُہ ہے جو ان مذکورہ دو۲ قسموں (احسن اور حسن) کے خلاف ہو، اور حیض میں خلع مکروہ نہیں اور نفاس بھی حیض کا حکم رکھتا ہے اھ ملخصا۔ علامہ شامی نے فرمایا: ماتن کا قول "وُہ طہر جس میں وطی نہ ہو" کہا، یہ نہ کہا کہ اس خاوند سے وطی نہ ہوئی ہو، یہ اس لئے تاکہ کلام شبہہ سے وطی کو بھی شامل ہوسکے، کیونکہ ایسی صورت میں بھی طلاق بدعی ہوگی جیسا کہ اس پر اسبیجابی نے نص کی ہے۔ اور اس سے معلوم ہُوا

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵ تا ۲۱۷

یقول ولافی حیض قبله ولاطلاق فیهما ولم یظهر حملها ولم تکن آیسة ولاصغیرة کما فی البدائع لانه لو طلقها فی طهر وطئها فی حیض قبله کان بدعیا، وکذا لوکان قد طلقها فیه وفی هذاالطهر ،لان الجمع بین تطلیقتین فی طهر واحد مکروه عندنا[1]، قوله فی حق غیرها ای فی حق من بلغت بالسن ولم تر دما اوکانت حاملا او صغیرة لم تبلغ تسع سنین علی المختار او اٰیسة بلغت خمس وخمسین سنة علی الراجح، اما ممتدّة الطهر فمن ذوات الاقراء لانها شابة رأت الدم فلایطلقها للسنة الاواحدة مالم تدخل فی حدّ الایاس[2]، قال فی الذخیرة عن المنتقی لاباس بان	کہ مصنف کی کلام دُوسروں کی نسبت اولیٰ ہے کیونکہ دُوسروں نے یُوں کہا ہے کہ خاوند نے اس طُہر میں وطی نہ کی ہو، لیکن مصنف کی کلام میں یہ کہنا بھی ضروری تھا کہ اس طُہر سے قبل حیض میں بھی وطی نہ ہو اور نہ طلاق ہو، اور حمل ظاہر نہ ہو اور بوڑھی اور نابالغہ نہ ہو، جیسا کہ بدائع میں ہے کیونکہ اگر ایسے طُہر میں طلاق دی جس سے قبل حیض میں وطی کی ہو تو وہ طلاق بدعی ہوگی اگرچہ طُہر میں وطی نہ ہو، اور یُوں ہی اگر اس حیض میں طلاق کے بعد طُہر میں طلاق دی ہو کیونکہ ایسی صورت میں ایک طہر میں دو ۲ طلاقیں شمار ہوں گی جو کہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ اور ماتن کا قول کہ "اس کے غیر میں" یعنی وُہ عورت حیض کی بجائے عمر کے حساب سے بالغ قرار پائے اور اس نے کسی حیض کا خُون نہ دیکھا اور نہ پایا، یا عورت حاملہ ہو، یا ایسی نابالغہ جو نو ۹ سال سے کم عمر والی ہو مختار قول کے مطابق، یاآئسہ (وہ عورت جو پچپن ۵۵ سال کو پہنچ چکی ہو) راجح قول کے مطابق، یا حیض والی عورتوں میں وُہ عورت جس کا طُہر دراز مدّت تک ختم نہ ہو، کیونکہ نوجوان عورت جس کو خونِ حیض آچکا ہے تو اس کو سنت طلاق صرف ایک ہی ہوگی جب تک وُہ حدایاس تک نہ پہنچی ہو۔ ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے: اگر بیوی سے کوئی ناپسندیدہ

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۸

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۹

یخلعھا فی الحیض اذا ارای منھا مایکرہ اھ وکذا الطلاق علی مال لایکرہ فی الحیض کما صرح بہ فی البحر عن المعراج والمراد بالخلع ماذاکان خلعا بمال [1]، قولہ والنفاس کالحیض قال فی البحر ولما کان المنع من الطلاق فی الحیض لتطویل العدۃ علیھا کان النفاس مثلہ جوھرۃ [2] اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔	امر محسوس کرے تو حیض کے دوران بھی خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں اھ یُوں ہی مال کے عوض طلاق حیض میں دی جائے تو مکروہ نہیں جیسا کہ بحر میں معراج سے نقل کرتے ہوئے تصریح کی ہے اور خلع سے مراد وُہ ہے جو مال کے عوض ہو۔ ماتن کا قول کہ "نفاس، حیض کی طرح ہے"۔ بحر میں فرمایا کہ حیض میں طلاق عورت کی عدت کو طوالت سے بچانے کی وجہ سے ممنوع ہے تو نفاس میں یہی بات ہے اس لئے یہ بھی حیض کی طرح ہے، اھ، (ردالمحتار کی تمام عبارت، ملتقطا) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

فہرست الفاظِ طلاق

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی

نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۱	جا	۵۱۵	۱۱	سِرک	۵۱۵
۲	نکل	۵۱۵	۱۲	جگہ چھوڑ	۵۱۵
۳	چل	۵۱۵	۱۳	گھر خالی کر	۵۱۵
۴	روانہ ہو	۵۱۵	۱۴	دُور ہو	۵۱۵
۵	اُٹھ	۵۱۵	۱۵	چل دُور	۵۱۵
۶	کھڑی ہو	۵۱۵	۱۶	اے خالی	۵۱۵
۷	پردہ کر	۵۱۵	۱۷	اے بَری	۵۱۵
۸	دوپٹہ اوڑھ	۵۱۵	۱۸	اے جُدا	۵۱۵
۹	نقاب ڈال	۵۱۵	۱۹	تو جُدا ہے	۵۱۵
۱۰	ہٹ	۵۱۵	۲۰	تو مجھ سے جُدا ہے	۵۱۵

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۸

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۱۸

نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۲۱	میں نے تجھے بے قید کیا	۵۱۵	۴۰	تشریف کاٹو کرالے جایئے	۵۱۵
۲۲	میں نے تجھ سے مفارقت کی	۵۱۵	۴۱	جہاں سینگ سمائے جا	۵۱۵
۲۳	رستہ ناپ	۵۱۶	۴۲	اپنامانگ کھا	۵۱۵
۲۴	اپنی راہ لے	۵۱۶	۴۳	بہت ہوچکی اب مہربانی فرمایئے	۵۱۵
۲۵	کالامنہ کر	۵۱۶	۴۴	اے بے علاقہ	۵۱۵
۲۶	چال دکھا	۵۱۶	۴۵	منہ چھپا	۵۱۵
۲۷	چلتی بن	۵۱۶	۴۶	جہنم میں جا	۵۱۵
۲۸	چلتی نظر آ	۵۱۶	۴۷	چولھے میں جا	۵۱۵
۲۹	دفع ہو	۵۱۶	۴۸	بھاڑ میں جا	۵۱۵
۳۰	دال فے عین ہو	۵۱۶	۴۹	میرے پاس سے چل	۵۱۵
۳۱	رفوچکّر ہو	۵۱۶	۵۰	اپنی مراد پر فتحمند ہو	۵۱۵
۳۲	پنجرا خالی کر	۵۱۶	۵۱	میں نے نکاح فسخ کیا	۵۱۵
۳۳	ہٹ کے سڑ	۵۱۶	۵۲	تُو مجھ پر مثل مردار عـــہ۱	۵۱۵
۳۴	اپنی صورت گما	۵۱۶	۵۳	یا مثل سُوئر	۵۱۵
۳۵	بستر اٹھا	۵۱۶	۵۴	یا مثل شراب کے ہے	۵۱۵
۳۶	اپناسُو جھتادیکھ	۵۱۶	۵۵	تو مثل میری ماں عـــہ۲	۵۱۷
۳۷	اپنی گٹھڑی باندھ	۵۱۶	۵۶	یا بہن	۵۱۵
۳۸	اپنی نجاست الگ پھیلا	۵۱۶	۵۷	یا بیٹی کے ہے	۵۱۵
۳۹	تشریف لے جایئے	۵۱۶	۵۸	توخلاص ہے	۵۱۵

عـــہ۱: نہ مثل بھنگ یاافیون یامال فلاں یازوجہ فلاں کے۔

عـــہ۲: یُوں کہاتُوماں بیٹی ہے، توگناہ کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظِ طلاق	صفحہ
۵۹	تیری گلوخلاصی ہوئی	۵۱۷	۷۹	تیری رسی چھوڑدی	۵۱۸
۶۰	توخالص ہوئی	۵۱۷	۸۰	تیری لگام اتارلی	۵۱۸
۶۱	حلال خدا	۵۱۷	۸۱	اپنے رفیقوں سے جاہل	۵۱۸
۶۲	یاحلال مسلماناں	۵۱۷	۸۲	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	۵۱۹
۶۳	یاہر حلال مجھ پر حرام	۵۱۷	۸۳	خاوند تلاش کر	۵۱۹
۶۴	تومیرے ساتھ حرام میں ہے	۵۱۷	۸۴	میں تجھ سے جداہوں یاہوا عــہ۲	۵۲۰
۶۵	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا عــہ۱	۵۱۷	۸۵	میں نے تجھے جداکیا	۵۲۰
۶۶	میں تجھ سے بازآیا	۵۱۸	۸۶	میں نے تجھ سے جدائی کی	۵۲۰
۶۷	میں تجھ سے در گزرا	۵۱۸	۸۷	توخود مختار ہے	۵۲۰
۶۸	تُومیرے کام کی نہیں	۵۱۸	۸۸	توآزاد ہے	۵۲۰
۶۹	میرے مطلب کی نہیں	۵۱۸	۸۹	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	۵۲۱
۷۰	میرے مصرف کی نہیں	۵۱۸	۹۰	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	۵۲۱
۷۱	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	۵۱۸	۹۱	میں نے تجھے تیرے گھروالوں عــہ۳	۵۲۱
۷۲	کچھ قابو نہیں	۵۱۸	۹۲	یاباپ	۵۲۱
۷۳	ملک نہیں	۵۱۸	۹۳	یاماں	۵۲۱
۷۴	میں نے تیری راہ خالی کردی	۵۱۸	۹۴	یاخاوندوں کودیا	۵۲۱
۷۵	تومیری ملک سے نکل گئی	۵۱۸	۹۵	یاخود تجھ کودے ڈالا	۵۲۱
۷۶	میں نے تجھ سے خلع کیا	۵۱۸	۹۶	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا عــہ۴	۵۲۱
۷۷	اپنے میکے بیٹھ	۵۱۸	۹۷	میں تیرے نکاح سے بری ہوں	۵۲۱
۷۸	تیری باگ ڈھیلی کی	۵۱۸	۹۸	بیزار ہوں	۵۲۱

عــہ۱: اگرچہ کسی عوض کاذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔

عــہ۲: فقط میں جداہوں یاہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

عــہ۳: کیامیں نے تجھے تیرے بھائی یاماموں یاچچایاکسی اجنبی کودے دیاتوکچھ نہیں۔

عــہ۴: مجھ میں تجھ میں کچھ نہیں رہاسے کچھ نہیں اگرچہ نیّت کرے۔

مسئلہ ۲۶۹: از کانپور فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن مرسلہ مولوی سیّد سعید الحسن صاحب ۱۱جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھ کو فارغ خطی دے دو اور اس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمہارا جی چاہے وہ کرو، تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہ؟ اور مسمّاۃ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے؟ شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ؟ اگر جائے تو کیا ہے؟ **بینوا فی الکتاب توجروا یوم الحساب۔**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں تین طلاقیں ہوگئیں، زید کے پاس اسے جانا حرام محض ہے، بے حلالہ کے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا،

فان ھذا اللفظ من الرجل لامرأتہ لایستعمل الافی معنی الطلاق ولایرادو لایفھم منہ الاھذا، فکان من الصریح الذی لایحتاج الی النیۃ لانہ حیث یقع جوابا لسؤالھا کما ھٰھنا فانہ لایحتمل الرد کما لایخفی۔	خاوند کی طرف سے بیوی کے لئے اس لفظ کا استعمال صرف طلاق کے معنٰی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد اور فہم یہی ہوتا ہے، لہٰذا یہ لفظ صریح ہے جس میں نیّت کی محتاجی نہیں ہے کیونکہ جیسے یہاں بیوی کے سوال کے جواب میں مذکور ہو تو اس سے رَد کا احتمال نہیں ہوتا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فمالایستعمل فیھا الافی الطلاق فھوصریح یقع بلانیۃ وما استعمل فیما استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام، بحر[1]۔	جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہو وہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں، اور جو لفظ طلاق اور غیر طلاق میں استعمال ہوتو اس حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے، بحر۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

---

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹

مسئلہ ۲۷۰: (مسوّدہ میں سوال نہیں ملا)

الجواب:

اگر یہ بات اس نے صحیح کہی کہ میں تو پہلے خط میں فارغ خطی بھیج چکاہُوں تو اگر اس خط میں یہ تھا کہ میں نے تجھے فارغ خطی دی تو خط لکھتے ہی ایک طلاق ہو گئی تھی اور اگر خط میں یہ تھا کہ جب یہ خط تجھے پہنچے تو تجھے فارغ خطی ہے، اور وہ خط اسے پہنچا تو اس وقت اسے طلاق ہو گئی تھی بہر حال اس طلاق کے بعد اگر تین حیض عورت کو ہو چکے تھے، اس کے بعد یہ خط لکھا جس کی نقل سوال میں ہے جب تو یہ خط بیکار ہے کہ پہلے طلاق ہو چکی اور عدت گزرلی اور اگر اس نے رجعت نہ کی تو عورت اجنبیہ ہو گئی اس کی طلاق کا محل نہ رہی اس صورت میں عورت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس خط کے لکھنے یا پہنچنے کے بعد عورت کو ابھی تین حیض نہ ہوئے یا خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وُہ نہ پہنچا یا اس نے سرے سے خط لکھا ہی نہ تھا یوں ہی غلط لکھ دیا تو ان سب صورتوں میں اس پر تین طلاقیں ہو گئیں، بعد انقضائے عدت سوائے شوہر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے شوہر سے بے حلالہ نہیں ہو سکتا، حلبی پھر شامی علی الدر المختار میں ہے:

انت علیّ المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ لکونہ بائنا[1]، ملخصا۔	تو مجھ پر حرام ہے، کہنے پر مفتٰی بہ قول میں نیت پر موقوف نہیں، حالانکہ یہ طلاق بائنہ ہے ملخصًا (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلانیۃ۔[2]	متاخرین نے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" کہنے میں طلاق بائنہ ہو گی، عرف کی وجہ سے نیت کے بغیر واقع ہو گی (ت)

فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و مفاد ہوتی ہے، ردالمحتار میں ہے:

الصریح ماغلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الافیہ من ایّ لغۃ کانت وھذافی عرف زماننا کذٰلک فوجب اعتبارہ صریحا[3]۔	صریح وُہ لفظ ہے جس کا عرف میں غالب استعمال طلاق کے لئے ہو۔ اور کسی بھی عرف میں وہ بغیر نیت صرف طلاق کے لئے استعمال ہو اور یہ لفظ ہمارے زمانہ کے عرف میں ایسا ہی ہے لہٰذا اس کے صریح ہونے کا اعتبار ضروری ہوگا۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۹

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۲

[3] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳۲

اور صحیح یہ ہے کہ طلاق لے طلاق صریح ہے، محیط پھر ہندیہ میں ہے:

لوقال لھا داد طلاق یقع من غیر نیۃ وھو الاشبہ لان قولہ داد فی العادۃ وقولہ خذسواء ولو قال لھا خذی طلاقك یقع من غیر نیۃ کذاھھنا کذافی المحیط[1]، ملخصًا۔	اگر خاوند نے کہا "طلاق دے" تو بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، اور یہی اشبہ بالحق ہے، کیونکہ "داد" کہنا ایسے ہی ہے جیسے کسی نے "خذ" (لے پکڑ) کہا تو عادت میں "داد" (فارسی) اور خذ (عربی) دونوں مساوی ہیں، اور اگر خاوند کہے "لے طلاق پکڑ" تو بغیر نیت طلاق ہو جاتی ہے، تو یہاں بھی ایسے ہی ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے۔ملخصًا (ت)

اور دوبارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید، اشباہ میں ہے:

التاسیس خیر من التاکید فاذا دار اللفظ بینھما تعین الحمل علی التاسیس ولذا قال اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی لو قال لزوجتہ انت طالق طالق طالق طلقت ثلثا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تاسیس یعنی نیا فائدہ، تاکید سے بہتر ہے، لہٰذا جب کوئی لفظ تاسیس اور تاکید دونوں کا احتمال رکھے تو اس کو تاسیس پر محمول کرنا متعین ہوگا، اس لئے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند نے لفظ طلاق کو تین مرتبہ دہرایا تو تین طلاقیں ہوں گی۔واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۱: ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں "لے" کا لفظ مکرر نہ ہوتا، یُوں ہوتا کہ فارغ خطی لے تو بقیہ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا؟ بینوا توجروا

الجواب:

خط لکھنے اور پہنچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وُہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں، تو اگر اس نے اس لفظ کہ "تو میرے کام کی نہیں" طلاق کی نیت کی تو ایک اس سے

وانما احتاج الی النیۃ مع ان الحال حال المذاکرۃ کما ذکرہ مسندا	حالت مذاکرہ طلاق (جیسا کہ بیوی کے باپ کے خط کا حوالہ ہے) ہونے کے باوجود نیت کا محتاج ہوگا

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

[2] الاشباہ والنظائر التاسیس خیر من التاکید ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۱

الٰی کتاب ابیھا لانه یحتمل السب کما حققناہ فی جدالممتار والحالۃ حالۃ الغضب فلاتجعله المذاکرۃ غنیامن النیۃ کما حققناہ فیه مستفتدین اور دوسری فارغ خطی لے، سے لانه رجعی صریح فیلحق البائن اماقوله حرام ہوچکی فھو وان صار صریحا بالعرف لایلحق البائن علی مافی الحلبی ثم الشامی، حیث قالا ولایردانت علی حرام، علی المفتی به من عدم توقفه علی النیۃ مع انه لایلحق البائن ولایلحقه البائن لکونه بائنالما ان عدم توقفه علی النیۃ امر عارض له لابحسب اصل وضعه[1]اھ	کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے جیسا کہ ہم جدالممتار میں تحقیق کرچکے ہیں جبکہ یہاں حالت بھی غصّہ کی ہے، اس لئے مذاکرہ طلاق یہاں نیت سے مستغنی نہیں کرسکتا، جیسا کہ ہم نے فتح القدیر سے ان کو استفادہ کرکے تحقیق کی ہے، اور دوسری (طلاق یہ کہنے سے کہ "فارغ خطی لے" کیونکہ یہ صریح رجعی طلاق ہے تو بائن کو لاحق ہوگی، لیکن خاوند کا کہنا "حرام ہوچکی ہے" یہ لفظ اگرچہ عرف کی بناء پر صریح طلاق بن چکاہے لیکن بائن کو لاحق نہ ہوگی حلبی اور پھر شامی کے بیان پر کہ "ضابطہ پر تو مجھ پر حرام ہے" سے اعتراض نہ ہوگا جیسا کہ مفتٰی بہ قول پر یہ نیت پر موقوف نہیں ہے (یعنی صریح طلاق ہے) حالانکہ نہ بائنہ اس کو لاحق ہوسکتی اور نہ ہی یہ بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے، کیونکہ ایسی بائنہ ہے جو نیّت پر موقوف نہیں ہے، اور اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا (یعنی صریح ہونا) عارضہ کی بناء پر ہے اپنے اصل کے اعتبار سے نہیں اھ (ت)

اقول: والوجه فیه انه یمکن جعله اخبارا فلاضرورۃ جعله انشاء (**میں کہتا ہوں**، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کو قبل ازیں طلاق سے حکایت اور خبر قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے اس کو انشاء قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ت) اور اگر اس لفظ سے کہ "تو میرے کام کی نہیں" اس نے نیت طلاق کی تو ایک حرام سے ہوچکی اور دوسری فارغ خطی سے، بہر حال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی،

لان کل مابعدہ کنایات بوائن فلاتلحق البائن و اللفظ الثانی وان کان الواقع به رجعیاقدصار بلحوقه البائن بائنا فلاتلحقه	کیونکہ اس کے بعد تمام الفاظ بائنہ طلاق والے ہیں لہٰذا وہ بائنہ کو لاحق نہ ہوں گے، اور دوسرا لفظ، اگرچہ اس سے رجعی طلاق ہوئی مگر اس کو بائنہ لاحق ہونے پر وُہ بائنہ ہوگئی اس لئے اس کو

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۹

كناية بائن لامكان جعله اخبار ابل لحوقه بالثانی لحوقه بالاول وقد كان بائنا فيمتنع كله كما بيناه فی جدالممتار.	کنایہ والی بائنہ لاحق نہ ہوسکے گی، بلکہ اس کو خبر بنایا جانا ممکن ہے اس لئے اس کو طلاق نہ قرار دینے کی وجہ سے بھی لحوق نہ ہوگا بلکہ اس کو ثانی کو لحوق ہی اول کو لحوق قرار دیا جائے گا جبکہ یہ بائنہ ہے لہٰذا اس کے بعد والی تمام بائنہ ممنوع ہوں گی جیسا کہ ہم نے جدالممتار میں بیان کیا ہے۔(ت)

اور اگر وہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہئے۔

لان اقراره بتقديم فار غخطی اقرار بالطلاق، فيكون طلاقا قضاء والباقيان باللفظين المذكورين هذاماظهرلی والعلم بالحق عند ربّی۔ واللّٰه‌تعالٰی اعلم۔	کیونکہ اس کا "فارغ خطی" کے بارے میں پہلے ہونے کا اقرار، طلاق کا اقرار ہے تو یہ قضاءً طلاق ہوگی اور باقی دو۲ طلاقیں مذکورہ دو۲ لفظوں سے ہوجائیں گی، مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ واللّٰہ‌تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲: از مرزاپور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں ۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہوئی اس کو مار پیٹ کیا جس گھر میں وُہ تھی اس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانے میں بیٹھے ہوئے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے ہے ہم سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے، تو ہم نے کہا کہ تم کہتے ہو تو ہم اس کو مانگتا نہیں دو۲ مرتبہ کہا ہم اس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں، بیٹے نے کہا تم اس کو فارغ خطی دے دو، ہم نے کہا تم کو اختیار ہے، لڑکا ہمارا فارغ خطی لکھ کر لایا لکھوالایا ہم نے اس کو پڑھوایا نہیں، دستخط اس پر کردئے، فارغ خطی زبان بنگلہ میں ہے بجنسہٖ بلف ہذا مرسل ہے، اس صورت میں طلاق ہوا یا نہیں؟ اب عورت چاہتی ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہوجائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

بلاشبہہ جائز ہے، حلالہ کی اصلاً ضرورت نہیں، اس سوال کے ساتھ زبان وخط بنگلہ میں دو۲ کاغذ آئے، ایک ازجانبِ زوجہ جس میں شوہر سے مہر وطلاق پانے کا ذکر ہے، دوسرا از جانبِ شوہر جس کا ترجمہ چند معتبر مسلمان بنگالی طلبہ علم نے یہ کیا (میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزاپور، طلاق یہ ہے کہ شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت دین محمدی کے نکاح کیا، اس وقت راضی سے مہر ادا کرکے طلاق بائنہ دی۔ راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور کا دو۲ خواہ دس۱۰ بار کہنا ہم اس کو مانگتا نہیں

مانگتا نہیں، یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش وطلب وارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیتِ طلاق کہے،

فی الھندیة اذاقال لااریدک، اولااحبک، اولا اشتھیک، اولارغبة لی فیک، فانه لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی کذافی البحر الرائق۔[1]	ہندیہ میں ہے: جب خاوند نے کہا، میں تجھے نہیں چاہتا، یا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا، یا، مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول میں ہے، بحر الرائق میں یونہی ہے۔(ت)

اور فارغ خطی کی اصل وضع اس کاغذ کے لئے ہے جو مدیون کو بابت بے باقی وبرأت ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا، یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اس کے مطالبہ وحقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامہ بائن تحریری تھی

علاانه ھو الحقیقة العرفیة کما علمت فھو ظاھر بنفسه وان لم یکن ھناك مظھرله۔	اس کے علاوہ یہ حقیقت عرفیہ ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خود ظاہر ہے اگرچہ کوئی دوسری چیز اس کو ظاہر نہ کرے۔(ت)

پسر عبدالغفور خاں نے جبکہ اس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اسے اختیار دینا ہُوا، مرد جسے اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دے اس میں حکم یہ ہے کہ وہ اختیار اسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلاضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کیلئے جو اس کار طلاق سے متعلق نہ تھی اُٹھ جائے یا وہیں بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہوجائے تو وُہ اختیار زائل ہوجاتا ہے،

فی الھندیة عن الخلاصة عن الصغرٰی لوقال لاجنبی امرامرأتی بیدک، یقتصر علی المجلس ولایملك الرجوع[2] اھ وفیھا	اگر کسی اجنبی کو کہا، کہ، میری بیوی کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، تو اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا، اور رجوع کا اختیار نہ ہوگا اھ اور اسی میں خانیہ

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] فتاوٰیہ ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید ۱/۳۹۳

عن الخانیۃ لوقال لغیرہ طلق امرأتی فقد جعلت ذٰلك الیك فھو تفویض یقتصر الی المجلس[1] الخ وفی الدرالمختار فی قولہ لاجنبی طلق امرأتی یصح رجوعہ عنہ ولم یقید بالمجلس لانہ توکیل الّا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا والفرق بینھما فی خمسۃ احکام ففی التملیك لایرجع ولایعزل ویتقید بمجلس[2] الخ ملخصًا۔وفی ردالمحتار عن الفتح المبدل للمجلس مایکون قطعا للکلام الاوّل وافاضۃ فی غیرہ[3] الخ وفیہ الاصح انہ لابدان یکون مع القیام دلیل الاعراض اھ[4] وفیہ الکلام الاجنبی دلیل الاعراض اھ[5]۔	سے منقول ہے: اگر خاوند نے دوسرے کو طلاق کااختیار دیتے ہوئے کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے"، تو یہ اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا الخ درمختار میں ہے اگر خاوند نے دوسرے کو کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے" اگر اجنبی نے اس اختیار سے طلاق دے دی تو رجعی ہوگی، انہوں نے اس اختیار کو صرف مجلس کے لئے نہیں کہا اور کہا یہ توکیل ہے اور اگر تیری مرضی ہو تو میری بیوی کو طلاق کہا تو پھر تملیک ہوگی، اور وکیل بنانا اور مالک بنانا ان دونوں باتوں میں پانچ فرق ہیں، مالک بنانے پر اختیار کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے معزول کرسکتا ہے اور یہ اختیار مجلس کے لئے ہی ہوگا الخ ملخصًا۔ ردالمحتار میں ہے کہ مجلس کی تبدیلی ایسی چیز سے ہوگی جو پہلی بات کو منقطع کردے اور دوسرے کام میں مصروف کردے الخ۔ اور اسی میں ہے مجلس سے کھڑا ہوجانا اس میں اعراض کے لئے دلیل بھی ہونی ضروری ہے اھ، اسی میں ہے پہلے بات سے ہٹ کر کوئی اجنبی بات کرنا اعراض کی دلیل ہے اھ(ت)

الفاظِ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کر لایا لکھوایا جس سے ظاہر ہے کہ پسر نے اسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہوئی، اب اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ کاغذ مذکور پسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہوا یہ اٹھ کر جانا بضرورت قلم یادوات یاکاغذ لینے کے تھا یہ اشیاوہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اسی اختیار کی بناء پر واقع ہوئی اور پسر کے لکھتے ہی شاہدالنساء پر ایک طلاق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۹۳
[2] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۷
[3] ردالمحتار باب تفویض الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸
[4] ردالمحتار باب تفویض الطلاق داراحیاء التراث العربی ۲/ ۴۷۷
[5] ردالمحتار باب تفویض الطلاق داراحیاء التراث العربی ۲/ ۴۷۷

بائن پڑ گئی، عبدالغفور خاں کااس تحریر کوپڑھناسُننا کچھ ضرور نہ تھا،

فانه انما عمل بموجب التفويض والمفوض مملك والمملك يعمل بمشية نفسه من دون توقف على رضا المملك بالكسر حتى لو رجع بعد ماملك لم يملك الرجوع كماتقدّم۔	کیونکہ اس نے تفویض کے مطابق عمل کیا ہے،اور جس کو تفویض کیا گیا ہو وہ مالک بنادیا جاتا ہے اور جس کو مالک بنایا گیا ہو وہ اپنی مرضی سے عمل کرتا ہے اور مالک بنانے والے کی مرضی پر موقوف نہیں رہتا، حتی کہ جب کسی کومالک بنادیا تو اب مالک بنانیوالا واپس لینے کا مالک نہیں رہتا، جیسا کہ پہلے گزرا۔(ت)

اور اگر یہ اٹھ کر جانا بے ضرورت یاضرورت تحریر سے جدا کسی اور غرض کے لئے تھا یاوُہ تحریر اس نے کسی اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں اُس اختیار کی بناء پر نہ ہُوا بلکہ ایک فضول واجنبی کالکھنا تھا،

فان المفوض اليه بفصل اجنبی یصیراجنبیا. وهو انما فوض اليه التطليق دون التوكيل كما ان الوكيل بالطلاق لايملك ان يوكل غيره اويجيز مافعل غيره كمانص عليه فی الانقروی من الخانية۔	جس کو کوئی اختیار سونپا جائے تو اجنبی شخص سے دخل کی وجہ سے وہ بھی اجنبی ہوجاتا ہے کیونکہ مالک نے اس کو طلاق دینے کااختیار سونپا ہے نہ کہ دوسرے کو وکیل بنانے کا اختیار سونپا، جس طرح وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل بنانے کا مجاز نہیں اور نہ ہی وہ دوسرے کے عمل کے اس میں جائز کرسکتا ہے جیساکہ انقروی نے خانیہ سے نقل میں اس کی تصریح کی ہے۔(ت)

اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یااذن تحریر نہیں یانہ رہاوُہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تواس کانفاذ اجازتِ شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اس کے مضمون پر مطلع ہوکر اس تحریر کو نافذ کردے مثلاً صراحۃً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یااجازت دی یانفاذ دیا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اس پر اپنے دستخط کردے یااپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجنے کو کہے تو وہ تحریر نافذ ہوجاتی اور گویاخود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں،

فی البزازية قبيل مسائل المجازاة كتب غيرالزوج كتاب الطلاق وقرأه على الزوج فاخذه وختم عليه اوقال لرجل ابعث هذاالكتاب اليهافهذا بمنزلة كتابته	بزازیہ میں اجازت کے مسائل سے تھوڑا پہلے ہے کہ زوج کے غیر نے طلاق نامہ لکھااور پھر اس کو خاوند پر پڑھاتو خاوند نے لے کراس پر مہر لگائی یا دوسرے کسی شخص کو کہا یہ طلاق نامہ میری بیوی کو جاکردے دو، تو یہ کارروائی ایسے ہی ہوگی جیسے خاوند نے خود

بنفسه[1]اھ۔ ومثله فی الخلاصة قلت ولعل هذاهو محمل مافی الهندية عن المحيط عن المنتقی وفی ردّالمحتار عن التاترخانية ان کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لایقع الطلاق به اذالم یقرانه کتابه[2]اھ فان الاقرار کما یکون صریحا فکذالك دلالة۔	طلاق نامہ لکھا ہو اھ، اور خلاصہ میں بھی ایسا ہے قلتُ (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں محیط سے اور انہوں نے منتقٰی سے اور ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے جو ذکر کیا کہ جو طلاق نامہ خاوند نے خود نہ لکھا نہ لکھوایا تو اس سے طلاق نہ ہوگی تاوقتیکہ خاوند اس تحریر کی تصدیق نہ کردے کہ یہ میری کارروائی ہے، تو بزازیہ کی مذکورہ عبارت کا محمل بھی یہی ہے کیونکہ جس طرح اقرار صراحتًا ہوتا ہے یونہی دلالۃً بھی ہوسکتا ہے (ت)

اور پُرظاہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وُہ اس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اسے پڑھوا کر سنے بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دوسرا پڑھ دے یا اس کا خلاصہ مضمون بتادے ہر طرح حاصل ہے۔

فقول البزازية قرأه علی الزوج غیر قید بل تصویر لاطلاع الزوج علی مافیه فانه لامعنی لتنفیذ ما لایدری۔	تو بزازیہ کا قول کہ "خاوند پر پڑھے اور سنائے" قید نہیں ہے بلکہ خاوند کو طلاق نامہ کی تحریر پر اطلاع کی ایک صورت ہے کیونکہ خاوند کے علم کے بغیر اس کی طرف سے کارروائی بے معنٰی ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

قال فی فتح القدیر وصورته ان یکتب الیها یخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود وقرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه، او تقول ان فلانا کتب الی یخطبنی فاشهدوا انی قدزوجت نفسی منه، امالولم تقل	فتح القدیر میں فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو خط لکھے اور اس نکاح کے پیغام کو کوئی لے جاکر عورت کو پیش کرے، عورت گواہوں کو حاضر کرکے انہیں خط سنائے اور پھر یُوں کہے کہ میں نے فلاں سے اپنا نکاح کیا، یایُوں کہے کہ فلاں نے مجھے منگنی کا پیغام لکھا ہے تو تم گواہ بن جاؤ کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کردیا ہے۔ لیکن اگر عورت نکاح کا پیغام

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ نوع آخر التوکیل والکنایۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۸۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۸۵

بحضرتهم سوٰی زوجت نفسی من فلان لاینعقد لان سماع الشطرين شرط باسماعهم الكتاب اوالتعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا[1]۔	سنائے بغیر مجلس میں موجود گواہوں کو صرف یہ کہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کردیا ہے تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کا ایجاب اور قبول دونوں باتوں کو ایک مجلس میں سننا ضروری ہے، تو عورت کا گواہوں کو منگنی کا خط سنانا یا منگنی کو فلاں کی طرف سے ذکر کرنا اور پھر اپنی طرف سے قبولیت کو ذکر کرنے سے نکاح کے دونوں رکن گواہوں نے ایک مجلس میں سُن لئے، اس کے برخلاف اگر یہ چیز منتفی ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وُہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر کرنے والا پوچھ لے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہوا اور عبدالغفور خاں نے اس کے مضمون پر مطلع ہو کر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہد النساء پر طلاق پڑ گئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہوا اور بے اطلاع مضمون مہر کردی تو البتّہ طلاق نہ ہوئی، بالجملہ اگر یہ پچھلی صورت واقع ہے جب تو شاہد النساء بدستور نکاح نکاح عبدالغفور خاں میں ہے اور اگر وہ پہلی دو۲ صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صورت پر تحریر پسر اور دوسری صورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہر حال ایک طلاق سے زائد نہ ہوئی اگر اس سے پہلے کبھی دو۲ طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلّف اس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں، **هذا كله ماظهر للعبد الضعيف والعلم بالحق عندالخبير اللطيف** (یہ تمام وہ ہے جو اس عبد ضعیف (مصنف) پر ظاہر ہوا، جبکہ حقیقت کا علم علیم خبیر کے پاس ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۳: از مانگرول بندر کاٹھیاواڑ تائی باڑی مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمعدار ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

حضرت قبلہ گاہ مولٰنا صاحب سلّمہم اللہ تعالٰی از جانب مانگرول بندر فدوی خاکسار فتح محمد ابن نور محمد جمعدار کے از حد آداب وتسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصّہ میں طلاق فارقتی لکھ کے اس کی والدہ کے اس کو فارقتی بھیج دی، پھر بہت پچھتایا، ایک اور بچّہ بھی صغیر برس روز کا ساتھ ہے اس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے

[1] الاشباہ والنظائر احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۹۷۔۱۹۶

وُہ رات روز رو رہے ہیں اور فارقتی لکھ کر دی ہے اور منہ سے کچھ بھی نہیں کہا ہے، آخر اس کے رونے پر اور میرا بچّہ چھوٹا سا تھ ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہوسکتی اور مولوی محمود انتقال کر گئے اب آپ اس میں جو حکم فرمایئے سو کیا جائے گا۔

سُوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بباعث کسی منازعت کے حالتِ غصّہ میں اس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مبہم بلاعدد لفظ طلاق کے یوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں، جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں دو ۲ طلاقیں ہوگئیں، حلالہ کی کوئی حاجت نہیں، اگر اس طلاق کے بعد عدّت گزر گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہو کر ختم ہوگئے جب تو عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح کرلے اور اگر عدت باقی تو دو صورتیں ہیں اگر فارقتی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو ۲ طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک اب تین ہوگئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں، اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں، عورت نکاح سے نکل گئی مگر اس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اس سے نکاح کرسکتا ہے خواہ عدّت گزری ہو یا نہیں اسی شرط پر کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اس صورت میں کہ فارغ خطی سے اس نے وہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اس کی سند بھیجتا ہوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدّت کے اندر رجعت کرسکتا ہے جب کہ پہلے کبھی دو ۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۴: از دفتر مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت مرسلہ مولوی فضل حق صاحب　　　۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کے سسرالیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو، زید نے کہا تم کل چُھڑاتی ہو میں ابھی چھوڑتا ہُوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی؟ بحوالہ کتب سے

عبارت جواب کا جلد اُمیدوار ہوں۔

الجواب:

تین طلاقیں مغلظہ ہو گئیں، محیط وذخیرہ وخلاصہ وہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وہ اس پر حوالہ وعبارت طلب نہ کرے گا، اور جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوءِ ادب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۵: از پیلی بھیت محلّہ عبداللطیف خاں مسئولہ پیارے ۱۹ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خُسر اور داماد میں لڑائی ہونے پر داماد کہے کہ اگر تم کل چھوڑواتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں، اس لفظ کے کہنا پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

طلاق رجعی ہو گئی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۶: از شہر کانپور اے بی روڈ، دکان جناب حافظ پیر بخش صاحب سوداگر مسئولہ ولی محمد صاحب ۱۷جمادی الاخری

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے سسرال گیاتو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں، اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتاہوں کہ میرا آنا آپ لوگوں کو بہت ناگوارا ہوا، پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشاء یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اس پر زید نہایت برہم ہوا، اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہُوں تو دوسرے سے نکاح کر دو، اس کے جواب میں خوشدامن نے کہاہاں تو پسند نہیں ہے، آیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہوجائے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر بہ نیّتِ طلاق تھا ایک طلاق بائن گئی، اور اگر بقسم کہے کہ میری نیّت طلاق کی نہ تھی قبول کرینگے اور وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے۔ عالمگیریہ میں عنایہ سے ہے:

لوقال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلاث صح وان لم ینوشیئالم یقع۔[1]	اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تو نکاح کرلے، طلاق کی نیت یا تین طلاقوں کی نیت کی ہونیت کے مطابق ایک یا تین طلاقیں صحیح ہوں گی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو واقع نہ ہو گی (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

ردالمحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے:

لوقال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنک[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کچھ نیت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس کے کہنے کا مقصد یہ ہوگا کہ تجھے ممکن ہو تو نکاح کر (جبکہ طلاق کے بغیر ممکن نہیں، تو طلاق نہ ہوگی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۷: از موضع نان ٹوڈاکخانہ اکبر آباد ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد تحسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بدچلنی اور بدکاری کے الزام لگائے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تُو میرے کام کی نہیں مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی، تو کیا اس صورت میں ادائے لفظِ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو ۲ طلاقیں بائن ہوگئیں، عورت نکاح سے خارج ہوگئی، اگر پہلے کبھی اسے کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے اور پھر کبھی ایک طلاق دے گا تو تین ہوجائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کرسکے گا، اور اگر اس وقت عورت اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کرسکتا، اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اسے دے چکا تھا تو ابھی تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا،

وذٰلك لان اللفظ الاول صریح والثانی کنایۃ یحتمل السب وقدصار الحال باللفظ الاوّل حال المذاکرۃ فوقع به بائن فجعل الاوّل ایضًا بائنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ اسلئے کہ پہلا لفظ طلاق میں صریح ہے، اور دوسرا کنایہ ہے جو کہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتا ہے جبکہ پہلے لفظ کی وجہ سے مذاکرہ طلاق کی حالت ہوگئی تو اس قرینہ کی وجہ سے کنایہ کا لفظ بھی طلاق بائنہ قرار پائے گا جس کی وجہ سے صریح طلاق بھی بائنہ کے حکم میں ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۸: از پیلی بھیت محلّہ پکریا مسئولہ بشیر احمد صاحب ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب دستاربندی ہے اب بیوی کو چند بار یہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتاہوں کہ جہاں تمہارا

---

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۴

دل چاہے چلی جاؤخواہ تم دوسرا خاوند کرلو خواہ بلا خاوند رہو، مگر بی بی چند بار یہ الفاظ سُن کر بھی خاموش تھی تو کچھ دن کے بعد یہ کہاکہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت چلے جانے کی دیتاہوں اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کاغذات دیہہ زمینداری بی بی جس کا زید کارکن تھا حوالہ کردئے تواب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب:

یہ الفاظ کنایہ ہیں نیّت پر حکم ہے، اگر زید نے بہ نیّت طلاق کہے ایک طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اس سے بلاحلالہ اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے جبکہ اس سے پہلے اس عورت کو دو[۲] طاقیں نہ دے چکا ہو، اور اگر وُہ قسم کھا کر انکار کردے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیتِ طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی، اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۹: از آرہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۳شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ زینب سے کہا بصورت نااتفاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے، تب اس پر بی بی مذکور نے کہاکہ جب کھانا نہیں کھاؤگے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہاکہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا صفائی دے دیا تو پھر کہاکہ صفائی دے دیا پھر بی بی نے کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا صفائی دے دیا تو بی بی نے کہاکہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہاکہ کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوا کہ نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہوا تو کیا دلیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں طلاقِ مغلّظ تو کسی طرح نہ ہوئی **فان البائن لایلحق البائن**[1] **کما فی المتون** (کیونکہ بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی، جیساکہ متون میں ہے۔ت) ہاں اگر ان چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اس سے نکاح دوبارہ کرسکتا ہے اور اگر اصلاً کسی لفظ سے نیتِ طلاق نہ کی تو وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہوئی، درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

اذھبی یحتمل ردا ونحو خلیۃ بریۃ یصلح سباً (الی قولہ) فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والالا۔[1]	اس لئے کہ یہ جواب بھی بن سکتا ہے اور تُو جدا ہے، تو بری ہے، یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال رکھتے ہیں اس کے قول کہ "غصہ میں پہلے دونوں الفاظ موقوف رہیں گے، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں" تک۔(ت)

مبسوط امام سرخسی میں ہے:

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ الحق بھذہ الالفاظ خلیت سبیلک، فارقتک، لاسبیل الیک، لاملك لی علیك لانھا تحتمل السب۔ای لاملك لی علیك لانك ادون من ان تملکی وفارقتك اتقاء لشرك وخلیت سبیلك لھوانك علیّ[2] (ملخصًا)	امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ "میں نے تیرا رستہ کھول دیا" "میں تجھ سے جدا ہو" اور "میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں" کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی "میری تجھ پر ملکیت نہیں" کا یہ معنٰی بھی ہوسکتا ہے کہ تو اس قابل نہیں کہ میں تیرا مالک بنوں، اور میں تجھ سے جدا ہوا یعنی تیرے شر سے جدا ہوں، میں نے تیرا راستہ کھولا کیونکہ میرے ہاں تو حقیر ہے (ملخصًا) (ت)

فتح القدیر میں ہے:

یدین فی الغضب لان ھذہ الالفاظ تذکر للابعاد وحالۃ الغضب یبعد الانسان عن الزوجۃ۔[3]	غصہ میں ان الفاظ کے متعلق خاوند کی تصدیق کی جائیگی کیونکہ یہ الفاظ دور کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جبکہ غصّہ کی حالت میں انسان بیوی سے دور رہتا ہے۔(ت)

یہ بات کہ ان میں اصلاً کسی لفظ سے طلاق کی نیّت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہہ دے قبول کرلیں گے اور حکمِ طلاق نہ دیں گے اگر زید جُھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

ویکفی تحلیفھا لہ فی	عورت کا مرد سے گھر قسم لینا

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵۔۲۲۴

[2] مبسوط امام سرخسی باب ماتقع بہ الفرقۃ الخ دار المعرفۃ بیروت ۶/۸۱

[3] فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۲

منزلہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۰: ازمارہرہ مطہرہ مسئولہ حافظ عبدالکریم صاحب ۲۵محرم ۱۳۰۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے ایک شخص نے اپنی خواشدامن وخسر ونیز رُوبرو چند عورات دیگر کے یہ کہا کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں تم اس کو بُلالو ورنہ میں اس کو بے عزّت کرکے نکال دوں گا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں اگر اس نے ان لفظوں سے کہ "میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں" طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیت طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہوگئی ورنہ نہیں۔ فتاوٰی امام خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی رجل ضرب زوجته فلامه اهلها فقالت انت مجارة انی ماقربك غیرنا وطلاقا هل تطلق بهذا القول ام لا(اجاب)لاتطلق،ففی الخانیة فی قوله لاملك لی علیک،لاسبیل لی علیك خلیت سبیلک، الحقی باهلک،لوقال ذٰلك فی حال مذاکرة الطلاق اوفی الغضب وقال لم انوبه الطلاق یصدق قضاء فی قول ابی حنیفة وقال ابویوسف لایصدق ومعنی انت مجارة انت منتقذة معاذة مما تکرهینه وهو قریب من معنی هذه الالفاظ[2] واللہ اعلم انتهی **اقول:**	ان میں سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو پیٹا تو خاوند کو بیوی کے گھر والوں نے ملامت کی، اس پر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تو محفوظ ہوگئی میں تیرے قریب نہ ہُوں گا" طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کیا اس بات سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں، جواب میں انہوں نے فرمایا طلاق نہ ہوگی۔ تو خانیہ میں ہے: خاوند کا بیوی کو کہنا، تجھ پر میری ملکیت نہیں، تجھ پر مجھے کوئی چارہ نہیں، تیرا راستہ میں نے کھول دیا" یا کہا" تو اپنے گھر والوں کے ہاں جا"۔ اگر یہ الفاظ مذاکرہ طلاق یاغصہ میں کہے اور بیان کیا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قضاءً خاوند کی بات مان لی جائے گی، اور امام ابویوسف کے نزدیک قضاءً تصدیق نہ کی جائے گی" تو مجارہ" کا معنٰی تو بچی ہوئی پناہ میں ہے اس چیز سے جس کو تو ناپسند کرتی ہے، اور یہ لفظ اوپر مذکورہ الفاظ کے قریب ہے واللہ تعالٰی اعلم انتہی **اقول:**

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۱

وانت تعلم ان مسئلتنا ھذہ اقرب الی المنصوص من مسئلۃ الخیریۃ کمالایخفی۔	(میں کہتا ہوں کہ) ہمارا زیر بحث مسئلہ خیریہ میں بیان کردہ مسئلہ کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔(ت)

پس اگر وُہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کرلیں گے اور وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے،

فی الدرالمختار القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبٰی[1]۔	درمختار میں ہے: نیت ہونے نہ ہونے میں خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور اس سے گھر میں ہی حلف لے لینا کافی ہے اور اگر وہ حلف دینے سے انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرسکتی ہے تو اگر وہاں بھی حلف سے انکار پر مصر رہے تو پھر حاکم خاوند بیوی میں تفریق کردے، مجتبٰی۔(ت)

ہاں اگر واقع میں اس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جُھوٹی قسم کھالی تو عنداللہ طلاق ہوگئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے، عورت پر الزام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱: از بریلی صدر مسئولہ شیخ عبدالخالق ۱۷ محرم شریف ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالخالق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اس دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی "میں لادعوی ہُوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کرلے" ایسی صورت میں طلاق ہوئی یانہیں؟ اور اگر عبدالخالق پھر اسے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورتِ حلالہ ہوگی یانہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جب کہ طلاق لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہوگئی وہ نکاح سے نکل گئی، اب اس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید برضائے زوجہ کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس سے پہلے کبھی اسے دو۲ طلاقیں نہ دے چکا ہو، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲: مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلّہ طویلہ ۷ شوال ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اسے

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

تکلیف دیتا اور مارتا ایکدن اس سے زیور مانگا اس نے انکار کیا کہا تجھے چاقو سے مارڈالوں گا ہندہ بخوفِ جان والدین کے یہاں چلی آئی شوہر نے چوری کا الزام بھی لگایا اور تھانہ میں رپٹ کا ارادہ کیا لوگوں نے سمجھایا اس وقت یہ گفتگو ہُوئی جو لکھی جاتی ہے، ناصح کیا فضیحت کراؤگے۔ زید: وُہ میری بیوی ہی نہیں رہی فضیحت کیسی۔ ناصح: دیکھو لغو باتیں نہ کرو۔ زید: جب وہ میری بلا اجازت چلی گئی میرے نکاح سے باہر ہے اور وُہ میرے کام کی نہ رہی مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں۔ ناصح: دیکھو کنایہ اشارہ سے بھی طلاق ہوجاتی ہے ذرا سوچ سمجھ کر کہو تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ زید: مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں نہ وُہ میری بیوی ہے۔ آیا اس گفتگو سے وُہ عورت مطلّقہ ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زید کا پچھلا قول کہ "نہ وُہ میری بیوی ہے" مذہبِ مختار پر اصلًا الفاظ طلاق سے نہیں یہاں تک کہ بہ نیتِ طلاق بھی کہے تاہم واقع نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے:

لوقال تُوزنِ من نئی لایقع وان نوی ھو المختار کذافی جواھر الاخلاطی[1]۔	اگر کہا تُو میری بیوی نہ ہے، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی قول مختار ہے، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ (ت)

اسی طرح "مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں" یہ بھی لفظِ طلاق نہیں کہ غرض بمعنی شوق مستعمل ہے **کما فی القاموس** (جیسا کہ قاموس میں ہے۔ت) یا قصد وخواہش **کما فی المنتخب** (جیسا کہ منتخب میں ہے۔ت) یا حاجت **کما فی شروح النصاب** (جیسا کہ شروح النصاب میں ہے۔ت) اوران اشیاء کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق اطلاق کرے۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال لاحاجة لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذافی السراج الوھاج اذا قال لااریدك اولااحبك اولااشتھیك اولارغبة لی فیك فانه لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمه اللّٰہ تعالٰی کذافی البحر الرائق[2]۔	اگر کہا "مجھے تیرے بارے کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی، سراج وہاج میں ایسے ہی ہے۔ اور کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" "میں تجھے پسند نہیں کرتا" "تیرے بارے مجھے رغبت نہیں" اگر نیت ہو تب بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک طلاق نہ ہوگی، بحر الرائق میں یُوں ہی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

اسی میں ہے:

رجل قال لامرأته مرا بکارنیستی ونوی به الطلاق لایقع کذافی الظهیریة۔[1]	کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تُو میرے لئے کام کی نہیں" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔(ت)

ہاں "وہ میری بیوی ہی نہ رہی" کنایات طلاق سے ہے۔عالمگیری میں ہے:

لوقال صرت غیرامرأتی فی رضاأو سخط تطلق اذا نوی کذافی الخلاصة[2]۔	اگر خاوند نے رضایا ناراضگی میں کہا "تو میری بیوی نہ رہی" اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوجائے گی، جیسا کہ خلاصہ میں ہے(ت)

اسی طرح یہ لفظ بھی کہ "وہ میرے نکاح سے باہر ہے" صریح نہیں کنایہ ہے،

لان الخروج من النکاح یکون بالطلاق وبکل فرقة جاءت من قبله کتقبیله بنتها اومن قبلها کتقبیلها ابنه وغیر ذٰلک،فلم یتعین لافادة الطلاق وصار کقوله لم یبق اولیس بینی وبینك نکاح بل هما عبارتان عن معنی واحد،وهذا یتوقف علی النیة فکذا ذاک۔	کیونکہ نکاح سے خروج، طلاق کے ساتھ اور دیگر وجوہ سے بھی ہوسکتا ہے۔مثلاً خاوند بیوی کی بیٹی کا (شہوت کے ساتھ) بوسہ لے یا بیوی خاوند کے بیٹے کا اسی طرح بوسہ لے یا اس کے علاوہ بھی کئی طرح سے فرقت کے اسباب ہوسکتے ہیں، لہٰذا یہ لفظ طلاق کے لئے خاص نہ رہا، جب وُہ کہے "نکاح باقی نہ رہا" یا "تیرے میرے درمیان نکاح نہیں ہے" بلکہ یہ دونوں ہم معنی ہیں تو نیت پر موقوف ہوں گے، یہ بھی ایسا ہے(ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال لها لانکاح بینی وبینك اوقال لم یبق بینی وبینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی[3]۔	اگر کہا "تیرے میرے درمیان نکاح باقی نہیں رہا" اگر نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔(ت)

یوں ہی "وہ میرے کام کی نہ رہی" بھی کنایات سے ہے کما حققناه فی ما علقناه علی ردالمحتار

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

(جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کر دی ہے۔ت) مگر سوقِ کلام سے ظاہر یہ ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کہے، نہ نیتِ انشائے طلاق۔ تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح وبیان علّت، اور اس اخبار کا مبنٰی وُہ غلط گمان جو عوامِ زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازتِ شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور جو اخبار واقرار طلاق بر بنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیانۃً اصلاً مؤثر نہیں،

فی الخیریۃ عن الاشباہ عن جامع الفصولین والقنیۃ ،اذااقر بالطلاق بناء علی ماافتی بہ المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانہ لایقع[1]۔	خیریہ میں اشباہ سے اور وہاں سے جامع الفصولین اور قنیہ سے منقول ہے کہ اگر مفتی کے فتوی کی بناپر طلاق ہونے کا اقرار کیا تو پھر معلوم ہوا کہ طلاق نہ ہوئی، تو اس اقرار کو طلاق نہ قرار دیا جائے گا۔(ت)

خیر بہر حال مدارِ کار نیت پر ہے، اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کُل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اس سے نکاح کر سکتی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لایلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الاطلقۃ واحدۃ بائنۃ[2]۔	اگر کہا، تجھے ایک بائنہ طلاق، اس کے بعد دوبارہ کہا تجھے بائنہ طلاق، تو ایک ہی بائنہ طلاق ہو گی کیونکہ پہلے بائنہ کے بعد دوسری بائنہ اس کو لاحق نہیں ہو سکتی۔(ت)

اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کہے ہوں تو اصلاً طلاق نہ ہوئی وُہ بدستور اس کی زوجہ ہے اور نیتِ طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وُہ بقسم کہہ دے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیت انشائے طلاق نہ کی تھی قطعاً مان لیں گے اور انہیں زوج وزوجہ جانیں گے، اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے: القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ[3] (نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات معتبر ہو گی۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۷

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۷

[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

مسئلہ ۲۸۳: از متھرا محلّہ کیشور پورہ مرسلہ حکیم توحید الحق صاحب ۲۲ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید عاقل وبالغ بفہمائش دیگر مرداں وزبردستی والدین بایجاب ہندہ رضادادہ او را بنکاح خوددر آرد وخلوتِ صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد وہنوز رخصت نشدہ باشد وباز یدپیش دوسہ مرداں صادق وعادل بناراضی بگوید کہ من بایجاب ہندہ برضا ورغبت خود اقرارنداده ام محض بفہمائش وزبردستی مرداں اقرار بلسان نمودم ایں نکاح من مسلم نشدہ باز از سرِ نوخواہد شد واندراں حالت ناراضی از خویش واقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید واز ہندہ خبرے نگیرد ونہ از قرائن واطوار او توقع بازآمدن ماند ودرانجا قاضی وشاہدان عندالایجاب اقرار بالجزم دہد کہ من ناکتخدا ام ہنوز نکاحم از کسے نگردیدہ ونہ از خویش واقارب ماکسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سروکارے است ونہ خواہد شد حالا ہندہ در نکاح زید ماندہ یانہ ودریں صورت چگونہ اززید آزاد گردد، فقط۔	علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں، کہ زید عاقل بالغ نے دوسرے لوگوں کی تلقین اور والدین کے جبر پر ہندہ سے ایجاب وقبول کیا اور اس سے نکاح کرلیا، اور ابھی رخصتی نہ ہوئی اور خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی کیونکہ ہندہ ابھی والدہ کے پاس ہے، اس کے بعد زید نے دو تین سچے اور عادل حضرات کے سامنے نکاح پر عدمِ رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے ہندہ سے اپنی رضامندی اور رغبت کے ساتھ ایجاب نہیں کیا بلکہ محض دوسروں کی زبردستی کی بنا پر اور ان کی تلقین کی وجہ سے صرف زبانی رضامندی ظاہر کی تھی اس لئے یہ نکاح مجھے منظور نہیں، یہ نکاح دوبارہ ہونا چاہئے، اندریں حالات خویش واقارب کی ناراضگی ہوئی جس پر وُہ کہیں سفر پر نکل گیا اور ہندہ کی خبر تک نہ لی، اور اس کے قرائن واطوار بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ واپس نہیں آئے گا، وہاں اس نے تمام گواہوں اور قاضی وغیرہ کو بالجزم یہ تاثر دیا کہ وہ ابھی کنوارہ غیر شادی شدہ ہے اور کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اور یہ بھی تاثر دیا کہ میرے خویش واقارب میں کوئی بھی زندہ نہیں رہا اور میرا اب وطن سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی ہوگا۔ تو مذکورہ حالات میں ہندہ ابھی زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں زید سے ہندہ کا چھٹکارا کیسے ہو؟ فقط۔

الجواب:

درصورتِ مستفسرہ بقطع نظر ازانکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جبر واکراہ دربارہ نکاح مخلِ صحت ونفاذ ولزوم نباشد فی الھندیۃ	صورتِ مسئولہ میں قطع نظر اس بات کے کہ یہ جبر واکراہ شرعی تھا یا نہیں، نکاح میں جبر واکراہ اس کے نفاذ اور لزوم کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ ہندیہ میں ہے

تصرفات المکرہ کلھا قولامنعقدۃ عندنا وما لا یحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح فھو لازم کذافی الکافی[1] اھ ملخصا قول او من نا کتخدا ام وہنوز باکسے نکاح نہ کردہ چیزے نیست زیراکہ جحود نکاح خبر دروغ ست واثرے ندارد فی الھندیۃ ان قال لم اتزوجك ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذافی البدائع ولوقال مالی امرأۃ لایقع وان نوی[2] ہمچناں قول او مرادر وطن باکسے سروکارے نیست ونخواہد بود کہ سروکار نبودن بمعنی نفی غرض وتعلق قلب ست کہ عبارت از رغبت وحاجت باشد گویا گفت باکسے غرضے ندارم یا حاجتم نیست یا پروائے کسے ندارم وایںہا خود از الفاظ طلاق نیست فی الھندیۃ لوقال لاحاجۃ لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق اذاقال لااریدك ولااحبك اولااشتھیك اولارغبۃ لی فیک، فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[3] باز علماء

کہ مجبور کئے ہوئے شخص کے قولی تصرفات ہمارے نزدیک منعقد ہوجاتے ہیں اور وُہ امور جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے ہیں مثلاً طلاق، عتاق اور نکاح یہ لازم ہوجاتے ہیں جیسا کہ کافی میں ہے، ملخصًا۔ لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ میں ابھی کنوارا ہوں اور ابھی تک کسی سے نکاح نہیں کیا کوئی چیز نہیں کیونکہ نکاح کا انکار جُھوٹی خبر ہے جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر کہے "میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا" تو طلاق کی نیت ہو تو بھی طلاق بالاجماع نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے، اور یُوں نہیں اگر کہے "میری کوئی بیوی نہیں" طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ زید کا یہ کہنا کہ "وطن میں میرا کسی سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہوگا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا قلبی تعلق یا غرض کسی سے نہیں ہے، جس کا معنٰی رغبت اور حاجت ہے، گویا اس نے یُوں کہا مجھے کسی سے غرض یا حاجت نہیں ہے یا مجھے کسی کی پروا نہیں ہے جبکہ یہ مذکور الفاظ طلاق میں سے نہیں ہیں، ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا مجھے تجھ میں حاجت نہیں یا میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں رکھتا، مجھے تجھ سے رغبت نہیں، تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک۔ نیز علماء کرام نے فرمایا ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الاول فی تفسیر شرعاً الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

فرمودہ اند اگر گفت زنانے بغداد ہمہ طلاقہ اند وزنِ او نیزاز بغداد ست مطلّقہ نشود مگر آں کہ بالتعبیر نیت او کردہ باشد فی ردالمحتار ذکر فی الذخیرۃ اولا الخلاف فی نساء اھل بغداد طالق،فعندابی یوسف وروایۃ عن محمد لاتطلق الاان ینویھا لان ھذاامرعام[1]،وفیہ ایضاً عن الاشباہ عن الخانیۃ الفتوی علی قول ابی یُوسف[2] (ایں جا لفظ وطن گفتہ است کہ از بلدہ وقریہ عام ترست باز تخصیص زناں ہم نہ کرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زناں ومرداں وپسراں ودختراں ہمہ راشامل است بالجملہ درصورت مسئولہ نکاح صحیح ولازم ست وطلاق ثابت نیست چارہ کارجزیں چیست کہ رجوع بحکومت کردہ آید تاطلاق رسد یا حقوق زنا شوئی مودی شود۔واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کہ کوئی شخص کہے بغداد کی تمام عورتوں کو طلاق ہے اور اس کی بیوی بھی بغداد میں ہو تو اس کی بیوی کو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب تک اس لفظ سے بیوی کی طلاق کی نیت نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تمام بغداد والوں کی عورتوں کو طلاق تو ذخیرہ میں اوّلاً اسکے متعلق اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک طلاق نہ ہوگی،اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ایک روایت بھی یہی ہے تاوقتیکہ بیوی کی نیت سے نہ کہے،کیونکہ یہ عام بات ہے اور اس میں اشباہ اور وہاں خانیہ سے منقول ہے کہ فتوٰی امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے،زید نے وطن کہا ہے جو کئی شہروں اور قریوں پر مشتمل ہے،اور پھر اس نے خاص عورتوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف "وطن سے سروکار نہیں" کہا،تو وطن سب مردوں،عورتوں، بچّوں اور بچیوں کو شامل ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئولہ صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ثابت ہے اور طلاق ثابت نہیں ہے، چھٹکارے کا چارہ کار یہی ہے کہ کسی شرعی حاکم کے ہاں رجوع کرے تاکہ وہ طلاق حاصل کرائے یا حقوق زوجیت بحال کرائے۔واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۲۷۴: از پیلی بھیت محلّہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شاہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا"میں نے تجھے آزاد کیا"اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں؟اور اب اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا**

[1] ردالمحتار باب الطلاق غیر المدخول بہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۱

[2] ردالمحتار باب الطلاق غیر المدخول بہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۱

الجواب

یہ لفظ کہ "مرد نے عورت سے کہا" اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلًا نہ ہوئی اور اگر بہ نیتِ طلاق کہے تو ایک طلاق پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، نہ اسے کچھ انتظار کی حاجت، دونوں آپس میں راضی ہوں تو اسی وقت پھر نئے سرے سے نکاح کرلیں، ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغلظہ ہوگئی کہ اب بے حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔

فی الهندیة لوقال اعتقتك طلقت بالنیة كذافی معراج الدرایة اھ[1] وفی الدر کنایته مالم یوضع له ای الطلاق واحتمله وغیره ویقع البائن ان نواها اوالثنتین وثلث ان نواه، ولایلحق البائن اذاامكن جعله اخبارا عن الاول كانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقة فلایقع لانه اخبار فلاضرورة فی جعله انشاء بخلاف ابنتك باخری اوقال نویت البینونه الكبری لتعذرحمله علی الاخبار فیجعل انشاء[2] اھ ملتقطا۔	ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیتِ طلاق سے طلاق ہوجائے گی، جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے اھ اور دُر میں ہے وُہ لفظ کنایہ ہوتا ہے جو طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور وُہ طلاق اور غیر طلاق دونوں قسم کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بائنہ طلاق ہوگی اور ایسے لفظ سے بائنہ طلاق ہوگی ایک یا دو کی نیت سے ایک، اور تین کی نیت سے تین ہوں گی اور ایسا لفظ پہلے بائنہ طلاق کو لاحق نہ ہوگا مگر جب وُہ پہلی طلاق کی حکایت کا احتمال رکھتا ہو تو اس کو خبر وحکایت ہی قرار دیا جائے گا، مثلًا یُوں کہے "تُو بائن بائن ہے" یا کہے "میں نے ایک طلاق بائنہ دی ہے" تو دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں، اس کے برخلاف جب یُوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی" یا کہے "میں نے بڑی بائنہ کی نیت کی ہے" تو اس صورت میں اس کو خبر قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس کو انشاء ہی ماننا پڑے گا اھ ملتقطا (ت)

مسئلہ ۲۸۵: از بدایوں مرسلہ اعلیحضرت سیّد ابوالحسن احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

ایک عورت سے ایک مرد اجنبی نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سُنا تو اعتبارِ جبر نہ کرکے یہ کلمات کہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

"میرے کام کی نہ رہی، میں نے چھوڑدی، اگر آئے گی تو ناک کاٹ لُوں گا، جہاں چاہے چلی جائے، جو چاہے سو کرے"۔ اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزر گیا، آیا طلاق پڑی یا نہیں؟ وہ عورت دُوسرا نکاح کرے یا نہ کرے؟ خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا، بدستور مقر اسی بات کا ہے جو کہی تھی الفاظِ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے، فقط۔

الجواب:

عورت کو چھوڑدینا عرفاً طلاق میں صریح ہے، خلاصہ وہندیہ میں ہے:

لوقال الرجل لامرأته تراچنگ باز داشتم او بهشتم اویله کردم تراوپاے کشادہ کردم ترا فهذاکله تفسیر قوله طلقتك عرفاحتی یکون رجعیاویقع بدون النیة[1]۔	اگر کوئی شخص بیوی کو کہے "میں نے تیرا چنگل باز رکھا، تجھے چھوڑا ہے، تجھے جُدا کردیا ہے یا تیرے پاؤں کھول دئے ہیں، تو یہ تمام الفاظ عرفاً" تجھے طلاق دی "کے ہم معنٰی ہیں، اس لئے ان سے رجعی طلاق ہوگی اور بغیر نیت طلاق ہوگی۔ (ت)

"اور جہاں چاہے چلی جائے" کنایاتِ طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تنقیحِ نیت کا محتاج نہ رہا،

فی التنویر کنایته مالم یوضع له واحتمله وغیرہ فلاتطلق بها الابنیة اودلالة الحال[2]۔ فی ردالمحتار المراد بها الحالة الظاهرة المفیدة المقصودة ومنها تقدم ذکر الطلاق، بحرعن المحیط[3]۔	تنویر الابصار میں ہے کہ جو لفظ طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بغیر دلالت ونیت طلاق نہ ہوگی، اس پر ردالمحتار میں ہے: دلالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی ظاہر ایسی حالت ہو جو مقصود کے لئے مفید ہوسکے اسی قبیل سے ہے کہ ان الفاظ سے قبل طلاق کا ذکر ہوچکا ہو، بحر میں محیط سے منقول ہے۔ (ت)

اور جبکہ یہ بائنہ اس طلاق صریح رجعی سے ملی وُہ بھی بائنہ ہوگئی،

فان البائن یلحق الرجعی ویلحوقه یبطل	بائنہ طلاق جب رجعی کو لاحق ہوجائے تو اب خاوند کو

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۹

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[3] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

خیار الرجعۃ فیصیران بائنین، کما صرحوا بہ۔	رجوع کا اختیار ختم ہوجاتا ہے کیونکہ دونوں بائنہ بن جاتی ہیں، جیسا کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے (ت)

پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو۲ طلاقیں بائن پڑ گئیں، اگر اس مدت میں عدت گزر گئی ہو تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۶: ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اس کے محلّے کے ہیں وُہ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی اور اس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے اس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اس کے مکان کو آگ لگ گئی تو لوگوں نے کہا کہ آگ اس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لے کر آدمی کو اور عورت کو دونوں کو چوکی پر لئے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہہ دی کہ یہ عورت میری بہن ہے تو ان دونوں کو اُن آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت مرد دونوں باہم راضی ہیں تو اس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص آپ کے پاس سے فتوٰی لے جاوے اور اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے؟ بینوا توجروا عنداللہ۔

الجواب:

عورت کی نسبت یہ لفظ کہا کہ "یہ میری بہن ہے" نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ سائل نے اظہار کیا کہ اس شخص نے حالتِ غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دو بار یہ لفظ کہے کہ "میں نے اسے چھٹی دی" اس کہنے سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی وُہ نکاح سے نکل گئی جب مرد وعورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کرلیں،

فی تنویر الابصار اخرجی واذھبی یحتمل ردا وحرام، بائن، یصلح سبا وسرحتك لایحتمل السب والرد ففی حالۃ الرضا تتوقف الاقسام علی نیۃ وفی الغضب الاولان وفی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط[1] اھ مختصرا۔	تنویر الابصار میں ہے' خاوند کا بیوی کو کہنا "تو نکل جا، تُو چلی جا" یہ جواب کا احتمال بھی رکھتے ہیں، اور اس کا یُوں کہنا "حرام ہے، بائن ہے" یہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ کہنا "میں نے تجھے آزاد کردیا" یہ ڈانٹ اور جواب دونوں کا احتمال نہیں رکھتے، تو رضا کی حالت میں یہ تمام الفاظ نیت پر موقوف ہوں گے، اور غصّہ کی حالت میں پہلے دونوں موقوف اور مذاکرہ طلاق میں صرف پہلا لفظ نیت پر موقوف ہوگا اھ مختصراً (ت)

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

جو شخص شریعت مطہرہ کے فتوٰی پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق سزا و عذاب ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۷: از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالتِ غصّہ اپنی زوجہ سے بہ نیتِ طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ "میں نے تجھے آزاد کیا" اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی مغلظ یا بائنہ یا رجعی؟ **فقط۔**

الجواب:

صورتِ مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی، زوج کو اس پر کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدّت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے مگر حلالہ کی اصلاً حاجت نہیں جب کہ اس بار سے پہلے کبھی دو ۲ طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو، زن ومرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اس سے نکاح جدید کرسکتا ہے، یہاں تین طلاق کا حکم دینا یُوں غلط ہے کہ تمام متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح ہے کہ کنایہ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے **الاان ینص بما لایحتملہ** (مگر ایسے الفاظ سے واضح کہے جو دوسرے معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو۔ ت) درمختار میں ہے:

لایلحق البائن البائن اذاامکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن اوابنتك بتطلیقۃ فلایقع لانہ اخبار فلاضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتك باخری[1]۔	بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوسکتی جب دوسری بائنہ پہلی سے حکایت وخبر ہو مثلاً "تو بائن بائن ہے" یا "میں نے تجھے طلاق سے بائنہ کیا" تو دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ پہلی سے حکایت وخبر ہے، لہٰذا اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب یُوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی۔ (ت)

اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظِ طلاق متفرقاً کہے جب اول پڑی اب عورت محلِ طلاق نہ رہی لہٰذا دوسری نہ پڑی، یہ یُوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زنِ غیر مدخولہ کے ساتھ ہے، زنِ مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق مجموع ومفرق سب کی محل ہے **کما نصوا علیہ قاطبۃ فی جمیع کتب المذھب** (جیسا کہ اس پر مذہب کی تمام کتب میں نص ہے۔ ت) اور یہاں مدخولہ ہے **کما افصح عنہ السائل فی سوال آخر** (جیسا کہ سائل

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

نے خود اس کو دوسرے سوال میں واضح کیا ہے۔ت) بلکہ ایک پڑنے کی صحیح وجہ یہ ہے جو فقیر نے بیان کی **وباللہ التوفیق**، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۸۸: ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) اس صورت میں کہ زید کی زوجہ کو کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اس نے چار پانچ آدمیوں کے رُوبرو اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا لہٰذا اب وُہ مجھ پر حرام، پس کیا حکم ہے، آیا وہ زوجہ طلاق ہو گئی یا ہنوز حسبِ سابق اس کی زوجہ ہے، بر تقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمّہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہر چند یہ لفظ بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو،

فی ردالمحتار قوله حرام سیأتی وقوع البائن به بلانیة فی زماننا للتعارف لافرق فی ذٰلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علیّ اولا [1] اھ ملخصا وتمامه فیه۔	ردالمحتار میں ہے کہ خاوند کا کہنا "تُو حرام ہے" عنقریب بیان ہوگا کہ اس لفظ سے ہمارے زمانے میں بغیر نیت بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ اس کے طلاق ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ تو مجھ پر حرام ہے، اور میں نے تجھے حرام کیا، دونوں برابر ہیں، یہاں "مجھ پر" کا لفظ کہے نہ کہے کوئی فرق نہیں ہے اھ ملخصًا، مکمل عبارت کتاب میں ہے۔(ت)

مگر کلامِ زید "چونکہ تم نے ایسا کیا لہٰذا حرام ہے" اس کے یہ معنی بھی محتمل کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرمت بتاتا ہے جیسے بہت جہّال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازتِ شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اس تقدیر پر یہ کلام انشائے طلاق نہ ہوگا بلکہ ایک مبنائے باطل پر اقرارِ اطلاق، اور وُہ محض لغو ہے،

فی الخانیة رجل طلق امرأته وهو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالة کان واقعا قال مشائخنا رحمهم اللہ تعالٰی	خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے خیال کیا کہ مرض برسام میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے، اس بناء پر اس نے کہا "میری بیوی مطلقہ ہو گئی" پھر تندرست ہونے کے بعد طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے گمان کیا کہ برسام میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے،

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۴

حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیرواقع[1] الخ۔	تواس صورت میں ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر طلاق کااقرار کرتے ہوئے مرض کو وجہ بتائے اور کہے کہ "میں نے مرض برسام میں طلاق دی ہے" توطلاق واقع نہ ہوگی الخ۔(ت)

پس اگریہی معنی مراد تھے تونہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم، اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہے تو ایک طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ واﷲتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۹: از بحری آباد ڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور ۷ اذی الحجہ ۱۳۱۲ھ مسئلہ محمد ابوالخیر

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ مرتکب زنا سمجھ کر ناراض ہو کراس کے باپ کے گھر پہنچادیا اور یہ کلام کیاکہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعد دوایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلاگیا اس کو عرصہ سات ۷ برس کاہُوا کہ ہنوز مفقود الخبر ہے اس کے بعد اس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک وبزرگ خانداری ہے بلاکر یہ کہاکہ یہ عورت عزّت وآبرو تمہاری ہے لے جاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگااس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیااور یہ کہااول تو شوہر اس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لے جائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو کردو، اس جواب پر اس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھاکہ اس اثناء میں وُہ عورت بطور خود ایک شخص کے ساتھ بلانکاح چلی گئی اور اسی مرد کے ساتھ اس زمانہ سے بلانکاح رہی اب اس عورت نے اس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطور خود چلی گئی تھی نکاح کرلیاتو آیا یہ نکاح ثانی اس کا شرعًا جائز ہوا یانہیں اور زوج اوّل کا غصے سے یہ کہناکہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اس کے اس کو چھوڑ دینااور دی ہوئی چیز واپس لیناحکم میں طلاق کے ہے یانہیں؟ اور بقرائن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یانہیں حالانکہ قرائن حالیہ ودلالت حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالاجو کنایہ طلاق ہے بارادہ طلاق کہاتھا مختصر وقایہ میں ہے:

وکنایۃ مایحتملہ وغیرہ فنحواخرجی واذھبی وقومی یحتمل ردا، ونحو خلیۃ وبریۃ، بتہ، حرام، بائن، یصلح سبا ونحواعتدی واستبرئ	اور کنایہ وُہ ہے کہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو مثلاً نکل جا، چلی جا، اُٹھ جا۔ یہ الفاظ کسی بات کا جواب ہوسکتے ہیں اور جُدا، بری ہے، علیحدہ ہے، حرام ہے، بائن ہے، ڈانٹ کااحتمال

[1] قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۳

رحمك انت واحدة انت حرة اختاری امرك بيدك سرحتك فارقتك، لایحتمل الرد والسب[1]۔	رکھتے ہیں، اور مثلاً عدّت پوری کر، رحم کو صاف کر، تُو اکیلی ہے، تُو آزاد ہے، تجھے اپنا اختیار ہے، تیرا معاملہ تیرے اختیار میں ہے، میں نے تجھے چھوڑدیا، میں نے تجھ سے فرقت کرلی، یہ صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔ (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

وفی حالة الغضب يتوقف الاولان ای مايصلح رداو مايصلح سبا على النية ان نوی الطلاق يقع به الطلاق وان لم ينو لايقع واما القسم الاخير وهو ما يصلح ردالاسبايقع به الطلاق وان لم ينو[2] اھ	اور غصّہ کی حالت میں پہلے دونوں الفاظ یعنی جوجواب بن سکتے اور وُہ جو ڈانٹ بن سکتے ہیں، نیت پر موقوف ہوں گے، اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن تیسری قسم جو ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہ غصہ کی حالت میں بغیر نیّت بھی طلاق قرار پائیں گے، اھ (ت)

اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑدیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفاد وداخل قسم اخیر ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال والابعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہو اصلاً موثر نہیں مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دے دُوں گا طلاق نہ ہوگی۔

وهذا ظاهر جدا، وفی جواهر الاخلاطی فقال الزوج طلاق ميكنم انها ثلاث لان می كنم يتمحض للحل وهو تحقيق بخلاف قوله كنم لانه يتمحض للاستقبال، وبالعربية قوله اطلق لايكون طلاقا لانه دائر بين الحال والاستقبال	یہ بالکل ظاہر ہے: اور جواہر اخلاطی میں ہے خاوند نے کہا "میں طلاق کرتا ہوں، طلاق کرتا ہوں تو تین طلاقیں ہوں گی کیونکہ اس کا قول "کرتا ہوں" صرف حال کیلئے مختص ہے اور یہ طلاق کو واقع کرتا ہے اس کے برخلاف اس کا یہ کہنا "طلاق کروں گا" یہ خالص استقبال کے لئے ہے اور عربی میں اطلق (طلاق دوں گا) سے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ

[1] مختصر الوقایہ کتاب الطلاق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] شرح الوقایہ باب ایقاع الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۸۸

فلم یکن تحقیقا مع الشک[1] الخ۔	حال اور استقبال دونوں میں مشترک ہے، لہٰذا شک کی بناء پر طلاق واقع نہ ہوگی الخ(ت)

اور "تو ہمارے قابل نہ رہی" اگرچہ کنایہ ہوسکتا ہے مگر وُہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اس کی نالائقی وناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادرِ شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کہے، اور جب کہ حالتِ غضب تھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر، تو الفاظ صالحہ سب محتاج نیت رہیں گے بے ظہور نیت بوجہ شک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما یظھر من عبارۃ النقایۃ التی نقل السائل و الجواھر التی نقلنا (جیسا کہ نقایہ کی عبارت جس کو سائل نے نقل کیا ہے۔سے ظاہر ہورہا ہے اور جواہر اخلاطی کی عبارت جس کو ہم نے نقل کیا ہے، سے بھی ظاہر ہورہا ہے۔ت) اور اسے نکال دینا، کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیل غضب ہے، نہ دلیل طلاق تو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقیہ یا بالحکم بمرور مدّت معینہ للمفقود بمذہب مفتی بہ مؤید بالحدیث روزِ ولادت سے ستر ۷۰ سال ہے، عورت کو نکاح ثانی ہر گز نہ تھا نہ ہے وُہ اب بھی معصیت ومخالفتِ شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالتِ غضب یہ لفظ کہے: "[۱]مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں۔ [۲]جس سے چاہ مباشرت کر۔ [۳]جسے چاہے اپنا خاوند بنا۔ [۴]مجھ سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا" اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مسئول بہا میں لفظِ اوّل یعنی "مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں" الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی،

فی فتاوی الامام قاضی عـــہ خاں لو قال	فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے: اگر خاوند نے کہا

عـــہ: قال فی الھندیۃ لو قال لھا مرا باتو کارے نیست وترا بامن نے اعطینی ماکان لی عندك واذھبی حیث شئت لایقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ[2] مفتی اعظم الامہ مصطفٰی رضا مد ظلہ۔	ہندیہ میں کہا، اگر یوں کہے، میرا تجھ سے کام نہیں اور تیرا مجھ سے نہیں میرا جو کچھ تیرے پاس ہے مجھے دے دے، جہاں چاہے چلی جا، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں یونہی ہے ۱۲ مفتی اعظم الامۃ مصطفٰی رضا مد ظلہ (ت)

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۷۰۔۶۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۵

لاحاجة لی فیك ونوی الطلاق لایقع وکذا لوقال مرابکارنیستی وکذالوقال ماارید ک[1] اھ	"مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، یُونہی اگر کہا" تو میرے کام کی نہیں" اور یونہی اگر کہا" میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت طلاق ہو اھ (ت)

باقی الفاظ ثلٰثہ میں چند صور تیں ہیں:

(۱) اگر اس نے کسی لفظ سے نیتِ طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ لفظ ثالث محتمل رَد وسبّ نہیں، اور ایسے الفاظ حالتِ غضب میں حاجتِ نیّت نہیں رکھتے۔

فی الهدایة فی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذٰلك لاحتمال الردوالسب الّا فیمایصلح للطلاق ولایصلح للردوالشتم[2] انتهی۔	ہدایہ میں ہے کہ غصّہ کی حالت میں ان تمام الفاظ میں خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، مگر وُہ الفاظ جو صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں اور ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہاں تصدیق نہ کی جائیگی اھ۔ (ت)

(۲) اور جو صرف پہلے سے نیتِ طلاق کی تو بشر طیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا اب تزوّج کا تجھے اختیار ہے مراد نہ لئے ہوں تو دو۲ بائنہ واقع ہوں گی، لفظِ اوّل سے بحکمِ نیت اور ثانی سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم ومقارنت نیت حالت حالتِ مذاکرہ ہوگئی اور اس حالت میں الفاظ غیر صالحہ رد پابندِ نیت نہیں رہتے،

فی الهدایة لما نوی بالاولٰی الطلاق صار الحال حال مذاکرة الطلاق فتعین الباقیان للطلاق بهذه الدلالة. بخلاف ما اذا قال نویت بالثلاثة الطلاق دون الاولیین حیث لایقع الا واحدة لان الحال	ہدایہ میں ہے: جب پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہو تو مذاکرہ طلاق ہوجانے کی وجہ سے باقی دو۲ الفاظ بھی طلاق کے لئے متعین ہوجائیں گے اس کے برخلاف جب یہ کہے کہ میں نے تیسرے لفظ سے طلاق مراد لی ہے تو پھر پہلے دونوں لفظ طلاق نہ ہونگے صرف آخری ایک طلاق ہوگی کیونکہ پہلے دونوں کے

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۶

[2] الهدایه فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبة العربیة کراچی ۲/۳۵۴

عند الاولیین لم تکن حال مذاکرۃ الطلاق (وفیہا) قال نویت بالاولٰی طلاقا وبالثانی حیضادین فی القضاء لانہ نوی حقیقۃ کلامہ[1] ملخصا انتھی، وفی الکافی شرح الوافی فی حالۃ مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء لافیما یصلح جوابا وردافانہ لایجعل طلاقاعزاہ لہ فی العٰلمگیریۃ۔[2]	وقت مذاکرہ طلاق نہ تھا، اور اسی میں اگر مذکورہ صورت میں یہ کہے کہ میں نے پہلے لفظ سے طلاق اور دوسرے سے حیض مراد لیا ہے تو خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے لفظ کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے اھ ملخصًا (ت) اور کافی شرح وافی میں ہے کہ مذاکرہ طلاق میں ان تمام الفاظ سے قضاءً طلاق واقع ہوگی جو طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور جو صرف ڈانٹ یا جواب بننے کا احتمال رکھتے ہیں ان میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان کو طلاق قرار نہ دیا جائے گا، اس عبارت کو عالمگیری میں کافی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

رہا تیسرا لفظ، ہرچند وہ بھی محتاج نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دوسری طلاق سابق سے اخبار قرار دینا ممکن، اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اس سے طلاق واقع نہ ہوئی،

فی الدر المختار لایلحق البائن البائن اذاامکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقۃ لانہ اخبار فلاضرورۃ فی جعلہ انشاء[3]۔	درمختار میں ہے: بائن کے بعد دوسری بائن نہ ہوگی جبکہ دوسری بائن پہلی سے حکایت بن سکے، مثلاً "تو بائن بائن ہے" یا "میں نے تجھے طلاق کے ساتھ بائنہ کردیا" یہ اخبار ہے اول سے کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)

(۳) اسی طرح اگر پہلی یا دوسری دونوں (۴) یا تینوں سے نیّتِ طلاق کی تو دو ہی بائنہ واقع ہوں گی،

لمامر من ان البائن لایلحق البائن ماامکن حملہ علی الاخبار۔	جیسا کہ گزرا کہ بائن بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی جب وُہ پہلی سے حکایت بن سکے (ت)

باقی سب صورت میں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا

---

[1] الھدایہ فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۳۵۵

[2] الکافی شرح الوافی

[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

دوسرا اور تیسرا مقرون بہ نیت ہوں تو ایک ہی بائنہ واقع ہوگی،

کما یظھر مماالقینا علیك من الادلة وان لاطلاق بالثالثۃ کلماتقدمھا طلاق۔	جیسے ہم نے آپ کو دلائل بیان کردئے اس سے ظاہر ہے، اور یہ کہ تیسرے لفظ سے طلاق نہ ہوگی جب اس سے قبل طلاق بائنہ ہوچکی ہو۔ (ت)

پس اس میں شبہہ نہیں کہ ہندہ نکاح زید سے خارج ہوگئی اور تاوقتیکہ زید اس سے نکاح جدید نہ کرے وُہ اس کی زوجہ نہیں ہوسکتی،

فی تنویر الابصار وینکح مبانتہ بمادون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تنویر الابصار میں ہے کہ تین سے کم بائنہ میں دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے خواہ عدّت میں ہو یا عدّت کے بعد ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا "مجھے اس سے کُچھ کام نہیں میں اسکو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دُودھ پیوں" پھر اس اندیشہ سے کہ شاید اس سے طلاق نہ ہوگئی ہو اس سے پھر نکاح کرلیا، اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اس عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی اور پہلا ہی نکاح اس کا بحالِ خود قائم ہے دوسرے نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہوا۔

فی العالمگیریۃ رجل قال لامرأتہ مرابکارنیستی ونوی بہ الطلاق لایقع[2] انتھی۔	عالمگیری میں ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا "تو میرے کام کی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت بھی کی ہو اھ (ت)

اما قولہ "میں اس کو نہیں رکھوں گا"

فھذا وان احتمل الجماع لان رکھنا بلغتنا یکنی بہ عن الجماع الا انہ عدۃ فلایفید شیئا، واما قولہ (اس کو گھر میں رکھوں	تو یہ اگرچہ جماع کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ "رکھنا" ہماری لغت میں جماع سے کنایہ ہوتا ہے مگر یہ وعدہ ہے لہذا اس سے کچھ بھی مراد نہ ہوگا، اور اس کا

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۰

تو اسی کا دودھ پیوں) فهذه لیس من باب الایلاء فی شئی لان گھر میں رکھنا انما هو الایلاء ای هوالتمکین من ان تسکن فی بیته ولایکنی به عن الوطی و لا یکون یمینا ایضا حتی لواٰواها ومکنها بعد من التمکن لاتلزمه کفارة یمین لان شرب لبن العرس غایته ان یکون حراما وقوله ان فعلت کذا فانا زان او سارق او شارب خمر اواٰکل ربٰو فلیس بحالف[1] هکذا فی الهندیة عن الکافی فلایلزمه بذٰلك شیئ. واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم۔	قول "اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" تو یہ ایلاء یعنی قسم کے معنٰی میں نہیں ہے کیونکہ گھر میں رکھنا، گھر میں رہنے کی اجازت دینا ہے، اس سے وطی مراد نہیں ہو سکتی، اور قسم بھی نہیں ہو سکتی حتی کہ اس کو گھر میں رکھا بھی تو قسم کا کفارہ نہ پڑے گا کیونکہ بیوی کا دودھ پینا زیادہ سے زیادہ حرام ہے، اور یُوں ہی اگر کہا اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی یا چور یا شرابی یا سُود خور قرار پاؤں، قسم نہ ہوگی۔ ہندیہ میں کافی سے یہی منقول ہے، لہٰذا اس سے کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت ناراضگی یا راضگی میں ہندہ سے جو اس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ "میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا، تو اب اور کوئی شوہر کرلے، یا کسی سے آشنائی کر، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اور اگر تُو میرے کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لُوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہو جائے گی" وہ ہندہ بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے، وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی، چرچا اس کا محلّہ میں پھیلا، جب زید سے آکر اہلِ محلّہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جواب پایا زید سے کہ "میری اب طبیعت اس سے بہت ناراض ہے میں اس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا" اور جس نے کہا یہی جواب پایا کہ "مجھ کو اُس سے کچھ سروکار نہیں اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے" اور ایک صاحب نے کہا کہ تمہاری بے حُرمتی ہوگی تو زید نے کہا "کیا بے حُرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حُرمتی اور بے عزّتی نہیں ہے" بس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہوئے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں؟ جو حکم شرعی ہو ارقام فرمائیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ کلمات جو زید نے کہے کنایاتِ طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی

---
[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الایمان الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۵۵

زید مذکور کو اختیار ہے کہ اس سے رجعت کرلے یا بعد انقضائے عدت نکاح کرلے۔ درمختار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ:

اذھبی وتزوّجی یقع واحدۃ بلانیّۃ[1]۔	یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کرلے تو اس سے ایک طلاق پڑجائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو۔

کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی

محمد احسن صدیقی ۱۲۷۶

الجواب:

اقول: وباللّٰہ استعین (میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ت) جواب میں الفاظ مندرجہ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم درمختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا "چلی جا اور دوسرا شوہر کرلے" سوال میں بہیئت کذائی نہیں، اگر "اخرجی اور اذھبی" میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ "میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا" صورت مسئلہ کی بدل جائے گی، پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم ہیئت اجتماعیہ کا حالت انفراد کے حکم سے مغایر ہوسکتا ہے **فلایتم التقریب اصلا** (تو دعوی اور دلیل مطابق نہ ہوئے۔ت) علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایات طلاق سے ہیں طلاق مذکورہ کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لئے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کُتبِ فقہ میں مذکورہ ہیں باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ **ابتغی الازواج** (خاوند تلاش کر۔ت) کو وقایۃ الروایۃ میں کنایات میں ذکر کرکے کہا **واحدۃ بائنۃ**[2] (ایک بائنہ طلاق ہوگی۔ت)

پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ میں تین لفظِ کنایات طلاق سے مذکور ہیں:

اول، تو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصلِ معنی "اخرجی" کا ہے بشرطِ نیت اس سے طلاق بائن ہوجاتی ہے **کما مر** (جیسا کہ گزرچکا ہے۔ت)

دوم، تو اب کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر، اس تردید کے جُزءِ اوّل کا بھی یہی حکم ہے، **وقد مرایضًا** (اور یہ بھی گزرچکا۔ت)

سوم، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، یہ لفظ بھی کنایاتِ طلاق سے ہے کہ بشرطِ نیت اس سے

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

[2] شرح الوقایہ باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۷

طلاق بائن ہوتی ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

ولوقال لم یبق بینی وبینك عمل یقع الطلاق اذا نوی[1]۔	اگریوں کہا کہ "تیرے اور میرے درمیان کوئی عمل نہ رہا" جب طلاق کی نیت سے ہو طلاق واقع ہوگی۔ (ت)

پس اگر جملہ یا بعض الفاظِ مذکورہ بہ نیت طلاق کے کہے طلاق بائن واقع ہوئی، بے تجدید نکاح کے مباشرت عورت سے حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

البائن یلحق الصریح لاالبائن الااذا[2]۔	بائن طلاق، صریح کو لاحق ہوسکتی ہے بائن کو نہیں مگر جب۔ (ت)

(جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۹۳: از شہر کہنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ اور جو کئی سال سے اس کے نکاح میں تھی بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور بجبر اس پر تہمت زنا کی لگا کر ایک پرچہ تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اس روز ہندہ کو سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف میں ہے۔ اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحۃً فہمائش کی، بجواب اس کے زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا، مجھے کچھ تعلق نہیں، جو اسباب ہندہ کا ہے ابھی مجھ سے لے لو۔ ہندہ کے وارثوں نے دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا، زید نے کُل اسباب دے دیا، اُن لوگوں نے ہندہ کے حوالہ کردیا، ہندہ نے کہا کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ۔ وہ ہی شخص زیور لینے زید کے پاس گئے، زید نے زیور کا وعدہ کیا کہ بیس ۲۰ روز میں دوں گا۔ چنانچہ زید نے بیسویں روز رُوبرو چار آدمیوں کے کل زیور دے دیا اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس صورت میں زید نے دو مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ منشا زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے۔ عرصہ چار سال ہوا جب سے اس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا۔ اس صورت میں شرعًا ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑجانے اور نکاح زید سے باہر ہوجانے کا حکم دیا جائے گا، ہاں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۶

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۵

اگر لفظ جو زید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وُہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں نے یہ الفاظ ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوعِ طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وُہ اپنے اس حلف میں جُھوٹا ہو تو اس کا وبال اور عذابِ الٰہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا،

فی الھندیة عن الخلاصة عن الفتاوی رجل قال لامرأته اگر توزن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لا یقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا [1] اھ وفی البزازیة والخانیة فی قوله لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق انه یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قوله [2] اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	ہندیہ میں خلاصہ سے اور وہاں فتاوٰی سے منقول ہے اگر کسی نے بیوی کو کہا "اگر تُو عورت ہے تو مجھ سے تین طلاق" عورت کے ساتھ یاءِ نسبت کو ذکر نہ کیا، تو پھر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی اس نے جب یاء کو حذف کردیا تو اب طلاق بیوی کی طرف منسوب نہ ہوئی اھ۔ بزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر مت نکل، کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اس میں خاوند کی وضاحت معتبر ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی اور کی طلاق مراد لے کر قسم کھائی ہو اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۴: از قصبہ ولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسمّاۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمّی ولایت خاں شوہر (مجھ مسمّاۃ محمودی) نے عرصہ دراز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے، نہ مجھ کو نان نفقہ دیتا ہے، میں بوجہ نہ ملنے نان ونفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں، لہٰذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصّلٰوۃ ونیز نہ دینے نان ونفقہ کے ناخوش ہوں، چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہمرشتہ سوال ہذا ہے، امید کہ برائے خدائے علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادگی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کرلوں اور عمر میری بسر ہو، عبارت نوٹس یہ ہے کہ پرچہ نوٹس آپ کا دربارہ نالشی متذکرہ نان ونفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر رہی تب تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اس کو میں نے آزاد

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۵

کرکے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اس کے ہمراہ کردیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اس سے کچھ تعلق شرعاً نہیں رہا، نہ اس کا کوئی سامان میرے ذمہ باقی رہا بلکہ اس روز بہت پنچان قصبہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں، اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکور سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اس کے نان ونفقہ کی فکر کرتا، آپ کیوں برابر تحریر کرتے ہیں، اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پنچان جمع کرکے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا، لہٰذا اب آپ پنچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں، اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو۔ از مقام دھنورہ مرسلہ ولایت خاں ۲۱/اکتوبر ۱۹۲۰ء۔

الجواب:

عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میرے گھر رہی آپ میرے خُسر رہے جس روز سے اس کو میں نے آزاد کرکے آپ کے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے،

اعتاق المرأۃ وان کانت من الکنایات فلایتحمل ردّاولاسبا کمالایخفی۔وفی الدر المختار انت حرۃ لا یحتمل السب والرد[1]۔قال الشامی واعتقتك مثل انت حرۃ کمافی الفتح[2] والحالۃ کماتری حالۃ الغضب فلایفھم فی الحکم الاالطلاق والمرأۃ کالقاضی کمافی الفتح وغیرہ۔	بیوی کو "آزاد ہے" کہنا، اگرچہ الفاظ کنایہ میں سے ہے تاہم یہ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا اور صرف طلاق مراد ہوگی جیسا کہ مخفی نہیں ہے، درمختار میں ہے: بیوی کو کہنا "توآزاد ہے" ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا، اور اس پر علّامہ شامی نے فرمایا "میں نے تجھے آزاد کیا" ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے "تُوآزاد ہے" جیسا کہ فتح میں ہے، اور حالت بھی غصہ کی ہو تو پھر طلاق ہی حکم سمجھا جاسکتا ہے، اس میں عورت قاضی کی مانند ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس اگر گواہانِ شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اسی کا لکھا ہوا ہے یا وُہ مقر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدّت لی جائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے، ہاں اگر ہندہ گھر سے نکالتے وقت

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۵

طلاق دینے کی مقر ہے اور اس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنازمانہ گزر گیا جس میں عدّت منقضی ہو تو عدّت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدّت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی

مواخذة علیها باقرارها وان امره الشرع بالعدّة قطعاللتزویر۔	یہ بیوی کے اپنے اقرار پر مواخذہ ہے اگرچہ شرع نے اس کو عدّت کا حکم دیا ہے کیونکہ جُھوٹ ہو سکتا ہے۔(ت)

اگر محمودی اس وقت طلاق دئے جانے کی مقر نہیں تو اس عدّت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی،

لان نفقة عدة الطلاق علی الزوج بالنص وبه ظهر ضعف مافی الخیریة۔ فی الخیریة سئل فی رجل فرض علیه القاضی نفقة وکسوة لزوجته و مضت مدّة فادعی طلاقها منذ زمان اجاب ان کذبته فی الاسناد ولم تقم بینة کان علیها العدّة من وقت الدعوی ولها فیها النفقة والسکنی وان صدقته فلانفقة لهاو لا سکنی[1] (ملخصا) والله تعالٰی اعلم۔	کیونکہ طلاق کی عدت میں نفقہ خاوند پر نص کی وجہ سے ثابت ہوا ہے، اس سے خیریہ کے بیان کا ضعف واضح ہوگیا ہے(ت) فتاوٰی خیریہ میں ہے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر اس کی بیوی کا نفقہ اور لباس قاضی نے لازم کیا، اور کُچھ مدت گزرنے پر خاوند نے یہ دعوٰی کیا کہ میں نے بیوی کو مدت سے طلاق دے رکھی ہے، تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر عورت خاوند کے اس دعوٰی کو دلیل سے جُھوٹ ثابت کردے اور گواہ پیش نہ کرسکے تو بیوی پر دعوٰی کے وقت سے عدّت لازم ہوجائے گی، اور عدّت میں اس کو نفقہ اور رہائش ملے گی، اور اگر بیوی خاوند کے دعوے کو سچ قرار دے تو پھر عدّت میں نفقہ اور رہائش نہ ملے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی خیریہ باب النفقۃ دارالمعرفۃ بیروت ۷۵/۱

مسئلہ ۲۹۵:

ماقولکم رحمکم اللہ فی ھذہ المسئلۃ نکاح زید باہندہ حسب آئین شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منعقد گشت بعد چند روز ہندہ راخلل جن واقع گردید از دُعا ودوا ہیچ فاقہ نہ شد سالے بہمیں حال مبتلا ماند والدینِ ہندہ ہندہ رابر مکان خود آوردند ووالدینِ زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع واحترازاز صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا برتو ہم مستولی نشود زید نوعے خیال ایں سخن نکرد وخفیہ از والدین خود آمد وشد جاری داشت وقتیکہ والدین زید ازیں آمد وشد مطلع شدند زید راتنگ گرفتند وممانعت قطعی نمودند زید نصیحت وامتناع والدین کا رگرشد واز ہندہ انقطاعِ کلی کرد وہمدریں اثنا بفضلِ الٰہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از وانقطاع دارد وتا حال بہ ہندہ رجوع نکردید وارادہ رجوع ہم ندارد وتاسہ سال کامل نزدوالدین خود قیام نمودوتاحال موجود ست جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند ووالدین ہندہ مفلوک الحال ومزدور پیشہ ہستند وزید از قرض نانے ہم باہندہ گاہے مسلوک نگشت ونمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانبین درمیان آمد الّا زید ووالدینش صاف جواب دادوگفت کہ (ماراازہندہ مطلق سروکار نیست از جانب ماایں جواب صاف راطلاق فہمید) پس اندریں صورت نکاح ہندہ بادیگر کس کردن جائز خواہد شد یانہ، علمائے	علمائے کرام، آپ رحمکم اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں کیاارشاد ہے کہ زید کا ہندہ کے ساتھ شرع محمدی کے مطابق نکاح ہوا، اس کے چند روز بعد ہندہ کو آسیب ہوگیا، علاج ودعا کے باوجود ہندہ کو کوئی افاقہ نہ ہوا، ایک سال اسی حال میں مبتلا رہی، تو ہندہ کے والدین ہندہ کو اپنے گھر لے گئے، اور زید کے والدین زید کو ہندہ سے انقطاع اور احتراز کی تاکید کرتے رہے تاکہ زید اس بیماری سے متاثر نہ ہو، تو زید نے اپنے والدین کی اس نصیحت کی پروا نہ کرتے ہوئے خفیہ طور پر ہندہ کے پاس آنا جانا جاری رکھا، جب زید کے والدین کو اس پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے زید کو سختی سے اس میل جول سے منع کردیا اور زید نے والدین کی ممانعت پر عمل کرتے ہوئے ہندہ سے کلی طور انقطاع کرلیا اسی دوران اللہ کا فضل ہوا اور ہندہ بالکل تندرست ہوگئ، مگر زید نے اپنا کُلی انقطاع قائم رکھا اور اب تک اس نے ہندہ کی طرف رجوع نہ کیا اور نہ ہی رجوع کا ارادہ رکھتا ہے اور دوتین سال سے والدین کے پاس ہی ہندہ تمام مصارف پورے کررہی ہے اور تمام بوجھ ہندہ کے والدین پر ہے جب کہ ہندہ کے والدین خود مفلوک الحال اور مزدور پیشہ ہیں اور زید نے کبھی ہندہ کے لئے روٹی کی ٹکیہ تک خرچہ نہ بھیجا، متعدد بار فریقین میں معاملہ بنانے کی کوشش ہوئی مگر زید اور اس کے والدین نے صاف جواب دے دیا اور کہا ہمارا ہندہ سے کوئی سروکار نہیں اور ہماری طرف سے یہ صاف

ذوی الکرام ومفتیان ذوی الاحترام استفتاء راز مواہیر ودستخط بجواب صاف شرعیہ مزیّن فرمایند بینواتوجروامکر راینکہ گفتگو ے اووالدینش کہ آں برجواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق دادن رایانہ فقط،	جواب ہے اور اس کو طلاق سمجھا جائے، تو کیا اندریں حالات، ہندہ کا کسی دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ علمائے کرام اور مفتیان ذوی الاحترام سے درخواست ہے کہ استفتاء کا جواب اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزیّن فرماکر ماجور ہوں، نیز مکرر ہے کہ زید اور اس کے والدین کا یہ کہنا کہ "ہمارے صاف جواب کو طلاق سمجھا جائے" کو طلاق دینا متصوّر کیا جائے یا نہیں، فقط، (ت)

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔	اے اللہ! حق کی رہنمائی فرما۔ (ت)
درصورت مستفسرہ طلاق براں زن واقع نشد زیرا کہ سروکار نبودن جز اظہار بے غرضی وبے پروائی افادۂ معنی دیگر نمی کند واگر شوہر مرزنش راگوید مراباتوغرضے نیست یا پروائے تو نداریم یا تو مرابکار نیستی یا تومراچیزے نباشی یا میان من وتوچیزے نماندہ است ہر گز طلاق واقع نشود اگرچہ بایںہاارادہ ونیّت طلاق کردہ شد وپُر ظاہر کہ سروکار نبودن بیش ازیں الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند کہ اگر زن راگفت تو مرابیگانہ ایں ہم لغو ومہمل باشد پس لفظ مذکور فی السؤال اولی باہمال فی العٰلمگیریۃ لوقال لاحاجۃ لی الیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق (وفیھا) اذا قال لااریدك اولااحبك اولااشتھیك اولارغبۃ لی فیك فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمھم	مسئولہ صورت میں عورت کو طلاق نہ ہوئی، کیونکہ سروکار نہ ہونا، بے غرضی، بے پروائی کے علاوہ کوئی معنٰی نہیں رکھتا، بلکہ اگر شوہر خاص بیوی کو کہے "مجھے تجھ سے غرض نہیں، میں تیری پروا نہیں رکھتا، تو میرے کام کی نہیں، تو میرے لئے کوئی چیز نہیں، یا تیرے اور میرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں رہی" تب بھی ہر گز طلاق نہ ہوگی، اگرچہ یہ الفاظ طلاق کی نیت سے بھی کہہ دے اور طلاق کی نیت کرے، تو "سروکار نہیں" ان مذکورہ الفاظ سے زیادہ سخت نہیں، بلکہ مشہور علماء کا ارشاد ہے کہ اگر خاوند، بیوی کو یہ کہے "تُو میرے لئے بیگانی ہے" تو یہ مہمل اور لغو کلام ہوگی، تو سوال میں مذکور الفاظ بطریق اولٰی مہمل ہیں، عالمگیری میں ہے کہ خاوند بیوی کو کہے "مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ ہوگی۔ اور اسی میں ہے اگر یُوں کہے کہ "میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تجھ سے خواہش نہیں رکھتا" یا کہے "مجھے تجھ میں کوئی رغبت

اللہ تعالٰی[1] (وفیہا)لوقال لم یبق بینی وبینك شیئ ونوی بہ الطلاق لایقع[2] وفی الخلاصۃ قال تومرا بیگانہ او قال لا حاجۃ لی فیك لایقع وان نوٰی[3]۔وفی الہندیۃ ایضا سئل ابوبکر عن سکران قال لامرأتہ بیزارم بیزارم بیزارم تومرا چیزے نباشی الٰی قولہ ارجو انہا لاتطلق وھی امرأتہ[4]۔وچوں ظاہر شد کہ ایں لفظ از الفاظ طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ،پس قولِ اُوکہ از جانب ماایں جواب صاف راطلاق فہمند نیز لغو باشد زیرا کہ اُوپیش از اظہار طلاق نیست پس گویا حاصل کلامش آن ست کہ چنیں گفتہ کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم وخود اگر نیت ے کردکار گر نمی باشد کما اوضحنا پس اظہار مہمل جز مہمل نباشد **قلت ولایمکن جعلہ طلاقا مبتدألانہ**	نہیں"تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی،یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کے مطابق ہے۔اور اسی میں ہے کہ اگر یوں کہا" میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں"تو نیت طلاق کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔اور خلاصہ میں ہے اگر خاوند نے کہا تو میرے لئے بیگانی ہے یا کہے مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں،تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔عالمگیری میں ہے کہ علّامہ ابوبکر سے نشہ والے کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے اپنی بیوی کو کہا"میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں'تو میرے لئے کچھ نہیں"تو انہوں نے جواب میں بیان فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ طلاق نہ ہوگی اور بیوی بحال رہے گی۔تو واضح ہوگیا کہ سوال میں مذکور لفظ،صریح یا کنایہ طلاق کالفظ نہیں ہے توان کا کہنا کہ"ہمارا صاف جواب طلاق سمجھا جائے" بھی لغو اور مہمل ہے،کیونکہ اس سے قبل زید کی طرف سے طلاق کا کوئی اظہار نہیں،تو اس کی کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ گویا اس نے کہا"میں نے اس بات سے طلاق کی نیت کی ہے"اور نیت بھی کرے تب بھی طلاق کے لئے کارگر نہیں ہے جیسا کہ واضح ہوچکا ہے،پس یہ مہمل

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۹۸
[4] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

ارشاد الی غیر معتبر شرعا و ما لم یعتبر شرعا فلیس فی وسع احدان یجعله معتبرا قال فی الدر المختار لا یقع طلاق النائم ولو قال اجزته اواوقعته لایقع لانه اعاد الضمیرالٰی غیر معتبر جوہرۃ [1] اھ وقد صرح بالجزئیة فی الخانیة حیث قال، قال لها احسبی انك طالق لایقع وان نوی [2] اھ ملخصا پس درصورت مذکورہ زنہار روانیست کہ ہندہ بامردے دگرنکاح کند ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	برائے مہمل ہے۔**قلت**(میں کہتا ہوں۔ت)اس گفتگو کو ابتداء طلاق قرار دینا درست نہیں، کیونکہ شرعی طور پر غیر معتبر لفظ سے اشارہ ہے،اور جو شرعًا غیر معتبر ہو اس کو کوئی بھی معتبر نہیں بناسکتا، دُرمختار میں فرمایا کہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ وُہ بیدار ہو کر کہے کہ میں نے اسے جائز قرار دیا ہے یا اس کو واقع کرتا ہُوں، تو پھر بھی نہ ہوگی کیونکہ وُہ جس کلام کو واقع کرنا چاہتا ہے وہ نیند کی کلام ہے جو غیر معتبر ہے، جوہرہ، اھ۔اور خانیہ میں اس خاص جزئیہ کی تصریح کی ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے، تو یہ خیال کرلے کہ تُو طلاق والی ہے تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے بھی کہے اھ ملخصًا، لہٰذا مسئولہ صورت میں ہندہ کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ یہ میری تحقیق ہے حقیقی علم اللہ تعالٰی رب العزت کو ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۶: ۵ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچہری میں اپنی بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا اس سے نکاح نہیں ہوا اور اس کی اولاد میرے نطفہ سے نہیں ہے اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصل کرکے اس کی بی بی اور اس کی اولاد قرار نہ دی حالانکہ نکاح اس کا درحقیقت اسی عورت سے ہوچکا تھا اب شرعًا نکاح اس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اس کی فوت ہونے کے بعد اس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد حنث اس شخص پر کفارہ یمین عائد ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

[2] قاضی خان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۰

الجواب:

سائل مظہر کہ شخص مذکور نے انگریزی کچہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وُہ شخص جھوٹے حلف کا گنہگار ہوا، توبہ استغفار کرے، باقی نہ نکاح گیا نہ کفارہ آیا، نہ اولاد اس کے لئے ترکہ سے محروم ہوئی،

اما بقاء النکاح فلان جحودہ لایزیلہ والمقام ھٰھنا متعین للاخبار لانہ فی اظہار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسہ لایحتمل الانشاء کما لایخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأۃ فلم یکن طلاقا اجماعا۔	نکاح کا باقی رہنا اس لئے کہ اس کا انکار نکاح کو موثر نہیں کرتا جبکہ یہ مقام بھی خبر دینے کے لئے متعین ہے کیونکہ یہ اظہار ہے اور وُہ بھی حلف کے ساتھ ہے بلکہ خود لفظ بھی انشاء کا احتمال نہیں رکھتا، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی کہے کہ "تُو میری بیوی نہیں ہے تو یہ بالاجماع طلاق نہیں (باوجودیکہ یہ انشاء ہے)۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

ان قال لم اتزوجك ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع۔[1]	اگر خاوند کہے "میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا" تو بالاجماع طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے (ت)

اُسی میں ہے:

اتفقوا جمیعا انہ لوقال واللہ ما انت لی بامرأۃ ولست واللہ بامرأتی فانہ لایقع شیئ وان نوی کذا فی السراج الوھاج[2]، ملخصًا۔	اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند کہے "خدا کی قسم تُو میری بیوی نہیں" یا یوں کہے "خُدا کی قسم میری بیوی نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے ملخصًا۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے:

واما عدم الکفارۃ فلان المعھود فی محاکمھم غیر القسم وان کان فلا کفارۃ	اور لیکن کفارہ اس لئے نہیں کہ کچہری میں حلف کو قسم نہیں قرار دیا جاتا ہے، اور اگر قسم ہو بھی تو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

فی غموس واماعدم انتفاء نسب الولد حتی یحرموا من ترکۃ فلعدم تحقق اللعان ومجرد النفی لاینفی وان تصادق علیہ الزوجان۔	یہ یمین غموس ہے جس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا، (ماضی کے معاملہ میں جھوٹی قسم کو یمین غموس کہتے ہیں) باقی بچے کے نسب کا انتفاء اس لئے نہیں ہوگا کہ لعان کے بغیر نکاح کی نسبت منتفی نہیں ہوسکتی، اور لعان کے بغیر نفی پر خاوند بیوی دونوں متفق ہوجائیں تب بھی اولاد کی نسب منتفی نہیں ہوسکتی۔ (ت)

درمختار میں ہے:

من قذف زوجتہ ونفی نسب الولد منہ اومن غیرہ وطالبتہ بموجب القذف وھو الحد، لاعن فان لاعنت بعدہ والاجست تلاعن او تصدقہ فان صدقہ لا ینتفی النسب لانہ حق الولد فلایصدقان فی ابطالہ اھ ملتقطا[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔	جس نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا بچے کے نسب سے انکار کردیا، یا بیوی کے پہلے خاوند سے بچے کے نسب کو اس کے والد سے منتفی کیا اور بیوی نے قاضی کے ہاں اس پر حدِ قذف کا دعوی کیا تو خاوند نے لعان کیا تو اس کے بعد اگر عورت نے لعان کیا تو بہتر ورنہ بیوی کو قید کیا جائے گا حتی کہ وُہ لعان کے لئے تیار ہوجائے یا خاوند کی تصدیق کرے، اور خاوند کی تصدیق کردی تو نسب منتفی نہ ہوگا کیونکہ یہ بچے کا حق ہے، لہٰذا بچے کے حق کو باطل کرنے میں ان دونوں کی بات تسلیم نہ کی جائیگی اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷: ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دو۲ بار کہا کہ "تو میرے نکاح سے باہر ہے، بجائے میری ماں بہن کے ہے" آیا اس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور یہ ظہار ہے یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو رجعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور بعد رجعت کفارہ ظہار زوج کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

سائل نے عند التفتیش بیان کیا کہ اس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اس نے

---

[1] درمختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۲-۲۵۱

انکار کیااس نے اصرار کیاآخر کہا "اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہو جائے گی "اس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا "تو میرے نکاح سے باہر ہو گئی، تُو بجائے میری ماں بہن کے ہے "اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جانے کا حکم ہے،

لان اللفظ من الکنایات کقوله لم یبق بینی وبینك نکاح[1] کما فی الهندیة وظاهر انه لایصلح ردّا ولاسبّا والحالة حالة الغضب۔	کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے، جیسا کہ "تیرے اور میرے درمیان نکاح نہیں" جیسا کہ ہندیہ میں ہے،اور ظاہر ہے کہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا اور حالت بھی غصّہ والی ہے۔(ت)

اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں،

فان الظهار یعتمد الزوجیة کما فی الدرالمختار وانه بعد البینونة صادق فی بیان الحرمة کما فی ردالمحتار۔	کیونکہ ظہار نکاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے،اور خاوند طلاق بائن کے بعد اپنے بیانِ حُرمت میں سچا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا گیا ہے۔(ت)

تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۸: از رچھا تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا اور ان کو علیحدہ کردیا، لوگ برادری کے جمع ہُوئے کہ ان کو ایک جگہ جمع کردیں، باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا، اسی اثناء میں زید نے اپنی بی بی کی نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں رہے یا کسی جگہ چلی جائے میں لادعوی ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں، وُہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید! خاموش ہو اپنی زبان کو روک، یہ کیا کہتا ہے، ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں زید نے پھر دوبارہ سہ بارہ اسیطرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ مجھ کو کوئی دعوی نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھ کو کچھ تعلق نہیں، غرض جُوں جُوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا اُتنا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اُن سب کے رُوبرو یہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے، اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس رکھوں، برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اس وقت غصے میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں اور چاہتے ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کرادے، تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور میاں بی بی کو خلط ملط

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۵

جائز ہے یا نہیں؟ یا جو بات عنداللہ ہو بیان فرمائیے۔ بینوا بالصدق والصواب وتوجروا عنداللہ یوم الحساب۔

الجواب:

"مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں" کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کردینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہو گئی،

ولایتعدد بالتکرار لان الکنایۃ البائنۃ لاتلحق طلاقا بائنا کما فی البحر والدر وغیرہا۔	اور یہ تکرار کی وجہ سے متعدد طلاقیں نہیں ہوسکتیں، کیونکہ کنایہ والی بائنہ طلاق پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہوسکتی، جیسا کہ بحر اور دُر وغیرہما میں ہے (ت)

اس صورت میں تو عورت کو رضامندی کے ساتھ اس سے نکاح کرلے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہوئی عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اس سے قسم لے کر پوچھے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا،

فی الدر المختار ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ۔[1]	درمختار میں ہے کہ عورت کا گھر میں خاوند سے قسم لے لینا کافی ہے (ت)

اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال زید ہی پر ہے، عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے سے انکار کردے یا صاف اقرار کردے کہ میں نے وہ الفاظ بنیت طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے اُن میں میل جول نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹: از سرولی پرگنہ آنولہ ضلع بریلی محلّہ رنگریزاں مرسلہ مسیتن زوجہ وزیر بیگ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مسیتن کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دے کر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں، یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہُوں، چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان ونفقہ بذریعہ تحریر طلب کیا سو اس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہمرشتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا لہٰذا امید ہوں کہ برائے عنداللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

کے ساتھ کرلوں جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط

نقلِ نوٹس: نوٹس بنام مسمّاۃ مسیتن دختر خیراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے خوب بات ہے اگر تم بلااجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ میں پہلے ہی تم سے ازحد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کُچھ تعلق نہیں رہا، مجھ سے تم کسی قسم کی اُمید مت رکھنا بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہوچکا، میں تم سے دست بردار ہُوں، زیادہ اور لکھوں فقط، راقم وزیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۴ء

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہوجانے کے بعد اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے،

لان نفی التعلق من بین کنایات التطلیق وکذا دست برداری ولا یحتملان ردا و لاسبّا والحالة حالة الغضب فیحکم بالوقوع بل اللفظ الباقی ایضا کنایة عن التطلیق دون التفویض کما یعلم من یعرف اسالیب التحاور واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ کنایات میں تعلق کی نفی کو طلاق دینا قرار دیا گیا ہے اور یُونہی "دستبردار ہونا" کا حکم ہے، یہ دونوں لفظ جواب اور ڈانٹ کا احتمال نہیں رکھتے اور حالت بھی غصہ والی ہے، اس لئے طلاق واقع ہونے کا حکم ہوگا اور اسی طرح باقی الفاظ بھی کنایہ والے ہیں جن سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے اور ان سے بیوی کو اختیار دینا نہیں ہوتا جیسا کہ محاورات کے مفہومات کو سمجھنے والا ماہر شخص جانتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۰: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کا میاں بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو، اس کے میاں نے غصّہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہوچکی تو ہماری بہن ہوچکی تو ہماری بہن ہوچکی۔ اس صورت میں طلاق ہُوئی یا نہیں جب غصہ اُترا تو خیال کیا یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہُوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۶ء کو، آج پانچواں دن ہے۔

الجواب:

تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں،

لانه کان بائنا والبائن لایلحق البائن	کیونکہ اگر بائنہ ہو تو وہ پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہوسکتی،

وظاهر انه ليس ظهار العدم التشبيه وظاهر كلامهم ان لاطلاق فيه تامّل۔	اور ظاہر یہ ہے کہ ظہار نہیں کیونکہ ظہار میں تشبیہ ہوتی ہے جو یہاں نہیں ہے لہٰذا فقہاءِ کرام کا ظاہر قول یہی ہے کہ اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، غور کی ضرورت ہے۔ (ت)

احتیاط یہ کہ آپس میں نکاح نئے سرے سے کرلیں، دو۲ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۱: از شاہجہانپور محلّہ باروزی اول ۸ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بدمزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذریعہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا، علاوہ کلماتِ سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھئے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھئے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھئے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے، اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھئے جب تک جی چاہے، اور میرا اس کا کچھ تعلق نہیں اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بُلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دُوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور لڑکی کو بلایا جاوے اور میری آپ کی خط وکتابت بھی یہیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جواب اس کا نہ دیجئے گا میں نہیں چاہتا، پس یہ کلمات جو زید نے لکھے وُہ طلاق تک پہنچے یا نہیں؟

الجواب:

ایسے خط سے طلاق نہیں ہوسکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے، پھر بعد اقرار بھی حکمِ طلاق نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیتِ طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر وہ کہے کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائیگا اور اگر واقع میں اس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اس کا انکار کرجائیگا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲: از شاہجہان پور محلّہ دلدداک متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈکانسٹیبل پنشنر ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال ہُوا کہ اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمود کا سوتیلا ماموں ہے بلا رضامندیِ عمرو محمودہ جس کی عمر ۱۴ سال تھی کی شادی خالد جو بدچلن لامذہب آدمی ہے سے کردی، دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں، تب خالد کو فہمائش پابندی نماز کی کی جس پر

محمودہ کو سخت وسُست کہاگیااور ہر طرح کی تکلیف خوردونوش اور صوم وصلاۃ کی دی گئی اور آخرکار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچادیا، کچھ عرصہ بعد والدہ و نانی خالد کی آئیں اور خدااور رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کرکے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھاجائے گا محمودہ کو رخصت کرالے گئیں، دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی، مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کروہ میکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایساہی اتفاق ہوا، اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیااور ذمہ دار ہُوااور لڑکی کو رخصت کرالے گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑدیااور باالآخر زیور وکپڑااتار کریہ کہہ کرکہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکے میں پہنچادیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابندِ صوم وصلوٰۃ موجود تھے کہاکہ ہم نے اب دربہ ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہااور جب سے اب تک کوئی خبر گیری نہ لی۔

الجواب:

لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغہ تھی یا نابالغہ، چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں، اگر عارضہ ماہواری آتا ہو بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، یہ نہیں بتایاگیاکہ اگر بالغہ تھی تو اس کااذن لیاگیا یانہیں، اور نابالغہ تھی تو باپ نے اس نکاح کو سُن کر کیا کہااور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی۔ جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہوسکتا، اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یانہیں، اگر وُہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندیق ودہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہ ہُوا طلاق کیسی، اور اگر بایں معنی کہاکہ دین کے احکام پر قائم نہیں، ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے، تو اگر نکاح صحیح فرض کرلیاجائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں، طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے، اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہو گئی، عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں، اور نیت ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، **کمافی الدرالمختار وغیرہ** (جیساکہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۰۳: از رانچی اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

شوہر نے اپنی بی بی سے کہاکہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑدیا

بعد کہنے ان الفاظ کے تفرقہ و قطع تعلق بعد زمانہ ڈیڑھ سال کے دوسرے مرد نے اس عورت سے نکاح کرنا چاہا بعض نے کہا کہ اسے شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے، شوہر سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی ہے یا نہیں، اس نے بیان کیا کہ ڈیڑھ دوسال سے میں نے اس کو چھوڑدیا ہے اور کوئی واسطہ وسروکار نہیں ہے اور وُہ داخل طلاق ہے اور طلاق ہی جانئے، سوال یہ ہے کہ واسطہ وسروکار نہیں اور میں نے اسی کو چھوڑدیا ہے، طلاق بالکنایہ محتاج نیت ودلالت حال کی ہے، عرصہ ڈیڑھ دوبرس سے باہمی تفرقہ و قطع تعلق رکھنا موافق قولِ ثانی امام محمد کے جو مختار سغدی ہے دلیل اوپر نیت طلاق کے ہے تیسرا جملہ داخل طلاق یاطلاق ہی جانیے صریح ہے، پس وقوعِ طلاق مسند زمان ماضی اندر مدّت ڈیڑھ دوسال کے ثابت ہے یا نہیں اور انقضائے عدت زمانہ وقوع طلاق سے عرصہ ڈیڑھ دوسال کے اندر موافق روایات فقہیہ متعلق ہے یا نہیں، اور یہ دوسرا نکاح بعد ڈیڑھ دوسال کے صحیح ہوا یا نہیں، زید بسند کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ وبحر وفتح وغیرہ ثابت کرتا ہے کہ جب وقوعِ طلاق باسناد سند زمان ماضی متعلق ہے اور طلاق سبب عدت تو عدت اندر ڈیڑھ دوسال کے گزر گئی نکاح دوسرا صحیح ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ وقتِ اقرار سے عدت محسوب ہوگی یہ دوسرا نکاح باطل ہے بلکہ تمتع فیما بین داخلِ زنا، پس قول بکر کا صحیح ہے یا زید کا؟

الجواب

"مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں" یہ تو الفاظ طلاق سے ہی نہیں،

کقولہ لاحاجۃ لی فیك لااشتھیک[1] کمانص علیہ فی العلمگیریۃ وغیرہا۔	جیسا کہ خاوند کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، تجھ میں میری خواہش نہیں ہے، جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے (ت)

"مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" یہ ضرور کنایاتِ طلاق سے ہے **کقولہ لم یبق بینی وبینك شیئ**[2] (جیسا کہ یُوں کہے میرے اور تیرے درمیان کچھ نہیں ہے۔ت) اور "میں نے تجھ کو چھوڑدیا" یہ لفظ صریح ہے **کما بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار** (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کو بیان کردیا ہے۔ت) اب اگر اُس نے ان لفظوں سے کہ "مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" طلاق کی نیّت کی تھی تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں،

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا جامعه البائن جعله بائنا لامتناع الرجعة۔	کیونکہ صریح بائن کولاحق ہوتی ہے اور صریح اور بائن جمع ہوجائیں تو بائنہ صریح کو بائنہ بنادیتی ہے کیونکہ رجوع نہیں ہوسکتا۔(ت)

اور اگر اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہوئی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو،

لان الصریح لایحتاج الی النیة ولتاخرہ عن الکنایة لم یکن قرینة علٰی نیة الطلاق بھا۔	کیونکہ صریح طلاق نیت کی محتاج نہیں ہوتی،چونکہ صریح طلاق یہاں کنایہ کے بعد ہے لہٰذا کنایہ کے وقت نیتِ طلاق کا قرینہ موجود نہ تھا۔(ت)

عالمگیریہ میں محیط سے ہے:

لوقال لھا بینی فانت طالق فھی واحدة اذالم ینو بقولہ بینی طلاقا[1]۔	اگر خاوند کہے"تو جُدا ہو تجھے طلاق"تو یہ ایک طلاق ہے،اگر اس نے"تُوجدا ہو"سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔(ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

قال لامرأته فی حال الغضب روحی طالق یقع واحدة رجعیة وان نوی الاکثراوالابانة اولم ینوشیئا لانه صریح،اذالکنایة ماتحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا ایضا کما صرح به قاضی خاں فی الکنایات، وھنا الصریح مذکور[2]۔	خاوند نے بیوی کو غصہ میں کہا"میری روح طلاق والی ہے"تو ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ وُہ زیادہ طلاقوں کی یا بائنہ کی نیت کرے یا کوئی نیت نہ کرے ہر طرح ایک رجعی ہوگی،کیونکہ یہ صریح ہے اور کنایہ وُہ ہوتی ہے جس میں طلاق کا احتمال ہو اور طلاق کا ذکر بھی نہ ہو جیسا کہ اس کو قاضی خاں نے کنایات کے باب میں ذکر کیا ہے جبکہ یہاں صریح طلاق مذکور ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

انه مذکور بعدہ والقرینة لابد ان تتقدم کما یعلم مما مر	یہ بعد میں مذکور ہے جبکہ قرینہ کے لئے ضروری ہے کہ وُہ پہلے ہو،جیسا کہ پہلے اعتدی(تو عدّت

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۷

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق دارالمعرفة بیروت ۱/ ۵۴و۵۵

فی اعتدّی ثلثا[1]۔	پوری کر) تین مرتبہ کہنے کے متعلق معلوم ہوچکا ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

| لایقع بالاول شیئ لانه لم ینوبه ودلالة الحال وجدت بعده[2] **اقول:** وفیما ذکر فی الخیریة نوع مخالفة لمامر عن المحیط والظاھر مافی المحیط و عبارة الخانیة الکنایة ماتحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا نصا[3] فانما معناه لایکون نصافی الطلاق کیف وقد قال فیھا لوقال انت طالق فاعتدی وقال عنیت به العدة صحت نیته وان عنی به تطلیقة اخری اولم ینو شیئا فھی تطلیقة اخری وکذٰلك واعتدی اوقال اعتدی بغیر حرف العطف[4] فقد اوقع بالکنایة اخری عند النیة مع وجود الصریح وانمالم یحتج الی النیة لتقدم الصریح فکان من المذاکرة بخلاف مانحن فیه فانه کقوله بینی فانت طالق واللہ تعالٰی اعلم۔ | کنایہ پہلے ہوتو اس سے کوئی طلاق نہ ہوگی جبکہ نیتِ طلاق نہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں نیت اور دلالت دونوں نہ پائے گئے،اور دلالت اگرچہ ہے مگر بعد میں ہے جو کہ قرینہ نہیں بن سکتی **اقول:** (میں کہتاہوں) خیریہ میں جومذکور ہے وُہ محیط سے منقول کے کچھ خلاف ہے جبکہ ظاہر وہی ہے جو محیط میں ہے،خانیہ کی عبارت یوں ہے کہ کنایہ وُہ جو طلاق کا احتمال رکھے اور صراحۃً طلاق مذکور نہ ہواھ،جبکہ اس کامعنٰی یہ ہے کہ طلاق میں نص نہ ہو،یہ کیونکر نہ ہو جبکہ انہوں نے خانیہ میں فرمایا کہ اگر خاوند بیوی کو کہے "تو طلاق والی ہے پس تُو عدت پوری کر" اور پھر کہے کہ میں نے فاعتدی (پس تُو عدت پوری کر) سے عدت مراد لی ہے،تواس کی نیت صحیح ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے اس سے دوسری طلاق مراد لی ہے یا کہے کہ میں نے کوئی نیت نہیں کی،تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی،اور یُونہی اگر "و" عطف کے ساتھ یا بغیر عطف واعتدی اور اعتدی کہے تو بھی یہی حکم ہے،تو یہاں اس بیان میں انہوں نے "اعتدی" کے کنایہ سے نیت کے ساتھ دوسری طلاق' باوجودیکہ اس سے پہلے صریح طلاق مذکور ہے،واقع ہونا تسلیم کیاہے،تو بلاشک کنایہ میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی جہاں صریح طلاق پہلے مذکور ہو تاکہ وُہ مذاکرہ طلاق بن سکے،اس کے برخلاف جو ہم بیان کررہے ہیں اس میں کنایہ پہلے اور صریح بعد میں ہے |

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۴

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۶

[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۶

لہٰذا وہ "توجدا ہو تجھے طلاق ہے" کی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وقتِ اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ وجمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وُہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہوا گر پہلے سے معلوم ہے تو بلاشبہہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے، یوں ہی اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جُدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں، اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اس وقت سے وُہ اسے جُدا بھی کرچکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحۃً باطل وخلاف اجماع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ظاہر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق الاان المتاخرین اختاروا وجوبھا من وقت الاقرار حتی لایحل له التزوج باختھا واربع سواھا زجراله حیث کتم طلاقھا،وھو المختار کما فی الصغری اھ و وفق السغدی بحمل کلام محمد علی مااذاکان متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیه،اما اذاکان مجتمعین فالکذب فی کلامھما ظاھر لایصدقان فی الاسناد،قال فی البحروھذا ھو التوفیق ان شاء اللہ تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفة للائمة الاربعة وجمھور الصحابه والتابعین وحیث کانت مخالفتھم للتھمة فینبغی ان یتحری به محالھا و الناس الذین ھم مظانھا،ولھذا فصل السغدی بما مر اھ ملخصاو	بحر میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مبسوط میں ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے، اس لئے اس کو بیوی کی بہن اور اس کے ماسوا زائد چار عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پوری نہ ہوجائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغرٰی میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے یُوں کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کا محمل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی بیان کردہ وقتِ طلاق سے علیحدگی اختیار کرچکے ہوں اور اگر وہ دونوں اس وقت سے اب اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو پھر طلاق کے لئے بیان کردہ وقت میں دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے اس لئے وقت کے بیان میں تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی

اقرہ فی البحر والنہر۔[1]	عدت شمار ہوگی) اور بحر میں فرمایا یہ موافقت درست ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتوٰی ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ کرام اور تابعین کے قول کے مخالف ہے، تو یہ مخالفت تہمت کے مقام میں ہے، تو بہتر ہے کہ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات موجود ہیں اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جو گزرچکی اھ ملخصًا، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے۔ (ت)

ڈیڑھ دوسال میں اگرچہ ذوات الحیض کی مدت کا انقضاء لازم نہیں **فقد تکون ممتدۃ الطھر** (کیونکہ کبھی لمبے طہر والی ہوتی ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے کہ امام کے نزدیک کم از کم دو ۲ مہینے اور صاحبین کے ہاں انتالیس ۳۹ دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب شرعًا نہ ثابت ہویُوں کہ طلاق سے مثلًا ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اس نکاح کو چھ ۶ مہینے اور طلاق کو دو برس گزرنے سے پہلے بچّہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی، بدائع، و بحر و درمختار وغیرہا میں ہے:

اقدامھا علی التزوج دلیل انقضاء عدتھا[2]۔	بیوی کا نکاح کے لئے اقدام اس کی عدت ختم ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے (ت)

بالجملہ قول بکر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۰۴: سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور

اسی مسئلہ کے متعلق بکر بزورِ طبع زید کو ترغیبِ عزت واحترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ میں اقرار شبہہ کا اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزّت دونی کرادیں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو صدہا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین پیش کرکے لوگوں کو سرنگوں کردیں گے وبصورتِ عدم اقرار شبہہ بدعتی کا حکم لگادیں گے، غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھلانا ایک جزئی مسئلہ میں توہینِ خواص متصور ہے یا نہیں؟ اور ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے؟

---

[1] ردالمحتار باب العدّۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۰

[2] بحرالرائق باب العدّۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۴۷

الجواب:

بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعت مطہرہ پر اس کا افتراء تھا، اسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکامِ شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جما ہے اس وقت تک اگر اس کا افتراء نادانستہ تھا اور اب جان کر مُصر ہوگا تو قصداً **مفتری علی اللہ** ہوگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ [1]۔	جھوٹا افتراء وہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ [2]۔	بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء بازی کرتے ہیں وُہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھادیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَہُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ﴿۱۳۹﴾ [3]۔	کیا وُہ ان کے ہاں عزت چاہتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالٰی کے لئے ہے (ت)

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کرکے اس میں اپنا شبہہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے، خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی ان کا اس طرح ذکر بلاشبہہ توہین ہے بکر بے ادب مختل الدین ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: ازمارہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مسمّاۃ مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اس کا نکاح اس کی پھپی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا، کبھی میل جول عورت مرد کا جیسا ہونا چاہئے نہ ہوا، اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۳ سال کے ہے اس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وُہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل، چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں

---

[1] القرآن ۱۰۵/۱۶

[2] القرآن ۶۹/۱۰

[3] القرآن ۱۳۹/۴

اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں میں جواب دے دُوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردو یہ بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے۔اس پر اس کی ساس بہت ناخوش ہوئی،اب اس سے جواب کے لئے کہا جاتا ہے وُہ انکار کرتا ہے،کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہوگیا،کبھی لوگوں سے کہا میں اس عورت کی ناک کاٹ لوں گا۔یہ عورت اس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اس کی ماں اس کو بھیجنا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔آیا وہ عورت اب بلاطلاق لئے دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتی ہے؟

الجواب:

اس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جواب دے دوں گا،اور یہ کہ میری بی بی نہیں،اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے،ان میں سے کوئی لفظ کلمہ طلاق نہیں البتہ اس کا یہ لفظ کہ "فلاں سے اس کا عقد کردو" کنایہ طلاق ہوسکتا ہے،

علی معنی زوجوھا فلانا لانی طلقتھا کما قال ش فیمن زوج امرأتہ من غیرہ موجہا لمن قال ان نوی طلقت لعل وجھہ ان قولہ زوجتك امرأتی فلانۃ یحتمل ان یکون علی تقدیر ان صح تزویجھا منك اوتقدیر لانہا طالق منی فاذا نوی الطلاق تعین الثانی فتطلق اھ[1]۔	"اس کا نکاح فلاں سے کردو کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے"کے مطابق ہے،جیسا کہ علامہ شامی نے ماتن کے قول"جس نے اپنی بیوی کا نکاح دوسرے سے کردیا"کے متعلق جس نے کہا اگر طلاق نیت کی ہو طلاق ہوجائیگی اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا خاوند کا کہنا کہ "میں نے اپنی فلاں بیوی کا تجھ سے نکاح کیا"اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ تجھ سے نکاح کیا اگر تجھ سے نکاح کرنا جائز ہو۔اور دوسرا احتمال یہ ہے تجھ سے نکاح کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے رکھی ہے،تو جب طلاق کی نیت سے کہے تو صرف دوسرا احتمال مراد ہوگا،اس لئے طلاق ہوجائے گی اھ(ت)

رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تُونے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں،اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاقِ مجیدن کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا،اور اگر قسم کھانے سے انکار کردے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت اسی وقت سے جب سے

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۴

یہ الفاظ اس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلًا نہ ہوئی جب تو عورت وقتِ طلاق ہی سے نکاح ثانی کی محل ہو گئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کرسکا تو اگر جب سے اب تک عدت یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر رحیم خاں نہ ملے کہ اس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح حرام ہوگا قال اللہ تعالٰی وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶: از چھپّر امحلّہ نئی بازار تربنہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ جب وُہ سامنے سے دُور نہیں ہوتی اس وقت وُہ جوتا لے کر دوڑتا ہے تب وُہ سامنے سے علیحدہ ہو جاتی ہے آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس نے بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی، اور اگر ایک بار بھی بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے، یہ قسم حاکم کے سامنے ہو ناضروری نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۳۰۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریبًا ۱۱ سال کا ہوا میری شادی کو ہوئے، میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا، برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں پہنچادیا، اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ "تُو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں"۔ اب عرصہ چھ ۶ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں، برادران نے دو ۲ شخص مقرر کئے وُہ بتاریخ ۲ شوال ۱۳۳۶ھ یومِ جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انہوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمہاری بی بی بہت تکلیف میں ہے اور وہ تمہارے

[1] القرآن ۴/ ۲۵

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

پاس آنا چاہتی ہے، اس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ "وہ میری بی بی تو اسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے وُہ گئی ہے اور اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے"۔ اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہو گئی اور وُہ اس کی زوجیت سے نکل گئی، اگر اس روز سے آج تک جسے سائلہ چھ ۶ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہوگئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اس صورت میں اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے، اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو جب ہو جائیں اس وقت اسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لئے کہ وہ چھ ۶ برس سے طلاق دینے کا مقر ہے اور وُہ دونوں اسی وقت سے جدا ہیں تو عدت جبھی سے لی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر وظاھر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق، الاان المتاخرین اختاروا وجوبھا من وقت الاقرار حتی لایحل لہ التزوج باختھا واربع سواھا زجرالہ حیث کتم طلاقھا وھو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی مااذاکان متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیہ، امااذاکانا مجتمعین فالکذب فی کلامھما ظاھر فلایصدقان فی الاسناد قال فی البحر وھذاھوالتوفیق ان شاء اللہ تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ و	بحر میں فرمایا کہ مبسوط میں امام محمد کا ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے اس لئے ایسے شخص کو بیوی کی بہن اور اس کی بیوی کے ماسوا چار عوتوں سے نکال حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدّت پوری نہ ہوجائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغرٰی میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کا محمل یہ ہے کہ جب خاوند وبیوی بیان کردہ وقتِ طلاق سے علیحدگی اختیار کرچکے ہوں، اور اگر وُہ دونوں اس وقت سے وقتِ اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں، تو دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے لہٰذا وقت کے بیان میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی عدت شمار ہوگی)

جمهور الصحابة والتابعين رضى الله تعالٰی عنهم وحيث كانت مخالفتهم للتهمة فينبغي ان يتحرى به محالها والناس الذين هم مظانها ولهذا فصل السغدى بما مر اه واقره فى البحر والنهر [1] اه اقول: وانما اسند الامر الى اقراره لان قوله "نکل جا" يحتمل الرد كما نصوا عليه وقوله "تعلق نهيں" يحتمل السب كما حققناه فى جدالممتار والحال حال الغضب فلايحكم بالطلاق الااذا اقر بالنيّة و "چھوڑنا" من الصريح بلساننا فان كان قوله "اسی تاریخ سے" الخ راجعا الى ذينك اللفظين، كان اقرار بالنية، فالعدة مذذاك بالاجماع وان فرض على خلاف الظاهر صرفه عن الكلام المعروف الى كلام باطن مجهول اوجعل اقرار كاذبا كاف انشاء مسند افالعدة مذذاك بحكم التوفيق۔ والله تعالٰی اعلم۔	بحر میں فرمایا دونوں کلاموں میں یہ توفیق اِن شاء اللہ درست ہے، اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتوٰی ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مخالف ہے اور متاخرین کا یہ فتوٰی مقام تہمت کے لئے ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ موقع محل کے متعلق سوچ بچار سے کام لیاجائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات پائے جاتے ہیں، اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل واضح کرتے ہوئے مذکورہ موافقت بیان کی ہے اھ، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے اھ **اقول:** (میں کہتاہوں) اور خاوند کے اقرار سے حکم متعلق اس لئے ہوگا کہ خاوند کا کہنا "نکل جا" جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے، اور خاوند کا کہنا "تعلق نہیں" ڈانٹ کا احتمال رکھتا ہے جیساکہ ہم نے جدالممتار حاشیہ ردالمحتار میں تحقیق کی ہے جبکہ حالت بھی غضب والی ہے تو اس وقت تک طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک طلاق کی نیت کا اقرار نہ کرے، اور لفظ "چھوڑنا" ہماری زبان میں صریح طلاق ہے، اس لئے خاوند کا کہنا "اسی تاریخ سے الخ" اگر پہلے دونوں لفظوں کی طرف راجح ہو تو یہ نیت طلاق کا اقرار قرار پائے گا لہٰذا عدت کا شمار بالاجماع اسی تاریخ سے ہوگا، اور اگر اس کی بات کو معروف معنی کے بجائے مجہول اور مخفی معنی کی طرف پھیراجائے یا اقرار کو جھوٹ قرار دیا جائے، اگرچہ یہ خلافِ ظاہر ہے تاہم یہ انشاء ہوگا اور اس وقت کا اعتبار ہوگا لہٰذا عدت یہاں سے شمار ہوگی جیساکہ موافقت کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۰

مسئلہ ۳۰۸: از ریاست رامپور محلّہ شاہ آباد دروازہ مسئولہ سید نادر علی صاحب ۲۸ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا، اس پر اور زیادہ بدکلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی، زید نے اور سختی کی، اور یہ لفظ مجبور ہوکر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا۔ اس واقعہ کے وقت زید کے رشتہ کے بہنوئی موجود تھے، لفظ "چلی جا" سُن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا، اس پر زید کو اور زیاد غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب وفراز کا خیال نہ کیا اسی حالتِ غیظ، میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہوکر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑا تھا لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور یاد نہیں کہا اور یہ بھی کہا کہ "آزاد کیا"، ان لفظوں کی ادائیگی زید نے متوجہ کرکے یا مخاطب ہوکر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اس وقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے روبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب وقبول نہ ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا؟ اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے، لہٰذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مُہر ودستخط سے مزیّن فرمائیں۔

الجواب:

زید نے لفظ "طلاق طلاق" چند بار کہا اگر اس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

لانہ ان ثلث فذاك وان ثنی فثالثھما قولہ قولہ "آزاد کیا" لانہ لایحتمل ردا ولاسبا وقد صارت الحال حال المذاکرۃ لانہ قالہ لمدخولہ "طلاق طلاق" کما ذکرہ السائل والاضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق کقولہ طلقتك طلقتک۔	کیونکہ اگر تین مرتبہ کہا تو تین، ورنہ اگر دو مرتبہ طلاق کہا تو پھر تیسری طلاق اس کے "آزاد کیا" کہنے پر ہوگئی، کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب بننے کا احتمال نہیں رکھتا، جبکہ پہلے "طلاق" کہنے پر مذاکرہ طلاق بھی بن چکا ہے کیونکہ مدخولہ عورت (وطی شدہ) کو طلاق طلاق کہا ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، اور پہلے طلاق میں بیوی کی نسبت آخری لفظ میں بھی معتبر ہوگی، جیسا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" میں ہوتا ہے۔ (ت)

مگر یہ اس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اس لفظ "طلاق طلاق" سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اگر اقرار نہ کرے گا اُن الفاظ سے حکمِ طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اس نے نیتِ طلاق کی تھی اور مکر جائے گا تو وبال اس پر رہے گا

مستحق عذابِ نار ہوگا، عورت کے پاس جانا اس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا۔ خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے:

سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال عنيت امرأتي يقع وان لم يقل شيئا لايقع[1]۔	ایک نشے والے کی بیوی اس سے بھاگ گئی تو یہ اس کے پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہوا تو (بالفاظ فارسی) کہا "تین طلاق" بعد میں اگر وُہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو کہا تھا، تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

وجیز کردری پھر انقرویہ میں ہے:

فرت ولم يظفر بها فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتي يقع والالا[2]۔	بیوی بھاگی تو کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا "تین طلاق" اگر بعد میں کہے "میں نے بیوی کو کہا ہے" تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)

پھر اگر وہ اقرار مذکور کرلے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہوکر دو۲ لفظ رہے "چلی جا" اور "آزاد کیا" پہلا لفظ مطلقًا محتاج نیت نہیں ہے۔ در مختار میں: اذهبي يحتمل ردا[3] (کیونکہ جواب بن سکتا ہے۔ ت) اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریق زن نہ کہا تھا، تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں، اگر جُھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی پھر زنا کا وبال اس پر ہے، در مختار میں ہے:

يكفي تحليفها له في منزله[4]۔	خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے (ت)

دوسرا لفظ "آزاد کیا" اگرچہ نہ محتملِ رَد ہے نہ محتملِ سبّ، اور حالتِ غضب ہے تو طلاق مطلقًا ہونی چاہئے تھی، در مختار میں ہے:

انت حرة لايحتمل السب والرد[5]۔	"تُو آزاد ہے" کہنا ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۲

[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب الطلاق دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/ ۷۴

[3] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

[4] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

[5] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

مگر لفظ آزاد کیا میں عورت کی طرف اضافت نہیں تو اگر بحلف کہہ دے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا' تو طلاق کا اصلاً حکم نہ ہوگا اگر جُھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذابِ شدید کا استحقاق اُس پر ہے۔ خانیہ وبزازیہ میں ہے:

لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له[1]	"تُو میری اجازت کے بغیر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" کہا، تو عورت نکل گئی، طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کی قسم نہ کہا، اور احتمال ہے کہ کسی دوسری عورت کی طلاق مرادلی ہے لہٰذا شوہر کی وضاحت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ت)

بالجملہ اگر "طلاق طلاق" سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ ایک بائن کا حکم ہے، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت میں خواہ بعد عدت اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے مگر یہ کہ بحلف کہے کہ لفظ "آزاد کیا" اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اس سے حلف لیں گے کہ "چلی جا" سے اس عورت کو طلاقِ بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں، اگر اس پر بھی حلف کرلے گا تو اصلاً حکمِ طلاق نہ ہوگا، اور اگر اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا، عورت نکاح سے نکل گئی، غصّہ یا حمل یا عورت کا دُور ہونا کچھ منافیِ طلاق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹: از شاہجہان پور محلّہ مہنددگڑھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلاً خبر گیراں نہیں ہوتا ہے، نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے کہ اس کا دوسری جگہ نکاح کردیا جائے اور اس کا کوئی علاقہ بندوں سے دستگیر نہیں ہے کہ اس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے سخت مجبور ہے، اب جو حکم صاحبانِ شرع متین کا ہو اس پر عمل کیا جائے، بیان کرو اجر پاؤ، اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ اب میرا شوہر مجھ کو رخصت کرلیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے، اس کے واسطے مسمّاۃ نے چند خط بھی روانہ کئے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی، پھر اس کے بعد خود بھی گئی، پھر بھی اس نے نہیں رکھا واپس کردیا، تب مجبور ہو کر عدالت سے نان نفقہ کا دعوٰی کیا وہاں اس نے روٹی کپڑا

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۵

دینے کا اقرار کیا اس پر بھی وُہ مقدمہ خارج کیا گیا، پھر اس کے بعد مسمّاۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا، پھر مسمّاۃ نے وہاں خبر بھیجی اس پر اس نے ایک ایسا کارڈ روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہو گئی، چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وُہ ایسا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاہجہان پور مقام موضع سندھول کا رہنے والا ہے اور مسمّاۃ باشندہ شاہجہان پور ہے محلّہ مہمند گھڑی، اور جو کارڈ اس نے روانہ کیا وُہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے، آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں ان کے دستخط کرواکے روانہ کیجئے، نہایت عاجز اور مسکین ہُوں فقر فاقہ کرتی ہُوں، آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہو کر فتوٰی آجائے گا تو اور جگہ نکاح کرلوں گی اور آپ کو دُعادُوں گی اور آپ کو اللہ تعالٰی اس کا اجرِ عظیم دے گا، واسطے اللہ کے میرے اوپر رحم کیجئے۔

الجواب:

کارڈ دیکھا گیا اس میں صرف یہ لفظ ہے آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لے جاؤ اور اس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور پھری گئی اور ہر کس وناکس سے ملی اس لئے وُہ بالکل میرے کام کی نہ رہی، اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا، نہ ہرگز عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اگر کرے گی محض حرام ہوگا، اس سے پوچھا جائے اگر وُہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو جبھی سے طلاق ہو گئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آکر ختم ہوگئے یا جب ختم ہوجائیں دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر وُہ نیتِ طلاق کا اقرار نہ کرے اس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے نیتِ طلاق نہ کی تھی تو ہرگز حکم طلاق نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے **یکفی تحلیفھا له فی منزله**[1] (خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ت) اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالش کی جائے کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وُہ حاکم کے سامنے بھی اس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی اور اگر وہاں حلف کرلیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی، اگر جُھوٹی حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اس پر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۱۰: از بریلی شہر کہنہ محلّہ قرولی مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مَے نوشی وقمار بازی کرتا ہے، اس نے

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

حالت مے نوشی وہار کی سوزش قمار بازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا،روپیہ دینے میں بیوی نے تسہل کیا یہ سمجھ کر کہ حالتِ غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچّوں کو تکلیف نہ ہو،یہ سستی کرنا اور انکار روپیہ سے کرنا اس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دے دی جو حضور کے پیش نظر ہے:

نقل تحریر: مسمّاۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔عنایت اللہ ولد محمد مصطفیٰ ساکن بریلی شہر کہنہ محلّہ قرولی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء۔

الجواب:

اگر یہ تحریر اس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی "میں نے اسے طلاق دے کر آزاد خود مختار کردیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کرلے" جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر نیتِ طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوئی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وُہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے اس سے اسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے،اگر زید جُھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے۔در مختار میں ہے:

والقول له بيمينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله[1]۔والله تعالٰی اعلم۔	اس کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی،اور بیوی کا گھر میں خاوند سے قسم لینا کافی ہوگا۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۱: از شہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ سال کا ہُوا،شادی کرکے وُہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ سال سے آوارہ پھرتا ہے،جب اس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اس کی زوجہ اس کے پاس گئی اس نے کہا "تُو یہاں سے چلی جا ورنہ تیری ناک کاٹ لوں گا،جو تیرا دل چاہے وہ تُو کر،میرے پاس مت آ۔" عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا؟

الجواب:

اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی نیت ہونا ثابت ہوجائے حکمِ طلاق دے دیں گے ورنہ

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

نہیں،اس سے پوچھا جائے کہ تُو نے یہ لفظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے یا نہیں، اگر قسم کھالے کہ میں نے بہ نیت طلاق نہ کہے تھے، تو طلاق نہ مانی جائے گی،اور اگر قسم کھانے سے انکار کے توطلاق ثابت ہو جائے گی جب تک یہ انکار حاکمِ شرع کے حضور نہ ہو طلاق ثابت نہ ہوگی ہاں اگراقرار کردے کہ بہ نیت طلاق کہے تھے تو طلاق ہو گئی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۱۲: از پیلی بھیت محلّہ شیر محمد مسئولہ اویس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازم فوج ہو کر پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا، میں واپس آکر دوسری شادی کرلُوں گا۔ چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اس کے والدین نے اندر دو۲ ماہ نکال دیا اور اس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کرلیا، عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلاطلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریبًا ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمت فوج سے واپس آیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکور کا خبر گیراں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اس کے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اس کو کسی خیال نے تکمیل طلاق نامہ سے روک دیا تھا، عورت مذکور کو اس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اس کی گود میں ایک لڑکا ساتھ سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکور اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرسکتی ہے؟

الجواب:

یہ لفظ کہ "یہ عورت میرے مطلب کی نہیں" کنایات سے ہے اور محتمل سبّ ہے اور حالت حالت غضب ہے تو حکم طلاق نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیت طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اسے اختیار ہوگا، اگر وہ نیتِ طلاق کا انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف کرے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی اور عورت کو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا، اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو بہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوت طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہو جاتا تو عدّت کے اندر تھا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۱۳: از اجمیر شریف محلّہ چاہ ارٹ مسئولہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نا اتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھ دیا ہے کہ "تو ہفتہ کے اندر میرے

پاس نہ آئے تو جہاں پر چاہے جا، تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا۔" لہٰذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کرلیا لہٰذا فرمایئے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور عورت بعد عدّت دوسرے سے عقد کر سکتی ہے یا نہیں ؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس صورت میں طلاق ہونا نیت شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطورِ خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے، شوہر اگر قسم سے کہہ دے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائے گی اور وُہ بدستور اس کی زوجہ ہوگی، ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی، **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۱۴: از شہر بریلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کردو یا شادی کردو، سا نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

حالت حالت مذاکرہ وغضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سبّ ہے لہٰذا طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی **ھذا ما عندی** (یہ جواب میرے ہاں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۱۵: از جیت پور کاٹھیاواڑ جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سیّد غلام حیدر صاحب مسئولہ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رضوی بریلی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ،

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہوکر بحالت غصہ یہ کہا کہ "تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں، میں نے تجھ کو طلاق دی"۔ ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اٹھاتا ہے کہ "میں نے فقط تنبیہ کے لئے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا"، اب زید و ہندہ کیا کرنا چاہیئے؟ اگر حلالہ لازم آتا ہو، تو کوئی صورت شریعتِ مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید و ہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہوجائیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کے لئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اس نے کہے نہ اس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی

لان اللفظ الاوّل یحتمل الرد فینوی علی کل حال والثانی یحتمل السب فینوی فی الغضب وقد حلف ویکفی حلفه فی منزله[1] کما فی الدرالمختار واللفظ الثالث وان کان صریحا لایکون قرینة فی الاولین لان شرط النیة ان تتقدم کما فی ردالمحتار۔	کیونکہ پہلا لفظ جواب کا بھی احتمال رکھتا لہٰذا بہر صورت نیتِ طلاق ضروری ہے، اور دوسرا لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے صرف غصہ کی حالت میں طلاق کی نیّت کرنی ہوگی جبکہ وُہ قسم دے چکا ہے اور گھر میں قسم دے دینا کافی ہے جیس کہ درمختار میں ہے۔ اور تیسرا لفظ اگرچہ طلاق میں صریح ہے لیکن یہ پہلے دونوں لفظوں کے لئے قرینہ کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ قرینہ کے لئے پہلے ہونا شرط ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

پس اگر اس سے پہلے کبھی دو[۲] طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدّت باقی ہو تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو رجعت کرسکتا ہے، مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ "میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا" تو وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر وضعِ حمل تک رجعت نہ کرے گا تو اس کے بعد برضائے زن اس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہوگی، حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں، حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے، اور جب لازم ہوتا ہے اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ماذکر فی القنیة من الحیل وغیرہا باطل لااصل له (قنیہ میں جو حیلے ذکر کئے گئے وُہ باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶:　　　　مرسلہ مستقیم خاں زمیندار　　　　۱۴صفر ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھوراخاں کے ساتھ ہُوا ابھی رخصت نہ ہوئی تھی کہ باہم نزاع ہوگیا۔ برکت اللہ خاں، مستقیم خاں، نظیرالدین خاں صلح کے لئے گئے۔ سب کے سامنے بھوراخاں نے کہا "یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑدیا ہے" اور چند مرتبہ کہا "میں نے چھوڑدی چھوڑدی مجھ کو کچھ سروکار نہیں، میری بی بی نہیں ہے" اس صورت میں طلاق ہوئی یا

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

نہیں؟بینوا توجروا۔

الجواب:

اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی،اس پر ایک طلاق بائن ہو گئی،آدھا مہر شوہر پر واجب الادا ہوا،عورت کو عدت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کرلے،اگر اس شوہر سابق ہی سے راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہو سکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷: مسئولہ مولانا حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری رضوی لکھنوی متعلّم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۹رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا"میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں"اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟بینوا توجروا۔

الجواب:

دوطلاقیں بائن ہو گئیں،عورت نکاح سے نکل گئی،عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدّت کی بھی حاجت نہیں،اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کر سکتی ہے عدّت میں خواہ عدّت کے بعد،جبکہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہو گئیں بے حلالہ نہیں ہو سکے گا،

وذٰلك لان اللفظ الاول صریح فوقع به طلاق وان لم ینو وصار الحال به حال المذاکرۃ واللفظ الثانی لا یحتمل الرد بل السب فاستغنی عن النیة لاجل المذاکرۃ،والواقع به بائن لانه من الکنایات غیر الثلاث المعلومة اعتدی واخیها فلحوقه جعل الرجعی الاوّل ایضا بائنا لامتناع الرجعة بالثانی فبانت بثنتین۔واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے اس لئے یہ طلاق ہوئی اگرچہ نیت نہ بھی ہو،اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہوگیا،اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا،لہٰذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذاکرہ طلاق ہوچکا ہے،اس سے بائنہ طلاق ہوئی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہے،لہٰذا اس دوسرے لفظ سے پہلی صریح طلاق بھی بائنہ ہو گئی کیونکہ دوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا،لہٰذا بیوی کو دو ۲ بائنہ طلاقیں ہوئیں،واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۸: ۲۳ جمادی الاآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ "جا میں نے تجھے چھوڑ دیا" اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" مگر "طلاق" کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اگر تین بار کہا تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین بار سے کم کہا اور عدّت گزر گئی تو دوسرا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں، اور عدّت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۱۹: از شہر بریلی محلّہ ذخیرہ مسئولہ سید شرافت علی صاحب ۷ رجب مرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے، زید کے گھر سے ایک آدمی اس کو لینے گیا، اس کے والدین نے نہیں بھیجا، دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص بتلائی، زید کو ناگوار ہوا اس نے کہا کہ "اگر آپ نہیں بھیجتے تو آپ کی لڑکی کو جواب دے دُوں گا اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو بلوا لیجئے تاکہ میں اس وقت اُن کی موجودگی میں جواب دے دُوں اور قطع تعلق کرلوں۔" زید کے خسر او ساس نے جواب دیا کہ "نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے" زید یہ کہہ کر کہ "میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل بذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو اطلاع دُوں گا"۔ دوسرے دن اس نے یہ لکھ کر کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں" رجسٹری کر دی، زید کے خُسر نے واپس کر دی، زید پردیس چلا گیا وہاں سے دو۲ ماہ کے بعد آیا اس وقت زید کے ایک عزیز نے جو کہ اس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا، زید سے مل کر یہ چاہا کہ بیوی سے صلح ہو جائے، زید نے اس کو یہ جواب دیا کہ "میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی" وُہ خاموش ہو گیا، چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے یہ کہا کہ "میں اپنی بی بی کو طلاق دے چُکا ہوں" اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی بی بی کو طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دے چکا تھا تو برضائے زن اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دے چکا تھا تو اب بے حلالہ نہیں کر سکتا کہ تین ہو گئیں ایک پہلے اور ایک اس وقت اس کا کہنا کہ "میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا" ________ پھر لکھنا کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں" یہ مجموع ایک ہی ہو گی **فان البائن لایلحق البائن والنیۃ قد ظھرت**

(بائنہ طلاق پہلی بائنہ کے بعد نہیں آسکتی اس میں نیت کی ضرورت تھی جو کہ پائی گئی۔ت) اور ایک اس کا لکھنا کہ "طلاق دیتا ہوں" اور رجسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلاشرط تھی۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۰: از ملک متوسط شہر رائپور محلّہ بیجناتھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق مولود خواں عرائض نویس ۱۹ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمّی طالع ور خاں نے بحالت غیظ وغضب ایک خط اپنے خسر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے جناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بارہا کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لے جاؤ، مگر آپ لے ہی گئے بغیر رضامندی، آپ نے اپنی ہی ضد کی، میں بھی اس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا، اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی، اطوار ناشائستہ جو اسمیں ہیں اُن کا دفع غیر ممکن ہے، اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں ہیں، لہٰذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو، کیونکہ جس حالت میں میرا دل اس سے خوش نہیں اور اس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہونا سبب، برضاور غبت آپکو اجازت دیا، اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا تاکہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے، اس خط کو بطور طلاقنامہ کے تصور فرمائیں اگر آپ اس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہوا اس کا تو البتہ افسوس ہے کہ حج کا روپیہ خرچ ہوگیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں، مرضی مولٰی از ہمہ اولٰی۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کارنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصور فرمائیں، عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا جو رشتہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا، سرمست خاں اس خط کو حرف بحرف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سُنادیں تاکہ اس پر شرعًا طلاق واجب ہوجائے، کیونکہ وہ میری بلااجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشّمس ہے، فقط بندہ طالع ور خاں از مقام ساکولی۔

جس وقت یہ خط پہنچا سرمست خاں نے عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو سنادیا، بعد ایک ہفتہ کے طالع ور خاں اپنے خسر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کردو، نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد دو [۲] گھنٹہ کے طالع ور خاں لینے آئے تو معلوم ہوا کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا، بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالعور خاں سے صراحۃً کہہ دیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاقنامہ لکھ کر روانہ کردیا، پھر بائیس [۲۲] ماہ کے بعد طالعور خان نے اپنے خسر کے نام یہ خط لکھا:

جناب ماموں صاحب! بعد سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کئی علماء سے دریافت کیا سب

یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی اس لئے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کرادیجئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ رنجیدہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہوتا **فقط**

پھر نوماہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علماء سے خط بھیج کر فتوی طلب کیا تھا، جواب آیا کہ طلاق ہو چکی مہر کے نسبت اُنہوں نے فتوی دیا کہ نصف مہر دینا چاہئے، مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں، پس عرض یہ ہے کہ صورتِ مرقومہ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کن لفظوں سے؟ اور کس قسم کی؟ اور کتنی طلاق متحقق ہوئیں؟ غرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اللّٰهم هداية الحق والصواب۔ اس خط میں آٹھ لفظ تھے:

(۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردو۔

(۲) برضاورغبت آپ کو اجازت دیا۔

(۳) اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا۔

(۴) اس خط کو بطور طلاق نامہ تصوّر فرمائیں۔

(۵) اگر آپ اس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا۔

(۶) عمدہ سے اور مجھ سے کوئی سروکار نہ رہا۔

(۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سُنادیں کہ اس پر شرعًا طلاق واجب ہوجائے۔

(۸) وُہ میری بلااجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشّمس ہے۔

ان میں **لفظ چہارم** صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاق نامہ تصوّر فرمائیں، کے صاف یہ معنٰی کہ حقیقت میں طلاق نامہ نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

امرأة قالت لزوجها مرا طلاق دہ **فقال الزوج** دادہ انگار او کردہ انگار **لایقع وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع وان نوی**[1] **اھ ملخصًا۔**	بیوی نے خاوند کو کہا" مجھے طلاق دے" خاوند نے جواب میں کہا" تُو دی ہوئی یا کی ہوئی خیال کرلے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ عربی میں اس کا معنٰی یُوں ہے" تو گمان کرلے کہ تو طلاق والی ہے" اور اگر یوں بالفاظِ عربی کہا تو طلاق نہ ہوگی چاہے طلاق کی نیت کی ہو اھ ملخصًا (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۰

اُسی میں ہے:

لوقیل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدھا مطلقة اواحسبھا مطلقة لاتطلق امرأته[1] اھ تمام تحقیق ذٰلك فی فتاوٰنا المفصلة۔	ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے" اور دوسرا جواب میں کہے "تُو اس کو طلاق دی ہوئی شمار کرلے تو مطلقہ سمجھ لے" تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی اھ، اس کی مکمل تحقیق ہمارے مفصل فتووں میں ہے۔(ت)

لفظ پنجم ظاہرًا ترک نزاع کا وعدہ ہے،

"آگے بمعنی آئندہ" اوھو تعلیق علی الانکاح ان ارید بقوله "آگے" بعد الانکاح، او اخبار عن النیة فی بعض الالفاظ السابقة ان ارید به من بعد ماکتبت ھذا۔	آگے بمعنی آئندہ یایہ نکاح کردینے پر معلّق ہے اگر اس نے "آگے" کے لفظ سے نکاح کردینے کے بعد کی نیت کی ہو، یا پہلے مذکور الفاظ میں سے کسی لفظ میں نیت کی خبر دینا ہے جبکہ اس نے وہ لفظ لکھنے کے بعد مراد لی ہو۔اسے محفوظ کرلو۔(ت)

لفظ ششم بھی الفاظِ طلاق سے نہیں، سر بمعنی خیال وخواہش اور کار بمعنی حاجت ہے، سروکار نہیں یعنی غرض، مطلب حاجت کام نہیں، اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیتِ طلاق کہے۔خانیہ وبزازیہ وغیرہما میں ہے:

لوقال لاحاجة لی فیك ونوی الطلاق لایقع وکذالو قال مرا بکار نیستی وکذالو قال مااریدک[2]۔	اگر خاوند نے کہا "مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔یوں ہی اگر اس نے کہا "تو میرے کام کی نہیں" یوں ہی اگر اس نے کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی۔(ت)

بحر الرائق میں ہے:

اذاقال لاحاجة لی فیك اولااریدك او لااحبك اولا اشتھیك اولارغبة	اگر خاوند نے یہ الفاظ کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا،

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۶

لی فیك فانه لایقع وان نوی[1]۔	مجھے تیری خواہش نہیں، تجھ میں میرے لئے رغبت نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

لفظ ہشتم بھی محض لغو وغلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بتاتا ہے بے اجازتِ شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بناپر ہو معتبر نہیں۔ خانیہ میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأة تزوجها فھی طالق فشرب وھو صبی فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع فقال ھذا البالغ (آرے حرام است برمن) لا تحرم امرأته ھوالصحیح لانه ما اقربالحرمة ابتداء وانما اقربالسبب الذی تصادقا علیه وذٰلك السبب باطل[2] اھ ملخصًا۔	ایک بچے نے کہا "اگر میں یہ پی لوں تو جس عورت سے بھی نکاح کروں تو اس کو طلاق" پھر اس نے دوران بچپن وُہ چیز پی لی، پھر بالغ ہونے کے بعد اس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے سسرال نے خیال کیا کہ اس کے مذکور قول کے مطابق کی وجہ سے طلاق ہوگئی تو اس لڑکے نے کہا "ہاں یہ مجھ پر حرام ہے" تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی، کیونکہ یہاں ابتداءً بیوی کو حرام نہیں کہا بلکہ اس نے اس سبب کے وجود کا اقرار کیا جس پر یہ دونوں سچے اور جس سبب پر اس نے یہ اقرار کیا وُہ باطل ہے اھ ملخصًا (ت)

بقیہ چار الفاظ میں **تین لفظ پیشین** کا حاصل اجازتِ نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے،

فانه ینبئ عن رفع قید النکاح واخراجھا عن عصمة لنفسه کقوله تزوجی[3] کما فی الخانیة وابتغی الازواج[4] کما فی الکنز ووھبتك للازواج[5] کما فی	کیونکہ یہ الفاظ نکاح کی قید کو ختم کرنے کی خبر دیتے ہیں اور اپنی عصمت سے نکالنے کی خبر دیتے ہیں جیسے کہ خاوند یوں کہے "تو نکاح کر" جیسا کہ خانیہ میں ہے "تو خاوند تلاش کر" جیسا کہ کنز میں ہے

[1] بحر الرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۰۳
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۳۵
[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۶
[4] کنز الدقائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶
[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۶

الھندیۃ۔	"میں نے تجھ کو خاوندوں کے سپرد کیا" جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔(ت)

مگران تین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بائن ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لایلحق البائن (کیونکہ بائن طلاق کے بعد دوسری بائنہ لاحق نہیں ہوسکتی۔(ت)

لفظ ہفتم طلاق صریح ہے مگراس شرط پر معلق کہ سرمست خاں، نجم خاں اور عمدہ کو حرف بحرف خط پڑھ کر سنادے،

فان لفظة تاکہ تضیید ھٰھنا ترتب الطلاق علی الاسماع ای ربط حصول ذاك بحصول ھذا وھذا ھو معنی التعلیق وفی الدر المختار یکفی معنی الشرط[1]۔	اس لئے کہ "تاکہ" کالفظ یہاں سنانے پر طلاق کو مرتب کرنے کے لئے ہے یعنی اس چیز کے حاصل ہوجانے پر اس چیز کا حصول بتانے کے لئے ہے اور یہی تعلیق کا معنی ہوتا ہے۔اور درمختار میں ہے کہ تعلیق کا معنٰی ہی شرط کے لئے کافی ہوتا ہے(ت)

توان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو۲ لفظ رہے،ایک کنایہ جس سے بلحاظِ نیت طلاق بائن پڑیگی دوسرا صریح معلّق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی، صریح کا حکم تو دیانتًا وقضاءً دونوں میں ایک ہی ہے کہ اگر سرمست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف بحرف سُنادیا تو طلاق ہوگئی اور اگر اُن میں ایک کو سُنانے میں بھی کچھ کمی رہی جسے حرف بحرف سُنانا نہ کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانۃً حاجت نیت ہے۔ردالمحتار میں ہے:

لایقع دیانۃ بدون النیۃ ولو وجدت دلالۃ الحال فوقوعہ بواحد من النیۃ اودلالۃ الحال انما ھو فی القضاء فقط کما ھو صریح البحر وغیرہ[2]۔	کنایہ کی صورت میں نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی اور اگر دلالتِ حال بھی پائی جائے تو طلاق کا وقوع نیت یادلالتِ حال میں سے ایک کے ساتھ ہوگا یہ صرف قضاءً طلاق ہوتی ہے بحر وغیرہ کی صراحت یہی ہے۔(ت)

اور قضاء بوجہ قرائن سباق وسیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق،

---
[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

فان اللفظ وان کان ممایصلح ردا کما فی الغرر والبحر والخانیة لکن قد حفتہ قرائن ترد معنی الرد کقولہ لھذا وقولہ ایسانہ ہوناسبب وقولہ اس کاخرابانہ ہوناسبب وقولہ تاکہ خدائے پاک الخ فان ھذہ التعلیلات والتفریعات لاتلائم قصد الرد کما لایخفی ودلالۃ القال کدلالۃ الحال۔	غرر، بحر اور خانیہ میں جیساکہ مذکور ہے کہ لفظ اگرچہ جواب بن سکتا ہو مگر وہاں قرائن کا ہجوم اس کے جواب ہونے کو مردود قرار دیتا ہے، جیساکہ یہاں ایسانہ ہونا سبب، اس کاخرابانہ ہونا سبب، تاکہ خدائے پاک الخ" کے الفاظ ہیں، کیونکہ یہ الفاظ تعلیل اور تفریع ہونے کی بناپر، جواب کے ارادہ سے مناسب نہیں ہیں، جیساکہ مخفی نہیں ہے، اور دلالت قال، دلالتِ حال کی طرح ہے۔(ت)

ردالمحتار میں نہرالفائق سے ہے، **دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال**[1] (دلالتِ حال، دلالتِ قال کو بھی شامل ہے۔ت)
مگر خط کی بناپر وقوعِ طلاق کا حکم اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کہ شوہر مقریا گواہان عادل شرعی دو۲ مرد یاایک مرد دو۲ عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ صرف مشابہتِ خط پر حکم نہیں۔ اشباہ میں ہے:

ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذٰلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب[2]۔	اگر خط کا عنوان شروع کرکے لکھا اور پھر اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہوجائے تو یہ لکھنا زبانی خطاب کی طرح ہے۔(ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں حکم قضا یہ ہے کہ اگر اس خط کا طالعور خاں کا ہونا نہ اس کے اقرار سے ثابت نہ گواہانِ عادل سے، جب تو اصلاً حکمِ طلاق نہیں، اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عمدہ پر طلاق بائن پڑ گئی، اگر سرمست خاں نے عمدہ و نجم خاں دونوں کو حرف بحرف سنادیاجب تو دوطلاقیں بائن ہوئیں،

فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذالحقہ صار مثلہ لعدم امکان اثبات الرجعۃ کمافی البزازیۃ	اس لئے کہ صریح طلاق، بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے، اور جب بائنہ کے بعد اس کو رجعی لاحق ہو تو وہ رجعی طلاق بھی بائنہ کی طرح ہوجاتی ہے

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۹۸۔۲۹۷

وغیرہا۔	کیونکہ ایسی صورت میں رجوع کا امکان نہیں رہتا، جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے(ت)

ورنہ ایک ضرور ہوئی بہر حال، عمدہ نکاح سے نکل گئی، یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو اسی پر عمل واجب ہے **فان المرأۃ کالقاضی**[1] **کما فی الفتح وغیرہ** (کیونکہ بیوی اس میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ت) اور حکمِ دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالع ورخاں کا ہے اور اس نے الفاظ کنایہ میں کُل یا بعض سے نیت ازالہ نکاح کی تو طلاق بائن ہوئی پھر اسکے ساتھ وُہ خط سنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو[2] طلاقیں بائن ہوئی بہر حال عمدہ نکاح سے باہر ہوئی اور اگر نیت کی تو سنانے کی شرط پائے جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں اسے اختیار رجعت تاایّامِ عدّت تھا، اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلاً طلاق نہ پڑی، یونہی اگر یہ خط اس کا نہیں جب بھی طلاق نہ ہوئی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اس نے غلط اقرار کردیا ہو،

فان الاقرار الکاذب لااثر دیانۃ ھذاجملۃ القول و التفصیل فی فتوٰنا المذکورۃ۔	اس لئے کہ جھوٹے اقرار کا کوئی اثر دیانۃً نہیں ہے، یہ تمام خلاصہ کلام ہے اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ (ت)

اور جب کہ عمدہ وطالعور خاں میں خلوتِ صحیحہ ہولی جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے کہ وُہ چار مہینے شوہر کے یہاں رہی تو بعد طلاق کُل مہر واجب الادا ہے، نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] بحر الرائق کتاب الطلاق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۷/۳، ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۶۸/۲

باب تفویض الطلاق

(تفویض طلاق کا بیان)

مسئلہ ۳۲۱: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۶ رجب ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ فی الدارین (اللہ تعالٰی دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ت) اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسمّٰی زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے، بغیر اذن ہمارے اس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لائیں، اگر لائیں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ میں رہے، زید نے شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لاکر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ و خصومت کے بعد اس کے کہا کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قولِ ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں، اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہوگا یا نہیں، اور بعد آٹھ نو مہینے کے ولیِ ہندہ نے جا کر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستر ۷۰ روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دُوں گا بحسب کہنے زید کے ستر ۷۰ روپے جو کہ بابت مہر کے تھے واپس دے کر طلاق دلایا، صحیح ہے یا لغو، بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وُہ نکاح شرعًا حرام ہے یا حلال؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قطع نظراس سے کہ زید وہندہ میں جو یہ گفتگو قبل از نکاح ہوئی، اس میں تعلیق صحیح شرعی واضافۃ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگراس وقت الفاظ ناکافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یانہیں، آیا تو کن الفاظ سے؟ اور ایجاب میں تھا یا قبول میں؟ ان تفاصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہوگا کہ ہندہ کو اس قرار داد کی بناء پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذنِ ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یانہیں، صورت یہی فرض کرلیجئے کہ شرعًا اختیار حاصل ہوگیا تھا پھر بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہوا اس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے، یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی ہُوں طلاق نہیں، اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دئے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ وجدل کلام فضولی واجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا، درمختار میں ہے:

مایوقعه باذنه وانواعه ثلثة تفویض وتوکیل ورسالة. والفاظ التفویض ثلثة تخییر وامر بیدو مشیئة. قال لها اختاری اوامرك بیدك ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسک. فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة اواخبارا. وان طال یوما او اکثر مالم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها مالم تقم لتبدل مجلسها حقیقة اوحکما بان تعمل مایقطعه ممایدل علی الاعراض۔[1]	خاوند کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص طلاق واقع کرے تو اس کے لئے تین طریقے ہیں: [1]تفویض، [2]توکیل، اور [3]خط یا قاصد۔ بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرنے کیلئے تین الفاظ ہیں، بیوی کو طلاق کا اختیار، یا معاملہ طلاق سپرد کرنا، یا اس کی مرضی پر رضا مندی ظاہر کرنا، لہٰذا بیوی کو کہا "اختیار کرلے" یا "تیرا معاملہ تیرے سپرد" تو تفویض طلاق ہوگی۔ یا اس کو کہا "تو اپنے آپ کو طلاق دے" تو ان صورتوں میں بیوی کو جس مجلس میں اس تفویض کا علم ہوا اس مجلس علم میں وُہ بالمشافہ یا بطور اطلاع اپنے اختیار کو استعمال کرسکتی ہے، اگر خاوند نے یہ اختیار کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو تو یہ مجلس ایک پورا دن یا اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے اور اختیار کو کسی وقت سے مخصوص کیا ہو اور وُہ وقت بیوی کے علم سے قبل ختم ہوگیا تب

[1] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱

	بھی بیوی کو مجلسِ علم میں اختیار باقی ہوگا بشرطیکہ اس مجلس علم میں کوئی تبدیلی اُٹھنے یا اُٹھنے کے مترادف کوئی کام یا بات کرنے سے نہ آئی ہو کیونکہ ایسی بات یا کام حقیقۃً یا حکمًا مجلس کی تبدیلی قرار پائے گا، مثلاً کسی ایسے کام میں وہاں ہی مصروف ہو جائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس نے اختیار کو چھوڑ دیا اور ختم کر دیا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ودخل فی العمل الکلام الاجنبی۔[1]	ایسے کام میں اجنبی اور اختیار سے لاتعلق کلام بھی اعراض سمجھا جائے گا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ اختیار ہرگز صحیح نہ ہوا نہ اس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی، ہاں جب ولیِ ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لے کر طلاق دی، یہ طلاق بیشک صحیح ہوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی، اگر ختمِ عدّت سے پہلے بکر وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض وحرام قطعی ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ[2] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض ختم ہونے تک عدت میں پابند رکھیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۲: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین (اللہ تعالٰی دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی اگلی خاتون مسمّاۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلااذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسری کسی کو اپنے نکاح میں لائے تو ہندہ کو تین طلاق کا اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کرکے اپنے نفس کو چھڑائے یا مرضی شوہر پر رہے۔ اب زید بلااذنِ ہندہ اپنی اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیار ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں، ہندہ دعوی کرتی ہے کہ بمجرد آتے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تھا زید اور دو عورت حاضر مجلس ہندہ تھے کہتے ہیں ہندہ نے کوئی بات

[1] ردالمحتار باب تفویض الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

نہ کہی بلکہ گھر سے باہر گئی اور زینب سے جنگ وخصومت کی، اس اختلاف میں عندالشرع گواہ معتبر ہے یا قولِ ہندہ معتبر؟ مع الدلیل بیان فرمائیں، اگر ہندہ اس دعوی مذکور کے بنا پر بعد تین مہینے کے بکر کے پاس نکاح بیٹھے تو یہ نکاح صحیح ہُوا یا نہیں؟ اور باوجود اس دعوی مذکورہ کے ہندہ نے زید سے خلع کیا تو یہ خلع عندالشرع معتبر ہے یا نہیں؟ معترض کہتا ہے اگر وُہ دعوی ہندہ صحیح ہوتا تو کیوں خلع کیا، ہندہ کہتی ہے بسبب خوفِ حاکم خلع کیا تھا، نہ عدم اختیار نفس کے اختلافِ زوجین کی صورت میں قولِ زوجہ عالمگیری میں ثابت ہے جیسا کہ:

واذاجعل امرھا بیدھا وطلقت نفسھا وقال الزوج انما طلقت نفسك بعد اشتغالك بکلام او بعمل، وقالت بل طلقت نفسی فی ذٰلك المجلس من غیران اشتغل بکلام اٰخروبشیئ اٰخر فالقول قولھا وقع الطلاق کذافی فصول الاستروشنی[1]، انتھی۔	اگر خاوند نے بیوی کو اس کی طلاق کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اور بیوی نے اس پر اپنے آپ کو طلاق دے دی اور خاوند نے کہا چونکہ تو دوسرے کام میں مشغول ہو گئی تھی یا دوسری بات میں مشغول ہوچکی تھی، اور اس کے بعد تو نے طلاق دی ہے اور بیوی نے خاوند کے اس الزام کا انکار کرتے ہوئے کہا "نہیں بلکہ میں نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے اور میں کسی دوسرے کام میں مشغول یا اجنبی بات میں مشغول نہیں ہوئی" تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، اور بیوی کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائیگی، استروشنی کے فصول میں یُوں ہی مذکور ہے۔ انتھی (ت)

اس صورت مسطور میں عندالشرع کس کی دلیل معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں قولِ زوج قسم کے ساتھ معتبر ہے، ہندہ جب تک گواہان عادل شرعی دو۲ مرد یا ایک مرد دو۲ عورتوں کی شہادت سے ثابت نہ کرے کہ میں نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دے لی تھی اس کی بات ہرگز نہ سُنی جائے گی نہ اسے بکر سے نکاح کی اجازت ہوگی خلع جو کیا صحیح ہے، خلع کی عدت گزرنے پر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس صورت واقعہ اور صورت مسئلہ فتاوٰی عالمگیری میں فرق عظیم ہے وہاں شوہر کو بھی تسلیم تھا کہ عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی مگر یہ کہتا تھا کہ اس کا یہ طلاق دینا باطل واقع ہوا کہ بعد تبدلِ مجلس تھا، یہ صراحۃً خلافِ ظاہر ہے کہ جب عورت نے بعد تخییر طلاق کا قصد کیا تو ظاہر یہی ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۹۱

کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اُس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے تو اس صورت میں شوہر خلافِ ظاہر دعوی کرتا تھا، لہٰذا قول عورت کا معتبر ہوا، اور یہاں شوہر سرے سے ایقاعِ طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دئے چلی گئی، اور ہندہ دعوی طلاق کرتی ہے تو وُہ زوال نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے، لہٰذا قولِ شوہر معتبر ہے، اور اختیارِ طلاق دئے جانے سے خواہی نخواہی یہی ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی، جامع الفصولین میں ہے:

ت(ای الزیادات)قال امرك بیدك فطلقت نفسها فقال انّما طلقت نفسك بعد الاشتغال بکلام او عمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذٰلك المجلس بلا تبدل فالقول قولها لانه وجد سببه باقراره محم (ای مختصر الحاکم)قال خیرتك امس فلم تختاری وقالت قد اخترت فالقول قوله شخ(ای شمس الائمة السرخسی)قال لِقِنّه جعلت امرك بیدك فی العتق امس فلم تعتق نفسك قال القن فعلته لا یصدق اذ المولٰی لم یقر بعتقه لان جعل الامر بیده لایوجب العتق مالم یعتق القن نفسه والقن یدعی ذٰلك والمولی ینکره ولاقول للقن فی الحال لانه یخبر بما	ت (یعنی زیادات) میں ہے، خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" تو اس پر بیوی نے اپنے آپ کو طلاق دے دی، اس کے بعد خاوند نے اسے کہا کہ تُو نے اختیار کے بعد مجلس میں کسی تبدیلی کے بغیر اپنے کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ بیوی کی تصدیق کا سبب خاوند کا اپنا اقرار ہے کہ (بیوی نے طلاق دی ہے) وُہ پایا گیا ہے محم (یعنی مختصر الحاکم)، خاوند نے بیوی کو کہا "میں نے تجھے کَل اختیار دیا تھا تو نے اپنا اختیار استعمال نہ کیا" تو جواب میں بیوی نے کہا "میں نے اختیار کو استعمال کرلیا ہے" تو خاوند کی بات معتبر ہوگی شخ(یعنی شمس الائمہ سرخسی)، مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ "میں نے تجھے کَل آزاد ہونے کا اختیار دیا تو تُو نے اپنے آپ کو آزاد نہ کیا" تو غلام نے کہا "میں نے کرلیا ہے" تو غلام کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ مالک نے اس کی آزادی کا اقرار نہ کیا، کیونکہ محض آزادی کا اختیار دینا عتق کو لازم نہیں کرتا جب تک مالک کے اختیار پر غلام اپنے آپ کو آزاد نہ کرلے، جبکہ غلام اسکا مدعی ہے اور مالک

لایملك انشاءہ لخروج الامر من یدہ بتبدل مجلسه وکذا لو قال اعتقتك علی مال امس فلم تقبل فقال القن قبلت فالقول للمولی وکذا ھذا کله فی الطلاق وفی امرك بیدك[1] اھ ملخصًا۔	انکار کرتا ہے اور اس گفتگو میں غلام کا کہنا کہ میں نے اپنے آپ کو آزاد کرلیا ہے یہ اس چیز کی خبر دے رہا ہے جس کی انشاء کا ابھی تک وہ مالک نہیں بنا تو فی الحال غلام کا کوئی قول نہیں ہے، کیونکہ اب مجلس بدلنے کی وجہ سے اختیار اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، اور یُوں ہی اگر کہا کہ "میں نے کَل تجھے مال کے عوض آزادی کا اختیار دیا تھا جسے تُو نے قبول نہ کیا"، تو غلام نے کہا "میں نے قبول کرلیا تھا" تو مالک کی بات معتبر ہوگی۔ اور یہی تمام صورتیں طلاق اور بیوی کے ہاتھ میں اختیار دینے کے متعلق ہیں اھ ملخصًا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الفرق بینھما ان فی المسئلة الاولی اتفقا علی صدور الایقاع منھا بعد التفویض، والزوج یدعی ابطال ایقاعھا فلایقبل منه[2]۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	مذکورہ صوتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں خاوند وبیوی دونوں اختیار کے بعد مجلس میں اختیار کو استعمال کرنے پر متفق ہیں مگر خاوند، بیوی کے حق کو باطل کرنے کا مدعی ہے اس لئے اس کی بات مقبول نہ ہوگی الخ۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے قبلِ نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے، اس شخص نے دوسرا نکاح کرلیا، عورت اپنے آپ کو فوراً حسبِ اختیار طلاق دے لے اور شوہر اس پر رضامند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور قبلِ نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر لفظ جو اس شخص نے اس عورت سے قبل نکاح کہے اسی قدر اور یُوں ہی ہیں جس طرح سوال میں

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثالث والعشرون فی الامر بالید ومتعلقه اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/ ۳۰۳۔ ۳۰۲

[2] بحرالرائق فصل فی الامر بالید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۳۲۶

مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو بر تقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہوا اس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اس طلاق کو نافذ نہ کرے،

کیونکہ طلاق دیتے وقت ملکیت یا اس کی طرف نسبت کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں یہ موجود نہیں، یا یہ کہ یہ فضولی کی طلاق ہے جبکہ فضولی کی طلاق خاوند کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے (ت)	فان الملك اوالاضافة اليه لابد منه ولم يوجد، او طلاق الفضولی یتوقف عندنا علی اجازة الزوج۔

پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو و مہمل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۴: از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ ۶ مہینے تک بے خوراک وبے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا، اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوحہ کو خوش وراضی کرکے فی ماہ خوراک مقرر کرکے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں، اب بعد چند روز کے منکوحہ زید دعوی کرتی ہے کہ میری طلاق واقع ہوگئی، آیا یہ دعوی زینب صحیح ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر الفاظ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار ۴ صورتیں ہیں:

اوّل یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اسی وقت معًا نکاح کرلیا۔

دوم خاص ایجاب وقبول میں شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانبِ زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تجھ کو چھ ۶ مہینے تک الخ، زینب نے کہا میں نے قبول کیا۔

سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی مؤکلہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو تیرے چھ ۶ مہینے تک الخ، زید نے کہا میں نے قبول کیا، یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا مؤکلہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ ۶ مہینے تک الخ۔

چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب وقبول کی، پہلی دو ۲ صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرطِ مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہوا، اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ وبے خبر گیری چھوڑے اور

زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی،

لان التفویض تعتمد الملك اوالاضافة الیه ولم یوجد۔	کیونکہ تفویض کادار ومدار ملکیت یااس کی طرف نسبت پر ہے جوکہ یہاں موجود نہیں ہے۔(ت)

فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

البدأة اذاکانت من الزوج کان التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة مافی السؤال صار کانه قال قبلت علی ان یکون الامر بیدك،فیصیر مفوضا بعد النکاح [1] اھ مختصرًا۔	بیوی نے خاوند سے طلاق کا اختیار طلب کیا تو اب خاوند نے تفویض کی ابتداء کی تو یہ تفویض نکاح کے بعد متصور ہوگی کیونکہ اگر بیوی کے جواب میں صرف "قبلت" (میں نے قبول کیا) کہا،تو یہ تفویض نکاح کے بعد اس لئے ہوگی کہ سوال کا جواب میں اعادہ معتبر ہوتا ہے گویا کہ یُوں کہا میں نے قبول کیا کہ معاملہ تیرے ہاتھ میں ہواھ مختصرًا(ت)

اور پچھلی دو ۲ صورتوں میں تفویض صحیح ہوگئی،اب اگر زید نے بعد نکاح چھ ۶ مہینے تک بے نفقہ وخبر گیری نہ چھوڑا تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط (شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ت) اور اگر شرط مذکور پائی گئی تو جس وقت چھ ۶ مہینے گزرے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر یہ اختیار اسی جلسہ تک رہے گا اگر مجلس بدلی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق دینے سے اجنبی ہو تو وُہ اختیار فورًا جاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی،مثلًا جس وقت چھ ۶ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کہی اس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہرگز نہ پڑے گی اور اگر اسی جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول وفعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واماان یکون مؤقتافان کان مطلقابان قال اذا قدم فلان فامرك بیدك فقدم فلان فامرها بیدها اذاعلمت فی مجلسهاالذی	وہ تفویض جو کسی شرط سے معلق ہو تو اس کی دو ۲ صورتیں ہیں،وقت مقرر ہوگا یا مقرر نہ ہوگا۔اگر شرط کے ساتھ وقت مقرر نہ ہو جیسے یُوں کہے "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے جب فلاں شخص آجائے تو

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۲

قدم فیه[1] الخ	اس صورت میں بیوی کو فلاں کے آنے کی اطلاع والی مجلس میں اپنا اختیار حاصل ہوجائے گا الخ (ت)

اُسی میں ہے:

اذاقامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها وکذا اذا اشتغلت بعمل اٰخر یعلم انه کان قاطعا لما قبله کما اذادعت بطعام لتأکله او نامت او نشطت او اغتسلت او اختضبت او جامعها زوجها او خاطبت رجلا بالبیع والشراء فهذا کله یبطل خیارها کذافی السراج الوهاج۔[2]	اگر بیوی مجلس میں اپنے کو طلاق دینے سے قبل اُٹھ کھڑی ہوئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوگئی جس سے معلوم ہوجائے کہ یہ اختیار کے لئے قاطع ہے مثلاً بیوی اس مجلس میں اختیار استعمال کرنے سے قبل کھانے کے لئے کھانا طلب کرلے یا کنگھی کرنا شروع کردے یا غسل شروع کردے یا خضاب مہندی لگانا شروع کردے یا خاوند سے ہمبستری شروع کردے یا کسی دوسرے شخص سے خرید وفروخت کی بات شروع کردے، تو یہ تمام افعال اس کے اختیار کو باطل کردیں گے۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی مذکور ہے (ت)

درمختار میں ہے:

والفلك لها کالبیت وسیرد ابتها کسیرها حتی لایتبدل المجلس بجری الفلك ویتبدل بسیر الدابة[3] الخ۔	کشتی، گھر کی طرح ہے، اور سواری کا چلنا عورت کے اپنے چلنے کی طرح ہے حتی کہ مجلسِ اختیار تبدیل نہ ہوگی جب کشتی چلتی رہی ہو مگر سواری کے چلنے پر مجلس تبدیل ہوجائے گی الخ (ت)

بالجملہ صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور:

ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو۔

دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ ۶ مہینے بے نفقہ وخبر گیری گزرے ہوں۔

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۹۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث فی تفویض الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۷

[3] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۷

تیسرے یہ کہ اُن کے گزرتے ہی اسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے زینب نے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہو۔ ان تین امور سے اگرایک بھی کم ہے دعوی طلاق محض غلط وباطل ہے اب اگرزید ان تینوں باتوں کے وجود کا مقر ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہوجائے گی، اور اگر ان میں بعض کا منکر ہو تو امر اوّل ودوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں، شہادتِ شرعیہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اسے تفویض طلاق بروجہ مقبول شرعی کی اور چھ مہینے بے نفقہ وخبر گیری گزر گئے اگر گواہانِ عادل سے اسے ثابت نہ کرسکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت نہ ہوگی، اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاعِ طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمّہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی صحتِ تفویض وانقضائے ششماہی وایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور تنقیح صرف اس بات کی باقی ہے کہ اس مدت گزرنے پر زینب نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد زینب کہتی ہے اسی وقت میں نے دے لی تھی اور زید منکر ہے، تو اس کا بار ثبوت زید پر ہے، یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزرے ہیں زینب بے طلاق دئے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہوگئی اگر ثابت کردے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت کردیں گے۔ درمختار میں ہے:

قالت طلقت نفسی فی المجلس بلاتبدل وانکر فالقول لہا. جعل امرھا بیدھا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی[1]، کما سیجیئ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	بیوی نے کہا میں نے مجلس تبدیل کئے بغیر اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے، اور خاوند اس کا انکار کرتا ہے تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر وہ اس کے بغیر قصور مارے، پھر خاوند نے بیوی کو پیٹ دیا تو اب بغیر قصور پیٹنے کی شرط پائے جانے، میں خاوند بیوی کا اختلاف ہوا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا کہ وہ منکر ہے، اگر عورت شرط کے نہ پائے جانے کے موقف پر خاوند کے خلاف شہادت پیش کرے تو قبول کی جائے گی جیسا کہ عنقریب ذکر آئیگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۲۵: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۲۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ عبدالکریم میاں مسماۃ ٹھکنگ بی بی را	علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عبدالکریم نے مسماۃ ٹھکنگ بی بی سے

[1] درمختار باب الامر بالید مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۹

در عقد نکاح خود آورد واز بطن مذکورہ دخترے تولد شد بعد ازاں عبدالکریم از کسے وجہ ناراضی بانو موصوفہ راطلاق بائن داد، بی بی مذکوراز مکان عبدالکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبدالکریم مسماۃ مائتون بی بی رانکاح کرد ونامہ بطور کابین بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر توہیچ زن راخواہ ٹھکننگ بی بی باشد یازن دیگر درنکاح من نیارم اگر آرم وآں زن دیگر در باب چوکھٹ پائے دارد پس ترااختیار طلاق ثلثہ است بہر وقتے کہ باید خودرا از نکاح من خارج کردہ باشوہر دیگر نکاح توانی کرد، اگر درآں وقت دعوے زوجیت بکنم خلافِ شریعت وقانون انگریزی خواہد شد نوشتہ بدست مائتون بی بی داد چند کس راازمجلس مسلمین گواہ کرد، پس از چند روز عبدالکریم قولِ خود راخلاف نمودہ بانو اول ٹھکننگ بی بی رابمکان خود آورد بعد ازاں میان ہر دوزن جنگ وجدال شد ٹھکننگ از شجاعت ودلیری خود مائتون بی بی راازمکان عبدالکریم بیروں کرد پس مائتون بی بی جبراً روزے بمکان والد عبدالکریم ماندہ بروز دیگر سخنہائے کہ ضرہ خود دیروز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود رااختیار می روم وبمکان والدین رفت بعد ازاں عبدالکریم قول خود در اخلاف اقرار نامہ کردہ دعوی زوجیت کرد پس مائتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ وجدال شوہرے خودرا ہفتاد

نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے بعد عبدالکریم نے بانو موصوفہ کو بائن طلاق دے دی اور وہ عبدالکریم کے مکان سے دوسرے مکان میں چلی گئی، پھر عبدالکریم نے مسماۃ مائتون بی بی سے نکاح کیا اور نکاح نامہ میں یہ تحریر کرکے مائتون بی بی کو دے دیا کہ "وہ تیرے بغیر ٹھکننگ بی بی یا کسی دوسرے عورت سے نکاح کروں تو وہ جب دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھے تو تجھے تین طلاقوں کا اختیار دیتا ہوں کہ تو جس وقت چاہے میرے نکاح سے خارج ہوجائے اور دوسرے جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، اگر اس وقت میں تجھ پر زوجیت کا دعوی کروں تو یہ دعوی شریعت اور انگریزی قانون کے خلاف متصور ہوگا" اس تحریر پر چند حاضر مسلمانوں کو گواہ بنایا، اسکے بعد چند روز میں ہی عبدالکریم نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلی بیوی ٹھکننگ بی بی کو اپنے مکان پر لے آیا جس کے بعد دونوں بیویوں میں جھگڑا شروع ہوگیا اور ٹھکننگ بی بی نے اپنی جرات اور دلیری سے مائتون بی بی کو عبدالکریم کے مکان سے نکال دیا تو مائتون بی بی ایک روز زبردستی عبدالکریم کے والد کے گھر ٹھہری اور وہاں عبدالکریم کے والد کو اپنی سوکن کے ساتھ ہونے والی گزشتہ روز کی کہانی سنائی اور کہا کہ میں نے نکاح نامہ تحریر شدہ عبدالکریم کے اقرار کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں اور اپنے اختیار کو استعمال کرتی ہوں، وُہ یہ کہہ کر اپنے والدین کے

روپیہ دادہ خلع کرد عبدالکریم مائتون بی بی را سہ طلاق داد پس مائتون بی بی بعد یک روز بامرد دیگر نکاح خود کرد پس ایں نکاح جائز شد یا نہ، بابراہین شرعیہ ودلائل قویہ باید نوشت، مخفی نماند کہ از سہ سال دربارہ ایں مسئلہ اختلاف ست، **بینوا توجروا۔**	گھر چلی گئی، اس کے بعد عبدالکریم نے اپنے اقرار نامہ کے برخلاف مائتون بی بی پر اپنی زوجیت کا دعوٰی کردیا، تو مائتون بی بی نے جنگ وجدال سے بچتے ہوئے عبدالکریم کو اس کے دعوٰی کے عوض ستّر روپے خلع کے طور پر چار ماہ بعد ادا کردئے، تو عبدالکریم نے اس وقت مائتون بی بی کو تین طلاقیں دیں، تو اس کے ایک روز بعد مائتون بی بی نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، تو کیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ براہین شرعیہ اور دلائل قویہ سے جواب لکھا جائے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں تین سال سے اختلاف چلا آرہا ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر عبدالکریم آں نامہ پیش از نکاح نوشت وآنجا الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود بزنے گرفتن مائتون شرطا بالتصریح مذکور نبود مثلاً اگر ترا نکاح کنم وباز برتو زنے دیگر بزنے گیرم واو بخانہ ام آید پس ترا اختیار سہ طلاق ست الخ پس دریں صورت آں نامہ لغو وباطل ست وبزنے گرفتن منکوحہ اولٰی خواہ غیر او مائتون راہیچ اختیار طلاق دادن خودش رواندارد او ہمچناں زن عبدالکریم است تا آنکہ خلع کرد وعبدالکریم سہ طلاق داد ازیں وقت مطلقہ شد وعدّت بروواجب آمد پیش از مرور عدت نکاحی کہ بامرد دیگر کرد ناجائز وباطل وزنا وحرام بود واز باز ماندن فرض ست قال اللہ تعالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ[1] وردالمحتار ست لو قال لہا	اگر عبدالکریم نے وُہ تحریر نکاح سے پہلے لکھی ہو اور اس میں وہی الفاظ ہوں جو سائل نے تحریر کئے ہیں جس میں مائتوں بی بی سے نکاح کو بطور شرط صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا، مثلاً یہ صورت ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں اور پھر تجھ پر دوسری عورت کو بیوی بناؤں اور وہ میرے گھر آئے تو تجھے تین طلاقوں کا اختیار ہے الخ ___ تو ایسی صورت میں یہ تحریر لغو اور باطل ہے، اور پہلی بیوی یا کسی دوسری کو نکاح کرکے گھر لائے تو مائتون بی بی کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو تین طلاق دے وُہ بدستور عبدالکریم کی بیوی ہوگی اور خلع کے بعد اس کو عبدالکریم کے تین طلاق دینے پر وہ مطلقہ قرار پائی اور اس وقت سے اس کی عدت شمار ہوئی، اور عدت پوری ہونے سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام،

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النكاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیه ولم یوجد واحد منهما بخلاف مامر فان الامر صار بیدها مقارنا لصیرو تها منكوحة[1] اھ نہر. واگر تحریر نامہ پس از نکاح مائتون ست تفویض طلاق نجانہ عـــہ آنچناں کہ دراں نامہ گفتہ است صحیح شدو بوجہ قول عبدالکریم بہر وقتیکہ باید الخ متقید بمجلس نماندفی الدرالمختار من فصل المشیئة تقید بالمجلس لانہ تملیك الااذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا[2] پس بریں تقدیر زاں باز کہ طلاق خویش اختیار کرداز نکاح بیروں شد اگر چہ ایں معنی روز دوم رونمود وذٰلک لان قولہ بہر وقتیکہ باید الخ توضیح للتفویض المذكور فی قولہ پس ترااختیار ثلاثہ است كما ھو الظاھر لمتبادر المفھوم المتعارف من امثال التحاور، وان فرض كونہ كلامابحیالہ فھو تفویض	ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے مائتون کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ ہو کر باز رہنا ضروری اور فرض ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو پابند رکھیں۔ ردالمحتار میں ہے: اگر ایک شخص نے کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے اس شرط پر نکاح کو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا اور شرط مذکور لغو ہو جائیگی، کیونکہ طلاق کا اختیار نکاح میں یا نکاح کی طرف نسبت کرنے میں صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یہ دونوں امر یہاں نہیں ہیں، اس کے برخلاف جو گزرا کیونکہ وہاں طلاق کا اختیار نکاح سے مقارن ہوجاتا ہے عورت کے منکوحہ ہوجانے کی وجہ سے اھ نہر۔ اور اگر عبدالکریم نے وُہ تحریر نامہ مائتون بی بی سے نکاح کرنے کے بعد لکھا ہے تو پھر تین طلاقوں کی تفویض جس طرح اختیار نامہ میں موجود ہے صحیح ہے اور عبدالکریم کے تحریر نامہ "جس وقت چاہے" لکھنے کی وجہ سے یہ تفویض اس مجلس سے مقید نہ رہی۔ درمختار کی فصل فی المشیئۃ میں ہے کہ یہ مشیّت یعنی اختیار طلاق مجلس موجود میں رہتا ہے اور اسی سے مقیّد ہوتا ہے اسکے

عـــہ: یہاں کرمِ خوردہ ہے ۱۲

[1] ردالمحتار باب الرجعة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۰

[2] درمختار باب الامر بالید مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۹

بنفسه ولیس فیه التنصیص علی تفویض طلاق واحد حتی ینافیه اختیار الثلاث عند الامام انما ھو کلام مطلق لیشتمل کل بینونة بواحد اتت اوباکثر فصح علی ھذا ایضا وان لم تبن الابواحدة،وعلی الاول بثلث،قال فی ردالمحتار لایقع شیئ فیما اذاامرھا بالواحدة فطلقت ثلثا بکلمة واحدة عند الامام امالوقالت واحدة وواحدة وواحدة وقعت واحدة اتفاقا لانه لم یتعرض للعدد لفظا واللفظ صالح للعموم والخصوص وتمامه فی البحر[1]۔

اگرایں سخن ہمچناں راست باشد کہ سائل وانمود یعنی درکلام عبدالکریم لفظ (ہر وقتیکہ باید) نیز زائد بود پس دریں حالت اگر پس آں طلاق مائتون راسہ حیض کامل آمدہ ختم شدہ بود بعد آں نکاح باشخصے دیگر کرد جائز باشد ورنہ حرام،ووقوع ایں معنی بعد چارماہ از طلاق اولیں دلیل قطعی

بعد نہیں رہتا کیونکہ یہ تملیک ہے، لیکن اگر "جب چاہے" کا لفظ زائد کیا ہو یا اس کی مثل اور کوئی عموم وقت کے لئے لفظ زائد کیا ہو تو پھر مجلس کی قید کے بغیر مطلقًا طلاق ہوگی، پس اس صورت میں مائتون بی بی کا اپنے آپ کو طلاق دینا درست ہوا اور وہ عبدالکریم کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے، اگرچہ عبدالکریم اس کارروائی کے دوسرے روز اس کے خلاف اقدام کرکے رَد بھی کردے، تاہم نکاح ختم ہوگیا ہے، یہ اس لئے کہ اس نے "جس وقت چاہے" کا لفظ ذکر کیا اور یہ تین طلاقوں کی تفویض کی وضاحت ہے، جیسا کہ عرف میں اس محاورہ کے استعال سے متبادر طور پر مفہومًا سمجھا جاتا ہے، اور اگر بعینہٖ اس کو کلام فرض کیا جائے تو یہ بنفسہٖ تفویض ہوگی اور تفویض میں چونکہ ایک طلاق کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہاں تین طلاقوں کو اختیار کرنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں منافی نہ ہوگا، (ہاں اگر بیوی تین طلاقوں کو بیک لفظ کی بجائے "ایک اور ایک اور ایک" تین مرتبہ کہتی ہے تو پھر بالاتفاق ایک ہوتی) لیکن یہاں تو مطلق کلام ہے جس میں ایک یا زیادہ بائنہ طلاقیں ہوں سب کو شامل ہے، تو اس بناء پر بھی تین طلاقیں اپنانا درست ہے اگرچہ علیحدہ علیحدہ کہنے میں ایک ہی سے بائنہ اور بیک لفظ میں تین طلاقوں سے ہی بائنہ ہوجاتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق کا

[1] ردالمحتار باب فی المشیة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۸۸

انقضائے عدّت نیست زن بحال خود عالمہ است می تواند کہ گاہے درسہ سال نیز سہ حیض تمام نشود ایں ست حکم صورت مسؤلہ، اما فقیر می ترسم کہ ایں مسئلہ ہماں ست کہ در ۱۳۱۷ھ سہ باراز ہمیں سلہٹ نزد فقیر آمدہ بود وسائل ایں بار نیز گفت کہ ایں فساد از سہ سال آنجابر پاست، بار اوّل ۶/رجب ۱۳۱۷ھ بیانے کہ آمدظاہرش آنست کہ ایں اقرار زید یعنی عبدالکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی مائتون بود وآنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب ملک نیست و قطع نظر ازاں ۶/رجب و۱۹شوال و۲۲ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ درسوالات ہر سہ بار ہیچ ذکر ایں زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ باید نبود بلکہ در سوال اول لفظ ہندہ ہمیں قدر نوشتہ بود کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، ایں گفت واز خانہ بروں رفت جواب دادم کہ ایں الفاظِ طلاق نبود بالفرض اگر طلاق باشد پیش آنہا باز ضرہ خود جنگ وجدل سخنے فضول واجنبی بود مجلس متبدل شد واختیار طلاق از دست رفت طلاق ازاں روز شد کہ خلع کرد ازیں روز امر درعدت واجب ست ورنہ نکاح حرام، بریں واجب جواب در سوال شوال نیز ہمیں از تقیید بمجلس سوال کرد جواب رفت، در سوال ذیقعدہ فزود کہ ہندہ دعوی میکند کہ بمجرد آمدن

اختیار دیا اور بیوی نے تین کو بیک لفظ اپنایا تو امام صاحب کے نزدیک کوئی طلاق نہ ہوگی اور ایک ایک کرکے تین طلاقوں کو اپنے لئے اختیار کیا تو پہلی ایک بالاتفاق واقع ہوگی کیونکہ لفظوں میں خاوند نے عدد کو ذکر نہیں کیا اس میں عموم اور خصوص دونوں کا احتمال ہے اس کی پوری بحث بحر میں ہے ___ تو اگر بات ایسے ہی ہے جیسے سائل نے ظاہر کی ہے یعنی عبدالکریم نے اختیار سونپتے ہوئے "جب چاہے" بھی زائد کیا ہے، پس اندریں صورت مائتون بی بی کے طلاق کو اپنانے کے بعد تین حیض کامل گزرچکے ہوں اور اس کے بعد اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے ورنہ عدت مکمل ہوئے بغیر نکاح کیا تو یہ حرام ہے اور محض چار ماہ طلاق کے بعد گزرنا یہ عدت کے پورا ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے، اس کے متعلق عورت کو علم ہوتا ہے کیونکہ کبھی تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہیں ہوتے، یہ صورت مسئولہ کا حکم ہے۔ مجھ فقیر کو خطرہ ہے کہ یہ وہی مسئلہ ہو جو میرے پاس ۱۳۱۷ھ میں تین بار سلہٹ سے آیا تھا، اور سائل نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہاں یہ فساد تین سال سے چلاآرہا ہے۔ پہلی بار ۶/رجب ۱۳۱۷ھ کو یہ سوال آیا تو اس میں یہ بیان تھا کہ زید یعنی عبدالکریم کا یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور اس میں مائتون سے نکاح کی ملکیت یا سبب کا ذکر بھی نہ تھا، اس سے قطع نظر ۶/رجب ۱۹ شوال اور ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ تین مرتبہ سولات کئے گئے جن میں اس تازہ

ضرہ بخانہ ہماں وقت نفس خودم رااختیار کردہ بودم وشوہر منکر اصل ایں معنی ست میگوید کہ ہندہ ہیچ نگفت وبدر رفت دریں صورت قول کراست جواب نوشتم زید راست، بعد سہ سال چہارم بار ایں سوال آمد ودر ولفظے زائد است کہ تقییدِ مجلس از بیخ برانداخت بایں معنی باخبر باید بود اگرایں سوال متعلق بہمہ واقعہ است پس تبدیل کنندگاں از خداترسند اگر بہ تعبیر واقعہ حکمے از مفتی بدست آرند عالم الغیب والشادۃ راچہ جواب دہند"

فَمَنۡۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يُبَدِّلُوۡنَهٗ ؕ"[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

زائد لفظ "جب چاہے" کا اضافہ نہ تھا بلکہ پہلی مرتبہ سوال میں، ہندہ کے عنوان سے لکھا گیا کہ "اب میں اقرار نامہ کے مطابق نہیں رہ سکتی ہوں، یہ کہا اور زید کے گھر سے چلی گئی، تو میں نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ طلاق نہیں بن سکتے اور اگر بالفرض ہندہ کے یہ الفاظ طلاق ہوں بھی تو اس کا پہلے اپنی سوکن کے ساتھ جھگڑا کرنا، لاتعلق اور اجنبی بات ہونے کی وجہ سے اختیار والی مجلس تبدیل ہوگئی جس سے ہندہ کے ہاتھ طلاق کا اختیار جاتا رہا، لہذا ہندہ یعنی مائتون بی بی کو اس روز طلاق ہوئی جس روز اس نے خاوند سے خلع کیا، اور اسی دن سے عدّت واجب ہوئی اور اس کا مکمل ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا نکاح حرام ہے، اس جواب کے بعد شوال والے سوال میں بھی خاوند کی طرف سے دئے گئے اختیار والی مجلس کی قید سے سوال کیا گیا اس کو جواب دیا گیا، اور ذیقعدہ والے سوال میں یہ بات زائد تھی کہ ہندہ دعوی کرتی ہے کہ خاوند نے صرف سوکن کی گھر آمد پر مجھے طلاق کا اختیار دیا تھا جس کو میں نے اس موقع پر استعمال کرلیا تھا، اور خاوند اس بات سے انکار کرتا ہے اور وُہ کہتا ہے کہ ہندہ نے اس موقع پر کچھ نہیں کہا اور گھر سے چلی گئی، اس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا خاوند یا بیوی کس کی بات معتبر ہے؟ میں نے جواب میں لکھا زید یعنی خاوند کی بات معتبر ہے۔ مذکور تین بار سوال کے بعد چوتھی مرتبہ تین سال کے بعد اب یہ سوال آیا ہے اور اس میں ایک مزید اضافہ کیا گیا ("اور جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے") لکھا گیا ہے اور مجلس کی قید والی صورت کو سرے سے ہی ختم کردیا گیا لہذا اس معاملہ کی تحقیق ہونی چاہئے اگر یہ آخری سوال بھی ان پہلے تین سوالوں کا واقعہ ہے تو پھر سوال میں تبدیلی کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے، اگرچہ سوال کی تبدیلی کے ذریعہ مفتی سے مطلب کا حکم حاصل کرلیں گے لیکن عالم الغیب والشادت اللہ تعالٰی کے ہاں کیا جواب دیں گے۔ جس نے اس کو سننے کے بعد تبدیل کیا تو گناہ بدلنے والوں پر ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱

مسئلہ ۳۲۶: از خیر آباد میانسرائے مدرسہ عربیہ ضلع سیتاپور اودھ مرسلہ سیّد فخر الحسن صاحب رضوی ۷ ۲جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ
مسمّی زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسماۃ کریمابنت عبداللہ کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا، حسب ذیل نکاح نامہ تحریر ہوا:

نقل نکاح نامہ

الحمدللہ الذی فاصلا بین الحلال والحرام وواصلا بسلك النظام وحرم السفاح عصمة للعالم وحفظا لنسل بنی اٰدم والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقه محمد سید الانام وعلٰی اٰله البررۃ الکرام واصحابه العظام۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو حرام وحلال میں فرق فرمانے والا ہے اور نظام کی ڈوری جوڑنے والا ہے اور جس نے نظامِ عالم کی حفاظت کے لئے اور نسل بنی آدم کو محفوظ رکھنے کے لئے زنا کو حرام فرمایا ہے، صلوٰۃ وسلام اللہ تعالٰی کی بہترین مخلوق جہان کے آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر، اس آل جو پاک اور بزرگ ہے، اور صحابہ پر جو عظیم مرتبہ والے ہیں۔ (ت)

امّا بعد میں سید زاہد علی ولد سیّد عابد علی ساکن بلدہ خیر آباد نے برضا ورغبت خود مسمّاۃ کریما دختر سیّد عبداللہ کو بعض مہر معجّل چار مثقال نقرہ جس کے ایک سو چھپن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار رائج الوقت ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا، اور مسمّاۃ کریما موصوفہ کو برضامندی خود بلااکراہ واجبار احدے مضمون امرھا بیدھا (پر مختار کردیا یعنی مسمّاۃ کریما ممدوحہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کرکے آزاد کرلیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دعوٰی نہ ہوسکے گا کیونکہ یہ مضمون امرھا بیدھا اس وقت قطعًا ویقینا وُہ میرے عقد سے خارج ہوجائیں گی لہذا یہ تحریر لکھ دی کہ وقتِ ضرورت کام آئے فقط، چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مسمّی زاہد علی کی بداطواری وخراب چلنی کی شکایت خارجًا مسموع ہوئی تھی جس کی بالاتفاق اکثر اہل برادری نے تکذیب کرکے نکاح کردینے پر سیّد عبداللہ کو مجبور کیا اور بالآخر سیّد عبداللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کردیا تھا اور بالآخر ہموں آش درکاسہ سامنے آیا بمقتضائے ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

(بُری عادت جو طبیعت میں رچ بس جائے وہ وقت موت تک زائل نہیں ہوتی۔ ت)

مسمّی زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بد چلنی اختیار کی اور انجام کار کچہری سے سزایاب ہوگیا۔ مسمّاۃ کریما اگرچہ

بوجہ شرم وغیرت خلقی کے کوفت وسوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے، چونکہ کریما ہنوز نوعمر و جوان ہے سیّد عبداللہ ونیز دیگر اعزّا کا خیال ہے کہ بشرطِ رضامندی مسمّاۃ کریما اس سے طلاقِ مسنونہ دلا کر دوسری جگہ مناسب پر اس کا نکاح کردیا جائے، پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہوں کہ ایسے الفاظ اُردو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بتائے جائیں جس کو مسماۃ کریما اپنی زبان سے رُوبرو چند لوگوں کے ادا کرکے طلاق مسنونہ حاصل کرکے جس میں کوئی قباحت وسُقمِ شرعی باقی نہ رہے، اس طلاق مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عمدہ ہو اور جو جو الفاظِ اُردو مناسب ہوں اس سے مفصلاً وتصریحاً ہدایت فرمائی جائے۔

الجواب:

اس تحریر میں امرھا بیدھا مختار کردیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالت حالتِ رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذاکرہ طلاق، اور حالتِ رضا میں جملہ الفاظ نیتِ زوج پر موقوف رہتے ہیں، کریمًا اپنے آپ کو ایک طلاق دے کہ میں نے بحکم اس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اس پر زاہد علی سے دریافت کیا جائے کہ تُونے جو وُہ الفاظ لکھے اُن میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں، اگر وُہ اقرار کرے فبھا، اور اگر انکار کرے تو اس پر حلف رکھا جائے، اگر حلف کرلے کہ میری نیت یہ نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے، اور اگر حلف سے انکار کردے گا تو طلاق ہوجائے گی، اور دونوں صورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائے گی اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدّت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: از رامپور کوٹھی چڑیا خانہ مرسلہ حسین احمد صاحب دفعدار ۲۲صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّاۃ ہندہ بنتِ زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہُوا چنانچہ ایک اقرار نامہ بکر نے اسی وقت بعد عقد مذکور کے لکھ دیا کہ ۲تولہ کی بالی طلائی اور ۴ماشہ کی نتھنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنوادُوں گا ورنہ طلاق ہے، ہندہ میعاد مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی، اقرار نامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ دارانِ بکر کی گواہی اور بکر کے (العبد) انگوٹھے کے نشان موجود ہیں، پس اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اقرار نامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہوئی اس میں بھی یہی لفظ ہے کہ "ورنہ طلاق ہے" یہ بیان نہیں کہ کس کو طلاق ہے، لہٰذا صُورتِ مستفسرہ میں باعتبارِ ظاہر جبکہ اس نے چھ ۶ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنوا کرنہ دیں ایک

طلاق رجعی سمجھی جائے گی کہ عدّت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ اس نے "طلاق ہے" سے ہندہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا اس کی بات مان لی جائے اور اصلاً حکمِ طلاق نہ ہوگا، اگر جُھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا،

قال لھا لاتخرجی من الدار الّا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول له[1] (ردالمحتار عن البزازیة) واللّٰه تعالٰی اعلم۔	خاوند نے اگر بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر بیوی باہر نکل جائے تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کا ذکر نہیں کیا جبکہ دوسری کسی عورت کی طلاق کی قسم ہوسکتی ہے، لہٰذا یہاں خاوند کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے۔ واللّٰه تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸: ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہندہ کے یہاں رہتا تھا ہندہ نے اس سے مکان خالی کرنے کو کہا اس نے انکار کیا اس نے اس کا اسباب پھینک دینا چاہا اُس نے کہا اگر میرا اسباب پھینکوگی تو میں تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا، اس پر دو ۲ مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دے دی، اور دو ۲ مرد کہتے ہیں اس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دے دُونگا نہ اس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی، زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ان دو ۲ مردوں اور ایک عورت جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہاں تک کہ نماز کا بھی پابند نہیں، اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وُہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سُنی سُنائی کہتا تھا اور اس عورت کی عدالت معلوم نہیں، اور ہو بھی تو ایک عورت کی

---

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۹

گواہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شرعی کے ساتھ کہا کہ میں نے ہر گز طلاق نہ دی میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکو گی تو طلاق دے دوں گا، پس اس صورت میں طلاق ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ:

اس جلد کا آخری عنوان "**باب تفویض الطلاق**" ہے، تیرھویں جلد کا آغاز "**باب تعلیق الطلاق**" سے ہوگا،

مآخذومراجع

	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
	ا		
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل الی تحریر المسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	الانوار لعمل الابرار	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹

۱۶۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۷۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۸۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷
۱۹۔	الاصل (مبسوط)	ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۰۔	اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰۰
۲۱	الام	محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴
۲۲۔	اخبارِ مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۵۶
۲۳۔	امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی	۳۶۰
۲۴۔	اربعین للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵
۲۵۔	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔	اربعین نووی	محی الدین یحیٰی بن شرف النووی الشافعی	۶۷۶
۲۷۔	الاذکار المنتخبہ من کلام	سیّد الابرار ابوزکریا یحیٰی شرف النووی	۶۷۶
۲۸۔	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۶۳۰
۲۹۔	الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	۸۰۶
۳۰۔	الاصابۃ فی تمییز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
۳۱۔	انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۹۰۳
۳۲۔	الاتقان جلال الدین	عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۳۔	اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۹۷۴
۳۴۔	الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۱۰۱۴
۳۵۔	الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	۱۱۷۹
۳۶۔	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۳۷۔	انجاح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ	عبدالغنی الدہلوی المدنی	۱۲۷۳
۳۸۔	اعانۃ الطالبین سید محمد شطا الدمیاطی		
۳۹۔	الاشارات ابن سینا	ابوعلی حسن بن عبداللہ الشہیر بابن سینا	۴۲۸

۳۹۔	الاشارات ابن سینا	ابو علی حسن بن عبداللہ الشہیر بابن سینا	۴۲۸

ب

۴۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱۔	البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۴۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۹۲۲
۴۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵۔	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶۔	البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷۔	بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸۔	بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹۔	بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰۔	براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱۔	تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۵۳۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴۔	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶۔	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷۔	تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۵۹۔	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰۔	التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات
۶۱۔	تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
۶۲۔	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی	۸۶۴۔۹۱۱
۶۳۔	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۶۴۔	تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۲۳
۶۵۔	تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	۳۲۷
۶۶۔	تہذیب الاثار	ابوجعفر محمد بن محمد بن جریر	۱۳۱۰
۶۷۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۶۸۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۶۹۔	التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۷۰۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۷۱۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۷۲۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۷۳۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۷۴۔	تعظیم الصّلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۷۵۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۷۶۔	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳
۷۷۔	تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۷۸۔	تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	۳۷۳
۷۹۔	تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	۶۴۳
۸۰۔	الترغیب والترہیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۸۱۔	التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	۷۴۷
۸۲۔	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۳۔	تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۴۔	التلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	۷۹۲
۸۵۔	تدریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

۸۶۔	التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۸۷۔	تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری	۹۶۶
۸۸۔	تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	۱۰۰۸
۸۹۔	التبیان فی بیان مافی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۹۰۔	تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف ملاجیون	۱۱۳۰
۹۱۔	التفسیر المظھری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۹۲۔	تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹
۹۳۔	تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲
۹۴۔	التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۳۲۳
۹۵۔	تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	۹۸۶
۹۶۔	تجنیس الملتقط		
۹۷۔	تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
۹۸۔	تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	۹۱۰

ث

۹۹۔	الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	۳۶۰
۱۰۰۔	ثبت ابو محمد بن امیر المکی المصری		

ج

۱۰۱۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسی الترمذی	۲۷۹
۱۰۲۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۱۰۳۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۱۰۴۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۰۵۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۱۰۶۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶

۱۰۷۔	جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	۸۲۳
۱۰۸۔	الجامع الکبیر فی فروع الحنفیة	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۱۰۹۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۱۱۰۔	الجواہر الزکیة	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۱۱۱۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۱۱۲۔	الجوہرة النیّرة	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۱۱۳۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۱۱۴۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۵۔	جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری) محمد بن جریر الطبری		۳۱۰
۱۱۶۔	جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابو علی حسن بن عرفہ بعداز	۲۵۶
۱۱۷۔	الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۱۱۸۔	جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاستروشنی	۶۳۶
۱۱۹۔	جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	۶۴۶
۱۲۰۔	جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نورالدین علی بن احمد السمہودی والمصری	۹۱۱
۱۲۱۔	جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	۹۷۰
۱۲۲۔	جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی	۹۱۱
۱۲۳۔	جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۲۴۔	جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲
۱۲۵۔	الجامع الکبیر فی الفتاوٰی	امام ناصرالدین محمد بن یوسف السمرقندی	۵۵۶

ح

۱۲۶۔	حاشیة علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۱۲۷۔	حاشیة ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۱۲۸۔	حاشیة علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۱۲۹۔	حاشیة علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵

۱۳۰ـ	حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علّامہ سفطی	
۱۳۱ـ	الحاشیۃ لسعدی آفندی علی العنایۃ	سعد اللہ بن عیسی الآفندی	۹۴۵
۱۳۲ـ	الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۱۳۳ـ	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۱۳۴ـ	حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۱۳۵ـ	حلیۃ الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۱۳۶ـ	حلیۃ المحلّی شرح منیۃ المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹
۱۳۷ـ	حرز الامانی ووجہ التہانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبیّ المالکی	۵۹۰
۱۳۸ـ	حیٰوۃ الحیوان الکبریٰ للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود الفروینی	۶۸۲
۱۳۹ـ	الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۴۰ـ	حاشیۃ التلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۴۱ـ	حاشیۃ التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	۸۶۶
۱۴۲ـ	حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۴۳ـ	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۴ـ	حاشیۃ مکتوبات شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۵ـ	حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	۱۲۵۷
۱۴۶ـ	حاشیۃ الکمثری علی الانوار		
۱۴۷ـ	حاشیۃ کفایۃ الطالب الربانی		
۱۴۸ـ	حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر علامہ الحفنی		
۱۴۹ـ	الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۰ـ	حسن المقصد فی عمل المولد	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱

خ

۱۵۱ـ	خزانۃ الروایات قاضی جکن الحنفی		
۱۵۲ـ	خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲

۱۵۳۔	خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۱۵۴۔	خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵۔	خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷۔	الخصائص الکبرٰی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸۔	خلاصۃ الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹۔	خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸

د

۱۶۰۔	الدرایۃ شرح الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۶۲۔	الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳۔	الدر النثیر علامہ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴۔	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۱۶۵۔	ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶۔	ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷۔	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۱۶۸۔	الرحمانیۃ		
۱۶۹۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱۔	رغائب القرآن ابومروان	عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبّی)	۲۳۹

۱۷۲۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۱۷۳۔	رد علی الجھمیة	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰
۱۷۴۔	رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	۱۸۳۱ء ۱۲۴۶
۱۷۵۔	رسالہ قشیریہ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	۴۶۵
۱۷۶۔	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۷۷۔	رفع الاشتباہ عن سبل المیاہ	قاسم بن قطلوبغا المصری	۸۷۹
۱۷۸۔	رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۷۹۔	رسالہ اتحاف الغرفہ	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۸۰۔	رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۱۸۱۔	رسالہ اہتداء	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۸۲۔	رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی	۱۰۹۸
۱۸۳۔	رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۱۷۹
۱۸۴۔	رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۱۸۵۔	رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	جعفر اسمٰعیل البرزنجی	۱۳۱۷
۱۸۶۔	الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی	۶۹۴
۱۸۷۔	رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی الدہلوی ۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۸۸۔	رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی	
۱۸۹۔	رسالہ غایة المقال	ابوالحسنات محمد عبدالحہ	۱۳۴۳

ز

۱۹۰۔	زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۱۹۱۔	زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۱۹۲۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی تقریباً	۱۰۱۶
۱۹۳۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۴۔	زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰

۱۹۵۔	زہر الربیٰ علی المجتبی	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶۔	زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷۔	الزواجر عن الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸۔	زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹۔	زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲

س

۲۰۰۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱۔	السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۲۰۲۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴۔	السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶۔	السنن لدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷۔	السنن لدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸۔	سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹۔	سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰۔	سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی ساتویں صدی ہجری	
۲۱۱۔	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴۸
۲۱۲۔	السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳۔	سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴۔	سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵۔	سراج القاری		
۲۱۶۔	السعدیہ		
۲۱۷۔	السعی المشکور فی رد المذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

ش

۲۱۸ـ	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۲۱۹ـ	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۲۰ـ	شرح الاربعین للنوی	ابراہیم ابن عطیّہ المالکی	۱۱۰۶
۲۲۱ـ	شرح الاربعین للنووی	علّامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۲۲۲ـ	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۲۲۳ـ	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۲۲۴ـ	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۲۲۵ـ	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲۶ـ	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۲۲۷ـ	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۲۲۸ـ	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۲۹ـ	شرح الغریبین		
۲۳۰ـ	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۱ـ	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۲۳۲ـ	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۲۳۳ـ	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۳۴ـ	شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۲۳۵ـ	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۶ـ	شرح مؤطا امام مالك	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۷ـ	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۸ـ	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۲۳۹ـ	شرح الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷
۲۴۰ـ	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰

۲۴۰۔	شرح الهداية	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۲۴۱۔	شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۴۴۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔	الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسی قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔	شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستر اباذی	۶۸۶
۲۴۷۔	شرح کافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستر اباذی	۶۸۶
۲۴۸۔	شرح طوالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۳۹
۲۴۹۔	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔	شرح عقائد النسفی	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔	شرح المقاصد سعدالدین	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۲۔	شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔	شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۴۔	شرح چغمینی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔	شرح حاشیۃ الکنز ملا مسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔	شرح عین العلم	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۸۔	شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔	شرح قصیدہ ہمزیہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۰۔	شرح رباعیات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۱۔	شرح فواتح الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۲۔	شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۳۔	شرح النقایہ لابی المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد بعداز	۹۰۷
۲۶۴۔	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔	شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی المالکی	

۲۶۴۔	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۶۔	شرح جامع الاصول للمضیف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	۶۸۶
۲۶۷۔	شرح الملتقی للبہنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البہنسی	۹۸۷
۲۶۸۔	شرح درر البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۲۷۰۔	صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم والانواع)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱۔	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۲۷۲۔	الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی تقریباً	۶۹۰
۲۷۳۔	صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۲۷۴۔	صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	۱۲۴۶
۲۷۵۔	الصواعق المحرقۃ	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

ط

۲۷۶۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۷۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۸۔	طبقات المقرئین	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۹۔	طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۲۸۰۔	الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	۹۸۱
۲۸۱۔	طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۲۸۲۔	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۲۸۳۔	العنایۃ شرح الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۲۸۴۔	عنایۃ القاضی حاشیۃ علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹

۲۸۵۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶۔	عقود الدریّة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷۔	عدّة کمال الدین	محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۲۸۸۔	عمل الیوم واللیلة	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹۔	عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۲۹۰۔	عقد الفرید	ابوعبداللہ محمد بن عبدالقوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱۔	عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	۸۳۰
۲۹۲۔	عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳۔	عقود الدریه فی تنقیح الفتاوی الحامدیه	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۲۹۴۔	عمدة الرعایه فی حل شرح الوقایه	محمد بن عبدالحہ اللکھنوی	۱۳۰۴

غ

۲۹۵۔	غایة البیان شیخ قوام الدین	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۲۹۷۔	غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرة البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	۱۰۹۸
۲۹۹۔	غنیة ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰۔	غنیة المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۳۰۱۔	غیث النفع فی القراء السبع	یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶

ف

۳۰۲۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد با بن الہمام	۸۶۱
۳۰۴۔	فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵۔	فتاوٰی بزازیة	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷

۳۰۶ـ	فتاوٰی حجّہ		
۳۰۷ـ	فتاوٰی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۸ـ	فتاوٰی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۹ـ	فتاوٰی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۱۰ـ	فتاوٰی غیاثیہ	داوٗد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۱ـ	فتاوٰی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۲ـ	فتاوٰی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۳ـ	فتاوٰی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۴ـ	فتاوٰی ولوالجیۃ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۳۱۵ـ	فتاوٰی الکبرٰی	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۳۱۶ـ	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۷ـ	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۸ـ	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۳۱۹ـ	الفتوحات المکّیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۲۰ـ	فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۱ـ	الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۲ـ	فوائد المخصِّصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۳ـ	فیض القدیر	شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۴ـ	فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقّب بسمویۃ	۲۶۷
۳۲۵ـ	فضائل القرآن لابن ضریس	ابوعبداللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۶ـ	فوائد الخلعی	ابوالحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۷ـ	فصول العمادی	محمد بن محمود استروشنی	۶۳۶
۳۲۸ـ	فتاوٰی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۹ـ	فتح المغیث	امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۳
۳۳۰ـ	فتاوٰی زینیہ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰

۳۳۱۔	فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲۔	فتح الالہ شرح المشکاۃ	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۳۔	فتاوی الفقہیہ ابن حجر مکی	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۴۔	فتاوٰی انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵۔	فتاوٰی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶۔	فوائد مجموعہ	شوکانی محمد بن علی بن محمود الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷۔	فتاوٰی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸۔	فضل لباس العمائم	ابوعبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹۔	فتاوٰی قاعدیہ	ابوعبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰۔	فتاوٰی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱۔	فتاوٰی شمس الدین الرملی		
۳۴۲۔	فتح الملک المجید		
۳۴۳۔	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴۔	القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۳۴۶۔	القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷۔	القرآن الکریم		
۳۴۸۔	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابوطالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹۔	القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰۔	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۱۔	القول الجمیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۲۔	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحلیم لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳۔	القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	۱۳۰۴

ک

نمبر	کتاب	مصنف	سن
۳۵۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵۔	الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸۔	کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۳۶۰۔	کتاب السواك	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۳۶۱۔	کتاب الهدیة لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲۔	کتاب الطهور لابی عبید		
۳۶۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقه	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵۔	کتاب الوسوسة	ابوبکر بن ابی داؤد	
۳۶۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷۔	کشف الرمز علامة المقدسی		
۳۶۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰۔	الکفایة	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۳۷۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۳۷۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳۔	الکنی للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵۔	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶۔	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸

۴۲۲۔	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۴۲۳۔	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۴۲۴۔	مسند ابی یعلٰی	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۴۲۵۔	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۴۲۶۔	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۴۲۷۔	مسند الکبیر فی الحدیث	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۴۲۸۔	مسند الکبیر فی الحدیث	ابومحمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۴۲۹۔	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۴۳۰۔	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۴۳۱۔	المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۳۲۔	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۴۳۳۔	مصنّف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۴۳۴۔	مصباح الدجٰی	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰
۴۳۵۔	معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۴۳۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۴۳۹۔	معراج الدرایۃ قوام الدین	محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۴۴۰۔	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۴۴۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۴۴۲۔	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۴۴۳۔	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۴۴۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سید علی	۹۳۱
۴۴۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۴۴۶۔	المقدمۃ العشماویۃ فی الفقہ المالکیۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	

۴۴۷ـ	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری) ناصرالدین محمد بن یوسف الحسینی		۵۵۶
۴۴۸ـ	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۴۴۹ـ	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰ـ	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱ـ	المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲ـ	منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳ـ	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴ـ	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵ـ	منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۴۵۶ـ	مجمع البحرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷ـ	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸ـ	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹ـ	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰ـ	المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱ـ	منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲ـ	موطا امام مالك	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳ـ	موارد الظمآن	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴ـ	مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵ـ	مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶ـ	میزان الشریعۃ الکبرٰی	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷ـ	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸ـ	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویۃ	۴۱۰
۴۶۹ـ	مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰ـ	مسند الامام اعظم	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱ـ	مؤطا الامام محمد	ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

۴۷۲۔	المسند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳۔	معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴۔	مقامات حریری	قاسم ابن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵۔	معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶۔	الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷۔	موضوعات ابن جوزی	ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸۔	مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹۔	مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰۔	مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱۔	المواقف السلطانیہ فی علم الکلام	عضد الدین عبدالرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲۔	مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳۔	مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴۔	المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵۔	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶۔	المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۷۔	ماثبت بالسنۃ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸۔	المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹۔	مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۴۹۰۔	مکتوبات شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۴۹۱۔	مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲۔	ملفوظات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۳۔	معمولات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۴۔	مخزن ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵۔	مجموعہ فتاوٰی	ابوالحسنات محمد عبدالحی	۱۲۴۳
۴۹۶۔	معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	۱۲۴۳

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات
۴۹۷۔	مظاہرِ حق مولوی	نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸۔	مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹۔	مناصحه فی تحقیق مسئلة المصافحه		
۵۰۰۔	مفتاح الصلوٰة		
۵۰۱۔	مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲۔	مشیخه ابن شاذان		
۵۰۳۔	معرفة الصحابه لابی نعیم	احمد بن عبداللہ اصبہانی	۴۳۰
۵۰۴۔	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام فخر الدین رازی	۶۰۶

ن

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات
۵۰۵۔	النقایة مختصر الوقایة	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶۔	نصب الرایة	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۵۰۷۔	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸۔	النهایة	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۵۰۹۔	النهایة لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰۔	النهر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱۔	نوادر فی الفقه	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲۔	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۵۱۳۔	النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴۔	نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات
۵۱۵۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶۔	الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷۔	الوقایة	محمود بن صدر الشریعة	۶۷۳

ضمیمہ
مآخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
	ا		
۱۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی ھدیۃ العارفین	۶۸۵/۶۹۲/۶۹۱ ۴۶۳/۱
۲۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳۔	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴۔	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳
۵۔	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷۔	اسباب النزول	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰۔	انسان العین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۱۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳۔	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

۱۴۔ ارشادالساری الی مناسك الملاعلی القاری — حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی

۱۵۔ الآداب الحمیدہ والاخلاق — محمد بن جریر الطبری — ۳۱۰

۱۶۔ الاربعین طائیہ — ابوالفتح محمد بن محمد الطائی الھمدانی — ۵۵۵

۱۷۔ انیس الغریب — جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی — ۹۱۱

۱۸۔ الارشاد فی الکلام — امام ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ الجوینی الشہیر بامام الحرمین — ۴۷۸

۱۹۔ افضل القراء بقراء ام القراء — احمد بن محمد ابن حجر مکی — ۹۷۴

۲۰۔ الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار — محمد بن موسٰی الحازمی الشافعی — ۵۸۴

ت

۲۱۔ تلخیص الجامع الکبیر — کمال الدین محمد بن عباد الحنفی — ۶۵۲

۲۲۔ تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص — علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی — ۷۳۹

۲۳۔ تقویۃ الایمان — شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی — ۱۲۴۶

۲۴۔ تعلیم المتعلم — امام برہان الدین الزرنوجی

۲۵۔ الترغیب والترہیب — ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی — ۵۳۵

۲۶۔ تذکرۃ الموتٰی والقبور — قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی — ۱۲۲۵

۲۷۔ التثبیت عند التبییت — جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی — ۹۱۱

۲۸۔ تلخیص الادلہ لقواعد التوحید — ابواسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار البخاری — ۵۳۴

۲۹۔ تفہیم المسائل

۳۰۔ تنبیہ الغافل والاسنان — محمد امین ابن عابدین الشامی — ۱۲۵۲

ث

۳۱۔ ثقفیات — ابوعبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی — ۴۸۹

۳۲۔ ثواب الاعمال لابن حبان — محمد بن حبان — ۳۵۴

ج

۳۳۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) — ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی — ۶۷۱

۳۳۔	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبّی)	ابو عبداللہ محمد ابن احمد القرطبّی	٦٧١
۳۴۔	جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	یوسف بن عمر الصوفی	۸۳۲
۳۵۔	جدالممتار علی ردالمحتار	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

ح

۳٦۔	الحسامی	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	٦۴۴
۳۷۔	حاشیہ درغرر نابلسی	اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی	۱۰٦۲
۳۸۔	حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل	عبدالقادر الفاکہی	۹۸۲
۳۹۔	حواشی علی معالم التنزیل	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰
۴۰۔	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	۱۳۴۰

خ

۴۱۔	خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	نورالدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

د

۴۲۔	دلائل النبوۃ	ابو بکر بن احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴۳۔	درثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷٦
۴۴۔	درمنظم فی مولد النبی المعظم صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالقاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی	۸٦۷
۴۵۔	کتاب الدعوات	احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸
۴٦۔	الدرۃ المغیبۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۷۔	الدرۃ الثمنیہ فی اخبار المدنیۃ	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	٦۴۳
۴۸۔	الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	مفتی احمد بن السید زینی دحلان	۱۳۰۴

ذ

۴۹۔	ذکر الموت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱

ر

۵۰۔	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

س

۵۱۔	سلفیات من اجزاء الحدیث	حافظ ابوالطاہر احمد بن محمد السّلفی	۵۸۶
۵۲۔	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	۱۰۷۰
۵۳۔	سنن الہدی	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	
۵۴۔	سنن فی الحدیث	حافظ ابوعلی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	۳۵۳

ش

۵۵۔	شرح رسالہ فضالیہ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	۱۲۷۶
۵۶۔	شرح الصغرٰی	علامہ محمد یوسف السنوسی	۸۹۵
۵۷۔	الشامل فی فروع الحنفیہ	ابوالقاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی	۴۰۲
۵۸۔	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی	۷۹۶
۵۹۔	شفاء العلیل شرح القول الجمیل	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	۱۲۷۱
۶۰۔	شرح صحیح بخاری	ناصرالدین علی بن محمد ابن منیر	
۶۱۔	شرح زیج سلطانی	عبدالعلی بن محمد بن حسین	۹۳۳
۶۲۔	شفاء العلیل وبل الغلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۲۵۲

ص

۶۳۔	الصحاح المأثورہ عن النبی صلی اللہ علیہ تعالٰی علیہ وسلم		
۶۴۔	صغری شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۶۵۔	صراط مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات
۶۵۔	صراط مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
ط			
۶۶۔	الطبقات الکبرٰی	محمد بن سعد الزہری	۲۳۰
غ			
۶۷۔	غرائب القرآن ورغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	۷۲۸
۶۸۔	غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی	۲۲۴
۶۹۔	غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی	۲۸۵
۷۰۔	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	۱۲۷۱
ف			
۷۱۔	الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۷۲۔	الفرج بعد الشدّۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱
۷۳۔	فاتح شرح قدوری		
۷۴۔	فوائد حاکم وخلاص		
۷۵۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۷۶۔	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۷۷۔	فتاوٰی شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین	۱۱۳۳
۷۸۔	الفتح المبین شرح اربعین نووی	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۷۹۔	فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب		
۸۰۔	فتوح الغیب	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	۵۶۱
۸۱۔	فتاوٰی عزیزی	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۰۰۴
ق			
۸۲۔	قرۃ عیون الاخبار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

ک

۸۳۔ کشف الغطاء مالزم لموتیٰ علی الاحیاء | محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین
۸۴۔ کتاب اتباع الاموات | ابراہیم بن اسحاق الحربی | ۲۸۵
۸۵۔ کتاب الدعوات | سلیمان بن احمد الطبرانی | ۳۶۰
۸۶۔ کتاب الثواب فی الحدیث | ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر | ۳۹۹
۸۷۔ کشف النور عن اصحاب القبور | عبدالغنی نابلسی | ۱۱۴۳
۸۸۔ کتاب الزہد | امام احمد بن محمد بن حنبل | ۲۴۱
۸۹۔ کتاب القبور | عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا | ۲۸۱
۹۰۔ کتاب الروضہ | ابوالحسن بن براء
۹۱۔ کتاب الزہد | حافظ ہناد بن السریٰ التمیمی الدارمی | ۲۴۳
۹۲۔ کتاب ذکر الموت
۹۳۔ کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ | قطب الدین الدہلوی | ۱۲۸۹
۹۴۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق | عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی | ۱۰۳۱
۹۵۔ کتاب الخروج | قاضی امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی | ۱۸۲
۹۶۔ کف الرعاع عن المحرمات اللهو والسماع | ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی | ۹۷۴

ل

۹۷۔ لباب المناسك | شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی | ۹۷۸

م

۹۸۔ منح الروض الازہر فی شرح الفقه الاکبر | علی بن سلطان محمد القاری | ۱۰۱۴
مجموعہ خانی (فارسی)
۹۹۔ مقامات مظہر وضمیمہ مقامات مظہر | مرزا مظہر جان جاناں | ۱۱۹۵
۱۰۰۔ مشارق الانوار القدسیه فی بیان العهود المحمدیه | عبدالوہاب بن احمد الشعرانی | ۹۷۴

۱۲۴ـ نافع فی الفروع امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی ۴۰۲

۱۲۵۔	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰
۱۲۶۔	نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلہوری	۱۲۷۱
۱۲۷۔	نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	۸۹۸
۱۲۸۔	نسیم الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	۱۰۶۹
۱۲۹۔	النشر فی قراۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۳۰۔	نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر القسطلانی	۸۵۲
۱۳۱۔	نفع المفتی والمسائل	مولوی عبدالعلی مدراسی	۱۳۰۶
۱۳۲۔	نوادر الاصول	ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	۲۵۵
۱۳۳۔	نصاب الاحتساب فی الفتاوٰی	عمر بن محمد بن عوف الشامی	
۱۳۴۔	نور الشمعہ فی ظفر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
۱۳۵۔	نظم الفرائد وجمع الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	۹۴۴
۱۳۶۔	نافع شرح قدوری		
۱۳۷۔	نامِ حق	شرف الدین بخاری	
۱۳۸۔	نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ	۹۸۸

و

۱۳۹۔	وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	۶۸۱
۱۴۰۔	واقعات المفتیین		۳۲۵
۱۴۱۔	وفاء الوفا	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

ھ

۱۴۲۔	ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۳۔	ہمعات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹